تاریخ ہندوستان

سلطنت اسلامیہ کا بیان

جلد ششم

خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاءاللہ صاحب دہلوی مرحوم

تاریخ ہندوستان

سلطنت اسلامیہ کا بیان

جلد ششم

کارنامۂ جہانگیری

جس میں

شہنشاہ ابوالمظفر نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ غازی کا حال اوّل سے آخر تک

مستند و معتبر فارسی اور انگریزی کتابوں سے لکھا گیا ہے

مصنفہ

خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی مرحوم

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبع انسٹی ٹیوٹ واقع علی گڑھ میں طبع ہوئی ۱۹۱۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کارنامۂ جہانگیری

دیباچہ

دو کتابیں ہیں جو جہانگیر نورالدین بادشاہ سے منسوب کی جاتی ہیں کہ انہیں اپنے واقعات و سوانح عمری خود اس نے قلم بند کئے ہیں۔ اُن کے نام متعدد یہ مشہور ہیں۔ توزک جہانگیری۔ اقبال نامۂ جہانگیری جہانگیر نامہ تاریخ سلیم شاہی واقعات سلیم شاہی [illegible] ہی۔ گو ان دونوں کتابوں میں چند مقدمات مختلف تحریر ہیں مگر دونوں کتابوں میں ضمیر متکلم ہر بیان کے ساتھ اس طرح [illegible] عمل ہوتی ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ جہانگیر خود اُن کو لکھ رہا ہی۔ ان میں ایک کتاب وہ توزک جہانگیری ہی جس کو ڈاکٹر سر سید احمد خاں نے ۱۸۶۴ء میں منطبع کرایا ہی [illegible] کے بعض حصوں کا ترجمہ انگریزی میں ڈاکٹر انڈرسن صاحب نے کیا ہی۔ اس توزک میں [illegible] سال جلوس کے اواسط تک جہانگیر نے اپنی فرمانروائی کا حال شرح و بسط کے ساتھ خود اپنے ہاتھ سے رقم کیا ہی اور بعد ازاں اپنے معتمد امیر معتمد خاں کو حکم دیا ہی کہ وہ سلطنت کے حالات کا مسودہ تیار کرے اور مجھ سے اصلاح لے اور بعد اصلاح میری کتاب میں شامل کرے۔ اوائل سال نوزدہم جلوس تک اس طرح واقعات تحریر میں آئے۔ پھر اوائل سال [illegible] جلوس سے بادشاہ [illegible] تک مرزا ہادی نے معتبر نسخوں کو جمع کرکے اپنے حالات

فذ کئے اور ایک تتمہ یہ تالیف کیا۔ اس طرح یہ توزک جہانگیری تالیف ہوئی ہے۔ دوسری کتاب میں پندرہ برس ۱۰۲۹ھ تک سلطنت کا حال زیر قلم ہوا ہے۔ اس کا ترجمہ میجر ڈیوڈ پرائس صاحب نے کیا ہے۔ ان دونوں کتابوں کی نسبت ارباب تحقیق کی مختلف رائیں ہیں۔ کوئی ان دونوں کتابوں کو ایک بتاتا ہے کوئی ان کو جدا جدا کتاب اس سبب سے کہتا ہے کہ ان میں مقدمات ایسے مختلف طرح بیان ہوئے ہیں کہ وہ دونوں ایک کتاب نہیں ہو سکتیں۔ کوئی ان دونوں میں ایک کو اصل اور دوسری کو غیر اصل بتاتا ہے اور وجوہ اُنکی لکھتا ہے۔ آخر کو کوئی فیصلہ قطعی نہیں ہوا کہ اصل حال کیا ہے۔ سوائے ان دونوں کتابوں کے معتمد خاں کی تصنیف سے اقبال نامہ اور مرزا کامگار مخاطب بہ عزت خاں برادرزادہ عبداللہ خاں کی تالیف سے مآثر جہانگیری ہے۔ پھر ان کتابوں کے اختلافات کی تحقیقات خافی خاں نے مرزا عابد نام درویش صاحب سے نہایت معتبر اُن کو سمجھکر کی ہے اور اُن کو اپنی تاریخ منتخب اللباب میں لکھا ہے۔ ان کتابوں کے سوا اور بہت سی انگریزی کتابیں تالیف کے وقت زیر نظر رہی ہیں مگر زیادہ تر حالات میں نے دونوں توزک جہانگیری سے نقل کئے ہیں۔ جہاں ان دونوں توزکوں میں اتفاق ہے یا ایک میں بہ نسبت دوسرے کے اضافہ ہے وہاں میں نے کچھ اس اتفاق اور اضافہ کا ذکر نہیں کیا ہے مگر جہاں اختلاف ہے اُس کو بیان کر دیا ہے۔ ان دونوں کتابوں میں ایک کا نام بڑی توزک اور دوسری کا نام چھوٹی توزک رکھا ہے۔ جس مضمون میں ضمیر متکلم استعمال ہوئی ہے اُسے سمجھ لینا چاہئے کہ وہ مضمون ان دونوں کتابوں سے نقل کیا ہے۔ باقی اور کتب مذکورہ سے ان پر اضافہ کیا ہے۔

واقعات روز ولادت سے روز اورنگ نشینی تک

اگرچہ ان واقعات کو میں نے اقبال نامہ اکبری میں بیان کر دیا ہے مگر یہاں جہانگیر کی زبان سے ان کا اعادہ کیا ہے۔

جہانگیر لکھتا ہے کہ میرے باپ کی ۲۸ برس کی عمر تک کوئی بیٹا نہ جیتا تھا۔ ان کا غم اس کے

دل میں رہتا تھا۔ وہ گوشہ نشین درویشوں کی خدمت میں بقاء فرزند کے لئے التجا کرتا تھا۔ اسی ضمن
میں خواجہ بزرگوار خواجہ معین الدین چشتی کے آستانہ روضہ پر وہ گیا اور اُس نے یہ منت مانی کہ اگر
اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا عنایت کرے تو آگرہ سے روضہ تک کہ ایک سو چالیس کوس ہیں از روے نیاز
پیادہ پا جاؤں۔ اِن ایام میں کہ میرا باپ جویاے فرزند تھا شیخ سلیم ایک درویش صاحب حال تھے۔
اپنی عمر کی بہت منزلیں طے کر چکے تھے۔ پہاڑ میں آگرہ کے مواضع میں سے موضع سیکری میں رہتے
تھے۔ اُن کے پاس میرا باپ گیا۔ شیخ کی حالت توجہ و بیخودی میں پوچھا کہ میرے کے فرزند ہونگے۔ فرمایا
کہ بخشندۂ بے منت تجھے تین فرزند عنایت کریگا۔ میرے باپ نے عرض کیا کہ میں نے یہ منت مانی ہے
کہ فرزند اول کو جناب کے دامن تربیت و توجہ کے نیچے رکھونگا اور حضرت کی شفقت اور مہربانی کو اُسکا
حامی اور محافظ بناؤنگا۔ یہ سُنکر شیخ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ مبارک ہو کہ ہم نے بھی اُس کو اپنا
ہمنام کیا۔ میری والدہ کے وضع حمل کے دن قریب آئے تو اُس کو شیخ کے گھر میں بھیجدیا تاکہ میری
ولادت وہاں واقع ہو۔ روز چہار شنبہ ۱۷ ربیع الاول ۹۷۷ھ کو میں اپنے بھائی کے مرنے کے
آٹھ مہینے بعد پیدا ہوا۔ میرا نام سلطان سلیم رکھا۔ مگر مجھے یاد نہیں کہ میرے باپ نے یہ نام یا محمد سلیم میرا
کبھی لیا ہو۔ وہ پیار سے مجھے ہمیشہ شیخو بابا کہتا تھا۔ موضع سیکری کو جہاں میری آنول نال گڑی تھی۔
میرے باپ نے اپنے لئے ایسا مبارک جانا کہ چودہ پندرہ برس کے عرصہ میں اس کوردہ کو ایک شہر عظیم
بنا دیا۔ کیا اس میں کوہ و جنگل اور دد و دام کے مسکن تھے یا وہ عمارات دل کشا اور باغات پر فضا
معمور ہو گیا۔ جب شہزادہ سلیم کی عمر چار سال چار ماہ چار روز کی ہوئی تو رسم کے موافق ۹۸۱ھ میں
باپ نے اُس کو مکتب نشین کیا اور مولنا میر کلاں ہروی کو اس کا معلم اور قطب الدین محمد خاں کو اس کا
اتالیق مقرر کیا اور جب یہ اتالیق سرحد کی حراست کے لئے بھیجا گیا تو میرزا خانخانان اتالیقی پر مقرر
ہوا۔ جب شاہزادہ کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو ۹۸۵ھ میں اُس کو منصب دہ ہزاری ذات و سوار کا
باپ نے مرحمت کیا۔ جب وہ پندرہویں برس میں لگا تو راجہ بھگوانداس کی بیٹی سے بیاہ ہوا۔ یہ راجہ
امراء اعظم اکبری میں سے تھا۔ اور ملک ہند کے بڑے نامدار راجاؤں میں شمار ہوتا تھا۔ اسفندیار ۹۹۳ھ

شاہزادہ کی تعلیم و ازدواج و اولاد

میں راجہ کے گھر اکبر خود بیاہنے گیا۔ پھر ۹۹۴ھ میں شہزادہ کا دوسرا بیاہ راجہ اودے سنگھ کی بیٹی سے
باپ نے کیا۔ اور بہو کے لینے کے لئے سمدھی کے گھر گیا۔ اسی سال میں راجہ بھگوانداس کی دختر سے لڑکی
پیدا ہوئی جس کا نام دادا نے سلطان النسا بیگم رکھا اور اسی بیوی سے ۹۹۷ھ میں بیٹا پیدا ہوا جس کا
نام دادا نے خسرو رکھا۔ اسی سال میں دختر یا بھتیجی خواجہ حسن عم زین خاں کوکہ سے دوسرا بیٹا کابل میں
پیدا ہوا اس کا نام میرے باپ نے پرویز رکھا۔ دختر سعید خاں سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام
عفت بانو بیگم رکھا وہ تین برس کی عمر میں مرگئی۔ ایک اور پہاڑی راجہ کی دختر سے ایک لڑکی پیدا ہوئی
جس کا نام دولت نسا بیگم رکھا وہ سات مہینے کی عمر میں مرگئی۔ ۹۹۸ھ میں راجہ کیشوداس راٹھور کی
بیٹی سے ایک بیٹی پیدا ہوئی اس کا نام بہار بانو بیگم رکھا تھا۔ ۹۹۹ھ میں لاہور میں جگت گسائنی دختر
موٹھ راجہ (راجہ اودے سنگھ) سے بیٹا پیدا ہوا۔ دادا خود جہانگیر کے گھر میں گیا اور پوتے کا نام خرم رکھا
جب وہ بڑا ہوا تو اور فرزندوں کی نسبت دادا اس سے بہت خوش وخرم رہتا تھا۔ اور جہانگیر سے
فرمایا کرتا تھا کہ میرے اور فرزندوں کو کسی طرح کی نسبت اس فرزند سے نہیں ہے۔ میں اس کو اپنا سگا بیٹا
جانتا ہوں ایک اور بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام سلطان بیگم میں نے رکھا۔ وہ بارہ مہینے سے زیادہ زندہ
نہ رہی۔ ایک اور لڑکی پیدا ہوئی جو سات روز زندہ رہی۔ شاہ کشمیر کی بیٹی سے ایک بیٹی پیدا ہوئی
برس روز کی ہوکر مرگئی۔ شاہی بیگم دختر ابراہیم حسین مرزا سے ایک اور لڑکی پیدا ہوئی وہ آٹھ مہینے جی
اس کے بعد جگت گسائنی مادر خرم سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام میں نے لذت النسا بیگم رکھا
وہ پانچ برس کی عمر میں مرگئی۔ بڑی توزک میں لکھا ہے کہ ایک مہینے میں دو بیٹے خواصوں سے پیدا
ہوئے جن کے نام جہاندار اور شہریار رکھے گئے۔ مگر چھوٹی توزک میں لکھا ہے کہ مادر پرویز سے ایک بیٹا
جہاندار اور مادر خسرو سے شہریار دوسرا بیٹا پیدا ہوا یہ غلط لکھا ہے۔

۱۰۰۸ھ میں شہنشاہ اکبر خود دکن کو روانہ ہوا اور صوبہ اجمیر جہانگیر کی تیول میں دیا اور راجہ
مانسنگھ و شاہ قلی خاں محرم اور بڑے امرا کو شہزادہ کی خدمت میں متعین کیا اور رانا کے فساد مٹانے کے لئے
شاہزادہ کو حکم ہوا۔ غرض اس مفارقت کے اختیار کرنے سے یہ تھی کہ وہ خود ممالک دور دست

مہم رانا سے شہزادہ کا مراجعت کرنا اور الہ آباد جانا

میں جاتا تھا مسند خلافت شاہزادہ ولی عہد سے خالی نہو اور راناکے متعلق حدود ہی لشکر کے لئے سیر ہوں۔ جب شاہزادہ اجمیر میں آیا تو رانا کے استیصال کے واسطے فوج بھیجی۔ اور کچھ دنوں کے بعد سیر کرتا اور شکار کھیلتا ہوا اودے پور میں گیا۔ لشکر شاہی نے رانا کو کوہستانوں اور جنگلوں میں پھرایا واقعہ طلب خوشامد گویوں نے شہزادہ کو گاہ وبے گاہ یہ سمجھانا شروع کیا کہ حضرت شہنشاہ اکبر تو تسخیر دکن میں مشغول ہیں۔ بغیر ملک کے فتح کرنیکے اُس کا یکایک آنا عزیمت بادشاہانہ سے دُور ہے۔ اگر اس وقت حضرت مراجعت کریں اور اکبرآباد کے پرگنے جمنا پار کے لے لیں کہ معموری اور سیر حاصلی میں مشہور ہیں تو بہتر ہوگا۔ بنگالہ میں تازہ شورش برپا ہوئی تھی اور بغیر راجہ مانسنگہ کے اُس کی صورت کا مٹنا مشکل تھا۔ اس لئے راجہ نے بھی شہزادہ کی مراجعت کو اپنا عین مدعا جانا اور اس ارادہ کا سلسلہ جنباں ہوا۔ ناگزیر رانا کی مہم ناتمام رہی اور شہزادہ اکبرآباد چلا۔ قلیچ خاں جو قلعہ آگرہ کی حراست کرتا تھا وہ شہزادہ کی خدمت میں آیا۔ بعض ہنگامہ طلب شورش منشوں نے بہت مبالغہ سے شہزادہ سے عرض کیا کہ اگر آپ قلیچ خاں کو گرفتار کرلیں تو قلعہ اکبرآباد جو دفاین اور خزاین سے مالامال ہے سہولت سے میسر ہوگا۔ ابھی مخالفت کا فتنہ مدارا کے بالین پر سر رکھے ہوئے تھا کہ شہزادہ نے ان باتوں کو نہ سُنا اور خان مذکور کو جانے کی اجازت دی وہ قلعہ میں آیا۔ اور شہزادہ الہ آباد کی جانب روانہ ہوا۔ قلعہ اکبرآباد میں مریم مکانی والدہ شہنشاہ اکبر نے جب یہ حال سُنا تو وہ روانہ ہوئی کہ پوتے کو اس عزیمت سے باز رکھے۔ پہلے اس سے کہ دادی پوتے پاس پہنچے پوتا کشتی میں سوار ہوکر بہت جلد الہ آباد کو روانہ ہوا۔ مریم مکانی آزردہ ہوکر قلعہ اکبرآباد میں آئی۔ غرہ صفر ۱۰۰۹ھ میں شہزادہ قلعہ الہ آباد میں آیا۔ اور اکبرآباد کے جمنا پار کے اکثر مقاموں کو اپنے قبضے میں لایا اور اُس کو اپنے نوکروں کو جاگیر میں دیدیا۔ صوبہ بہار شیخ خدیو مخاطب قطب الدین خاں کوکلتاش کو عنایت کیا اور سرکار جونپور لالہ بیگ کو مرحمت کی۔ سرکار کالپی نسیم بہادر کو کرامت کی اور اُن کو اپنے اپنے محال متعلقہ میں روانہ کیا اور گھنسور دیوان سے خزانہ کا تیس لاکھ روپیہ کہ خالصات صوبہ بہار کے حاصلات کا جمع ہوا تھا لے لیا۔ جب یہ باتیں متواتر و متوالی شہنشاہ اکبر نے سنیں تو اپنے وسعت حوصلہ و قوتِ بُردباری و نہایت دلبستگی کے سبب سے اصلا ان کو دل میں جگہ

نذرہی شریف خاں اپنے ملازم کے ہاتھ فرمان بھیجا۔اس میں بعد نصائح کے حکم طلب تھا۔جب یہ فرمان آیا
تو اُس نے بادشاہ پاس جانے کا ارادہ کیا مگر پھر اس میں توقف کیا اور شریف خاں کو جانے نہ دیا۔
اُس نے چاپلوسی اور خوشامد گوئی ایسی کی کہ شاہزادہ نے اُس کو وکیل السلطنت کردیا۔شہنشاہ اکبر نے
اُس فتنہ خانہ خیز کے دُور کرنے کو اہم جان کر ملک دکن کی فتح سے ہاتھ اُٹھایا گو وہ قریب الفتح تھا۔
اُردی بہشت ۱۰۰۹ھ میں اس ملک کی کارسازی کو خانخانان کی مردانگی اور کاردانی کے حوالہ کیا
اور مراجعت کی اور بہمن مرداد ۱۰۰۹ھ کو وہ آگرہ میں آگیا۔

اِن دنوں میں شہزادہ نے خواجہ عبداللہ کو خطاب عبداللہ خانی کا دیا اور ۱۰۱۱ھ میں جب بادشاہ
اکبرآباد میں تھا شہزادہ سلیم تیس ہزار سوار لیکر پیکار کے لئے آمادہ ہوا۔اور نامدار ہاتھیوں کو ساتھ لیا اور
دارالخلافہ آگرہ کو روانہ ہوا۔اگرچہ ظاہر میں اپنا ارادہ یہ تبلایا کہ والد ماجد کی قدمبوسی کو جاتا ہوں۔لیکن
دل میں منصوبہ وہ تھا جو سلطنت پژوہی اور ملک جوئی کو لازم ہے۔جب بادشاہ کو اس آئین سے
بیٹے کے آنے کی خبر ہوئی تو قرۃ العین سے ملنے کی مسرت و انبساط وحشت و تفرقہ سے بدل گئی اور
اُمرا نے نفاق آمیز باتیں ایسی شہنشاہ اکبر سے کہیں کہ اُس کا وہم اور بڑھ گیا۔جعفر بیگ اصفہان کہ
دیوانی کی خدمت رکھتا تھا اور قصبہ اٹاوہ کا جاگیردار تھا جب اس قصبہ میں شہزادہ آیا تو اُس نے اپنے
ایک معتمد کے ہاتھ لعل گراں بہا شہزادہ کی نذر کے لئے بھیجا۔اس اثنا میں فرمان صادر ہوا کہ تجھ فرزند کا
اس انبوہ لشکر اور فیلوں کے ساتھ آنا ہماری خاطر کو ایک اور اندیشہ کی طرف رہنمونی کرتا ہے۔یہ انوکھی
رسم تو نے ہی نکالی ہے کہ باپ کے گھر میں اس شوکت و حشم سے بیٹا آئے۔اگر اس سے مطلب اظہار جمعیت
اور عرض سپاہ ہے تو اس کا مجرا ہو گیا آدمیوں کو اپنے اپنے محال میں بھیج اور جریدہ جلد خدمت میں آ
اگر تجھ کو کچھ توہم ہے اور ہنوز خاطر مطمئن نہیں ہے تو الہ آباد کو معاودت کر۔اور جب توہم اور تفرقہ کا نقش
تیرے دل پر سے مٹ جائے تب ہمارے پاس آ۔جب یہ فرمان شاہی شہزادہ پاس پہنچا تو وہ متحیر اور
اندیشہ مند ہوا اور اٹاوہ میں توقف کر کے ایک عرضداشت باپ پاس بھیجی جس کا مضمون یہ تھا کہ مجھ مرید نے
نہایت آرزومندی سے کعبہ مقصود کا احرام کیا تھا کہ بہت جلد آستاں بوسی کی سعادت حاصل کرکے نگاہ

اٹاوہ میں حضور کا حکم آیا کہ آگے آنے کی جرأت نہ کرنا اور پیچھے الٰہ آباد جانا۔ تعجب ہے کہ اس نیازمند کے اخلاص نے حضرت کے دل پر اثر نہ کیا اور تھوڑے ایک فتنہ سرشتوں نے خدائے مجازی کو بندہ حقیقی کے حق میں بدگمان کر دیا اور اس مرید کو چند روز تک اپنی خدمت کی سعادت سے محروم کیا امید ہے کہ اس نیازمند کا صدق باطن حضرت کے باطن پر پرتو اپنا ڈالے گا۔ فقط۔ چند روز اٹاوہ میں شہزادہ ٹھیرا اور پھر الٰہ آباد کو روانہ ہوا۔ تھوڑے دنوں کے بعد بادشاہ نے فرمان بھیجا کہ ہم نے تم کو جاگیر میں صوبہ بنگالہ اور اڑیسہ عطا کیا اپنے آدمیوں کو بھیجکر اُس پر متصرف ہو۔ شہزادہ نے صلاح وقت اس طرف لشکر کے بھیجنے میں نہ دیکھی اور دل پذیر عذر معروض کیے۔ جب شہر الٰہ آباد میں وہ آیا تو وہ کام کرنے شروع کئے جو مخصوص فرماں روایوں کے ساتھ ہوتے ہیں جیسے اپنے ملازموں کو خطاب سلطانی اور خانی عنایت کرنے۔

شیخ ابو الفضل کا قتل ہونا

شہزادہ سلیم اور ابو الفضل میں ناسازگاری روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ بادشاہ کا حکم ابو الفضل پاس گیا کہ دکن کی مہم اپنے بیٹے عبد الرحمن کو سپرد کر کے ہمارے پاس چلا آ۔ جب سلیم کو اس طلب کی خبر ہوئی تو اُس کو یقین ہوا کہ اگر شیخ حضرت پاس پہنچ گیا تو وہ فتنہ کے اسباب ترتیب دیگا۔ اور جبتک اس کا قدم درمیان میں رہیگا دربار میں مجھے قدم رکھنا نصیب نہ ہوگا۔ اس صورت میں علاج واقعہ پیش از وقوع کرنا چاہئے۔ اس لئے اُس نے شیخ کے استیصال کے لئے نرسنگہ دیو کو مقرر کیا اُس کا وطن شیخ کے سر راہ تھا۔ اُس نے اس کام میں دل لگایا اور گھات میں بیٹھا۔ جب شیخ سرائے پرگنہ میں آیا جو گوالیار سے دس کوس پر ہے راجہ کے سوار اور پیادوں کی جمعیت نے جاکر شیخ کو گھیر لیا اُس کے ساتھ چند خدمتگار تھے۔ شیخ نے بھاگنے کی ننگ کو پسند نہیں کیا اور نیز دشمن کے رخنہ میں سے اُس کا بچکر نکل جانا بھی ممکن نہ تھا کہ نرسنگہ دیو نے اُسے مار کر اُس کا سر سلیم پاس الٰہ آباد بھیج دیا۔ بڑی توزک میں تو ابو الفضل کے قتل کرنے کا سبب وہ لکھا ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا۔ مگر چھوٹی توزک میں اس قتل کی وجہ میں جہانگیر نے اپنا اسلامی جوش خوب دکھایا ہے اور یہ لکھا ہے کہ میرے باپ کے آخر ایام سلطنت میں ابو الفضل نے اُس کے دل پر یہ نقش کر دیا تھا کہ آنحضرت جن پر سے

میری ہزار جانیں قربان ہوں ایک عرب فصیح و بلیغ تھے اور اُنھیں کی تصنیف سے قرآن شریف ہی وہ کلام الٰہی نہیں ہی۔ اِس وجہ سے میں نے ایک آدمی مقرر کیا جس نے ابوالفضل کو قتل کیا اور اُس کا سر میرے پاس اُس نے بھیجدیا۔ اس سبب سے میرا باپ مجھ سے ناراض ہوگیا اور خسرو پر زیادہ الطاف کرنے لگا اور فرمانے لگا کہ وہ بادشاہ ہوگا میں نے اپنے نبی کی طرف رجوع کی اُن کے طفیل سے خدا نے میرا کام پورا کردیا اور مجھے ہندوستان میں بادشاہ بنا دیا۔ ابوالفضل کے مرنے کے بعد میرا باپ راہ مستقیم پر کچھ آیا اور اُس نے جانا کہ ابوالفضل کی بات غلط تھی۔

اگرچہ اس ابوالفضل کے واقعہ سے باپ بیٹوں میں جلد صفائی ہوگئی مگر شہزادہ اس حرکت سے محجوب بہت تھا۔ اس حجاب کے دور کرنیکے لئے اکبر نے سلطان بیگم کو اُس پاس بھیجا کہ وہ نوازشہای شاہانہ سے دلجوئی کرے۔ بیگم نے شہزادہ کی تسلی اور تسکین سب طرح کی تو وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے الہ آباد سے چلا اور جب آگرہ سے دو منزل آیا تو حضرت مکانی فرزند پروری سے سب سے پوتے کو اپنے گھر میں لائیں اور باپ سے ملایا۔ بادشاہ نے اپنی پگڑی بیٹے کے سر پر باندھی اور جانشینی کی نوید سُنائی۔

چونکہ شہزادہ سلیم رانا کی مہم کو ناتمام چھوڑکر چلا آیا تھا اس لئے بادشاہ نے چاہا کہ اُس کو وہی تمام کرے۔ اُس کو رانا کی مہم پر نامزد کیا جب شہزادہ فتحپور میں آیا تو اُس نے ایسے خزانہ اور لشکر کی التماس کی جو اس کار دشوار کو وفا کریں۔ ارباب دخل نے اُس کے سرانجام میں بیجا ایستادگی کی تو ناگزیر شہزادہ نے بادشاہ کی خدمت میں عرضداشت بھیجی کہ یہ مرید حضرت کے حکم کو حکم الٰہی کا نمونہ سمجھکر نہایت شوق سے اس مہم پر دل نہاد ہوا لیکن کفایت مند اُس مہم کا سامان نہیں کرتے کہ وہ سرانجام پذیر ہو۔ مجھے اپنے تئیں بیہودہ طور پر سبک کرنا اور اپنی اوقات کو ضائع کرنا لائق نہیں ہی۔ حضرت کو معلوم رہے کہ رانا کوہستان سے نہیں نکلتا اور ہر روز ایک محکم مقام میں پناہ لیتا ہی اور جہاں تک ممکن ہی جنگ میں نہیں مشغول ہوتا ہی۔ اس کے کار کی تدبیر اس پر منحصر ہی کہ افواج ہر طرف بھیجی جائے کہ اُس کو کوہستان میں نرغہ میں کرے اور ہر طرف فوج اس قدر ہو کہ جب وہ رانا سے

دو چار ہو تو اُس سے عہدہ برآ ہو سکے۔ اگر دولت خواہوں نے کسی اور روش میں صلاح دیکھی ہو تو مجھے حکم ہو کہ میں حضور کا قدمبوس ہو کر اپنی محال جاگیر میں جاؤں اور اس مہم کے لائق سامان کر کے بہت سی جمعیت سے رانا کا استیصال کروں۔ شہنشاہ اکبر نے اپنی بہن بخت النسا بیگم کو شہزادہ پاس بھیجا جس نے جا کر یہ کہا کہ بادشاہ نے شہزادہ کو ساعت مسعود میں رخصت کیا ہے اور ارباب منجم ملاقات کو نحس بتاتے ہیں۔ اس لئے مناسب ہے کہ وہ الہ آباد کو چلا جائے۔ پھر جس وقت اُس کا دل چاہے تو ملنے چلا آئے۔ اس پیغام کے بعد سلیم الہ آباد کو روانہ ہوا اور وہاں جا کر چند روز شادکامی میں گذارے۔

والدہ سلطان خسرو کا مرنا اور عبداللہ خاں کا بادشاہ کے پاس جانا +

والدہ خسرو کے دماغ میں یبوست ہوئی اور سودائی ہو گئی اور خسرو کی بیراہ روی کے غم نے اس دیوانگی کو اور زیادہ کیا اُس نے لونڈیوں سے افیون لیکر کھائی اور بالین فنا پر سر رکھا۔ محمد شریف وکیل السلطنت ہوا۔ اُس کے ساتھ عبداللہ خاں کی صحبت نہ نبھ سکی وہ بادشاہ پاس چلا آیا اور یہاں اُس نے منصب یک ہزار و پانصدی اور خطاب صفدر خانی پایا۔ جب سے بیٹا الہ آباد گیا تھا باپ کو اُس کی مفارقت ناگوار تھی۔ واقعہ جو فتنہ طلب ہر روز ایک مقدمہ ترتیب دیکر بادشاہ کی خاطر میں وحشت پیدا کرتے تھے اور شہزادہ کی دوام بادہ گساری کو بیان کر کے دل سوزی کے لباس میں شکایت کرتے تھے۔ اہل غرض کی تائید کے لئے یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک واقعہ نویس شاہی ایک خانہ زاد پر جو شاہزادہ کا خواص تھا عاشق ہوا اور یہ خانہ زاد ایک اور خدمتگار پر شیفتہ ہوا اور تینوں متفق ہو کر بھاگ گئے۔ کہ دکن میں جا کر شاہزادہ دانیال کی خدمت میں روزگار بسر کریں

جہانگیر کے حکم سے ایک آدمی کا زندہ کھال کھنچوانا اور دوسرے کا خواجہ سرا بنانا

جب شاہزادہ نے یہ حال سُنا تو اُس نے سواروں کو بھجوا کر تینوں کو پکڑ بلوایا۔ شہزادہ نے واقعہ نویس کا پوست زندہ کندہ کرایا اور ایک خدمتگار کو خواجہ سرا بنایا۔ اور تیسرے کے جوتہ کاری کی۔ اس سیاست سے آدمیوں کے دلوں میں ہراس اور رعب چھایا۔ اور لوگوں کا بھاگنا بند ہوا۔ اس قصے کو بہت آب و تاب کے ساتھ بادشاہ سے عرض کیا جس سے بادشاہ برآشفتہ ہوا اور اُس نے کہا کہ ہم نے باوجودیکہ جہان کو شمشیر سے تسخیر کیا لیکن اپنے سامنے

بھیڑ کا بھی پوست کندہ نہیں کرایا۔ میرے فرزند عجب قسی القلب ہیں کہ زندہ آدمی کا پوست کندہ کراتے ہیں۔ فتنہ انگیزوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شراب میں افیون ملا کر اس قدر شاہزادہ نوشجان کرتا ہے کہ طبیعت اُس کی برداشت نہیں کر سکتی۔ طغیان کیف اور استیلا، نشہ میں مزاج میں شورش ہوتی ہے اور احکام ندامت انجام سرزد ہوتے ہیں اُس وقت کسی کو چون وچرا کا یارا ہوتا نہیں۔ اکثر آدمی چھپ جاتے ہیں، اور جن کا حاضر رہنا ضروری ہوتا ہے وہ نقش گلیم اور صورت دیوار بنجاتے ہیں۔ ان باتوں کو سُنکر بادشاہ کا ارادہ خود الہ آباد جانے کا ہوا۔

بادشاہ کا بیٹے کے سمجھانے کے لئے الہ آباد کا قصد اور شاہزادہ سلیم کا باپ کی خدمت میں آنا

دہم شہریور ۱۰۱۲ھ کو وہ کشتی میں بیٹھکر روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں کشتی ریت میں بیٹھ گئی دوسرے روز مینہ شدت سے برسا اور حضرت مریم مکانی کی بیماری کی خبر آئی۔ شہنشاہ ماں کی عیادت کو اُلٹا گیا۔ ماں کا انتقال ہوگیا۔ اس سبب سے بادشاہ کا الہ آباد جانا رہ گیا۔ جب شہزادہ کو ان وقعات کی خبر ہوئی تو بے تحاشی اور بے تامل اکبرآباد کی طرف روانہ ہوا۔ باپ بیٹے کے آنے کو ماں کے ماتم کا غمزدا سمجھا۔ بیٹا باپ کی خدمت میں آیا۔ باپ نے اُس کو سمجھایا کہ ایسا ظاہر ہوتا ہے بادہ پیمائی کی کثرت سے تیرے دماغ میں خلل ہوگیا ہے بہتر ہے کہ چند روز دولتخانہ میں بسر کر تاکہ علاج سے تیرے دماغ کی اصلاح کی جائے اُس کو عبادت خانہ میں بٹھایا۔ اُس کے پاس ہرزن ماں نہیں جاتی تھیں۔ دس روز وہ یہاں رہا۔ پھر معلوم ہوا کہ شہزادہ کی جو بادہ گساری اور آشفتہ دماغی معروض ہوئی تھی وہ واقعی نہ تھی اس لئے حکم ہوا کہ وہ دولت خانہ میں جائے۔ شہزادہ باپ کو روز سلام کرنے جاتا۔ آگرہ میں بادشاہ بیمار ہوا اس بیماری کی حالت میں اُس نے

ہاتھیوں کا لڑنا

شاہزادہ سلیم کے ہاتھی گرانبار اور خسرو کے فیل آب روپ دونوں کو لڑایا۔ سلیم اور خسرو دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر اس لڑائی کا تماشا قریب سے دیکھنے گئے شاہزادہ خرم دادا پاس جھروکہ میں بیٹھا بعد زدوخورد کے فیل گرانبار نے آثار چیرگی دکھائے اور اپنے حریف کو عاجز کیا اس کی کمک کو رنتھمن فیل کو لائے تو شہزادہ سلیم کے آدمیوں نے فیلبان کو منع کیا اور اُس کے ڈھیلے اور پتھر مارے جس سے اُس کے خون نکلا۔ خسرو نے بادشاہ سے اس بات کی شکایت کی شہنشاہ

سلیم کی اس گستاخی سے اور بیباکی سے متغیر و متوحش ہوا جس سے اُس کی علالت کو طول ہوا اور کسی علاج سے آرام نہ ہوا۔ اس بیماری میں ساری سلطنت کے کام خان اعظم کے ہاتھ میں آئے جب اُس نے دیکھا کہ بادشاہ کی زندگی تمام ہونے کو ہے تو اُس نے رائے مان سنگہ سے جو بڑا صاحب اقتدار تھا صلاح کی کہ سلطان خسرو کو شہنشاہ بنائے۔ ان دو امیروں کے برابر کوئی صاحب اقتدار نہ تھا ان میں سے خسرو خواہر زادہ راجہ مانسنگہ کا اور داماد خان اعظم کا تھا۔ انہوں نے سلیم کی گرفتاری کا ارادہ کیا کہ جب وہ اپنے روزانہ دستور کے موافق کورنش کے لئے دولت خانہ میں آئے تو اُسکو پکڑ لیجئے مگر یہ نہ سمجھے کہ کہیں آفتاب پر خاک پڑ سکتی ہے اور تقدیر کی تحریر کو دغا بازی کی گزلک محو کر سکتی ہے ؎ دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست۔ دوسرے روز سلیم کشتی میں بیٹھکر حسب دستور بادشاہ کی کورنش کے لئے گیا۔ جب کشتی قلعہ کے نیچے آئی تو میر ضیاء الملک قزوینی سراسیمہ و پریشان شہزادہ پاس کشتی میں کود کر آیا۔ اُس نے بادشاہ کے قریب المرگ ہونے کی اور سازش مذکور کی خبر سُنائی تو شہزادہ سلیم نے اپنی کشتی اُلٹی پھروائی۔ اپنے گھر میں آکر غمزدہ بیٹھا۔ بادشاہ میں کچھ سانس باقی تھے کہ سارے امرا آس پاس جمع ہوئے اور خان اعظم اور راجہ مان سنگہ نے اور امیروں سے مشورہ کیا کہ شہزادہ اعظم سلطان سلیم کی خصائل سب کو معلوم ہیں اور شہنشاہ جو اُسکی نسبت رائے رکھتا ہے وہ بھی سب جانتے ہیں کہ اُسکو منظور نہیں ہے کہ وہ اس کا جانشین ہو جب یہ بات کہی گئی تو سمند خاں نے چلاّ کر کہا کہ کیا بکتے ہو شاہزادہ سلیم کے ہوتے اُس کے بیٹے کا تخت سلطنت پر بٹھانا ہمارے چغتائی تاتاریوں کی رسم و آئین کے برخلاف ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا خان ایک امیر کبیر تھا اور خاندان شاہی سے دور کا رشتہ رکھتا تھا یہ کہکر مجلس سے اُٹھکر چلا گیا خان اعظم تو جھینپکا ہو رہا اور راجہ رام داس کچھواہہ مع اپنے تابعین کے خزانہ کی حفاظت کو گیا۔ اور مرتضیٰ قلعہ سے باہر گیا اور سادات بارہ اور اپنے تابعین کو جمع کرنے لگا۔ اس اثنا میں مرزا شریف اور معتمد خاں نے آنگر راجہ سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہتے ہو۔ اُس نے اُن کو اپنا دوست جانکر یہ کہا کہ میں شہزادہ پاس جانا چاہتا ہوں۔ معتمد خاں نے یہ کہا کہ میں یہ کام کرنے کو تیار ہوں

تو مرتضیٰ خاں نے کہا کہ تم شاہزادے پاس چلو اور اُس سے کہو کہ میں اپنے نوکروں کے ساتھ آتا ہوں

شہزادہ جب میر ضیا کے کہنے سے اپنے گھر آیا تھا تو احمق جمع ہو کر اُس سے کہہ رہے تھے کہ حضور ایسے غافل بیٹھے ہیں آپ کے دشمنوں نے اپنا کام کر لیا اور خسرو کو تخت پر بٹھا دیا اور اُنہوں نے قلعہ پر توپیں حضور کے محل اُڑانے کے لئے لگا دیں۔ شہزادہ سلیم ان احمقوں کے کہنے سے قریب تھا کہ اپنی کشتی میں سوار ہو اور بھاگ کر اپنی جان بچائے کہ شیخ رکن الدین جو شہزادہ کے ملازموں میں سب سے زیادہ بہادر اور نیک تھا اور بہت سی سپاہ اپنے پاس رکھتا تھا آیا اُس نے شہزادہ کو سمجھایا کہ آپ مستقل رہئے دیکھئے دو گھنٹے میں کیا ہوتا ہے۔ شہزادہ اپنے اس بہادر کی نصائح سن ہی رہا تھا کہ مرزا شریف آن پہنچا۔ اُس نے کہا دشمنوں کی جماعت شکستہ ہو گئی ہے اور مرتضیٰ خاں حضرت کے پاس آنے کو ہے۔ یہ سنکر شہزادہ بہت مسرور ہوا اور اپنے آدمیوں کی ہمت بندھوانے لگا کہ ذرا دیر میں آیا۔ اور میر مرتضیٰ آ پہنچا۔ بارہ کے سادات عظام میں سے بہت آدمی اُس کے پاس تھے۔ کورنش کر کے اُس نے شادیانہ کے نقارے بجانے کا حکم دیا کہ شہزادہ نے اُس کو منع کیا کہ شہنشاہ علیل ہے باجہ بجانا مناسب نہیں۔ اب آدمیوں کا اجتماع شہزادہ کے پاس ہونا شروع ہوا۔ خان اعظم بھی شہر مندہ سے آئے اور مجرا بجا لائے شاہزادہ نے خسروانہ اس پر عنایت کی اور اُسکی اس حرکت کا ذرا خیال نہیں کیا۔ جب راجہ مان سنگہ نے دیکھا کہ پاسہ پلٹ گیا اور مقدمات کی اور ہی صورت ہو گئی تو وہ سلطان خسرو کو اپنے گھر لے گیا اور دوسرے روز کشتیوں میں بنگال بھاگنے کا ارادہ کیا۔ شہزادہ سلیم اپنے امرا کو ساتھ لیکر قریب المرگ باپ کے پاس گیا اور اُس کے قدموں پر گرا۔ اُس نے دیکھا کہ باپ نزع کی حالت میں پڑا ہوا ہے۔ شہنشاہ نے اپنی آنکھیں کھولیں اور اشارہ کیا کہ دستار اور خلعت جو شاہزادہ کے لئے تیار ہوا تھا لاؤ۔ اور میرا خنجر شاہزادہ کی کمر سے باندھو۔ بعد اس کے شاہ کا انتقال ہوا۔ اُسکی تجہیز و تکفین ہوئی سلیم نے خود باپ کے جنازہ کو قلعہ کے دروازہ تک کندھا دیا۔ جب ان مراسم سے فرصت ہوئی تو اُس نے قلعہ اور خزانہ راجہ رام داس کو سپرد کیا اور خود اپنے محل میں گیا۔ یہاں اُس نے سنا کہ راجہ مان سنگہ مع سلطان خسرو کے

کشتیوں میں سوار ہو کر بنگال کو جاتا ہے اور اپنے تمام خدمتگاروں اور سپاہ کو ساتھ لئے جاتا ہے جہانگیر کو اس سے ایک فکر پیدا ہوا اُس نے راجہ کے بھائی مادھو سنگھ کو بھیجا کہ اُس کو اطمینان دلا کے اُلٹا لے آئے۔ راجہ پاس مادھو سنگھ گیا اور اُس کو سخت لعنت ملامت کی یہ تو نے کیا کیا کہ تو بادشاہ کو چھوڑ کر جاتا ہے۔ اس میں کیا فائدہ دیکھا ہے۔ راجہ نے جواب دیا کہ شاہزادہ خسرو نوجوان ہے اور وہ معاملات دنیا سے ناواقف ہے۔ مجبوری میں نے اُس کی اطمینان خاطر کے لئے یہ کام کئے ہیں۔ غرض اس راجہ کی معرفت بادشاہ اور راجہ کے درمیان عہد وپیمان ہوئے۔ مان سنگھ اور خسرو دونوں بادشاہ کی خدمت میں آئے۔ بیٹے نے باپ کے پاؤں پر سر رکھا باپ نے بیٹے کو گلے لگایا اور پیار کیا اور منہ چوما۔

تخت نشینی کے وقت ہندوستان کا حال

۸۔ جمادی الآخر ۱۰۱۴ھ مطابق اکتوبر ۱۶۰۵ئہ ۳۸ برس کی عمر میں دار الخلافہ آگرہ میں تخت سلطنت پر جلوس کیا نورالدین جہانگیر بادشاہ اپنا لقب و نام رکھا۔ اس تخت نشینی کے وقت جہانگیر نے اپنے قلمرو واقع شمالی نربدا کو ایسے بڑے امن وامان میں پایا جیسے کہ ایسی وسیع سلطنت میں توقع ہوسکتی ہے۔ بنگالہ میں عثمان سرکشی کر رہا تھا۔ مگر یہ سرکشی صرف ملک اڑیسہ میں محصور تھی بادشاہ غالب رہا تھا۔ البتہ ملک دکن میں زیادہ شورش برپا تھی۔ احمد نگر جو ابھی شاہی قبضے میں آیا تھا نظام شاہی سلطنت اپنی دار السلطنت کے دوبارہ حاصل کرنے میں اور ملک جو اس سے چھن گیا تھا اُس کے لے لینے میں کوشش کرتی تھی۔

زنجیر عدل

اولین جلوس کے بعد جہانگیر نے حکم دیا کہ زنجیر عدالت لٹکائی جائے کہ اگر ستم رسیدوں مظلوموں کی داد خواہی اور غور رسی میں دار العدالت کے متصدی تساہل وتغافل کریں تو وہ اس زنجیر کے پاس آئیں اور اُس کو ہلائیں تاکہ اُس کی آواز سے بادشاہ آگاہی پائے اور اُن کا انصاف چکائے۔ یہ زنجیر خالص سونے کی تھی اُس کا طول تیس گز تھا۔ اس میں ساٹھ گھنٹے لٹکتے تھے اُس کا وزن چار ہندوستانی من کا تھا۔ ایک سرا اُس کا قلعہ کے شاہ برج کے کنگرہ سے استوار کیا گیا اور دوسرا سرا اُس کا دریا کے کنارہ پر اس میل سنگین سے مستحکم کیا گیا جو اس مطلب کے لئے نصب کیا گیا تھا۔ اس حکمت سے ستم زدوں کو عرض بیگیوں کا توسل نہ ڈھونڈھنا پڑتا تھا بغیر اُن کی خوشامد درآمد کے اس زنجیر سے کام نکلتا تھا۔ اہل کاروں کی شرارت سے

جو مظلوموں کی رسائی بادشاہ تک نہ ہوتی تھی اور وہ اُنکے حال سے بے علم رہتا تھا اس کا
انسداد ہوا۔ بادشاہ لکھتا ہے کہ میں نے یہ حکم دیا کہ کل ممالک محروسہ میں ان احکام کو عمل میں
لائیں اور اُن کو دستور العمل بنائیں اول زکوٰۃ و تمغا و میر بحری و سائر تکالیف جو جاگیر داروں نے
ہر صوبہ و سرکار میں اپنے نفع کے لئے وضع کئے ہیں منع کئے جائیں یعنی راہوں اور دریاؤں اور
شہروں اور قصبوں اور گھاٹوں اور بندرگاہوں پر محصول اور چُنگی نہ لی جائے نہ بھیٹ دی جائے
(یہ حکم اکبر اور بابر دونوں کے عہد میں جاری ہوا تھا اب اُسکی تاکید اور زیادہ کی گئی۔ حکم دوم۔ جن
راہوں میں کہ چوری ہوتی ہے اور ڈاکہ پڑتا ہے اور وہ آبادی سے دور ہوں تو اس نواح کے جاگیر دار
وہاں سرائے اور مسجد بنائیں اور کنواں کھدوائیں تاکہ آبادی کا باعث ہو اور اس سرائے میں ایک
جماعت آباد ہو اور اگر ایسی راہیں محال خالصہ کے نزدیک ہوں تو وہاں متصدی سرکار اس کا
سرانجام کرے اور راہوں میں سوداگروں کے مال کی گٹھڑیاں اُنکی رضا بغیر نہ کھولیں۔

حکم سوم۔ تمام ممالک محروسہ میں خواہ ہندو مرے خواہ مسلمان اُس کا مال اسباب اُس کے
وارثوں کو دیا جائے اور اس میں کوئی سرکاری ملازم مداخلت نہ کرے اور اگر کوئی لاوارث مرے
تو اُس کے مال اسباب کی حفاظت کے لئے ایک مشرف و تحویلدار الگ مقرر کیا جائے تاکہ وہ
مال مصارف شرعی میں خرچ ہو جیسے کہ مساجد و سرایوں کے بنوانے میں اور کنوؤں اور تالابوں
کے کھدوانے میں شکستہ پلوں کی مرمت کرانے میں سرکاری مصارف میں نہ آئے۔

حکم چہارم۔ مسکرات و شراب و بنگ و بوزہ کوئی شخص نہ بنانے پائے نہ بیچنے پائے اگرچہ میں خود
شراب اٹھارہ برس کی عمر سے اب تک یعنی اڑتیس برس کی عمر تک پیتا ہوں اور عرق دو آتشہ کے
بیس پیالہ نوشجان کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ شراب نے اپنا پورا اثر کیا تو اُس کا کم کرنا شروع کیا سات سال
میں پندرہ پیالہ سے چھ سات پیالہ پر روزانہ نوبت پہنچی۔ شراب پینے کے وقت بھی مختلف تھے۔
بعض اوقات تین چار بجے دن کے پینا شروع کرتا تھا۔ بعض اوقات رات کو کچھ دن کو تیس سال تک
یوں شراب پی۔ بعد ازاں رات کو شراب پیتا۔ پھر آخر دنوں میں فقط ہضم طعام کے لئے شراب پیتا۔

دوازدہ احکام

حکم پنجم۔ کسی رعایا کے مکان کو سرکاری آدمی نزدلی نہ بنائیں۔ بے گھر بے در کسی کا کرنا اچھا نہیں ہوتا

حکم ششم۔ منع کیا گیا کہ کسی جرم کی سزا میں ناک کان نہ کاٹے جائیں اور میں نے بھی درگاہ الٰہی میں نذر کی کہ کسی شخص کو اس سیاست سے معیوب نہ کرونگا۔

حکم ہفتم۔ کوئی جاگیردار اور خالصہ کا عامل کسی رعیت کی زمین کو زبردستی چھین کے خود کاشت نہ کرے۔

حکم ہشتم۔ عامل خالصہ وجاگیردار جس پرگنہ میں ہوں بے حکم شاہی وہاں کے آدمیوں کے ساتھ رشتہ خویشی نہ پیدا کریں۔

حکم نہم۔ بڑے بڑے شہروں میں شفاخانے بنائے جائیں اور اُن میں طبیب علاج کیا کریں بیماروں کو دوا و غذا ملا کرے یہ سارے خرچ سرکار خالصہ سے دیے جائیں۔

حکم دہم۔ میرے باپ کے طریقہ کے موافق ہر سال ۱۸ ربیع الاول کو جو اُس کے تولد کی تاریخ تھی عمر کے ہر سال کے لئے ایک دن شمار کرکے اتنے دنوں تک ممالک محروسہ میں کوئی جانور نہ ذبح ہو اور ایک شنبہ کو کہ میرے باپ کی ولادت کا دن تھا اور وہ اس دن کو اس سبب سے کہ نیر اعظم سے وہ منسوب ہے اور آفرینش عالم کا پہلا روز ہے مبارک سمجھ کر بہت تعظیم کرتا تھا اس دن بھی کوئی جانور ذبح نہو۔

حکم یازدہم۔ میں نے حکم عام دیا تھا کہ باپ کے نوکروں کی جاگیریں اور مناصب بدستور برقرار رہیں اور بعد ازاں بقدر حاجت ہر شخص کے منصب پر اضافہ کیا گیا دس اور بارہ سے کم کسی کا اضافہ نہ کیا گیا اور بعض کا دس سے بیس چالیس تک اضافہ ہوا۔ کل احدیوں کا علوفہ دس سے پندرہ کیا گیا اور کل شاگرد پیشہ کا ماہانہ دس سے بارہ مقرر کیا اور باپ کے سراپردگیوں کی تنخواہوں میں بقدر حالت و نسبت دس سے بارہ تک اور دس سے بیس تک اضافہ کیا گیا اور ممالک محروسہ میں اہالی ائمہ کی جو لشکر دعا ہیں مدد معاش مطابق فرامین کے کہ ان پاس تھے برقرار و مسلم رکھے۔ میران صدر جہاں کو کہ ہندوستان کے سادات صحیح النسب سے ہے اور مدتوں تک میرے باپ کے عہد میں جلیل القدر منصب

صدارت کا اس سے متعلق تھا اُس کو حکم دیا گیا کہ وہ ارباب استحقاق کو روبرو کیا کرے۔

حکم دوازدہم جیل خانوں اور قلعوں میں مدت سے آدمی مقید و محبوس ہیں وہ رہا کئے جائیں۔

غرض اُس نے بہت سے محصول جن میں رعایا کو اذیت و تکلیف پہنچتی تھی اور اکبر کے عہد میں اُن پر خیال نہیں ہوا تھا۔ ان سب کی اصلاح کی۔

یہ دوازدہ احکام چھوٹی توزک میں اس طرح لکھے ہیں کہ میں نے بارہ قوانین سلطنت کے مختلف صیغوں کے لئے بنائے کہ اُس کو سب عامل دستور العمل بنائیں اور اُس سے کبھی انحراف نہیں کریں۔

اوّل میں نے اپنی تمام رعایا کو آمدنی ملک کے مختلف صیغوں میں تین صیغے معاف کر دئے زکوٰۃ۔ میر بحری۔ تمغا راہ۔ جنکی آمدنی میرے باپ کے زمانہ میں تیرہ من سونا تھی۔

(۲) میں نے حکم دیا کہ بندگان خدا جو ودیعت میں سپرد ہوئے ہیں اُنکے مال کو اگر راہزن یا کوئی اور زبردست کہیں چھینے تو اس ضلع کے باشندے مال یا چور کے پیدا کرنیکے لئے مجبور کئے جائیں اس لئے کہ وہ خوب جانتے ہونگے کہ کیونکر یہ کام ہوا۔ میں نے ہدایت کی کہ جب کوئی ضلع ویران اور غیر آباد ہو تو وہاں دہات آباد کئے جائیں اور مردم شماری اُنکی کی جائے۔ اور ہر طرح کی تدابیر ایسی کی جائیں کہ رعایا کو تکلیف نہ پہنچے۔ میں نے اپنے ممالک محروسہ کے جاگیرداروں کو حکم دیا ہے کہ وہ ایسے مقامات میں مساجد اور سرائیں بنائیں کہ وہ اضلاع آباد ہو جائیں اور سوداگروں کو آنے جانے میں تکلیف نہ ہو اور اگر ضلع خالصہ شاہی ہو اور کروری رہتا ہو تو وہ خزانہ شاہی سے اُن کاموں کو سرانجام دے۔

(۳) جو تاجر ملک میں آمد و رفت رکھتے ہیں اُن کے مال کی گٹھریاں کسی قسم کی بغیر اُنکی مرضی کے نہ کھولی جائیں۔ مگر جب وہ اپنے مال تجارت کے فروخت پر بالکل راضی ہو جائیں تو خریداروں کو اجازت ہے کہ اُن سے مال خریدیں مگر کسی طرح کی اُنکو تکلیف نہ پہنچائیں۔

(۴) جب کوئی شخص مرجائے اور اُس کے بچے ہوں اور وہ سرکاری ملازم نہ ہو تو کوئی شخص مجاز نہیں ہے کہ اُس کے مال میں سوئی کے ناکے کی برابر مداخلت کرے اور اُس کے بچوں کو ذرا بھی ضرر پہنچائے مگر جب اُنکے نہ بچے ہوں اور نہ کوئی وارث ہو تو اُس کے مال سے مسجدیں

تالاب بنائے جائیں کہ اوس کی روح کو ثواب پہونچے۔

(۵) کسی شخص کو اجازت نہیں ہے کہ وہ شراب یا کوئی اور مسکرات بنائے اور بیچے میں نے یہ قانون بنایا گو میں خود شراب پینے میں مشہور ہوں اور سولہ برس کی عمر سے یہ دھت میرے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ باقی وہی بیان ہے جو حکم چہارم میں لکھا ہے۔

(۶) میرے تمام ممالک محروسہ میں کسی شخص کو اجازت نہیں ہے کہ وہ میری رعایا کے گھر میں اُترے۔ مگر جب سرکاری کام کے لئے کسی قصبہ و دہ میں لشکر آئے تو بغیر زور و ظلم کے سپاہی رعایا سے مکان کرایہ لے سکتا ہے اور نہیں تو وہ اپنے خیمے لگا کے الگ اُترے اور اپنے لئے آپ مکان بنائے اس سے زیادہ رعایا کو کیا تکلیف ہو سکتی ہے کہ محض اجنبی آدمی اوس کے کبنے کی چھاتی پر سوار ہو اور اوس کے جورو بچوں کے لئے ہاتھ پھیلانے کے لئے بھی جگہہ نہ چھوڑے۔

(۷) کسی شخص کو ناک کان کاٹنے کی سزا نہ دیجائے اگر چوری کا جرم ہو تو اوس کے کرہ خاردار لگائے جائیں اور قرآن پر قسم لی جائے کہ آیندہ وہ جرم نہیں کرے گا۔

(۸) جاگیرداروں کو اور کروڑیوں کو حکم دیا گیا کہ وہ رعایا سے زمین زبردستی لیکر اپنی کاشت اوس میں نہ کریں کسی جاگیردار کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنی سرحد سے پرے کوئی کام کرے اور زمین اور مویشی دوسرے علاقہ کی زبردستی اپنے علاقہ میں کرلے۔ بلکہ اُس کو اپنے علاقہ کی ترقی میں بالکل توجہ کرنی چاہیئے۔ غیر علاقہ میں دخل نہ دینا چاہیئے۔

(۹) اگر کوئی شخص اپنے گھر میں کسی سبب سے تریاک کھا کر مرجائے تو دوسرے شخص سے جو اوس کے گھر میں رہتا ہو اوس کے خون کا مواخذہ نہ کریں۔

(۱۰) سارے بڑے بڑے شہر کے حاکموں کو حکم دیا گیا کہ وہ دارالشفا قائم کریں اور جو بیمار اور ان کے اندر آئیں اون کو عمدہ دوا جب تک دی جائے کہ وہ اچھے ہوں اور جب وہ دارالشفا سے جائیں تو اونکو بقدر مایحتاج نقد روپیہ دیا جائے اور یہ سارے خرچ خزانہ شاہی سے اُٹھائے جائیں۔

(۱۱) توزک کلاں کے حکم دہم کے موافق۔

(۱۲) میں نے حکم دیدیا کہ میرے باپ کے وقت کے منصب دار اور جاگیر دار اپنے مناصب و جاگیر پر جب تک وہ زندہ رہیں مستقل کئے گئے اور جن میں زیادہ لیاقت میں نے دیکھی ان کا اضافہ منصب جاگیر کا کرا دیا۔ جس پاس دس گھوڑے تھے اون پاس پندرہ گھوڑے کر دیے اور اسی نسبت سے اور امرا، منصب داران کے اضافہ کئے۔ فقط بعض آدمی نا عاقبت بیں فتنہ پرداز فساد انگیز ایسے تھے کہ باوجود میری اس فیاضی کے وہ میری تسلیم و کورنش نہیں بجالاتے تھے اور ملک میں خرابی پھیلاتے تھے اور یہ نہیں سمجھتے تھے کہ ہم جو طوفان برپا کرتے ہیں اس میں اوّل خود ہی برباد ہو جائینگے۔ اس باب میں مجھے شاہ طہماسپ شاہ ایران کا مقولہ بہت پسند آیا اوس نے اپنے محل کے پاس ایک حوض بنوایا اور امیروں سے پوچھا کہ اس میں کیا بھرنا چاہئے ایک امیر نے عرض کیا کہ حوض کو لبالب سونے سے بھرنا چاہئے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کہنے سے تو طامع معلوم ہوتا ہے دوسرے امیر نے کہا کہ اس کو گلاب و شربت و برف سے بھرنا چاہئے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کہنے سے تو افیونی معلوم ہوتا ہے تیسرے نے کہا کہ دودھ دہی قند سے بادشاہ نے کہا کہ تو بنگی ہے۔ آخر کو بادشاہ نے کہا کہ میری رائے تم سب کی رائے کے خلاف ہے اس حوض کو ان مفسدوں اور فتنہ پردازوں کے خون سے بھرنا چاہئے جو غدر مچا کے خلائق کو برباد کرتے ہیں۔

میں نے تمام ممالک محروسہ کے قیدیوں کی رہائی کا حکم عام دیدیا۔ صرف قلعہ گوالیار سے سات ہزار قیدی چھوٹے جن میں سے بعض چالیس برس کے قیدی تھے۔ رہائی یافتہ قیدیوں کی تعداد کا قلعوں کی تعداد پر قیاس ہو سکتا۔ کل ہندوستان میں باستثنا ملک بنگال دو ہزار چار سو قلعے نہایت مستحکم و استوار ہیں۔ میں نے نیک ساعت میں سونے پر سکہ لگوایا مختلف الوزن سونے چاندی کے سکے مسکوک کئے اور ہر ایک کا جدا گانہ نام رکھا چنانچہ سو تولے کی مہر کا نام نور شاہی اور پچاس تولہ کا نور سلطانی اور ۲۰ تولہ کا نور دولت دس تولہ کا نور کرم پانچ تولہ کا نور مہر ایک تولہ کا نور جہانی اور نصف تولہ کا نورانی اور پاؤ تولہ کا رواجی نام رکھا۔ اور چاندی کے سکوں میں سو تولہ کے سکہ کا نام کوکب پچاس تولہ کا کوکب اقبال بیس تولہ کا کوکب مراد۔ دس تولہ کا کوکب بخت پانچ

حوض شاہ طہماسپ

قیدیوں کی رہائی اور سکوں کے نام

تولہ کا کوکب سعد۔ ایک تولہ کا جہانگیری اور نصف تولہ کا سلطانی اور چوتھائی تولہ کا نثاری اور تولہ کے دسویں حصہ کا خیر قبول رکھا اور اس روش پر تانبے کے سکے مسکوک کیے اور ہر ایک سکے کو ایک نام سے معروف کیا۔ سو تولہ اور پچاس تولہ اور بیس تولے اور دس تولے کے مہروں پر یہ بیت سکہ ہوئی۔

بخط نور بر زر کلک تقدیر رقم زد شاہ نورالدین جہاں گیر

مصرعوں کے درمیاں جگہ چھوڑ کر کلمہ اور دوسری طرف یہ بیت جس میں تاریخ بھی نکلتی ہے منقش ہوئی

شد چو خور زیں سکہ نورانی جہاں آفتاب مملکت تاریخ آن

دونوں مصرعوں کے درمیان مقام ضرب و سنہ ہجری و سنہ جلوس اور سکہ نورجہانی کہ بعوض مہر معمول ہے اور وزن میں زیادہ ہے روپیہ کی برابر اعتبار کی جاتی ہے اس پر یہ بیت ثبت ہوئی۔

روئے زر را ساخت نورانی برنگ مہر و ماہ شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

سکہ کے ہر طرف ایک مصرعہ کندہ ہوا اور ضرب کا مقام سکہ ہجری و سنہ جلوس منقش ہوا۔ سکہ جہانگیری کہ وزن میں ۱/۵ زیادہ ہے روپیہ کی برابر اعتبار کیا جاتا ہے نورجہانی کے دستور پر ہے اور تولہ کا وزن دو نیم مثقال معمول ایران و توران ہے۔

مکتوب خاں داروغہ کتاب خانہ و نقاش خانہ نے تاریخ جلوس خوب کہی بادشاہ کو بہت پسند آئی۔ ع

سال جلوس شاہی تاریخ شد چو بنہاد اقبال سر بپائے صاحبقران ثانی

اپنے فرزند خسرو کو ایک لاکھ روپیہ میں نے مرحمت کیا کہ وہ قلعہ کے باہر منعم خاں خانخاناں کے گھر کو اپنے واسطے بنا لے سعید خاں کو پنجاب کی ایالت و حکومت سپرد ہوئی۔ رخصت کے وقت یہ مذکور ہوا کہ اوس کے خواجہ سرا ستم پیشہ ہیں اور زیردستوں اور مسکینوں پر ظلم کرتے ہیں اوس کو میں نے پیغام بھیجا کہ ہماری عدالت میں کسی پر ستم روا نہیں ہے اور میزان عدل میں ہم کو خوردی بزرگی منظور نہیں اگر اوس کے بعد اوس کے آدمی کسی پر ظلم کریں گے تو گوشمال بے التفاتی

بادشاہ نے ظالموں کو سزا

پائیں گے۔ شیخ فرید بخاری کو جو میرے باپ کے عہد میں میر بخشی تھا خلعت و شمشیر مرصع و دوات قلم مرصع عنایت کی اور پہلی خدمت پر مامور رکھا اور اوس کی سرافرازی کے لئے میں نے کہا کہ تجھکو میں صاحب السیف والقلم جانتا ہوں مقیم کو کہ میرے باپ کے عہد میں وزیر خاں کا خطاب رکھتا تھا میں نے ممالک محروسہ کی وزارت دی۔ خواجگی فتح اللہ کو بھی خلعت دیکر بدستور سابق بخشی کیا۔ عبدالرزاق معموری کو جو میرے ایام شاہزادگی میں بے سبب میری خدمت کو چھوڑ کر میرے باپ پاس چلا گیا تھا بدستور قدیم بخشی کیا۔ اور امین الدولہ کو جو میری اجازت بغیر بھاگ کر میرے باپ پاس چلا گیا تھا اوس کی تقصیرات پر نظر نہ کرکے آتش بیگی کی خدمت پر مقرر کیا غرض بیرونی اور اندرونی ارباب خدمات و مہمات کو اپنے باپ کے عہد کے موافق بحال رکھا شریف خاں کہ خورد سالی سے میرے ساتھ بڑا ہوا تھا میں نے نقارہ و تومان و توغ اوس کو مرحمت کیا تھا اور منصب دوہزاری و پانصدی دیا تھا اور صوبہ بہار کی حکومت وارائی اور اس ولایت کا حل و عقد اس کے قبضہ اختیار میں چھوڑا تھا اور اس طرف رخصت کیا تھا وہ میرے جلوس سے پندرہ روز بعد میری خدمت میں حاضر ہوا۔ اوس کے آنے سے میں نہایت خوش ہوا۔ اس لئے کہ اوس کی بندگی میری اس حد پر پہنچی ہے کہ میں اوس کو بمنزلہ برادر و فرزند و یار و مصاحب کے جانتا ہوں۔ مجھے اوس کے اخلاص و عقل و دانائی و کاروانی پر اعتماد کلی تھا اس لئے میں نے اوس کو وکیل اور وزیر اعظم مقرر کیا امیرالامرائی کا خطاب دیدیا۔ نوکری میں کوئی اور خطاب اس سے مافوق نہیں ہے اور منصب پنجہزاری ذات و سوار اوسکو دیا ہر چند اوس کے منصب میں افزایش کی گنجایش تھی کہ اوس سے زیادہ مقرر ہوتا لیکن اوس نے عرض کیا کہ جب تک کوئی مجھسے خدمت نمایاں وقوع میں نہیں آئیگی منصب مذکور سے زیادہ نہ چاہوں گا۔ ابھی میرے باپ کے بندوں کی حقیقت اخلاص واقعی ظاہر نہیں ہوئی تھی اور بعضوں سے تقصیرات اور ناشائستہ ارادے جو خالق و خلق کو ناپسند تھی سرزد ہوئے تھے وہ خود بخود شرمندہ و شرمسار تھے۔ باوجودیکہ میں نے روز جلوس میں سب کی تقصیرات معاف کردیں اور یہ قرار دے لیا تھا کہ امور گذشتہ کی بازخواست

رانا کی گوشمالی کے لئے پرویز کا لشکر مرتب ہونا۔

نہ ہوگی۔ مگر ایک تو ہم جوادن کی طرف سے میری خاطر میں چلا جاتا تھا اس لئے میں امیر الامرا کو اپنا حافظ و نگہبان جانتا تھا۔ اگرچہ کل بندوں کا نگہبان اللہ تعالیٰ ہے خصوصاً بادشاہوں کا کہ جن کا وجود باعث رفاہیت عالم ہے۔ راجہ مانسنگھ کو جس سے بہت سی رشتہ مندیاں تھیں اور وہ میرے پدر کے امراء معتبر و معتمدین سے تھا اوس کو صوبہ بنگالہ کا حاکم مقرر کیا بعض امور اس سے ایسے صادر ہوئے تھے کہ اوس کو یہ توقع نہیں تہی کہ میں اوس کے حق میں ایسی عنایت کروں گا کہ ایسی ولایت دوں گا جس میں پچاس ہزار سوار رہتے تھے۔

جلوس کے بعد جمع امرا مع اپنی جمعیتوں کے درگاہ میں حاضر تھے میرے دل میں آیا کہ اس لشکر کو سلطان پرویز کو عنایت کر کے رانا کے سر پر بہ نیت غزا بھیجوں۔ فرزند مذکور کو رخصت کیا اور بیس ہزار سوار اور امراء مفصلۂ ذیل اوس کی خدمت کے لئے تعین کئے اوّل آصف خاں پنجہزاری کو پرویز کا اتالیق مقرر کیا اور حکم دیا کہ سب چھوٹے بڑے منصب دار اوس کی اصلاح و صوابدید سے باہر نہ جائیں گے اور عبد الرزاق معموری کو بخشی اور ممتاز بیگ عموی آصف خاں کو دیوان مقرر کیا۔ راجہ جگناتھ پنجہزاری اور رانا شنکر کو ہمراہ کیا۔ اور ماد ہو سنگھ اور راول سال درباری کو علم اور سہ ہزاری منصب عنایت کیا شیخ رکن الدین شیر خاں کو سہ ہزاری منصب دیا شیخ عبد الرحمٰن پسر شیخ ابو الفضل کو اور مہا سنگھ نبیرہ راجہ مان سنگھ و زاہد خاں پسر صادق خاں کو اور وزیر جمیل و قرا خاں ترکمان جن میں سے ہر ایک دو ہزاری منصب رکھتا ہے خلعت دیکر رخصت کیا۔ راجہ منوہر کہ سکھاوت کچھواہوں میں سے تھا اور میرا باپ خوردسالی میں اوس پر بہت عنایت کرتا تھا اور فارسی زبان جانتا تھا اوس کا یہ ایک شعر ہے کہ ؎

غرض ز خلقت سایہ ہمیں بود کہ کسے　　بنور حضرت خورشید پائے خود نہ نہد

وہ بھی اس مہم میں شریک کیا گیا غرض بڑے بڑے امیرزادے اور خانزادے اور راجپوت کار طلب اس خدمت پر مامور ہوئے اور ایک ہزار احدی جن کو یکہ کہتے ہیں معین ہوئے۔

آلتمغا کا دینا

جہانگیر کی نیت میں یہ تہا کہ اکثر اکبری اور جہانگیری بندوں کو اپنے منتہائے مطلب پر
کامیاب کرے اس لئے اوس نے بخشیوں کو حکم دیا کہ جو شخص اپنے وطن میں اپنی جاگیر لینی چاہتا ہے
اوس کو اطلاع دو تاکہ تورہ و قانون چنگیزی کے مطابق آلتمغا اوس کی جاگیر میں مقرر ہوا اور
تغیر و تبدیل سے امین ہو۔ بادشاہ کے آباؤ اجداد جس کسی کو جاگیر بطریق ملکیت کے عنایت کرتے
تھے۔ اس کے فرمان پر مہر آل تمغا لگتی تہی جو عبارت اس سے ہے کہ فرمان پر شنجرف سے
مہر لگائی جائے۔ جہانگیر نے حکم دیا کہ مہر لگنے کی جگہہ طلا پوش کی جائے اور مہر مذکور اوس پر
لگائی جائے اس کا نام آلتون تمغا یعنی مہر زریں رکھا جائے۔

خطاب و مناصب کا ملنا

بیر داس کو میر آتش بنایا اور راجہ بکرماجیت کا خطاب ملا اور حکم دیا کہ ہمیشہ توپ خانہ میں جو
بادشاہ کے ساتھ رہے پچاس ہزار توپچی اور تین ہزار ارابہ توپ مستعد آمادہ رکھے۔ چھوٹی
توزک میں لکہا ہے کہ ساٹھہ ہزار شتری زنبورکیں جن میں سے ہر ایک کے لئے دس سیر
بارود اور بیس گولیاں ہوں اور بیس ہزار اور قسم کی توپیں مع سامان چلنے کے لئے تیار رہیں اور
اس کارخانہ کے خرچ کے لئے پندرہ پرگنے مقرر کئے جن کی آمدنی ایک لاکھہ دانگی اشرفی تہی
مرزا شاہرخ نبیرہ مرزا سلیمان حاکم بدخشاں کو ہفت ہزاری منصب دیا۔ اوس کو جہانگیر نے اپنے
باپ سے التماس کرکے اپنی خدمت میں لے لیا تہا اور وہ اسی کے پاس بڑا ہوا تہا اس لئے اوسکو
وہ اپنے فرزندوں میں سے شمار کرتا تہا۔ راجہ رام سنگہہ کے سب سے زیادہ لایق بیٹے بہاؤ سنگہ
کو منصب ایک ہزار پانصدی کا عنایت ہوا اور اس کا عہدہ سابق برقرار رہا۔ زمانہ بیگ پسر
غیور بیگ کابلی کو کہ خرد سالی سے جہانگیر کی خدمت کرتا تہا اور اوس کی ایام شاہزادگی میں احدی
کے درجہ سے منصب پانصدی پر پہنچا تہا خطاب مہابت خانی کا دیکر منصب ہزار و پانصدی سے
ممتاز کیا اور شاگرد پیشہ کی بخشی گری اوس کے لئے مقرر ہوئی۔ راجہ نرسنگہہ دیو کہ بندیلہ راجپوت
تہا اور جہانگیر کا رعایت یافتہ تہا۔ شجاعت و نیک ذاتی اور سادہ لوحی میں اپنی امثال اور اقران
میں ممتاز تہا سہ ہزاری منصب سے سرفراز ہوا۔ اس کی رعایت و ترقی کا سبب اس کا ابوالفضل کا قتل

کرنا تھا جس کا بیان اوپر ہو چکا۔

میر ضیاء الدین قزوینی جس نے جہانگیر کی ایام شاہزادگی میں خدمات اور دولت خواہیاں کیں تیں ہزاری کا منصب دیا طویلہ کا مشرف بنایا اور حکم دیا کہ ہر روز بیں گھوڑے بخشش کے لئے حاضر رکھے مرزا علی اکبر شاہی کو منصب چار ہزاری سے ممتاز کیا سرکار سنبھل اوس کو جاگیر میں دی امیر الامرائے ایک، دن کسی تقریب سے یہ بات جہانگیر سے کہی جو اوس کو بہت پسند آئی کہ دیانت و بے دیانتی مخصوص نقد و جنس سے نہیں ہے بلکہ آشنایوں میں ایسی حالت کا دکھانا کہ اون میں نہ ہو اور اس استعداد کا چھپانا جو بیگانگوں میں ہو یہ بھی بے دیانتی ہے یہ بات سچ ہے کہ مقربوں کو آشنا و بیگانہ پر نظر نہ کرنی چاہیئے ہر شخص کی حالت جیسی ہو عرض کرنی چاہیئے جہانگیر نے سلطان پرویز کو رانا سے لڑنے کے لئے بھیجا تھا اور یہ سمجھا دیا تھا کہ اگر رانا مع اپنے پسر کلاں کرن کے اس کے پاس آئے اور اطاعت و بندگی اختیار کرے تو اوس کی ولایت سے تعرض نہ کرے اس سفارش سے غرض اس کی دو مقدمے تھے۔ ایک یہ کہ اکبر کے پیش نہاد خاطر ما وراء النہر کی فتح تھی۔ مگر جب یہ عزیمت وہ کرتا تو موانع پیش آتے اگر مہم رانا کوئی صورت پکڑے اور اس کا خدشہ خاطر سے دُور ہو تو ہندوستان میں پرویز کو چھوڑ کر توفیقات الٰہی کی تائید سے ولایت موروثی کو وہ روانہ ہو خصوصاً ان دنوں میں کہ ما وراء النہر میں کوئی حاکم مستقل نہیں ہے وہاں باقی خاں بھی جو عبداللہ خاں اور اوس کے بیٹے عبدالمومن کے بعد تخت نشین ہوا تھا مر گیا اور ولی محمد خاں اوس کا بھائی اُس دیار میں حاکم ہوا تھا۔ ابھی یہاں انتظام نہیں ہوا تھا۔ دوم سرانجام مہم بیکار دکن کہ میرے والد بزرگوار کے عہد میں ایک حصہ دکن کا فتح و تسخیر ہوا تھا اوس کو خدا کی عنایت سے ایک دفعہ تحت و تصرف میں لا کر ممالک محروسہ میں داخل کروں۔

چھوٹی توزک میں یہ لکھا ہے کہ مجھے اطلاع ہوئی کہ سمرقند میں جو باقی خاں اوزبک حاکم تھا وہ مر گیا اور اوس کا جانشین ولی خاں ہوا ہے۔ اس کی حکومت کی ابتدا تھی میں نے خیال کیا کہ وہ مجھسے عداوت کے ساتھ پیش آئے ایسی صورت میں میں نے یہ ارادہ کیا کہ پرویز کو اوس کے مقابلہ

رونہ کو اس بیچ میں اور اوزبک کی لڑائی کا فیصلہ کرنا

سے کے لئے بھیجوں اور بعد ازاں اگر خدا فضل کرے تو دکن کی فتح کی تدابیر کو پورا کر کے میں خود ماوراءالنہر جاؤں۔ دکن کی فتح کا مجھے بڑا خیال تھا کہ اس لشکر کو جو اس پر فتح حاصل کرے سمرقند نے جاؤں اور یہ میلان خاطر مجھے اپنی باپ کے سبب سے پیدا ہوا تھا وہ بہت اس ملک موروثی ماوراءالنہر کو فتح کرنا چاہتا تھا مگر میں نے اوس کو حزم و احتیاط سے بعید جانا کہ ہند کو بے سپاہ کسی بیٹے کو سپرد کر کے چلا جاؤں۔ میں نے یہی قرار دیا کہ پرویز کو رانا اودے پور سے لڑنے کے لئے بھیجوں۔

۲۷ شعبان کو پسران اکھے راج ولد بھگوانداس عم راجہ مان سنگھہ سے ایک امر غریب ظاہر ہوا ان بے سعادتوں کا نام ابھے رام و بجے رام و شیام رام تھا۔ یہ نہایت بے اعتدال تھے۔ ابھے رام نے بہت بے اعتدالیاں کیں تھیں مگر میں نے اوس کی تقصیرات سے اغماض کیا تھا۔ اس تاریخ میں مجھہ سے عرض کیا گیا کہ ابھے رام یہ چاہتا ہے کہ اپنی عورتوں اور فرزندوں کو بے اجازت وطن پہنچا دے اور پھر خود بھاگ کر رانا کی پناہ میں رہے جو میرے خاندان کے نادولت خواہوں میں ہے۔ رام داس اور او رامراے راجپوت سے میں نے کہا کہ اگر تم میں سے کوئی اس کا ضامن ہو تو ان بدبختوں کی جاگیر اور منصب کو برقرار رکھوں اور او ن کے گذشتہ کوتکوں کو عفو کروں لیکن ان کی بدطینتی کے سبب سے کوئی شخص ضامن نہ ہوا تو میں نے امیر الامرا کو حکم دیا کہ جب تک کوئی اون کا ضامن ہو اون کو حوالات میں رکھے اوس نے ابراہیم خاں کاکر دلاور خانی اور حاتم شہنواز خانی کے حوالہ کیا۔ جب انہوں نے چاہا کہ ان جاہلوں سے ہتیار لے لیں تو وہ اپنے نوکروں کو ساتھ لیکر جنگ کرنے لگے امیرالامرا اور شیخ فرید نے اون کو قتل کیا اور یہ شورش دولتخانہ خاص و عام کے صحن میں واقع ہوئی اور اس سیاست سے ناعاقبت اندیشوں کی تنبیہ ہو گئی ابوالنبی اوزبک نے کہا کہ اگر اس قسم کا امر آذربکیہ میں ہوا ہوتا تو اس جماعت کا سلسلہ وقبیلہ تیس ناس کیا جاتا میں نے کہا کہ یہ طائفہ رعایت کردہ اور تربیت یافتہ میرے والد بزرگوار کا ہے اسی کی میں مراعات کرتا ہوں اور مقتضاے عدالت بھی یہی ہے کہ ایک شخص کے جرم کا مؤاخذہ بہت آدمیوں سے نہیں کرنا چاہئے۔ چھوٹی توزک میں اس واقعہ کو مختلف طرح بیان کیا ہے کہ

پسران راے اکھے راج کی بے اعتدالی دیوان خاص و عام کے صحن میں

۷ رشعبان کورام جی اور بیجا رام (سنجے رام) اور سیام پسران بھگوانداس عموے راجہ مان سنگھ کو اون کی بداعمالی کی سزادی گئی - اون کے سر میرے ہاتھیوں کے پاوٗں تلے کچلے گئے - ان سب میں راجی بڑا شریر تھا ضمیمہ دیکھو -

پنڈتوں کے ساتھ مباحثہ

ایک دن میں نے پنڈتوں سے جو ہندوستان کے دانشمندوں سے عبارت ہی یہ پوچھا کہ اگر تمہارے مذہب کا منتہا یہ ہی کہ حق تعالیٰ کی ذات مقدس نے مختلف پیکروں میں حلول کیا ہی تو وہ ارباب عقل کے نزدیک مردود ہی اور اسلئے یہ مفسدہ لازم آتا ہے کہ واجب تعالیٰ جو تمام تعینات سے مجرد ہے صاحب طویل وعرض وعمق ہوجاتا ہے اور اگر ان اجسام میں نور الٰہی کے ظہور سے مراد ہی تو وہ سب موجودات میں مساوی ہے اور وہ ان دس پیکروں سے مختص نہیں ہے اور اگر صفات الٰہی میں سے کسی صفت کا اثبات مراد ہے تو اس صورت میں بھی تخصیص درست نہیں اس لئے کہ ہر دین وآئین میں صاحبان معجزہ وکرامات موجود ہیں اور وہ اپنے زمانہ میں دانش وفراست میں ممتاز ہوئے ہیں - بہت سی گفت وشنود اور ردوبدل کے بعد اس خدا کے معترف ہوے جو جسم وچون وچگونگی سے منزہ ہے ہندوٗں نے یہ کہا کہ ہمارا یہ خیال ہے کہ ہم ذات مجرد کے ادراک میں ناقص ہیں صورت کے وسیلہ بغیر خدا کی معرفت نہیں حاصل ہوسکتی ان دس پیکروں کو اپنی شناخت ومعرفت کا وسیلہ جانتے ہیں تو میں نے کہا کہ تم ان پیکروں سے معبود تک پہنچنے کا مقصود کب حاصل کرسکتے ہو -

جشن اولین نوروز

شب سہ شنبہ ۱۱ ذیقعدہ ۱۰۱۴ھ مطابق ۱۰ مارچ ۱۶۰۶ء کو آفتاب برج حوت سے برج حمل میں آیا - سال اوّل جلوس میں یہ پہلا نوروز تھا اُسی نوروز سے بادشاہ اپنے جلوس کے سالوں کا حساب کرتا ہے - باپ کے دستور کے موافق دولت خانہ خاص وعام آراستہ ہوئے اور روز اوّل سے جب تک کہ حمل ۱۹ درجے آفتاب طے کرکے خانہ شرف میں آئے ہر روز جشن رہا اور حکم ہوگیا کہ مکیفات ومعیزات میں سے جس کا جی چاہے کھائے منع ومانع کوئی نہیں ہے ان سترہ اٹھارہ روز میں اکبر کے عہد میں یہ بات مقرر تھی ہر روز امراے کلاں میں سے ایک امیر مجلس آراستہ کرتا اور پیشکش دیتا جس میں اقسام جواہر ومرصع آلات واقمشہ نفیسہ اور ہاتھی گھوڑے ہوتے اور اپنی

مجلس میں بادشاہ کو آنے کی تکلیف دیتا اور بادشاہ اپنے بندوں کی سرافرازی کے لئے قدم رنجہ فرماتا اور پیشکشوں کو ملاحظہ کرتا جو اوس کو پسند آتا اوس کو لے لیتا اور باقی کو صاحب مجلس کو بخشش دیتا۔ بادشاہ کی طبیعت سپاہی اور رعیت کی رفاہیت اور آسودگی پر مائل تھی اس سال یہ پیشکش معاف ہوئی اگر بعض امیروں کی خاطرداری کے سبب سے اون کی پیشکشوں میں سے کچھہ لے لیا گیا۔ آغاز جلوس میں مظفر خاں گجراتی کی اولاد میں سے کسی نے جو اپنے تئیں اس ولایت کے حاکم زادوں میں سے سمجھتا تھا شورش برپا کی اور احمدآباد کی اطراف و جوانب کو تاخت و تاراج کیا اور چند شاہی سرداروں کو جیسے کہ بہادر اوزبک اور رائے علی بھٹی تھے مار ڈالا ۔ بادشاہ نے راجہ بکرماجیت اور بہت سے منصب داروں کو چھہ سات ہزار سواروں کے ساتھ گجرات کی کمک کے لئے تعین فرمایا اور یہ مقرر کیا کہ جب تک کہ مفسدوں کے رفع دفع سے راجہ کی خاطرجمع ہو تو وہی گجرات کا صاحب صوبہ رہے اور قلیج خاں جو پہلے اس خدمت پر تعین ہوا تھا وہ بادشاہ پاس آئے۔ اس فوج کے پہنچتے ہی باغیوں کی جماعتیں پریشان ہوئیں ہر ایک جماعت جنگل میں بھاگ گئی اور اس ملک کا انتظام ہوگیا۔

گجرات میں مظفر خاں کی اولاد کی شورش

خسرو کے دل میں غرور جوانی و کم تجربگی و مصاحبان ناجنس کی ناعاقبت اندیشی سے خیالات فاسد پیدا ہوئے۔ خاص کر اس زمانہ میں کہ میرے والد بزرگوار بیمار تھے اور بعض کوتاہ اندیشوں نے بسبب کثرت جرائم و تقصیرات کے کہ اون سے وقوع میں آئے تھے اور عفو و اغماض سے محض ناامید تھے یہ ارادہ کیا کہ اوس کو دستاویز بناکر امور سلطنت کے مختار بنیں اور اس معنی سے وہ غافل تھے کہ امور سلطنت و جہانبانی ایسا امر نہیں ہے کہ چند ناقص عقلوں کی سعی سے انتظام پائے۔ خالق داور اس امر عظیم الشان و رفیع القدر کے لئے جس کسی کو شائستہ جانتا ہے اور اس خلعت کے لئے جس کی قابلیت کے قامت کو راست سمجھتا ہے اوس کو دیتا ہے۔ ع

ربایندہ نتواں شد بخت را   نشاید خرید افسر و تخت را

خسرو کا بھاگنا سال اول جلوس کے ... سے معاملات

سرے راکہ حق تاج پرور نمود — نشاید از و تاج و دولت ربود

مفسدوں اور کوتہ اندیشوں کے خیالات فاسد کا نتیجہ سوائے مذلت اور پشیمانی کی نہیں ہوتا۔ اس نیاز مند درگاہ الٰہی کے ساتھ امور سلطنت نے قرار پایا تو میں نے خسرو کو ہمیشہ گرفتہ خاطر و متوحش پایا۔ ہر چند میں نے چاہا کہ اسپر عنایت و شفقت کرکے اوس کے دل سے دغدغے و وسوسے دُور کروں لیکن اسے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ وہ بخت برگشتوں کے مشورہ سے شب یک شنبہ ۸ ذی حجہ سنہ مذکور کو دادا کی قبر کی زیارت کا بہانہ بنا کے قلعہ سے باہر آکر بھاگ گیا اور ساڑھے تین سو سوار ساتھ لے گیا۔ اوس کی روانگی سے تھوڑی دیر بعد ایک چراغچی نے جو وزیر الملک کا آشنا تھا اوس کو خبر دی کہ خسرو بھاگ گیا۔ وزیر الملک اُس کو امیر الامرا کے پاس لے گیا اوس نے اس خبر کو تحقیق کیا اور مضطربانہ محل کے دربار میں گیا اور خواجہ سرا کی معرفت کہلا بھجوایا کہ مجھے کچھ ضروری عرض کرنا ہے حضور باہر تشریف لائیں۔ یہ بات میرے سان گمان میں بھی نہ تھی میں نے جانا کہ دکن یا گجرات سے کوئی خبر آئی ہوگی جب میں باہر آیا تو معلوم ہوا کہ ماجرا یہ ہے میں نے کہا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ میں خود جاؤں یا خرم کو بھیجوں۔ امیر الامرا نے کہا کہ اگر حکم ہو تو میں جاؤں میں نے کہا کہ ہاں اچھا تو اوس نے کہا کہ اگر خسرو نصیحت کرنے سے واپس نہ آئے اور ہتیار چلائے تو مجھے کیا حکم ہے تو اوس سے کہا گیا کہ اگر وہ کسی طرح راہ راست پر نہ آئے تو جو کچھ تیرے ہاتھ سے ہو سکے اس میں تقصیر نہ کرنا۔ سلطنت میں خویشی و برادری نہیں ہوتی کہ بادشاہ خویشے نہ دارد یہ کسے آیا تین اور بعض اور مقدمات کہہ کر میں نے اوس سے رخصت کیا۔ میرے دل میں آیا کہ خسرو امیر الامرا سے بالکل آزردہ ہی اور اوس کو جو قربت و منزلت حاصل ہی اس سے وہ امثال اور اقران کا محسود ہی مبادا کوئی نفاق کی بات وہ کرے اور اوس کو ضایع کر دے۔ معز الملک کو میں نے حکم دیا کہ جا کر اوس کو اُلٹا لے آئے شیخ فرید بخش بیگی کو اس خدمت پر متعین کیا اور حکم دیا کہ کل منصب دار اور احدی کہ بہرہ پر ہیں۔ میری ہمراہی پر متوجہ ہوں۔ اہتمام خاں کو توال کو قراولی و خبرگیری کے

نے لئے مقرر کیا اور یہ ٹہیرایا کہ جب دن ہو تو میں خود جاؤں۔ معز الملک امیر الامرا کو لے آیا۔ میرے پاس خبر آئی کہ خسرو پنجاب کی راہ پر ایلغار کر کے جاتا ہے۔ میرے دل میں آیا کہ مبادا وہ راہ میں جیب اندگی کرے یعنے جائے اور طرف اور دکھلائے اور طرف۔ راجہ مان سنگہ اس کا ماموں بنگالہ میں موجود تہا اس لئے اکثر بندہاے درگاہ کی یہ راے تہی کہ خسرو وہاں جائیگا۔ ہر طرف آدمی بہیجکر یہ تحقیق ہوگیا کہ وہ پنجاب کو جاتا ہے اس اثنا میں صبح ہوئی عنایت الٰہی پر بہروسہ کر کے عزیمت درست سے کہ ساتہہ میں سوار ہوا اور کسی چیز کا اور کسی آدمی کا مقید نہ ہوا اور چلدیا۔

بہرے آن راکہ اندوہ است درپے	ہمیداند کہ نشستہ بیش ذرا اند
نمیداندکہ رہ چوں میکنند طے	نداند باکہ آید باکہ ماند

اوّل والد بزرگوار کے روضہ پر گیا جو شہر سے ۳ کوس پر واقع ہے اور حضرت کی روحانیت سے استمداد ہمت کی۔ اسی حال میں مرزا شاہرخ کا بیٹا جو خسرو کے ہمراہ جانے کا ارادہ رکہتا تہا پکڑا ہوا آیا۔ جب یہ بات میں نے اوس سے پوچھی تو وہ انکار نہیں کر سکتا تہا میں نے حکم دیا کہ اوس کے ہاتہہ باندہ کر فیل پر سوار کریں یہ اوّل شگون تہا کہ حضرت والا کی روح کی برکت اور توجہ و امداد سے ظہور میں آیا۔ دوپہر کو خوب لو میں چلیں تو سایہ ستے درخت کے نیچے میں نے توقف کیا اور خان اعظم سے میں نے کہا کہ جب میرا باوجود اطمینت خاطر کے یہ حال ہو کہ معتاد افیون جو اوّل روز میں مجہے کہانی چاہی اب تک نہ کہائی ہو اور کسی نے اوس کو یاد بہی نہ دلایا ہو تو اس سے سعادت خسرو کا حال اسی پر قیاس کرنا چاہیئے مجہے تکلیف اس سبب سے تہی کہ میرا فرزند بے سبب میرا خصم و غنیم ہوگیا اگر اوس کے پکڑنے میں سعی نہ کرتا تو مفسد اور فتنہ اندیشوں کو دستگاہ ہوتی اور وہ اپنا سر پکڑے ہوئے اوزبک یا قزلباشوں پاس جائیگا جس کے سبب سے میری دولت کو خفت ہوگی اس واسطے میں نے اوس کے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔ کچہہ آرام لیکر پرگنہ متہرا سے کہ آگرہ سے بیس کوس پر واقع ہے دوتین کوس چلا اور اس پرگنہ کے ایک موضع میں اترا جہاں تالاب بہی تہا خسرو جب متہرا میں آیا تو حسین بیگ بخشی کہ والد بزرگوار کی بعنایت

یافتوں میں تھا ملازمت کے قصد سے کابل سے آتا تھا کہ وہ خسرو سے ملا۔ بدخشیوں کی طبع فتنہ
و آشوب سے پیراستہ ہوتی ہے وہ اس بات کو خدا سے چاہتا تھا۔ دو سو تین ایماقات بدخشان
اوس کے ہمراہ تھے وہ خسرو کا راہ بر اور سپہ سالار بنا۔ راہ میں جو شخص آگے آتا اوس کو لوٹ
لیتا۔ گھوڑا اور اسباب اوس کا لے لیتا۔ سوداگروں اور مسافروں کا اسباب ان لچوں کا مال تھا
جہاں وہ جاتے وہاں عورتوں اور بچوں کو ستاتے۔ خسرو اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا کہ باپ
دادا کے ملک موروثی پر کیا کیا ستم ٹوٹ رہا ہے ان بدبختوں کے افعال ناشائستہ کو دیکھکر
ایک ساعت میں ہزار بار مرنے کی آرزو کرتا۔ مگر ان حرکتوں سے مدارا و مواسا کے سوا کوئی چارہ
نہیں رکھتا تھا۔ اگر اس کا بخت و اقبال یاور ہوتا تو ندامت و پشیمانی کو دستاویز اپنی بناتا اور
بے دغدغہ خاطر میری ملازمت میں آتا۔ عالم السرایزد دانا ہے کہ میں اوس کی تقصیرات سے
بالکل درگذر کرتا اور اوس پر اس قدر لطف و شفقت کرتا کہ اوس کے دل میں بال کی برابر تفرقہ اور
دغدغہ نہیں رہتا حضرت جنت آشیانی کے واقعہ میں بعض مفسدوں کے فساد سے اوس کے
دل میں جو ارادے پیدا ہوئے تھے وہ جانتا تھا کہ مجھے وہ معلوم ہیں اس لئے میری مہر و شفقت
پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔ میری شاہزادگی میں خسرو کی ماں نے اوس کے اطوار اور اوضاع کی ناخوشی
سے اور چھوٹے بھائی مادھو سنگھ کے سلوک سے آزردہ ہو کر افیون کھا کر اپنے تئیں ہلاک کیا
اوس کی خوبیوں اور نیک ذاتیوں کا کیا بیان کروں عقل اوس کی کامل تھی اخلاص اس کا میرے
ساتھ اس درجہ پر تھا کہ وہ ہزار پسر و برادر کو میرے ایک بال پر قربان کرتی تھی بار بار اوس نے
خسرو کو اخلاص محبت پر دلالت کی جب اوس نے دیکھا کہ اوس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا اور انجام
اس کا نامعلوم ہے کہ کیا ہوگا تو غیرت کے سبب سے کہ طبیعت راجپوتی کو لازم ہے مرنے کا ارادہ
کیا کئی مرتبہ کبھی کبھی اوس کا مزاج شورش میں آیا تھا۔ یہ شورش موروثی تھی کہ اوس کے بھائیوں اور
باپ دادا میں بھی دیوانگی میں ظاہر ہوتی تھی اور ایک مدت کے بعد علاج پذیر ہوئی تھی۔ جن دنوں
میں کہ میں شکار پر متوجہ تھا ۲۶ ذیحجہ سنہ ۱۳ میں شورش دماغ میں بہت سی افیون کھائی اور تھوڑی

دیر میں مرگئی گویا کہ اوس نے دپنے بیٹے کا حال جو ہونے والا تھا پہلے سے دیکھہ لیا تھا اوّل میری شادی اوس سے ہوئی تھی خسرو کے پیدا ہونے کے بعد لڑکی پیدا ہوئی جسکو شاہ بیگم کا خطاب دیا گیا وہ یہ نہیں دیکھہ سکتی تھی کہ اوس کے بھائی اور بیٹے میرے ساتھہ بدسلوکی کریں - پریشان دماغ رہنے لگی اور اسی حال میں اپنی جان پر کھیل گئی کہ اس اندوہ و کلفت سے چھوٹ جائے اسکے مرنے سے میرا حال یہ ہوا کہ حیات و زندگی کا مزہ کچھہ نہ رہا - کھانے پینے کو دل نہ چاہتا تھا جب والد ماجد کو میرا یہ حال معلوم ہوا تو ایک دلاسا نامہ نہایت شفقت اور مرحمت سے اس فدوی خاص پاس بہیجا اور خلعت و دستار مبارک اپنے سر سے اُتار کر میرے پاس بھیجے اس عنایت نے میرے سوز و گداز کی آگ پر پانی ڈالا - اور میرے اضطراب و اضطرار میں فی الجملہ قرار اور آرام ہوا - غرض ان مقدمات کے ذکر سے یہ ہے کہ اوس سے زیادہ کیا بے سعادتی ہو سکتی ہے کہ فرزند اپنی ناخوشی سلوک اور اطوار ناپسندیدہ سے ہی مادر کی خودکشی کا سبب ہوا اور اپنے باپ سے بغیر کسی سبب و باعث کے محض تصورات و خیالات فاسدسے بغاوت و عناد اختیار کرے اور اوس کی دولت ملازمت سے فرار بر قرار اختیار کرے منتقم جبّار نے ہر کردار کے لئے اوس کی سزا برابر رکھی ہے اس لئے اوسکے حال کا مآل یہ ہوا کہ بدترین حال سے مقید ہوا اور درجہ اعتماد سے گر کر زندان دائمی میں گرفتار ہوا

براہ چو مستانہ رود ہوشمند　　پائے بدام آرد و سر در کمند

روز سہ شنبہ دہم ذی حجہ کو منزل ہوڈل میں آیا - شیخ فرید بخاری کو شجاعوں اور بہادروں کی جماعت کے ساتھہ خسرو کے تعاقب میں لشکر کا ہراول بنا کے بھیجا - دوست محمد خاں کہ میرے ہم کاب تھا بہ سبب سابق الخدمت اور ریش سفید ہونے کے قلعہ آگرہ کی محلوں خزانوں کی محافظت کے لئے بھیجا جب آگرہ سے میں آیا تھا تو اعتماد الدولہ اور وزیر الملک کو شہر کی حراست سپرد کی تھی - میں نے دوست محمد خاں سے کہا کہ میں صوبہ پنجاب کو جاتا ہوں وہ صوبہ اعتماد الدولہ کی دیوانی میں ہے اوس کو میرے پاس بھیجدینا اور حکیم مرزا کے بیٹوں کو قید کرکے محبوس کر دینا اس لئے کہ میرے فرزند صلبی نے یہ معاملہ کیا ہے تو برادر زادہ اور عموں زادہ سے کیا توقع ہو سکتی ہے دوست محمد

کے جانے کے بعد معز الملک بخشی ہوا۔ پلول و فریدآباد ہوتا ہوا ۱۲ روز جمعہ کو دہلی میں آیا۔ دادا کی قبر کی زیارت کو گیا۔ اپنے ہاتھ سے روپیہ تقسیم کیا۔ یہاں سے حضرت شیخ نظام الدین اولیا کے مزار کی زیارت کو گیا۔ اور فقیروں اور درویشوں کو روپیہ تقسیم کیا۔ ۱۴ کو سرائے نریلہ میں گیا جس کو خسرو نے جلا دیا تھا۔ آقا ملائی میری خدمت بہت کرتا تھا۔ ہزاری ذات کا اضافہ اوس کے اصل منصب پر کیا تین سو سوار اوس کو دیئے ایماقات جو میرے ہمرکاب تھے اون میں سے بعضے خسرو سے اتفاق رکھتے تھے اس لئے کہ مبادا اون کی خاطر میں دغدغہ و تفرقہ آئے اون کے کلاں تروں کو دو ہزار روپیے دیئے کہ اپنے آدمیوں میں تقسیم کر دیں اور مراحم جہانگیری کا امیدوار کریں۔ ۱۶ کو پانی پت میں آیا۔ یہ منزل میرے آبائے کرام و اجداد ذوی الاحترام پر ہمیشہ مبارک و فرخندہ تھی۔ اس شہر میں دو فتح عظیم حاصل ہوئی تھیں۔ ایک ابراہیم کو بابر نے شکست دی تھی جس کا ذکر تاریخ میں موجود ہے دوم والد بزرگوار نے ہیمو پر فتح حاصل کی تھی جب خسرو دہلی میں ہو کر پرگنہ مذکور کی طرف متوجہ ہوا تو بحسب اتفاق دلاور خاں وہاں آیا ہوا تھا۔ وہ جمنا سے اُتر کر خود سپاہیانہ وقزاقانہ ایلغار کر کے چلا کہ قلعہ لاہور میں خسرو سے پہلے پہونچ جائے۔ انھیں دنوں میں لاہور سے ایسے مقام و منزل میں عبدالرحیم بھی آیا ہوا تھا۔ دلاور خاں نے اوس کو ہدایت کی کہ اپنے بیٹوں کو میرے بیٹوں کے ساتھ جمنا پار بھیجدے اور خود کنارہ ہو کر میرا منتظر رہے۔ وہ گرانبار و ترسندہ تھا اس کام میں اسقدر توقف کیا کہ خسرو آگیا اور وہ اُس پاس چلا گیا اور اوس نے خطاب ملک انور رائے کا پایا اور نبرد میں صاحب اختیار ہوا۔ دلاور خاں مردانہ لاہور کو گیا اور راہ میں ہر کسی کو اور ہر طائفہ کو ملازمان درگاہ میں سے اور کروڑیوں اور سوداگروں وغیرہ کو خسرو کے خروج کی اطلاع دی بعض کو اپنے ہمراہ لیا اور بعض کو کہا کہ راہ پر سے کنارہ ہو جاؤ اوس کے بعد دست اندازوں اور ظالموں کے پنجہ سے بندگان خدا ایمن ہوئے۔ غالب ظن یہ تھا کہ اگر دہلی میں سید کمال اور پانی پت میں دلاور خاں جرأت و ہمت کرتے اور خسرو کو راہ میں روکتے تو اوس کے ہمراہ کی جماعت تاب مقاومت نہ لاتی اور پریشان ہو جاتی اور خسرو ہاتھ میں آجاتا۔ مگر اون کی ہمت

نے یاوری نہ کی۔ ثانی الحال ہر ایک نے کسی نہ کسی سے اپنی تقصیر کی تلافی کی۔ دلاور خاں ایلغار
کرکے خسرو سے پہلے لاہور کے قلعہ میں پہونچا اور ایسی خدمت نمایاں کیں کہ پہلی کوتاہی کا تدارک ہوا
اور سید کمال نے بھی جنگ خسرو میں تردّدات مردانہ کئے۔ اپنے محل پر بالتفصیل بیان ہونگے
۱۷ ذی الحجہ کرنال میں پہنچکر مقام کیا۔ ۱۹ کو شاہ آباد پہنچا۔ یہاں پانی کی قلت تھی مگر بڑا مینہ برسا جس سے
لوگوں کا دل خوش ہوا۔ منزل الوہ میں الوانی اوزبک کو تین منصبداروں کے ساتھ شیخ فرید کی
کمک کے لئے تعین کیا۔ اور چالیس ہزار روپیہ مددخرچ کے لئے بھیجا۔ سات ہزار روپیہ جمیل بیگ
کو دیا کہ وہ ایماقات میں تقسیم کرے۔ میر شریف امین کو دو ہزار روپیہ دیئے ۲۴ ماہ مذکور کو خسرو کے
پانچ آدمی پکڑے آئے جن میں سے دو نے اوس کی نوکری کا اقرار کیا اون کو میں نے ہاتھیوں کے
پیر تلے دلوایا۔ اور تین آدمیوں نے انکار کیا اون کو زیر حوالات تحقیقات کے لئے رکھا
۱۴ فروری سنہ مرزا حسین و نورالدین قلی کوتوال شہر میں داخل ہوئے ۲۴ فروری کو
دلاور خاں کا فرستادہ میرے پاس آیا اور یہ خبر دی کہ خسرو نے خروج کیا ہے اور
لاہور کا قصد رکھتا ہے حضور خبردار رہیں۔ اسی تاریخ لاہور کے دروازے محفوظ و مضبوط کئے
گئے تاریخ مذکور سے دو روز بعد دلاور خاں کے تھوڑے آدمی قلعہ میں داخل ہوئے۔ برج دبارہ
کو استحکام کرنا شروع کیا۔ جہاں شکست ریخت تھی اوسکی مرمت کی قلعہ کے اوپر توپیں اور ضربزنیں
لگائی گئیں۔ جنگ کی تیاری کی گئی۔ بادشاہی آدمی قلعہ کے اندر خدمات پر متعین ہوئے اور
شہر کے آدمیوں نے بھی اخلاص کے ساتھ مدد اور معاونت کی۔ دو روز کے بعد کہ فی الجملہ سرانجام
ہوا تھا خسرو آن پہنچا اور ایک منزل میں اترا اور حکم دیا کہ شہر کا محاصرہ کرکے لڑائی شروع
کی جائے اور دروازوں میں ایک دروازہ کے کسی جانب پر آگ لگا دی جائے اور اپنے
نوکروں کو اوس نے کہا کہ قلعہ کے لے لینے کے بعد حکم دوں گا کہ سات روز تک شہر کو وہ
لوٹیں اور آدمیوں کی عورتیں اور بچوں کو قید کریں اوس کے نوکروں نے شہر کے ایک
دروازہ میں آگ لگائی دلاور بیگ خان و حسین بیگ دیوان اور نورالدین قلی نے

کوتوال نے دروازہ کے محاذی اندر کی طرف ایک اور دیوار کھڑی کر لی ان دنوں میں کشمیر کے
تعیناتیوں میں سے سعید خاں آپ چناب پر فروکش تھا کہ اس خبر کو سنکر ایلغار کر کے لاہور
روانہ ہوا۔ جب راوی پر آیا تو اہل قلعہ کو خبر پہنچی کہ میں دولت خواہی کے قصد سے آیا ہوں۔
اہل قلعہ بیس کشتیاں بھیجکر اس کو مع چند ہمراہیوں کے قلعہ میں لے آئے۔ قلعہ کے نو روز
محاصرہ کے بعد خسرو کو خبر ہوئی کہ میں اُس کے تعاقب میں چلا آتا ہوں تو اُس نے فوج
شاہی سے مقابلہ کا ارادہ کیا۔ ہندوستان کے سوادہائے اعظم میں سے لاہور رہ گیا
چھہ سات روز میں خسرو پاس دس بارہ ہزار سوار مستعد جمع ہو گئے اور اس ارادہ سے
کہ میرے آگے کی فوج پر شب خون ماریں۔ حوالی شہر سے چلے سرائے قاضی میں ۱۶ - کو
مجھے یہہ خبر معلوم ہوئی۔ باوجودیکہ مینہ بہت برستا تھا میں نے کوچ کا نقارہ بجایا اور
سوار ہوا۔ صبح کو سلطان پور میں آیا دوپہر تک سلطان پور میں رہا۔ عجب اتفاق
اس وقت میری اور خسرو کی سپاہ میں مقابلہ و متقاتلہ شروع ہوا معز الملک
طشت بریانی لایا تھا میں منہ میں نوالہ رکھنے کو تھا کہ جنگ کی خبر آئی بس ایک لقمہ
شگون کے لیے کھا کر سوار ہوا اور آدمیوں کے پہنچنے کا اور کمی افواج کا خیال کچھہ نہیں کیا
بہت جلد جنگ کی طرف متوجہ ہوا۔ چلتہ خاصہ کو ہر چند طلب کیا مگر کسی نے لاکر نہیں دیا
ہتیاروں میں سے سوا نیزہ و شمشیر کچھہ اور میرے پاس نہ تھا۔ خدا کے بھروسہ پر روانہ
ہوا۔ اوّل میرے ساتھ پچاس سوار تھے اور کسی کو خبر بھی نہ تھی کہ آج جنگ ہوگی
گوبندوال کے پل تک چار پانچ سو برے بھلے سوار میرے ساتھ ہو گئے پل سے گذرتا
تھا کہ شمسی توشکچی فتح کی نوید لایا میں نے اس خوشخبری کے لانے کے جلدو میں
خوشخبر خاں کا خطاب اُسکو دیا۔ میر جمال الدین حسین جس کو خسرو کی نصیحت کے
لیے بہیجا تھا ابھی آیا تھا کہ وہ خسرو کے آدمیوں کی کثرت و شوکت اسقدر بیان کرتا تھا کہ
اُس سے میرے آدمیوں کو خوف ہوتا تھا۔ باوجویکہ فتح کی خبر متواتر آئی تھی مگر اس سادہ
لوح کو کسی طرح باور نہیں ہوتا تھا اور تعجب کرتا تھا کہ جس لشکر کو میں نے دیکھا ہے وہ کیونکر

شیخ فرید کے لشکر سے شکست پا سکتا ہی کہ جو نہایت قلیل اور بے استعداد ہی - جب خسرو کا سنگھاسن دو خواجہ سرا لائے تو میر کو اُس کا یقین ہوا اور اُس نے میرے پانوں میں سر رکھا اور کہا کہ اقبال اُس سے زیادہ بالاتر و بلند تر نہیں ہوتا شیخ فرید نے مخلصانہ و فدویانہ سرداری کی - ساوات بارہ کہ اپنے زمانہ کے شجاع تھے اور ہر معرکہ میں اپنے کار نمایاں دکھاتے تھے - ہر اول بنے تھے سیف خاں ولد سید محمود خاں بارہ سردار قوم خود تردد ات کرتا تھا - سترہ زخم اُس کے لگے تھے - سید جلال تیر کے لگنے سے مرگیا - ساوات بارہ کے پاس ساٹھ آدمیوں سے زیادہ نہ تھے انہوں نے پان پان سو دو ہزار ہزار بدخشی سواروں کو زخم لگا کے پارہ پارہ کردیا - سید کمال کہ اپنے بھائیوں کی کمک کو گیا تھا ایماقات کے چار سو آدمیوں کو پامال کیا اور لشکر شاہی کو غلبہ ہوا - خسرو کا صندوق جواہر و نفائس کا جو ہمیشہ وہ اپنے پاس رکھتا تھا شاہی لشکر کو ہاتھ آیا -

کہ دانست کہ ایں کودک خردسال   شود با بزرگاں چنیں بدسگال
باول قدح دردے آرد بہ پیش   گداز دشکوہِ من و شرم خویش
بسوزاند اورنگ خورشید را   تمنا کند تخت جمشید را

الہ آباد میں مجھے بھی باپ کی مخالفت پر کوتاہ بیں دلالت کرتے تھے مگر اصلا یہ بات مجھے معقول و مقبول نہیں معلوم ہوتی تھی اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ جس دولت کی بنا باپ کی مخاصمت پر ہو وہ پائداری کیا رکھتی ہی - ناقص عقلوں کی مشورہ سے میں بیجا نہیں ہوا عقل و دانش کے ساتھ کام کیا کہ اپنے باپ مرشد و قبلہ و خدائے مجازی کی خدمت میں گیا اور اس نیت درست کی برکت سے جو مجھے حاصل ہوا وہ حاصل ہوا - جس رات کو خسرو بھاگا میں نے راجہ باسو کو جو کوہستان لاہور کا معتبر زمیندار ہی رخصت کیا کہ ان حدود میں جہاں خسرو کی خبر و اثر کو سنے حتی الامکان اُسکے گرفتار کرنے میں سعی کرے مہابت خاں و مرزا علی اکبر شاہی کو ایک انبوہ لشکر کے ساتھ متعین کیا کہ جس طرف خسرو روانہ ہو فوج مذکورہ اسکا تعاقب کرے اور میں نے یہ ٹھیرایا کہ اگر خسرو کابل کو جائے تو میں اُسے پیچھے جا کر پکڑوں اور

اگر کابل میں وہ توقف نہ کرے اور بدخشاں یا اُس کی حدود میں جائے تو کابل میں مہابت خاں
کو چھوڑ کر خود بخیریت واپس آؤں اور بدخشاں نہ جانے کا سبب یہ تھا کہ اگر میں وہاں جاتا
تو خسرو اوزبکوں کے پاس چلا جاتا اس میں ما بدولت کی خفت ہوتی جس وقت لشکر تعاقب
کے لیے روانہ ہوا تو میں نے پندرہ ہزار روپیہ مہابت خاں کو بیس ہزار روپیہ احدیوں کو
دیا تھا کہ راہ میں جس جگہ اُس کی ضرورت ہو خرچ کریں ۲۲۔ کو لاہور سے ۷ کوس پہ منزل
جیپال میں لشکر آیا۔ خسرو دریاے چناب کے کنارہ پر آیا شکست کے بعد اُسکے آدمیوں کی
رایوں میں اختلاف ہوا افغان اور اہل ہند جو اکثر اُس کے قدیمی رفیق تھے یہ چاہتے تھے
کہ ہندوستان کی طرف وہ چلے اور یہاں فساد و بغاوت کو پھیلائے حسین بیگ کہ
جس کے اہل و عیال و آدمی و خزانہ کابل کی طرف تھا وہ کابل جانے کے لیے کہتا تھا۔
خسرو نے حسین بیگ کی رائے پر عمل کیا تو ایک قوم ہندوستانی اور افغان اُس سے جدا ہو گئے
دریاے چناب سے شاہ پور کے گھاٹ سے پار جانے کا ارادہ کیا تو کوئی کشتی نہ ملی سودہرہ
روانہ ہوا۔ یہاں گھاٹ پر ایک کشتی بن ملاحوں کی اور دوسری کشتی گھاس و لکڑیوں
سے بھری اس کے آدمی لائے خسرو کی شکست سے پہلے صوبہ پنجاب کے کل جاگیرداروں
اور راہداروں و گذربانوں کو حکم ہوا تھا کہ اس قسم کا قضیہ یہاں ہوا ہے وہ خبردار و ہوشیار
رہیں اِن تاکیدات کے سبب سے دریاؤں کے گھاٹ بند ہو گئے تھے۔ حسین بیگ نے
چاہا کہ کشتی کے ملاح گھاس اور لکڑی کو بن ملاحوں کی کشتی میں اُتار کر خسرو کو پار اُتار
دیں اس اثنا میں کمال چودہری سودہرہ کا داماد یہاں آیا اُسنے دیکھا کہ ایک جماعت
رات کو دریا سے پار جانا چاہتی ہے تو اُس نے غل مچا کر ملاحوں سے کہا کہ جہانگیر بادشاہ
کا حکم ہے کہ رات کو اگر انجان آدمی دریا سے گذریں تو اُن سے ہوشیار رہنا چاہیے
اس شور و غل سے وہاں آدمی بہت جمع ہو گئے کمال کے داماد نے ملاحوں کے ہاتھ سے
کشتی چلانے کی بلّی چھین لی اور کشتی کو چکرایا۔ ہر چند ملاحوں کو روپیہ کا لالچ دیا گیا مگر
کسی نے قبول نہ کیا۔ ابو القاسم کہ گجرات میں حوالی چناب میں تھا اسکو یہ خبر پہنچی

کہ رات کو ایک جماعت آب چناب سے اُترنا چاہتی ہے تو وہ اپنے بیٹوں سمیت یہاں آیا اب نوبت یہانتک آئی کہ حسین بیگ نے ملاحوں کو تیروں سے پکڑا اور کنارہ پر سے داماد کمال نے بھی تیراندازی شروع کی چار کوس تک کشتی خود چڑھاؤ پر نیچے گئی اور آخر شب کور ریگ میں پھنس گئی اور کسی کوشش سے آگے نہ کھسکی صبح صادق ہوئی ابوالقاسم و خواجہ خضر خاں نے ہلال خاں کے اہتمام سے دریا کی جانب غربی کو مستحکم کیا تھا اور جانب شرقی کو زمینداروں نے مستحکم کیا تھا - ہلال خاں کو اس حادثہ کے وقوع سے پہلے اس لشکر کی سزاولی کے لیے بھیجا تھا کہ سعید خاں کی ماتحت کشمیر کو جاتا تھا وہ اس نواح میں عین وقت پر پہنچا - اس کا اہتمام ابوالقاسم خاں نمکین اور خواجہ خضر خاں کی جماعت کے لانے اور خسرو کے گرفتار کرنے میں بڑا دخل رکھتا تھا - صبح روز یکشنبہ ۲۹ - ماہ مذکور کو آدمیوں نے ہاتھی اور کشتی پر سوار ہوکر خسرو کو گرفتار کیا - اور دوسرے روز مجھے اسکی خبر ہوئی - میں نے امیرالامرا کو خسرو کے لانے کے لیے بھیجا - امور سلطنت و ملک اکثر اپنی رائے اور فہمید سے کرتا ہوں - اوروں کی تدبیروں سے اپنی تدبیر کو اچھا جانتا ہوں چنانچہ اول کل بندگان مخلص کی صلاح و صوابدید کے برخلاف میں الہ آباد سے باپ کی خدمت میں گیا جس سے دین دنیا کی صلاح حاصل ہوئی اور اس تدبیر کے سبب سے میں بادشاہ ہوا - دوم خسرو کے تعاقب میں کسی چیز کا ساعت کے مقرر کرنے میں مقید نہیں ہوا - روز پنجشنبہ محرم ۱۵ سنہ اکو مرزا کامران کے باغ میں خسرو کو دست بستہ و پا بہ زنجیر طرف چپ سے بموجب رسم و تورہ چنگیز خاں میرے روبرو لائے - حسین بیگ کو اُس کے داہیں طرف اور عبدالرحیم کو بائیں طرف کھڑا کیا - خسرو ان دونوں کے درمیان کھڑا لرزتا اور روتا تھا - حسین بیگ اس گمان سے کہ شاید کچھہ نفع ہو پریشان باتیں بناتا تھا - جب اُس کی غرض معلوم ہوئی تو اُس کو چپ کیا اور خسرو کو مسلسل حوالات میں بھیجا اور ان دو مفسدیوں کو گاؤ و خر کی کھالوں میں بند کرکے دراز گوش پر اُلٹا بٹھا کے شہر میں پھرایا گائے کا پوست بہ نسبت گدھے کے زیادہ جلدی خشک ہو گیا - حسین بیگ

چار پہر تک زندہ رہا اور پھر دم گھٹنے سے دم نکل گیا۔ عبدالرحیم خر کے پوست میں تھا خارج سے بھی اُس کو رطوبت پہنچتی تھی وہ زندہ رہا۔

چلنے کی ساعت نیک نہ آئی تھی میں نے روز دوشنبہ آخر ذیحجہ سے ۹ محرم مذکور تک مرزا کامران کے باغ میں توقف کیا۔ بہروال جہاں جنگ ہوئی تھی شیخ فرید کو میں نے عنایت کی اور مرتضےٰ خاں کا خطاب والا دیا۔ سلطنت کے نظام و انتظام کے واسطے باغ مذکور سے لیکر شہر تک دو رویہ داریں کھڑی کیں اور ایماق کے فتنہ انگیزوں کو کہ اِس شورش میں خسرو کے ہمراہ تھے۔ سیاست غیر مکرر سے جزا سزا دی۔ اقبال نامہ میں یہ لکھا ہی کہ خسرو کو ہاتھی پر بٹھایا اور داروں کے درمیان پھرایا کہ وہ اپنے ہمراہیوں کو اُس عقوبت میں دیکھے اور اپنے عمل زشت سے عبرت پکڑے اُس پر یہ حاشیہ بھی چڑہایا کہ خسرو کو یوں چڑہایا کہ چوبدار سے یہ کہوایا کہ شاہزادہ اپنے خاص ملازموں کا آداب اور تسلیمات قبول کرے جن امیدواروں نے دولت خواہی کی تھی اُن کو رہتاس و جود رہت چناب و بہت کے درمیان عطا کی اور ہر ایک کو زمین مدد معاش کے طور پر مرحمت کی حسین بیگ جب مرزا شاہرخ کے ہمراہ اس درگاہ میں آیا تھا تو ایک گھوڑا پاس رکھتا تھا مگر رفتہ رفتہ امیر صاحب خزانہ و دفینہ ہو گیا اور ایسی آزادی کرنے لگا اُس کے مال میں سے سات لاکھ روپیہ میر محمد باقی کے گھر سے نکلا جو روپیہ اور مخلوق میں اُس نے رکھا ہوگا اور اپنے ساتھ لیا ہوگا وہ ابھی معلوم نہیں کہ کتنا ہوگا۔

اقبال نامہ جہانگیری میں اس بیان پر اور اضافہ کیا گیا ہی کہ عبدالرحیم کو پوست خر میں بند کیا گیا تھا اور شہر میں پھرایا گیا تھا۔ پوست سگ اُس کو پنہایا گیا تھا اور کوچہ و بازار قسم خیار سے اور مرطوب چیزوں سے جو کچھ اس کو ہاتھ لگتا وہ کہاتا۔ ایک دن زندہ رہا دوسرے روز اُسکو پوست سے نکالا۔ ایک ات دن میں اُس کے پوست میں کیڑے پڑ گئے مگر وہ زندہ رہا۔

چھوٹی توزک میں لکھا ہی۔ جب قلعہ لاہور کی تسخیر سے خسرو اور اُس کے ہمراہ مایوس ہوئے

اور فوج شاہی کی خبر آئی کہ وہ پیچھے لگی چلی آتی ہو تو اُن کو معلوم ہوا کہ ہم نے نہایت حماقت کی کہ کوئی ایسا مقام بہم نہ پہنچایا کہ جس میں امن سے رہتے اس پریشانی میں وہ جنگ پر دل نہاد ہوئے اور انہوں نے ارادہ کیا کہ بادشاہ کے مقدمۃ الجیش پر بارہ ہزار سپاہ سے شب خون ماریں۔

اس ارادہ سے منگل کو مغرب اور عشاء کے درمیان لاہور کے قلعہ کا محاصرہ چھوڑا۔ دوسرے دن صبح کو مجھے سرائے قاضی علی میں خبر آئی کہ خسرو محاصرہ چھوڑ کر بیس ہزار سپاہ کے ساتھ چل دیا۔ اس خبر کے سنتے ہی میرے سینہ میں آگ لگ گئی اور میرے دل میں خیال آیا کہ کہیں اور کسی مہم پر وہ گیا۔ اُسی رات کو گو مینہ بہت برس رہا تھا میں نے خیموں کے اکھیڑنے کا حکم دیا دریا کو گو ندوال سے عبور کر کے دیوال میں گیا۔

جمعرات کو دوپہر کو شیخ فرید خسرو کی سپاہ کا مزاحم ہوا اور بدنصیب دشمن کے سامنے آیا۔ میں سلطان پور میں تھا اور میرے سامنے کھانے کا طبق آیا تھا اور میں کھانے کو تھا کہ خبر آئی لڑائی ہو رہی ہی۔ میں نے شگون کے لیے صرف ایک نوالہ کھایا کہ گھوڑا تیار ہو کر آیا اور میں اُس پر سوار اور اُس کو دوڑایا۔ میں نے سپاہ کو اپنے ساتھ نہیں لیا۔ اگرچہ میں نے اپنا چلتہ خاصہ مانگا مگر کسی نے نہیں دیا۔ میں نے صرف شمشیر اور نیزہ کو لیا اور خدا پر بھروسہ کر کے بہت جلد جنگ گاہ کی طرف چلا۔ میرے پاس دس ہزار سوار تھے میں نے بخشیوں کو حکم دیا کہ وہ اُن کو تیار کر کے میرے پیچھے لائیں جب میں گوبندوال کے پل پر آیا تو میں نے بیس ہزار آدمی شیخ فرید کی مدد کو بھیجے۔

میں نے میر جمال الدین انجو کو خسرو پاس بھیجا کہ اس کو یہ نصیحت کرے کہ گو تجھکو شیطان نے بہکا کے گمراہ کیا ہو کہ بے بلا باپ سے جنگ کر رہا ہی اگر تو میرے ساتھ باپ پاس چلیگا تو تو اپنے افعال پر اُس کے روبرو ندامت ظاہر کریگا تو وہ تیرے سارے قصور معاف کر دیگا تو اس جوابدہی سے بچے گا جو خدا کے سامنے باپ کے قتل کرنے کی اور ہزاروں بندگان خدا کی جان لینے کی کرنی پڑے گی اگرچہ خود دل میں اُس نے ارادہ کیا کہ باپ کی خدمت میں جانے

جہانگیر نے اس لڑائی میں جس طرح اس کا بیان لکھا ہو

مگر اُس کے فتنہ پرداز اوباش ہمراہیوں نے نہ مانے دیا اور یہ جواب میرے پاس جمال الدین کی زبانی آیا کہ اب تیغ زنی کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے۔ خدا جس سر کو سلطنت کے لائق جانے گا اُس کے سر پر تاج رکھے گا۔

جب میر جمال الدین کی معرفت میرے پاس یہ جواب آیا تو میرے دل میں اس سرکش بیٹے کے لیے ذرا رحم و رافت باقی نہ رہی میں نے شیخ فرید کو حکم بھیجدیا کہ اب جنگ میں درنگ نہ کرے اُس نے حکم آتے ہی سرکشوں پر حملہ کیا بہادر خاں اوزبک نے دس ہزار سپاہ سے عقب پر اور شیخ فرید نے روبرو کی سپاہ پر بیس ہزار لشکر سے حملہ کیا دو گھنٹہ دن چڑھے سے مغرب کے وقت تک لڑائی رہی۔ خدا کی عنایت سے مجھے فتح ہوئی اور جنگ اور تعاقب میں دشمنوں کے دس ہزار آدمی مارے گئے۔

بہادر خاں وہاں آیا جہاں خسرو گھوڑے سے اُتر کر ایک سنگاسن میں اسلیئے بیٹھا تھا کہ اسطرح کے ہنگامہ میں کوئی اُسے پہچانے گا نہیں یوں قید سے بچ جائے گا۔ بہادر خاں نے اسے پہچانکر گھیر لیا اور شیخ فرید بھی یہاں آگیا۔ اب خسرو نے یہ سمجھکر کہ کوئی بھاگنے کی راہ نہیں ہے تو وہ سنگاسن سے باہر آیا اور اُس نے شیخ فرید سے کہا کہ اب بردستی کی ضرورت نہیں ہے میں خود ہی باپ کے قدموں میں گرنے جاتا ہوں۔ خدا کی قسم کہائی۔

میں گوبندوال کے پل کے سرے پر اندیشہ کر رہا تھا کہ دیکھئے کیا نتیجہ ہوتا ہے میر جمال الدین مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میں نے خود خسرو کے لشکر میں پچاس ہزار سپاہ دیکھی ہے اور مجھے شبہ ہے کہ کہ شیخ فرید اُنکو مغلوب کر سکے اُس کی سپاہ اور بہادر خاں اوزبک کی سپاہ ملکر چودہ ہزار سوار سے زیادہ نہیں ہے۔ میری یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ شیخ فرید کی فتح اور خسرو کی گرفتاری کی خبر آئی۔ میر جمیل الدین نے گھوڑے سے اُتر کر میرے قدموں پر سر رکھا اور کہا کہ اقبال کے اصلی معنی یہی ہیں مگر مجھے اب تک اس خبر کے سچے ہونے میں تامل ہے۔ ابھی یہ بات پوری کہنے نہ پایا تھا کہ خسرو اور اُسکے خواجہ سرا میرے روبرو آئے اور انہوں نے میرے سامنے اپنا سر زمین پر رکھا۔ یہ دیکھکر میر کو تعجب ہوا اور اُس نے دوبارہ میرے قدموں پر

بسر رکہکر کہا کہ یہ اقبال ہی جو خدا نے حضور ہی کو دیا ہی - دونو شیخ فرید اور ابوالقاسم اور بک (بہادر خاں) نے اپنی بڑی جوانمردی اور بہادری دکہائی تھی اسلیے دونو کو میں نے پنجہزاری منصب دیا اور اس کے ساتھ نقارہ و علم اور اسپ مع ساز مرصع اور کمر بند مرصع عنایت کیا۔ اور بہادر خاں کو قندہار کا حاکم مقرر کیا۔ شیخ فرید پہلے دوہزاری امیر تھا اب میں نے پنجہزاری امیر کردیا۔ سیف خاں پسر سید محمود عمدہ خدمات بجا لایا اور سترہ زخموں سے کم اسکے نہیں لگے تھے اور سید جلال الدین کے ایک زخم ایسا لگا کہ وہ چند روز زندہ رہکر مرگیا۔

خسرو کے دو سپہ سالار سید حل لول اور اس کا بہائی نقارہ شاہی کی دہوں دہوں سنتے ہی لڑائی کے ابتدا میں بھاگے چار سواو یماق لڑائی میں مارے گئے اور سب جگہ سے سات سو آدمی قید ہوکر میرے روبرو آئے۔ خسرو کا صندوقچہ جس میں دو کروڑ متقالی اشرفی کے جواہر تھے بعض آدمیوں کے ہاتھ میں آگیا مگر یہ آدمی نہ معلوم ہوئے کہ کون تھے۔ اس پنجشنبہ کو میں لاہور کے قلعہ میں داخل ہوا اور اس گنبد میں بیٹھا جو میرے والد ماجد نے اسلیے بنایا تھا کہ ہاتہیوں کی کشتی کا تماشا دیکھا کرے یہاں بیٹھ کر میں نے حکم دیا کہ تیز چوبیں دریائے راوی میں گاڑی جائیں ان سات سو مفتریوں کو جو خسرو کے ساتھ بغاوت کی سازش میں شریک ہوئے تھے زندہ کہال کہچوائی اس سے زیادہ کوئی عذاب کی تعذیر مجرموں کے لیے نہیں ہی کہ وہ دیر تک تکلیف میں سسکتے رہیں اس سے ایسی عبرت لوگوں کو ہوتی ہی کہ وہ بسر کشی کا خیال اپنے محسن سے نہیں کرتے میرا خزانہ آگرہ میں تھا صلاح دولت یہ نہ تھی کہ میں اپنی ابتداء سلطنت میں مدت تک لاہور میں ہوں۔ میں نے لاہور سے آگرہ کی طرف کوچ کیا اور خسرو کو دلاور خاں کے حوالہ کیا کہ وہ اس کی نگرانی خوب رکھے ۲۶ صفر کو ۱۰۱۵ھ کو میں دارالسلطنت آگرہ میں آیا۔ کم بخت خسرو نے اپنی بدافعالی کی ندامت کے سبب سے تین رات دن تک نہ کھایا نہ پیا اور روتا رہا۔ غم و غصہ و بھوک و پیاس میں گہلتا رہا اسکو اپنے گناہ کی ندامت ایسی تھی جیسی کہ ولیوں کو ہوتی ہی اسنے آخر یہ چاہا کہ زندہ رہنے کے لیے کچھہ کہانا ضرور ہی اگر وہ نہ کہاتا تو تین رات دن تک نہ کہانے سے چوتھے روز وہ مرجاتا

مرجاتا۔ ان دونوں بیانوں کا مقابلہ کر کے دونو توزکوں کے اختلاف اور اشتراک کو دیکھہ لو

بادشاہ نہم محرم کو قلعہ لاہور میں آیا۔ دولت خواہوں کی جماعت نے عرض کیا کہ ان ایام میں صوبہ گجرات و دکن بنگالہ میں فی الجملہ خلل ہے آگرہ جانا مصلحت ہے۔ یہہ تجویز جہانگیر کو اسلیئے پسند نہ آئی کہ شاہ بیگ کی عرائض سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قندہار کی طرف قزلباش فساد کرنے والے ہیں۔ چنانچہ حسین خاں حاکم ہرات کی کمک سے اس نواح کے جاگیر دار قندہار پر چڑھ آئے اور اُس کا محاصرہ کر لیا۔ شاہ بیگ کی ہمت و مردانگی پر شاباش ہے کہ مردانہ پاؤں کو جما کر قلعہ کو مضبوط اور مستحکم اور خود قلعہ مذکور کے ارک سوم پر اسطرح بیٹھا کہ باہر والے علانیہ اُس کی مجلس دیکھتے۔ محاصرہ کے دنوں میں کمر نہ باندھی۔ سر و پا برہنہ مجلس عیش و نشاط کو گرم رکھا اور کوئی روز ایسا نہوتا تھا کہ قلعہ سے باہر لشکر غنیم کی برابر وہ سپاہ نہ بھیجتا اور مردانہ کوشش نہ کرتا لشکر قزلباش نے اُس کا تین طرف سے محاصرہ کر رکھا تھا۔ جب یہہ خبر جہانگیر کو لاہور میں پہنچی تو ان حدود میں توقف مناسب سمجھا اور فوراً ایک فوج کلاں بسرداری مرزا غازی پنجہزاری بھیجی اور اُس کے ہمراہ اور بڑے بڑے منصبدار اور امیر روانہ کیے اُسکے ہمراہی بقرا خاں کو تینتالیس ہزار روپیہ اور قلیج بیگ کو پندرہ ہزار روپیہ مدد خرچ کے لیے ملا۔ اس خدشہ کے رفع کرنے کے لیے اور کابل کی سیر کے لیے بادشاہ نے لاہور میں توقف کیا۔

گوبند وال میں دریا بیاہ کے کنارہ پر مصرا رجن رہتا تھا۔ اُس نے خسرو کے ماتھے پر زعفران کا قشقہ نیک شگونی کے لیے لگایا اس قصور میں جہانگیر نے اُس کو قتل کیا اور مال اور اسباب و مکان و منازل اسکے ضبط کیے۔ خسرو جب لاہور میں تھا تو راجو اور ابنا نے لوٹ مار مچائی تھی راجو کو دار پر کھینچا اور ابنا سے ایک لاکھہ پندرہ ہزار روپیہ ڈنڈ لیکر خیرات میں صرف کیا۔ جب خسرو بھاگا تو میں نے یہہ قرار دیا تھا کہ جب تک خسرو کو نہیں پکڑلونگا کہیں توقف نہ کرونگا اور یہہ احتمال تھا کہ خسرو ہندوستان کی جانب اپنا رخ پھیرے گا۔ ایسی حالت میں دار الخلافہ آگرہ کا خالی چھوڑنا صلاح ملک داری سے بعید تھا وہ

قندہار پر چڑھ جانا حاکم ہرات کا

خسرو کے مددگاروں کو سزا

مرکز دولت اور محل سلطنت و مقام نزول سرا پردگیان محل مقدس و گنجہائے عالم کا مدفن تھا اس لیے جب میں نے آگرہ سے خسرو کے تعاقب میں توجہ کی تو پرویز کو لکھا کہ تیرے اخلاص و خدمت نے یہ نتیجہ دیا کہ خسرو دولت سے بھاگا اور سعادت تیرے پاس آئی ۔ میں نے اُس کے تعاقب میں ایلغار کیا ہے مہمات رانا کو بمقتضائے و اصلاح دولت کسی نوع سے توفیصلہ کرکے خود جلد آگرہ میں آجا ۔ پائے تخت اور خزانہ تجکو حوالہ کیا اور تجکو خدا کے سپرد کیا پہلے اس سے کہ پرویز پاس یہ حکم پہنچے رانا نے عاجز ہوکر آصفخان پاس آدمی بھیجا کہ میں اپنے کیے سے خجل و نادم ہوں ۔ امیدوار ہوں کہ تم میرے شفیع ہوکر شہزادہ کو کسی نوع سے اُس پر راضی کرلو کہ میں اپنے بیٹے باگھ کو اس پاس بھیجدوں پرویز اس بات پر رضی نہوا اور اُس نے کہا کہ خود تو میرے پاس آیا کرن کو بھیج اسی وقت خسرو کی فتنہ انگیزی کی خبر پہنچی وقت کا ملاحظہ کرکے آصف خاں اور دولت خاں باگھ کے آنے پر راضی ہوگئے اور نواحی منڈل گڑہ میں شہزادہ کی خدمت میں باگھ آیا ۔ پرویز راجہ جگنا تھ اور امرا التعینات کو لشکر میں چھوڑکر خود آصف خاں اور چند اور اہل خدمت کے ساتھ آگرہ کو روانہ ہوا ۔ اور باگہہ کو درگاہ والا میں بھیجا جب وہ حوالی آگرہ میں آیا اور فتح اور گرفتاری خسرو کی خبر اُسنے سُنی تو دو روز مقام کیا اور اُس پاس میرا حکم پہنچا کہ میری خاطر سب طرف سے جمع ہے بہت جلد میرے پاس وہ نہایت شوق سے ایام برسات میں دور دراز مسافتیں طے کرکے میرے پاس آیا اور میں نے دس ہزاری منصب اور آفتاب گیر اس کو مرحمت کیا ۔

دانیال کے فرزندوں کو مقرب خاں میرے پاس لایا تین بیٹے اور چار بیٹیاں تہیں ۔ بیٹوں کے نام طہمورث ۔ بایسنقر ہوشنگ تھے ۔ میں نے اُن پر ایسی مرحمت و شفقت کی کہ کسی کو اُس کا گمان بھی نہ تھا ۔ سب سے بڑے بیٹے طہمورث کو حکم دیا کہ وہ ہمیشہ میرے ساتھ رہے اور باقی کو میں نے اپنی بہنوں کو سپرد کردیا کہ وہ اُنکی خبرگیری کریں ۔

پرویز و رانا

دانیال کی اولاد

مہمات پر دو آدمیوں کا مقرر ہونا

یہ میرے باپ کا ضابطہ تھا کہ عمدہ خدمات پر دو آدمیوں کو شریک کرکے مقرر کرتا تھا اس سبب سے نہیں کہ بے اعتمادی تھی بلکہ اس وجہ سے کہ بشریت ہے اور آدمی کو فوت و بیماری سے خالی نہیں ہوتا۔ اگر ایک کو تشویش یا مانع پیش آئے تو دوسرا حاضر ہوتا کہ کاموں اور مہمات میں بندگانِ خدا معطل نہ رہیں۔ میں بھی اس ضابطہ کا پابند تھا۔ بندیل کھنڈ میں اچندر پسر نندکوار کو جو مدت سے فتنہ انگیزی کرتا تھا عبداللہ خاں نے کالپی سے ایلغار کرکے گرفتار کیا اور کالپی میں لایا اور پھر میرے پاس بھیجا میں نے اُس پر ایسی مہربانی کی جس کا خیال بھی اُس کو نہ تھا اور صوبہ بہار کے بڑے زمیندار سنگرام کو جو تین چار ہزار سواروں کی جمعیت رکھتا تھا اُس نے بڑا فساد مچایا تھا۔ جہانگیر قلی نے اُس کو تفنگ سے نابود کیا

زمینداروں کی سرکشی و سرزنش

دلیپ سنگھ ولد رائے رائسنگھ کو نواحی ناگور میں کہ مضافات اجمیر سے ہے زاہد خاں پسر صادق خاں و عبدالرحمن بن شیخ ابوالفضل نے لڑکر شکست عظیم دی اور اُس کے بہت آدمی مارے وہ جنگل میں بھاگ گیا۔

نوروز دوم جہانگیری

بست و دوم ذیقعدہ سنہ ۱۰۱۵ مطابق ۱۰ مارچ سنہ ۱۶۰۶ کو نوروز ہوا رسم معہود کے موافق جشن ہوا۔ اُس روز عرائض قندہار سے مجھے معلوم ہوا کہ لشکر بسرکردگی میرزا غازی ولد میرزا جانی کے شاہ بیگ کی کمک کے لیے تعین ہوا تھا وہ ۱۲ شوال سنہ مذکور کو بلدہ قندہار میں داخل ہوا۔ قزلباشوں نے جب قندہار سے ایک منزل پر اس لشکر شاہی کے آنے کی خبر سنی تو وہ سراسیمہ و پریشان کنارہ آبِ ہلمند تک ۵۰ کوس بھاگ گئے اب معلوم ہوا کہ حاکم فراہ اور اس نواح کی ایک جماعت حکام نے حضرت عرش آشیانی کے مرنے کے بعد یہ خیال کیا تھا کہ اس آشوب میں قندہار آسانی سے ہاتھ آجائے گا بغیر اسکے کہ شاہ عباس کا حکم اُن پاس پہنچے جمعیت کرکے اور ملک سیستان کو اپنے ساتھ متفق کرکے حسین خاں حاکم ہرات پاس آدمی بھیجکر اُس سے کمک طلب کی اُس نے بھی ایک جماعت بھیجی ان سب نے متفق ہوکر چڑھائی کی۔ یہاں کے حاکم شاہ بیگ نے اس خیال سے کہ جنگ و سردار داگر شکست ہوگی تو قندہار ہاتھ سے جائیگا قلعگی ہونا جنگ سے بہتر جانا اور قلعہ داری کی ٹھیرائی

اور تیز رو قاصد میرے پاس بھیجے۔ میں لاہور میں تھا اس خبر کے سنتے ہی ایک فوج کلاں اور امرا اور منصب داروں کو بسرداری مرزا غازی روانہ کیا پہلے اس سے کہ مرزا قندہار میں پہنچے شاہ ایران کو خبر ہوئی کہ حاکم فراہ نے مع اس نولخ کے بعض جاگیرداروں کے ولایت قندہار کا قصد کیا ہی۔ اس بات کو نامناسب سمجھکر حسین بیگ کے ہاتھ ایک فرمان اُن کے نام بھیجا کہ قلعہ قندہار کو چھوڑ کر اپنے اپنے مقام پر اس سبب سے چلے جائیں کہ جہانگیر کے سلسلۂ علیہ سے محبت و سوالات قدیم سے ہی یہ جماعت پہلے اس سے کہ حسن بیگ اس پاس پہنچے اور حکم شاہ پہنچائے لشکر شاہی کی خبر سنتے ہی چلے گئے تھے حسن بیگ ان آدمیوں کو ملامت کر کے میرے پاس لاہور میں آیا اور بیان کیا کہ یہ جماعت قندہار پر شاہ عباس کے حکم بغیر چڑھ آئی تھی۔ ایسا نہو کہ حضور کی خاطر پر گرانی ہو اسلیے میں حاضر ہوا ہوں۔ غرض جب قندہار میں لشکر پہنچ گیا تو وہ سردار خاں کے سپرد ہوا۔ اور شاہ بیگ مع لشکر کمک لیکر عازم درگاہ ہوا۔ میرے پیش نہاد ہمت تھا کہ اپنے آبا و اجداد کے ملک موروثی ولایت ماوراء النہر کو فتح کروں اسلیے میں یہ چاہتا تھا کہ ہندوستان کو مفسدوں و متمردوں کے خس و خاشاک سے پاک صاف کروں اور اس ملک کو کسی فرزند کو سپرد کر کے خود آراستہ لشکر جرار اور فیلان برق رفتار اور خزانہ وافر ہمراہ لیکر ولایت موروث کی تسخیر پر متوجہ ہوں۔ اس ارادہ کی وجہ سے پرویز کو رانا کی دفع کے لیے بھیجا اور خود ملک دکن کی عزیمت رکھتا تھا کہ اس اثنا میں خسرو نے ایسی حرکت ناشائستہ کی کہ ضرور ہوا کہ اُس کا تعاقب کر کے اُس کے فتنہ کو دفع کروں اسی سبب سے پرویز کی مہمات نے صورت پسندیدہ نہ پیدا کی اور مصلحت وقت پر نظر کر کے رانا کو مہلت دی اور اُس کے ایک بیٹے کو ہمراہ لیکر وہ میرے پاس آنے کے لیے روانہ ہوا اور لاہور میں ملا۔ جب خسرو کے فساد سے خاطر جمع ہوئی اور قزلباشوں نے جو قندہار کا محاصرہ کر رکھا تھا اُنکی شورش بھی سہل طور پر دفع ہوئی تو دل میں آیا کہ کابل میں جا کر سیر و شکار کیجیے کہ وہ بھی وطن مالوف کا حکم رکھتا ہی پھر ہندوستان میں آئے اور اپنے ارادوں کو قوت سے فعل میں لائے۔

۲۔ ذیحجہ قلعہ لاہور سے باغ دل افروز میں کہ راوی کے کنارہ پر ہے منزل گزیں ہوا۔ اور چار روز یہاں توقف کیا ۱۹۔ فروری روز یکشنبہ کو کہ آفتاب کا روز شرف ہے اس باغ میں بسر کیا اور بعض اپنے بندوں کا اضافہ منصب کیا اور دس ہزار روپیہ حسن بیگ فرستادہ دارائے ایران کو عنائت کیے قلیج خاں و میراں صدر جہاں و میر شریف آملی کو لاہور میں متعین کیا کہ اتفاق کے ساتھ وہ ان مہمات کا انصرام کریں جو پیش آئیں دوشنبہ کو باغ مذکور سے موضع ہری پور میں آیا کہ شہر سے ساڑھے تین کوس ہے۔ سہ شنبہ کو جہانگیر پور میں آیا یہ موضع میری مقرری شکارگاہوں میں ہے اُس کے حوالی میں میرے حکم سے آہو کی قبر پر جس کا نام مہس راج تھا مزار بنایا گیا ہے۔ یہ آہو آہوان جنگ میں اور آہوان صحرائی کے صید میں بے نظیر تھا۔ اور اس مینار پر ملا محمد حسین کشمیری نے کہ خوش نویسوں میں سرآمد تھا یہ نثر ایک پتھر پر منقش کی ہے کہ دریں فضائے دلکش آہوے بدام جہاندار خدا آگاہ نورالدین جہانگیر بادشاہ آمدہ در عرض یک ماہ از وحشت صحرائیت برآمدہ سر آمد آہوان خاصہ گشت بنابر ندرت مذکور حکم کردم کہ ہیچ کس قصد آہوان ایں صحرا نکند و گوشت آنہا بر ہنود و مسلمان حکم گوشت گاو و گوشت خوک داشتہ باشد و سنگ قبر او را بصورت آہو مرتب ساختہ نصب کنند اور سکندر معین کو کہ پرگنہ مذکور کا جاگیردار تھا حکم دیا کہ جہانگیر پور میں مستحکم قلعہ بنایا جائے پنجشنبہ ۱۴ کو پرگنہ چندالہ میں منزل ہوئی روز شنبہ ۱۶ کو یک منزل درمیان حافظ آباد میں ان منازل میں منزل ہوئی کہ میر قوام الدین نے وہاں کے کروری سے بنوائی تھیں۔ دو کوچ میں دریائے چناب کے کنارہ پر پہنچا اور پنجشنبہ ۲۱ ذیحجہ کو اس دریا کے پل سے عبور کر کے پرگنہ گجرات کے حوالی میں گیا۔ یہاں منزل ہوئی۔ جب الد ماجد کشمیر کو جاتے تھے تو دریا کے کنارہ پر یہ قلعہ تعمیر کیا تھا۔ گوجروں کا گروہ جو اس نواح میں دزدی اور راہزنی کرتا تھا اُس کو اس قلعہ میں لاکر آباد کیا اس سبب سے کہ وہ گوجروں کا مسکن بنا اُس کا نام گجرات رکھکر علیحدہ پرگنہ مقرر کیا۔ گوجروں کی قوم کشت وکار کمتر کرتی ہے اور شیر و جغرات پر

اپنی اوقات بسر کرتی ہے روز جمعہ کو گجرات سے پانچ کوس پر خواص پورہ میں منزل ہوئی اُس کو خواص خاں غلام شیر خاں نے آباد کیا تھا اور دو منزل درمیان کے بعد دریائے بہت مقام ہوا۔ اس دن شدت سے ہوا چلی اور کالی گھٹا آسمان پر آئی مینہ اس شدت سے برسا کہ بوڑھے بوڑھے آدمی کہتے تھے کہ ہم کو ایسا مینہ برسنا یاد نہیں۔ پھر اولے مرغی کے انڈے کی برابر پڑے پانی کی طغیانی اور بارش کی شدت سے پل ٹوٹ گیا۔ میں نے اپنے اہل حرم اور مقربوں کے ساتھ کشتی میں عبور کیا۔ کشتیاں کم تھیں۔ میں نے حکم دیا کہ آدمی پہلے کشتیاں لا کر از سر نو پل باندھیں۔ ایک ہفتہ میں یہ پل بنا اور تمام لشکر بفراغت گذرا۔ کشمیر میں دریائے بہت کا منبع ایک چشمہ ہے ترناک اس کا نام ہے اور ہندی زبان میں ترناک سانپ کو کہتے ہیں ظاہرا اس مکان میں کوئی مار بزرگ ہو گا۔ اپنے باپ کی حیات میں دو مرتبہ اس سرچشمہ پر میں گیا تھا۔ شہر کشمیر سے وہ بیس کوس پر ہے۔ وہ مثمن حوض کی شکل کا ہے۔ تخمیناً بیس گز سے تیس گز ہو گا۔ اس نواح میں ریاضت مندوں کی عبادت گاہ کے آثار سنگین حجرے اور غار متعدد موجود ہیں۔ اس سرچشمہ کا پانی نہایت صاف ہے جس کے عمق کا قیاس نہیں ہو سکتا اگر ایک خشخاش کا دانہ اس میں ڈالیں تو وہ زمین پر پہنچنے تک دکھائی دیگا۔ میں نے سنا تھا کہ یہ چشمہ تھاہ نہیں رکھتا اسلیے میں نے رسی میں پتھر باندھ کے لٹکایا تو آدمی کے ڈیڑھ قد کے موافق عمق نکلا۔ بعد از جلوس میرے حکم سے اطراف چشمہ کو پتھر سے بستہ کر کے اُسکی اطراف میں باغچے لگائے۔ جوئے کو اس کی جدول بنا دیا اور دور چشمہ پر ایوان اور خانے بنائے تھے اس مقام کو ایسا مرتب کر دیا کہ ربع مسکون کے سیر کرنے والے کہتے ہیں کہ ایسی جگہ کم نشان ہے۔ شہر سے دو کروہ پر موضع پام پا پم پور میں چشمہ کا پانی پہنچتا ہے تو زیادہ ہو جاتا ہے اور کشمیر کا زعفران یہیں حاصل ہوتا ہے معلوم نہیں کہ دنیا میں کسی جگہ یہاں سے زیادہ زعفران ہوتا ہو۔ ہر سال ہندوستانی پانسو من زعفران پیدا ہوتا ہے میں اس سرزمین میں اپنے باپ کے ساتھ موسم گل زعفران میں آیا تھا۔ تمام عالم کے پھولوں میں اول شاخ بعد ازاں برگ پھر گل آتا ہے۔ بخلاف اسکے گل زعفران ہے کہ خشک زمین سے

چار انگشت اُسکی ساق نکلتی ہو تو پہول سوسنی رنگ کا جس کی چار پتیاں ہوتی ہیں نکلتا ہو
اور چار ریشہ نارنجی مثل گل معصفر اُسکے اندر ہوتے ہیں اور درازی میں ایک پور کی برابر
زعفران یہی ہوتا ہو - وہ خشک زمین میں جسکو پانی نہیں دیا جاتا ڈہیلوں میں پیدا ہوتا ہو
بعض زعفران زار ایک کوس اور بعض آدہ کوس کے ہوتے ہیں دور سے بہت بڑے عمدہ
نظر آتے ہیں اُس کی بو کی تیزی سے میرے متعلقوں کے سر میں درد ہونے لگا باوجود دیکہ
مجہے شراب کا نشہ تہا اور شراب کا پیالہ پیتا تہا مجہے بہی درد سر ہوا - حیوان صفت کشمیریوں
سے جو زعفران چن رہے تہے میں نے پوچہا کہ تمہارا کیا حال ہو تو معلوم ہوا کہ کبہی عمر بھر
درد سر اُن کے تصور میں بہی نہیں آیا - اس چشمہ تریاک کے پانی کو کشمیر میں بہت کہتے
ہیں اسکے داہیں باہیں طرف سے ندی نالے ملکر اُسکو دریا بنا دیتے ہیں اور وہ شہر کے عین
وسط میں گزرتا ہو - غرض اس کا اکثر جا زیادہ نہیں ہوتا اسکے پانی کو بہ سبب کثافت کہاری
پن کے کوئی نہیں پیتا - سارے کشمیری آب گیر سے جو شہر کے متصل ہو اور اُس کا نام ڈل ہو
پانی پیتے ہیں اور آب بہت اس تالاب میں آنکر بارہ مولہ کی راہ سے پگلی اور دہنتور
سے پنجاب میں جاتا ہو - کشمیر میں رودخانے اور چشمے بہت ہیں - اور سب میں بہتر آب
درہ لار ہو جو موضع شہاب الدین پور میں آب بہت ملتا ہو اور یہ موضع بہی کشمیر کے مشہور
مقامات میں دریا بہت کے قریب ہو یہاں سو چنار خوش اندام ایک قطعہ زمین میں سرسبز
خورم ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دئے کہڑے ہیں اور اس سارے زمین کو اپنے
سایہ سے گہیرے ہوئے ہیں - سطح زمین پر سبزہ وسہ برگہ ہو اُس کے اوپر فرش بچہانا
بیدردی اور بدسلیقگی ہو - اس درہ کو سلطان زین العابدین نے آباد کیا ہو جس نے اس
ملک میں باون برس بڑے استقلال سے سلطنت کی ہو اس کو یہاں بار وشاہ (بڑا
بادشاہ) کہتے ہیں - اس کے خوارق عادات کی نقلیں بہت لوگ کرتے ہیں - کشمیر
میں اُسکی عمارات و علامات و آثار بہت ہیں - منجملہ اُس کے ایک آب گیر کے درمیان جس کا
نام اولر ہو اور عرض و طول اسکا تین کوس سے زیادہ ہو ایک عمارت زین لنکا (یا زین

بنائی ہی اُس عمارات کی بنیاد رکہنے میں بڑی کوشش کی گئی ہی اس آب گیر کی تہ عمیق ہی
اوّل اس میں کشتیوں میں پتھر بھر بھر کر ڈالے مگر کچھہ فائدہ نہوا۔ پھر کئی ہزار کشتیاں پتھروں سے
بھر کر اس میں ڈبوئیں اور بہت محنت و جانکاہی سے پانی سے باہر سو گز مربع ایک صفہ
بنایا اور صفہ کے چاروں طرف عمارات بنائیں۔ ایک عبادت کدہ اپنے پروردگار کی
پرستش کے واسطے ترتیب دیا۔ اکثر اوقات کشتی میں بیٹھکر وہ یہان آتا اور بہت اسے
چلّے کہینچتا۔ ایک دن ایک ناخلف زادہ قتل کے قصد سے عبادت خانہ میں اُسکو تنہا سمجھکر شمشیر
کشیدہ آیا۔ مگر جب باپ پر اُسکی نظر پڑی تو صلابت پدری و شکوہ صلاح سے سراسیمہ و مضطرب
ہوکر اُلٹا پھرا بعد ایک لحظہ کے سلطان عبادت خانہ سے نکلکر اُسی بیٹے کے ساتھ کشتی میں بیٹھکر
شہر کو روانہ ہوا اور اثنائے راہ میں بیٹے سے کہا کہ عبادت خانہ میں میں اپنی تسبیح بھول آیا ہوں
کشتی میں سوار ہوکر میری تسبیح لے آ۔ بیٹا عبادت خانے میں آیا تو باپ کو بیٹے نے دیکھا یہہ
بے سعادت از روئے شرمندگی باپ کے قدموں پر گرا اور اپنی تقصیر کی عذر خواہی کی غرض اسطرح
کی اسکی خوارق بہت مشہور ہیں اور کہتے ہیں کہ خلع بدن کا علم اُسکو خوب آتا تھا (اب ان
جھوٹی جھوٹی باتوں کو احمقوں کے سوا کون یقین کرتا ہی) چونکہ وہ اپنے بیٹوں کے اوضاع
و اطوار سے جانتا تھا کہ وہ حکومت و ریاست کی طلب میں تعجیل کرتے ہیں تو اُس نے اُن سے
کہا کہ مجھے ترک حکومت کیا بلکہ ترک حیات بہت آسان ہی مگر میرے بعد تم میں سے
کوئی کام نہوگا اور تمہاری دولت کو بقا نہوگی اور تہوڑے دنوں میں اپنے عمل اور نیت کی
جزا کو پہنچوگے۔ یہہ بات کہکر اُس نے کہانا اپنا چھوڑا اور ایک چلّہ اسی طرح گزرا اور اپنی
آنکھوں کو خواب سے آشنا نہ کیا اور ارباب سلوک و ریاضت کے ساتھ عبادت الٰہی
میں مشغول ہوا۔ اور چالیسویں دن ودیعت حیات سپرد کرکے جوار حق سے پیوستہ ہوا
اُسکے تین بیٹے آدم خاں۔ حاجی خاں۔ بہرام خاں۔ آپس میں لڑے اور سب
غارت ہوئے اور کشمیر کی حکومت جماعت چکاں کو ہاتھ لگی جو اس ملک کے
عوام الناس میں تھے اور سپاہی کا پیشہ رکھتے تھے اور بادشاہوں نے اپنی حکومت میں

صفہ مذکور کے تین ضلعوں میں عمارتیں بنائیں۔ لیکن کوئی عمارت زین العابدین کی
عمارت کے استحکام کو نہیں پہنچتی تھی۔ کشمیر کی خزاں و بہار دونو دیکھنے کے قابل ہیں میں نے
فصل خزاں دیکھی اُس کا حال جو سنا تھا اُس سے بہتر پایا۔ اُس کی فصل بہار نہیں دیکھی
سو امید ہی کہ کسی دن دیکھوں گا۔

روز دوشنبہ غرہ محرم کو دریاے بہت کے کنارہ پر ایک روز درمیان قلعہ رہتاس
میں آیا جس کو شیر خاں نے بنایا ہی۔ اس قلعہ کو ایسی سنگستگی زمین میں بنایا ہی کہ اس سے
زیادہ مستحکم جگہ خیال میں نہیں آتی۔ یہ زمین گھکروں کی ولایت کے قریب ہی اور یہ
ساری قوم سرکش و متمرد ہی۔ یہ قلعہ خاص اُس کی تنبیہ اور سرکوبی کے لیے بنایا گیا ہی۔ کچھ
بنا تھا کہ شیر خاں مر گیا۔ اُس کے بیٹے سلیم خاں کو اُس کے پورا بنانے کی توفیق
ہوئی۔ قلعہ کے دروازوں کے پتھروں پر قلعہ کی تعمیر کا خرچ کندہ کیا ہی۔ ۱۶ کروڑ
دس لاکھ دام کسر کے زاید اس عمارت میں خرچ ہوا ہی جو ہندوستان کے حساب سے
چالیس لاکھ پچیس ہزار روپیہ ہوتا ہی۔

سہ شنبہ ۴ کو پونے پانچ کوس چلکر ٹلہ میں منزل کی ٹلہ گکھڑوں کی زبان میں ٹیلہ کو
کہتے ہیں۔ اور وہاں سے بھکرا کی دہ میں آیا۔ اسی جماعت کی زبان میں بھکرا ایک بیشہ ہی
جس میں گل سفید بے بو کے ہوتے ہیں ٹلہ سے بھکرا تک تمام راہ میں رودخانہ کے درمیان
آیا اُس میں پانی رواں تھا اور کنیر کے پھول کہ شگوفہ شفتالو کی کلیوں کا عالم دکھاتے تھے
نہایت رنگیں و شگفتہ تھے ہندوستان کی زمین میں یہ پھول ہمیشہ شگفتہ و بربار رہتا ہی
اس رودخانہ کی اطراف میں وہ کثرت سے تھے کہ میں نے حکم دیا کہ جتنے سوار و پیادے
میرے ہمراہ ہیں اس پھول کے دستے سر پر لگائیں اور جس شخص کے سر پر یہ پھول نہوں
اُس کی دستار اُتاری جائے۔ یوں مجھے ایک عجیب گلزار ہاتھ لگا۔ روز پنجشنبہ ششم
کو سہا میں میں نے منزل کی یہاں گل پلاس (ٹیسو) شگفتہ تھے۔ یہ پھول بھی ہندوستان
کے جنگل سے مخصوص ہی اس میں بو نہیں ہوتی مگر اس کا رنگ نارنجی آتشی ہوتا ہی

اور جڑ اُس کی کالی ہوتی ہے اور بوٹہ اسکا گل سُرخ کے بوٹہ کی برابر ایسا دکھائی دیتا ہے کہ اُس پر نظر اُٹھانے کو دل نہیں چاہتا ہوا نہایت لطیف تھی اور آفتاب کے نور کا حجاب سحاب تھا اور پھوار پڑتی تھی تو میں نے شراب پی اور شگفتگی اور خوش حالی کے ساتھ راہ طے کی۔ اس محل کو ہتیا اس سبب سے کہتے ہیں کہ اس کو گکھر ہاتی نے آباد کیا ہے اور اس ملک کو مارگلہ سے ہتیا تک پونھوار (پھوار) کہتے ہیں۔ ان حدود میں زراعت بہت کم ہوتا ہے۔ رہتاس سے ہتیا تک بوگ بال کا ملک کہلاتا ہے لوگ مال گکھروں کے ساتھ خویش و ہم جد ہے۔ روز جمعہ ہفتم کو پونے پانچ کوس کوچ کرکے پکہ میں منزل کی۔ پکہ اُس کو اس سبب سے کہتے ہیں کہ اُس میں پکی اینٹ کی سرائے بنی ہوئی ہے؟ یہ بڑے پرگرد و تنگ منزل تھی۔ راہ کے ناخوش ہونے کے سبب سے بڑی مشکل سے ارابے منزل پر پہنچے۔ اس جگہ زلوچ (کہٹا ساگ) کابل سے لائے تھے اکثر اس میں سے ضائع ہوگیا۔ روز شنبہ ہشتم ساڑھے چار کوس کوچ کرکے موضع کورمیں (کھر) منزل ہوئی۔ گکھروں کی زبان میں کھر جیرا اور تنگ گھاٹی کو کہتے ہیں۔ اس ولایت میں درخت کم ہیں۔ روز یکشنبہ نہم کوراول پنڈی سے گزر کر نزول ہوئی اس موضع کو راول ایک ہندو نے آباد کیا تھا اور یہاں کی زبان میں پنڈی دہ کو کہتے ہیں اس منزل کے قریب درہ کے درمیان پانی کی رو جاری تھی اس کے آگے تال تھا جس میں رو کا پانی آنکر جمع ہوتا تھا۔ سر منزل صفائی سے خالی نہ تھا میں اُس جگہ اُترا اور گکھروں سے پوچھا کہ اس تال کا عمق کس قدر ہے تو اُنہوں نے جواب مشخص نہ دیا اور بیان کیا کہ باپ دادا سے سنتے چلے آئے ہیں کہ اس پانی میں نہنگ ہوتے ہیں اور جو جانور پانی میں جاتے ہیں زخمی و مجروح باہر نکلتے ہیں اس سبب سے کسی کو اس پانی میں جانے کی جرات نہیں ہوتی میں نے حکم دیا کہ ایک گوسفند اس تال میں چھوڑی جائے وہ تمام حوض میں تیر کر باہر نکل آئی پھر میں نے ایک فراش کو تیرنے کا حکم دیا وہ بھی تیر کر سالم نکلا اس سے معلوم ہوا کہ گکھروں نے جو کہا اُس کی کچھ اصل نہ تھی۔ اس تال کا عرض ایک تیر انداز کی برابر ہوگا۔ دوشنبہ دہم موضع خربوزہ میں منزل ہوئی پہلے زمانہ میں یہاں گکھروں نے ایک

گنبد بنایا تھا اور وہاں آنے جانے والوں سے باج لیتے تھے اس گنبد کا اندام خربوزہ سے مشابہت رکھتا تھا اسلیے اُس کا نام ہی مشہور ہو گیا - سہ شنبہ یازدہم کو کالا پانی میں آیا اس منزل میں ایک کوتل ہے جس کا نام مارگلہ ہے ہندی میں مار کے معنی زدن کے ہیں اور گلہ کے معنی قافلہ کے یہاں قافلے مارجاتے تھے اسلیے اُس کو مارگلہ کہتے تھے گکھروں کی ولایت یہاں تک ہے - یہ جماعت عجب حیوان صفت ہے ہمیشہ آپس میں لڑتی رہتی ہے ہرچند میں نے چاہا کہ اس میں رفع نزاع ہو مگر کچھ فائدہ نہوا -

جان جاہل بسختی ارزانی (جاہل کی جان سختی کے زمانہ میں بڑی سستی ہوتی ہے)

روز چہار شنبہ دوازدہم حسن ابدال میں منزل ہوئی - شرق رویہ ایک کوس پر آبشار ہے جس کا پانی بڑی تندی سے گرتا ہے - کابل کی راہ میں اُس کی برابر کوئی آبشار نہیں ہے کشمیر کی راہ میں اس قسم کے دو تین آبشار ہیں - اس آبشار کا جو آب گیر منبع ہے اُسکے درمیان راجہ مان سنگہ نے ایک مختصر عمارت بنائی تھی - اس آب گیر میں آدہ اور پاؤ گز لمبی مچھلیاں بہت سی ہیں اس دلکش مقام میں تین روز توقف ہوا اور اپنے مقربوں کے ساتھ شراب پی اور مچھلی کا شکار کھیلا - اب تک میں نے سفرہ جال جس کو ہندی میں بھنور جال کہتے ہیں دریا میں نہیں لگایا تھا اس کا لگانا مشکل سے خالی نہیں اسکو میں نے اپنے ہاتھ سے ڈالا اور دس بارہ مچھلیاں پکڑیں اور پھر اُنکی ناک میں موتی ڈالکر چھوڑ دیا - یہاں کے متوطنوں اور مورخوں سے حسن ابدال کا حال کچھہ معلوم ہوا جس سے پوچھا اُس نے مشخص جواب نہیں دیا - یہاں سب سے زیادہ مشہور جگہ وہ ہے جہاں دامن کوہچہ سے ایک چشمہ جاری ہے اس کا پانی نہایت صاف ہے اور حلاوت و لطافت ایسی رکھتا ہے کہ حضرت امیر خسرو کا یہ شعر اُس پر صادق آتا ہے ؎

درتہ آبش از صفا ریگ خرد   کور تواند بدل شب شمرد

یہاں خواجہ شمس الدین محمد خوافی نے جو والد بزرگوار کا وزیر مدتوں تک رہا ہے ایک صفہ بنایا اور اُس کے درمیان ایک حوض بنایا جس میں چشمہ کا پانی آتا ہے اور زراعات و باغات

میں صرف ہوتا ہی - اس صفہ کے کنارہ پر ایک گنبد اپنے مدفن کے لیے بنایا تھا مگر بحسب
اتفاق یہ جگہ اُس کو نصیب نہوئی - حکیم ابوالفتح گیلانی اور اُس کا بھائی حکیم ہمام میرے
باپ کے بڑے مقرب تھے یہاں مدفون ہیں - پانز دہم کوامردی میں منزل ہوئی یہاں
ایک عجب سبزہ زار یک دستی دیکھا - جس میں اصلا تبدی اور پستی نہیں - اس موضع میں
اور اُس کے حوالی میں سات آٹھ ہزار خانوار کھاترا ور دلازاک کے متوطن ہیں وہ طرح
طرح کے فساد و تعدی و رہزنی کرتے ہیں میں نے حکم دیا کہ ان حدود اور اٹک کی سرکار
ظفر خاں پسر زین خاں کو سپرد ہو اور جب تک کہ میں کابل سے مراجعت کروں تمام دلازاکوں
کو لاہور کی طرف وہ بھیجدے اور کھاتوروں کے سرداروں کو پکڑ کر محبوس و مقید
کرے روز دوشنبہ ہفدہم یک منزل درمیان قلعہ اٹک میں دریاے نیلاب کے کنارہ پر
نزول ہوا - اس منزل میں مہابت خاں کو منصب دو ہزار پانصدی ملا - یہ قلعہ والد ماجد
نے بنوایا تھا اور خواجہ شمس الدین کے اہتمام سے اس کی تعمیر تمام ہوئی تھی یہ ایک مستحکم قلعہ ہی
دریاے نیلاب طغیانی پر تھا - اٹھارہ کشتیوں کا پل بندھا تو لشکر نے سہولت سے عبور کیا امیرالامرا
ایسا ضعیف اور بیمار تھا کہ میں نے اٹک میں اس کو چھوڑا اور بخشیوں کو حکم دیا کہ کابل کی
ولایت لشکر عظیم کی برداشت نہیں کرسکتی سوائے نزدیکوں اور مقربوں کے کوئی دریا سے
عبور نہ کرے وہ میری معاودت تک اٹک میں ہیں اور چہار شنبہ نوزدہم شاہزادوں اور چند
خاصوں کو ساتھ لیکر جالہ پر سوار ہو کر آب نیلاب سے سلامت گزرا (نیلاب ایک قصبہ تھا
جس کے سبب سے اس دریا کا نام بدل گیا نیلاب اٹک مشہور ہوا) شمال مشرق سے نیچے کی طرف
اسکو ابیاسیں کہتے ہیں اور کالاباغ سے اٹک تک اُسکو اٹک کہتے ہیں اور اُس کے ہمسایہ
کے ہندو سندہ کہتے ہیں اسلیئے کہ اُنھوں نے اپنے دہرم شاستر میں یہی نام پڑھا ہی) اور
دریائے کامہ کے کنارہ پر فروکش ہوا - یہ دریا جلال آباد کے نیچے بہتا ہی (دریاے کامہ کی
وجہ تسمیہ یہ ہی کہ جلال آباد کے محاذی ایک قطعہ کا نام یہ ہی - وہاں دریاے کابل سے
دریاے کونیر ملتا ہی) کونیر کو بھی کامہ کہتے ہیں جس کے نیچے کے حصہ کو جہانگیر نے کامہ لکھا ہی

اُسکو اب اکثر لنڈی مالنڈ کہتے ہیں۔ پنجکورہ کے ملک سے لنڈی نکلتی ہے اور تقریباً جنوب میں
بھر کر پشاور کے سامنے دریا کابل میں ملتی ہے۔ جلال آباد سے پشاور تک اُسکو کامہ کہتے ہیں
اجالہ کو بانس اور خس سے ترتیب دیتے ہیں اور اُس کی تہ میں ہوا سے بھری مشکیں باندہتے
ہیں اس ولایت میں اُسکو شال کہتے ہیں جن دریاؤں اور پانیوں میں پتھر ہوتے اُن میں
وہ کشتیوں سے زیادہ امین ہوتی ہیں۔ بارہ ہزار روپیہ شریف آملی اور اس جماعت
کو جو لاہور میں متعین تھے دے گئے کہ فقرا میں تقسیم کریں اور عبدالرزاق معموری اور
بہاریداس بخشی احدیان کو حکم ہوا کہ جو جماعت ظفر خاں کے ساتھ چھوڑی گئی ہے اسکے لیے
سامان تیار کرکے روانہ کریں یہاں سے ایک منزل درمیان سرائے بارہ میں منزل ہوئی
سرائے بارہ کے مقابل میں آب کامہ کے اس طرف ایک قلعہ زین خاں کوکہ نے اسوقت
بنایا تھا کہ وہ یوسف زئی افغانوں کے استیصال کے واسطے گیا تھا اور اُس کو نوشہر سے موسوم
کیا تھا اور اُس میں پچاس ہزار روپیہ کے قریب خرچ ہوا تھا۔ کہتے ہیں حضرت ہمایوں
نے اس سرزمین میں گورخر کا شکار کھیلا تھا اور میں نے اپنے باپ سے سنا کہ اُس نے
اپنے باپ کے ساتھ دو تین مرتبہ اس شکار کا تماشا دیکھا تھا روز پنجشنبہ بست و پنجم
سرائے دولت آباد میں فروکش ہوا۔ احمد بیگ کابلی جاگیر دار پرشاور یوسف زئی
اور غوریہ خیل کے ملکوں کو ساتھ لیکر میری ملازمت میں آیا۔ احمد بیگ کی خدمت مستحسن
نہیں معلوم ہوئی اُسکو بدل دیا اور شیر خاں افغان کو یہ ولایت عنایت کی چہارشنبہ
بست و ششم باغ سردار خاں میں کہ حوالی پرشاور میں ہے منزل ہوئی ان نواح میں جوگیوں کے مشہور معبد
گور کہتری کی سیر اس خیال سے کی کہ شاید کوئی فقیر نظر آئے کہ اُس کی صحبت سے
فیضیاب ہوں مگر فقیر تو حکم عنقا اور کیمیا کا رکہتا ہے۔ ایک گلہ بیگی بے معرفت نظر آیا
جس کے دیکھنے سے تیرگی کے سوا کچھہ نہیں حاصل ہوا روز پنجشنبہ بست و ہفتم کو
جمرود میں نزول ہوا۔ روز جمعہ بست و ہشتم کو کوتل خیبر میں آیا اور علی مسجد میں منزل
ہوئی سہ شنبہ بست و نہم کو کوتل ماریچ سے گزر کر غریب خانہ میں اُترا سہ شنبہ

ایسا ول ہیں کہ دریا کے کنارہ پر واقع ہی منزل ہوئی دریا کے اس طرف ایک پہاڑ ہی کہ
اصلا درخت وسبزہ وہاں نہیں ہوتا اس لیے اُس کو کوہ بے دولت کہتے ہیں والد ماجد سے
میں نے سنا کہ ایسے پہاڑوں میں معدن طلا ہوتی ہی امیر الامرا کو مالی اور ملکی خدمات بسر
کی تھیں اُسکی بیماری کو امتداد ہوا اور اُس کی طبیعت پر نسیان ایسا غالب ہوا کہ جو ایک
ساعت مقرر میں مذکور ہوتا وہ دوسری ساعت میں بھول جاتا اور روز بروز یہ نسیان
زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ وزارت کی خدمت آصف خاں کو عنایت ہوئی رود خانہ میں ایک
سنگ سفید تھا میں نے حکم دیا کہ اُسکو فیل کی صورت میں تراش کر اُسکی سینہ میں یہ مصرع
جو تاریخ ہجری کے مطابق ہی نقش کیا جائے۔ سنگی سفید فیل جہانگیر بادشاہ۔ ۲۴ صفر کو
کلیان پسر راجہ بکرماجیت گجرات سے آیا اور اس حرام زادہ مفسد کے مقدمات غیر مکرر میں نے
سنے تھے ایک اُن میں سے یہ تھا کہ کسی مسلمان لولی عورت کو اُس نے اپنے گھر میں ڈال لیا تھا
اور اس لیے کہ اُس مقدمہ کی شہرت نہو اُسکے ماں باپوں کو مار کر اُنکو اپنے گھر میں گور میں
دفن کر دیا تھا اول اُس کو قید کیا اور تحقیق کے بعد حکم دیا کہ اول اُس کی زبان کاٹی جائے
اور دائم الحبس رہی اور سگ بانوں اور حلال خوروں کے ساتھ کھانا کھلایا جائے۔ پھر سرخاب میں
بعد اُسکے جگدلک میں منزل ہوئی۔ یہاں چوب بلوت دیکھیں جس سے بہتر کوئی لکڑی جلانے
کے لیے نہیں ہوتی۔ آب باریک میں پھر پورت بادشاہ میں منزلیں ہوئیں اور پھر بگرام میں اس
منزل میں ایک ابلق جانور بشکل موش پران جس کو ہندی میں گلہری کہتے ہیں مجھے دکھایا گیا
اور لوگوں نے کہا کہ جس گھر میں یہ جانور رہتا ہی اُسکے پاس چوہا نہیں پھٹکتا اسلیے اُس کو میر
موشاں کہتے ہیں میں نے ابتک اپنی عمر میں اُسے دیکھا نہ تھا مصوروں کو حکم دیا کہ اُسکی شبیہ
کھینچیں۔ وہ راسو سے بہت بڑا ہوتا ہی اور اُسکی صورت بلی سے مشابہ بہت رکھتی ہی۔
احمد بیگ خاں افغان کو بنگش کی تنبیہ وتادیب کے لیے تعین کیا اور عبد الرزاق معموری
کو جو اٹک میں تھا حکم دیا کہ دھند اس پسر راجہ بکرماجیت کی تحویلداری میں دولاکھہ روپیہ ہمراہ
کرے کہ لشکر مذکور کی کو یکیوں میں تقسیم کرے اور ہزار برقنداز بھی اس لشکر کی ہمراہی کے لیے

امیر الامرا

فیل سنگی

موش پران

مقرر ہوے۔ شیخ عبدالرحمن ولد شیخ ابوالفضل کو منصب دو ہزاری ذات اور ہزار و پانصد سوار
اور فضل خانی کا خطاب مرحمت ہوا اور پندرہ ہزار روپیہ عرب خاں کو دیا گیا اور قلعہ بیش بلاغ
کی مرمت کے واسطے بیس ہزار اور اُس کی تحویل میں دیا گیا اور دلاور خاں افغان کو سرکار
حاجیپور مرحمت ہوئی سہ شنبہ ہیزدہم پل مستان سے باغ شہر آرا تک جہاں میرا لشکر اُترا دو رویہ
فقرا اور محتاجوں پر روپے اُٹھنیاں چونیاں بکھیرے گئے اور میں باغ مذکور میں داخل ہوا
اس باغ کے درمیان ایک چار گز کے قریب عریض جوئے تھی میں نے اپنے ہم سالوں
اور ہم سنوں سے کہا کہ اس ندی پر سے پھلانگیں اکثر نہ پھلانگ سکے اُس کے اندر یا کنارہ پر
گر پڑے میں بھی پھلانگا مگر چستی و چالاکی سے کہ بیس سال کی عمر میں اپنے باپ کے سامنے
پھلانگا تھا۔ اب چالیس برس کی عمر میں نہ پھلانگ سکا۔ اسی دن کابل کے سات باغوں
میں جو مشہور ہیں پیادہ پا پھرا۔ ایک قطعہ زمین اُس کے مالکوں سے خرید کر کے ایک باغ
لگوایا اور اُس کا نام جہاں آرا رکھا اور بارہ آدمیوں کو حکم دیا کہ جب تک میں کابل میں رہوں
ہر پنجشنبہ کو ایک ہزار روپیہ فقرا میں تقسیم کیا کریں اور یہ بھی حکم دیا کہ کنار جوئے پر جو دو چنار
وسط باغ میں واقع ہیں ایک کو فرخ بخش اور دوسرے کو سایہ بخش کہا کریں اور سفید سنگ
کے پارچہ کو کہ ایک گز طول میں اور پون گز عرض میں ہو نصب کریں اور ایک طرف میرا
نام اور صاحب قرانی کا نام اُس پر نقش کریں اور دوسری طرف یہ لکھیں کہ زکات و
خراجات کابل را بالتمام بخشیدم ہر کس از اولاد و اعقاب ما خلاف ایں عمل نماید بغضب
و سخط الٰہی گرفتار آید۔ میرے جلوس تک یہ اخراجات معمول و مستمر تھے ہر سال اس وجہ سے
بندگان خدا سے بہت روپیہ لیا جاتا تھا۔ میری سلطنت کے زمانہ میں یہ بدعت رفع
ہوئی اور میرے آنے سے کابل میں یہ تخفیف اور رفاہیت رعایا کے حال میں ہوئی اور
غزنین کے رئیسوں و ملکوں کو خلعت ملے اور اُن کے مطالب و مقاصد حسب دلخواہ برآمد
ہوئے۔ میں نے حکم دیا کہ سنگ مذکور پر روز پنجشنبہ ہیزدہم صفر کندہ کیا جائے کہ یہ
شہر کابل میں میرے آنے کی تاریخ تھی اور تاریخ ہجری کے مطابق تھی کابل کے جنوب رویہ

دامن کوہ میں ایک تخت تھا جو تخت شاہ مشہور تھا اُس کے قریب ایک صفہ پتھر میں سے تراش کر بنایا تھا جسپر حضرت فردوس مکانی بیٹھکر شراب نوشجان کرتے تھے اس سنگ کے ایک کونہ میں ایک حوض بنایا تھا جس میں دو من ہندوستانی شراب آتی تھی اور دیوار صفہ پر یہ عبارت کندہ کرائی تھی کہ تخت گاہ بادشاہ عالم پناہ ظہیر الدین محمد بابر ابن عمر شیخ گورگان خلد اللہ ملکہ نے سنہ ۹۱۴ میں بنوایا میں نے حکم دیا کہ اس صفہ کے برابر ایک اور تخت بنایا جائے حوضچہ اُسکے کنارہ پر پہلے حوضچہ کی وضع پر بنایا جائے اور میرا نام صاحبقرانی کے نام کے ساتھ کندہ ہو میں اس تخت پر بیٹھا اور دونوں حوضچوں کو شراب سے بھر دیا اور جتنے ملازم میرے ساتھ آئے سب کو شراب پلائی۔ ایک شاعر نے یہ تاریخ کہی۔ بادشاہ بلاد ہفت اقلیم۔ اسکو بھی کندہ کرانے کا حکم دیا۔

کابل کے احوال دریافت کرنے کے لیے واقعات بابری میرے مطالعہ میں رہتی تھی وہ ساری سواء ساڑھے چار جز کے حضرت بابر کے دست مبارک کی لکھی ہوئی تھی۔ سو میں نے اپنے ہاتھ سے ان چاروں جزوں کو لکھا اور ان اجزائے کے آخر میں ایسی ترکی عبارت لکھی جس سے معلوم ہو کہ میں نے یہ اجزا لکھے ہیں باوجودیکہ میں ہندوستان میں بڑا ہوا ہوں لیکن ترکی زبان کے بولنے اور لکھنے سے عاری نہیں ہوں۔

سوم ربیع الاول کو خیابان میں گھوڑوں پر امیروں اور شاہزادوں کو سوار کرکے گھوڑ دوڑ کرائی اسپ کرنگ عربی کہ عادل خاں والی بیجاپور نے بھیجا تھا وہ سب گھوڑوں پر سبقت لے گیا ۔ارادہ ہوا کہ شاہ بیگ خاں کو کابل سپرد کرکے ہندوستان کو روانہ ہوں۔ راجہ نرسنگہ دیو کی عرضداشت آئی کہ میں نے اپنے برادرزادہ کو کہ فتنہ انگیزی کرتا تھا پکڑ لیا اور اُسکے آدمیوں کو قتل کیا۔ قلعہ گوالیار میں اُس کے قید کرنے کا حکم میں نے دیا۔

۱۲ صفر کو میں نے خسرو کو بلا کر اُسکے پانوں سے بیڑیاں اتروائیں اور شہر آرا باغ کی سیر کی اجازت دی۔ مہر پدری نے نہ مانا کہ میں اُس کو باغ کی سیر سے محروم کروں۔ خسرو سے اعمال ناشائستہ مکرر ظہور میں آئے تھے اور ہزار طرح کی عقوبت کا مستحق وہ تھا مگر مہر پدری نے

واقعات بابری

شاہزادہ خسرو

اجازت نہیں دی کہ میں اُسکی جان کا قصد کروں باوجودیکہ قانون سلطنت اور طریقہ جہانداری میں ایسے امور میں مراعات کرنی ناپسندیدہ ہی اُس کی تقصیرات سے چشم پوشی کی اور اُسکو نہایت آسودگی اور رفاہیت میں نگہبانی کی معلوم ہوا کہ اُسنے بعض اوباش نا عاقبت اندیشوں کے پاس آدمی بھیجے اور اُنکو فساد کی اور میرے مارنے کی ترغیب دی اور وعدونکا امیدوار کیا۔ ایک جماعت تیرہ روزگار کوتاہ فکر نے آپس میں اتفاق کرکے یہ چاہا کہ جب میں کابل میں اور اُسکی اطراف میں شکار کرنے جاؤں تو وہ میرا شکار کریں۔ مگر اللہ تعالیٰ کا کرم وحفظ بادشاہوں کا حافظ و پاسبان ہوتا ہی اسلیے وہ اس بات کو نہ کر سکے۔ جس دن کہ میں خاب میں اُترا تھا۔ اس جماعت میں سے ایک آدمی سر کھولے ہوئے خواجہ ویسی دیوان شاہزادہ خرم پاس آیا اور اُس نے کہا کہ خسرو کے فساد پیدا کرنے سے فتح اللہ پسر حکیم ابوالفتح ونورالدین پسر غیاث الدین علی آصف خاں و شریف پسر اعتماد الدولہ پانسو آدمیوں کے قریب بادشاہ کے قتل کرنے کے لیے فرصت طلب و قابو جو ہیں خواجہ ویسی نے اس بات کو سنتے ہی شاہزادہ خرم سے کہا خرم بیتاب ہوکر میرے پاس دوڑا آیا اور یہ ماجرا سنایا میں نے خرم کو دعائے برخورداری دی اور اس کے درپے ہوا کہ ان سب کوتاہ اندیشوں کو گرفتار کرکے طرح طرح کی عقوبت دوں اور سیاست کروں پھر میرے دل میں آیا کہ میں برسر سفر ہوں اور اس گرفتاری سے لشکر کی شورش اور برہم خوردگی ہوگی اسلیئے میں نے فساد و فتنے کے سرداروں کو حکم دیا کہ گرفتار کیے جائیں فتح اللہ کو مقید و محبوس کرکے معتمدوں کے حوالہ کیا اور نامی بے سعادتوں کو مع تین چار بڑے سیاہ رویوں کے قتل کرایا۔

جہانگیر پاس آگرہ سے اسلام خاں کی عرضداشت آئی جس میں جہانگیر قلی خاں کا خط ملفوف تھا۔ اُس میں لکھا تھا کہ سوم صفر کو بعد ایک پہر کے قطب الدین خاں کو بردوان علاقہ بنگالہ میں علی قلی خاں استاجلو نے زخمی کیا اور وہ آدھی رات کو مرگیا اور اُسکے ہمراہیوں نے قاتل کو مار ڈالا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ علی قلی مذکور شاہ اسمٰعیل والی ایران پسر شاہ طہماسپ کا سفرہ چی تھا وہ قندہار کی راہ سے ہندوستان میں آیا اور ملتان میں خانخاناں سے ملا۔ بوٹھٹہ کی طرف جاتا تھا۔ خانخانان نے اُس کو غائبانہ

شیر افگن خاں شوہر نورجہاں کا مرنا

بندہ ہائے درگاہ کی سلک مین منتظم کیا اور اُس نے ٹھٹہ کی مہم میں خدمات پسندیدہ کیں۔
خانخاناں نے مہم سے مراجعت کرکے بادشاہ سے اُس کی حسن خدمات کا ذکر کرکے ایک مناسب
منصب اُس کو دلوایا اور اُنہی زمانہ میں میرزا غیاث الدین بیگ کی بیٹی مہرالنسا کا نکاح
اُس سے ہو گیا۔ جب شہنشاہ اکبر دکن کی طرف متوجہ ہوا اور شاہزادہ سلیم رانا
کی استیصال کے لیے بھیجا گیا تو علی قلی بیگ اُس کی کمک کے لیے مقرر ہوا سلیم نے
اُس کے حال پر التفات کرکے شیرافگن کا خطاب دیا۔ جب بادشاہ ہوا تو اس کو صوبہ
بنگال میں جاگیر دی۔ جب جہانگیر کو معلوم ہوا کہ اُس کی طبیعت فتنہ جوئی اور شورش
طلبی پر مائل ہی تو قطب الدین خاں کو جب بنگال کا صاحب صوبہ بنا کے رخصت کیا
اشارہ کر دیا کہ اگر شیرافگن خیرخواہ و دولت خواہ ہو تو اس کو بحال خود رہنے دینا ورنہ
اُسکو درگاہ والا مین روانہ کرنا اور اگر آنے میں وہ تعلل کرے تو اُس کو سزا دینا۔ اتفاقاً
قطب الدین خاں اُس کے طرز سلوک اور معاش سے بدمظنہ ہوا ہر چند اس کو بلوایا مگر
وہ نہ آیا۔ دوراز کار عذر کرتا رہا۔ اور نادرست اندیشے کرنے لگا۔ قطب الدین خاں نے
حقیقت حال کو بادشاہ سے عرض کیا تو فرمان صادر ہوا کہ شیرافگن کو ہمارے پاس
وہ بھیجدے اگر اس کے اطوار اور خیالات باطل معلوم ہوں تو اسکو کردار ناہنجار کی سزا دے
اس فرمان کے آتے ہی قطب الدین خاں بے توقف و تامل جریدہ ایلغار کرکے بردوان
میں جو شیرافگن کے یتول میں مقرر تھی پہنچا۔ جب اُسکو قطب الدین خاں کے آنے کی
اطلاع ہوئی تو وہ اس کے استیصال کے لیے جریدہ دو نوکروں کے ساتھ آیا ملاقات
کے وقت آدمیوں نے ہجوم کرکے اسکو گھیر لیا۔ تو اُس نے کہا کہ یہ کیا طرز توزک
اور سلوک کی ہی۔ قطب خاں نے آدمیوں کو منع کر دیا اور تنہا اُس سے باتیں
کرنے لگا۔ شیرافگن خاں اُس کے تیوروں سے پہچان گیا کہ غدر کا ارادہ ہے۔
اسلیے اُس نے اُس سے پہلے کہ کوئی اس پر وار کرے قطب خاں کے پیٹ میں ایسا
تلوار کا زخم کاری لگایا کہ ساری آنتیں اُس کی نکل پڑیں قطب الدین خاں دونو

ہاتھوں سے پیٹ پکڑ کر چلایا کہ حرام خور کو جانے نہ دینا۔ پیر خاں کشمیری نے کہ اُس کے غلاموں میں تھا اور شجاعت و جلاوت رکھتا تھا گھوڑا دوڑا کر شیر افگن کے سر پر تلوار لگائی۔ شیر افگن خاں نے اُس کے ایک تلوار ماری جس سے اُس کا کام تمام ہوا۔ پھر قطب الدین خاں کے آدمیوں نے گھیر کر اُس کو مار ڈالا۔ اقبال نامہ جہانگیری اور توزک جہانگیری میں تو یہ حال لکھا ہے۔ مگر اور مورخ جو اس واقعہ کا سبب تبلاتے ہیں وہ آگے ہم لکھیں گے گو وہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔

۲۔ ذی الحجہ ۱۰۱۶ھ مطابق غرہ ماہ فروری کو نوروز ہوا۔ اور آگرہ سے پانچ کوس پر موضع رنکتہ میں مجلس نوروز منعقد ہوئی۔ میرے والد کا مقبرہ بر سر راہ واقع تھا میں نے یہ خیال کر کے کہ اگر اب اُس کی زیارت کو جاتا ہوں تو کوتہ اندیش یہ خیال کرینگے کہ میں باپ کی قبر کی زیارت کو اس سبب سے گیا کہ وہ راہ میں تھا۔ اسلئے میں نے یہ قرار دیا کہ اس دفعہ میں آگرہ میں جا کر وہاں سے زیارت کی نیت کر کے پیادہ پا مقبرہ پر آؤں جو شہر سے ڈہائی کوس ہے۔

۵۔ ذی الحجہ کو میں آگرہ میں اپنی دولت سرائے میں کہ قلعہ کے اندر تھی داخل ہوا۔ راہ میں پانچہزار روپیہ اُن فقیروں میں تقسیم کیا جو راہ میں دورویہ کھڑے تھے۔ اُس دن راجہ نرسنگہ دیو نے ایک سفید چیتہ لا کر پیش کیا اگرچہ چرند و پرند کی انواع حیوانات میں جنس سفید پیدا ہوتی ہے جس کو طوطقان کہتے ہیں لیکن ابتک سفید چیتا نظر نہ آیا تھا۔ اس کے خال کہ سیاہ ہوتے ہیں نیلہ رنگ تھے اور اُس کی سفیدی بدن بھی کچھ نلاہٹ رکھتی تھی۔

۸۔ محرم ۱۰۱۷ھ جلال الدین مسعود کہ منصب چارصدی ذات کا رکھتا اور مردانگی سے خالی نہ تہا۔ چند معرکوں میں بڑے کام دکہا چکا تھا مگر خبط سے خالی نہ تھا۔ پچاس یا ساٹھ برس کی عمر میں مرض اسہال سے مر گیا۔ اُس کی ماں پنیر کی طرح افیوں کو ریزہ ریزہ کر کے اُسکو کھلایا کرتی تھی۔ جب اُس کے مرض نے قوت پکڑی اور مرنے کے آثار ظاہر ہوئے تو اُسکی ماں نے نہایت محبت سے اس افیوں کو جو روز بیٹے کو کھلاتی اندازہ سے زیادہ کھلا دی جس کے ایک دو ساعت کے بعد بیٹا مر گیا۔ اسقدر محبت کسی ماں کی بیٹے کے ساتھ

نوروز سوم ۱۰۱۷ھ

سفید چیتہ

جلال الدین مسعود کا ماں کی محبت سے افیون دینا

سننے میں نہیں آئی - ہندوؤں میں رسم ہو کہ خاوندوں کے مرنے کے بعد عورتیں ستی ہوتی ہیں وہ
خواہ محبت کے سبب سے خواہ باپ کی حفظِ ناموس اور خویشوں کی شرم کے سبب سے اپنے تئیں جلاتی
ہیں مگر مسلمانوں اور ہندوؤں کی ماؤں سے ایسے کام ظہور میں نہیں آتے پانزدہم ماہ مذکور کو
ایک گھوڑا جو سب گھوڑوں میں اچھا تھا ازروے عنایت راجہ مان سنگھ کو بادشاہ نے مرحمت
کیا وہ اس گھوڑے کے لینے سے ایسا خوش ہوا کہ اگر اُسکو بادشاہ ایک مملکت دیتا تو وہ ایسا
خوش نہوتا - شانزدہم کو راجہ مانسنگھ کے پسر کلاں جگت سنگھ کی بیٹی کی جہانگیر نے درخواست
کی تھی اُسکی ساچق میں اسّی ہزار روپیہ بھیجا - مقرب خاں نے بندر کھنبائت سے پردہ فرنگی
ارسال کیا اب تک جہانگیر نے اُس کی برابر فرنگی مصوروں کا کام نہیں دیکھا تھا - چہارم
ربیع الاول کو دختر جگت سنگھ داخل محل ہوئی اور حضرت مریم زمانی کے محل میں مجلس عقد
نکاح منعقد ہوئی اور راجہ مانسنگھ نے ساٹھ زنجیر فیل جہیز میں سوا اور چیزوں کے دیئے چونکہ
جہانگیر کو رانا کا رفع دفع کرنا پیشِ نہادِ ہمت تھا تو اُس نے مہابت خاں کو بھیجا - بارہ ہزار
سوار مکمل کار دیدہ افسروں کے ساتھ اُس کے ہمراہ کیے سوا اُن کے پانسو نفر احدی
اور دو ہزار برقنداز پیادہ مع توپخانہ کے جس میں ستر توپ گجنال و شترنال و ساٹھ زنجیر
فیل تھے اس خدمت کے لیے مقرر کیے اور خزانہ سے بیس لاکھ روپیہ ملنے کا حکم دیا کہ وہ
ہمیشہ اُس کے ساتھ رہے -

خانخاناں کہ بادشاہ کا اتالیق تھا وہ یہ نہیں جانتا کہ پاؤں آیا ہوں یا سر کے بل مضطربانہ
وہ بادشاہ کے قدموں میں گرا - بادشاہ نے اسکا سر اپنے پاؤں پر سے اُٹھایا اور مرحمت
و مہربانی سے اُس کو گلے لگایا اور اُس کے منہ پر بوسہ دیا اُس نے دو تسبیحیں موتیوں
کی اور چند قطعہ لعل اور زمرد کے پیشکش میں گزرانے جواہر مذکور کی قیمت تین لاکھ روپیہ تھی
اور سوا اس کے ہر جنس اور ہر متاع میں سے بہت کچھ اُس نے نذریں دیں - باپ کے
بعد اُس کے بیٹے آئے کہ اُنھوں نے پچیس ہزار روپیہ اور خانخاناں نے نوے ہاتھی
پیشکش میں دیئے - بست دوم کو آصف خاں نے ایک لعل جو سات ٹانک کا

وزن میں تھا۔ بادشاہ کی نذر میں دیا اُس کے بھائی ابوالقاسم خاں نے پچھتر ہزار روپیہ کو خریدا تھا نہایت خوش رنگ اور خوش اندام تھا لیکن بادشاہ کے نزدیک وہ ساٹھ ہزار روپیہ سے زیادہ قیمت کا نہ تھا۔

آصف خاں

ایک مادہ آہو شیردار بادشاہ پاس لائے وہ چار سیر روز دودھ دیتی تھی ایسی ہرنی بادشاہ نے نہ کبھی دیکھی تھی نہ سُنی تھی ہرنی کے دودھ کے اور گائے بھینس کے دودھ کے مزوں میں کچھ فرق نہ تھا ضیق النفس کے لیے ہرنی کا دودھ مفید ہی۔ راجہ مانسنگہ نے جو لشکر دکن کے سرانجام کرنے کی خدمت کے لیے متعین ہوا تھا اپنے وطن جانے کی رخصت طلب کی بادشاہ نے فیل خاصہ ہشیار مست نام اُسکو عنایت کیا خانخاناں متعہد ہوا کہ وہ ولایت نظام الملکیہ کو جس میں شہنشاہ اکبر کی وفات کے سبب سے بعض فتور آگئے صاف کردوں گا اور لکھہ دیا کہ اگر دو سال میں اس خدمت کو میں انصرام نہ دوں تو مجرم ٹھیروں مگر شرط یہی ہی کہ سوا اس لشکر کے جو اس صوبہ میں متعین ہی اور بارہ ہزار سوار اور خزانہ سے دس لاکھہ روپیہ عنایت ہو۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ لشکر و خزانہ کا سامان بہت جلد کرکے وہ روانہ کیا جائے۔

آہوی شیردار

راجہ مانسنگہ و خانخاناں

ہندوستان میں خصوصًا ولایت سلہٹ میں کہ توابع بنگالہ سے ہی قدیم رسم چلی آتی تھی کہ رعایا اور آدمی وہاں بعض اپنے بیٹوں کو خواجہ سرا بنا کے مال واجبی کے عوض میں حکام کو دیتے تھے اور اس رسم نے رفتہ رفتہ اور ولایتوں میں بھی سرایت کی تھی۔ ہر سال بہت سے لڑکے ضائع اور مقطوع النسل ہوتے تھے اور اس عمل نے ایک عام رواج پایا تھا ان دنوں میں بادشاہ نے حکم دیا کہ کوئی اس امر قبیح پر قیام و اقدام نکرے خرد سال خواجہ سرایوں کی خرید و فروخت بالکل موقوف کردیجائے اسلام خاں اور اور حکام صوبہ بنگالہ کو فرمان صادر ہوے کہ جو شخص اس کام کا مرتکب ہو اُس کی تنبیہ و سیاست کریں۔ جس شخص کے پاس خواجہ سرائے خرد سال ہو اس کو چھین لے اب تک کسی سلاطین سابق کو یہ توفیق نہیں ہوئی تھی کہ خواجہ سرا کی خرید و فروخت منع ہو گی تو پھر کوئی اس ناخوش فعل کا مرتکب نہیں ہوگا اس سبب سے تھوڑے دنوں میں یہ مردود رسم برطرف ہوجائے گی۔ اس جرم کے مجرم جب بادشاہ

خواجہ سرا بنانے کی قدیم رسم کا بند ہونا

پاس آئے تو اُس نے حبس دوام کی سزا دی۔

کشن سنگھ کی ترقی

کشن سنگھ کو مہابت خاں کے ساتھ مقرر کیا تھا وہ شاہزادہ خرم کا ماموں تھا اُس نے خدمات پسندیدہ کی تھیں۔ راناکی لڑائی میں اُسکے پانوں میں برچھہ کا زخم لگا تھا اُسنے بیس نامی آدمی قتل کیے تھے اور تین ہزار آدمی اسیر وہ دوہزاری ذات کے منصب سے اور ہزار سوار کی افسری سے سرافراز ہوا۔

بادشاہ کا باپ کی قبر پر پیادہ جانا اور مقبرہ کی تعمیر کی اصلاح کرنا

جہانگیر پیادہ پا اپنے باپ کی قبر کی زیارت کو گیا اُس نے لکھا ہے کہ اگر ہوسکتا تو میں پلکوں سے اور سر کے بل زیارت کو جاتا۔ میرے باپ نے میری ولادت کے لیئے فتحپور سے اجمیر تک جو ایک سو بیس کوس ہے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مزار کی زیارت کے لیے پیادہ پا سفر کیا اگر میں بسر وچشم اس راہ کو طے کردں تو کیا بات ہے۔ میں اُس کی زیارت سے مشرف ہوا۔ مقبرہ کی عمارت جو تیار ہوئی تھی وہ میری خاطر خواہ نہ تھی مجھے اس عمارت کا ایسا بنوانا منظور نہ تھا کہ عالم کی سیر کرنے والے اُسکی برابر دنیا میں کسی عمارت کا نشان نہ دے سکیں جب اُس کی تعمیر ہو رہی تھی تو کمبخت خسرو کے سبب سے مجھے لاہور جانا پڑا۔ بدسلیقہ معماروں نے اُس کو اپنے طور پر بنا دیا۔ آخرالامر بعض تصرفات اس میں کیے گیے اور سارا روپیہ خرچ ہو گیا تین چار سال اس تعمیر میں صرف ہوئے میں نے حکم دیا کہ دوبارہ ماہر معمار صاحب وقوف اتفاق کر کے بعض جگہوں کو اس نوع پر کہ قرار پائی تھی گرا دیں رفتہ رفتہ ایک عمارت عالی سامان پذیر ہوئی اور مقبرہ کے گرد ایک باغ نہایت باصفا لگایا گیا۔..........

دروازہ نہایت بلند بنایا گیا۔ جسپر منارے سنگ سفید کے ساختہ وپرداختہ ہوئے مجملاً پندرہ لاکھ روپیہ اس عمارت میں صرف ہوا حکیم علی کے گھر میں اس حوض کے تماشے کیلئے

عجیب حوض

بادشاہ گیا کہ جس کی مثل ایک حوض لاہور میں شہنشاہ اکبر کے عہد میں بنایا گیا تھا حوض چھہ گز سے چھہ گز تھا اُسکے پہلو میں ایک خانہ بنایا تھا جو بہت روشن تھا اور اس خانہ کی راہ پانی میں سے تھی اور اس راہ سے پانی گھر میں نہیں جاتا تھا۔ دس بارہ آدمی اس حوض میں بیٹھ سکتے تھے نقد وجنس جو کچھہ حکیم علی پاس موجود تھا بادشاہ کو پیشکش میں دیا۔ اس خانہ کو بادشاہ اور اُسکے مقربوں نے

ملاحظہ کیا اور حکیم دو ہزاری منصب سے سرافراز کیا۔ مقرب خاں نے ایک تصویر بھیجی جو فرنگیوں کے عقیدہ میں تیمور صاحب قران کی شبیہ تھی جس وقت کہ ایلدرم بایزید صاحب قران کے لشکر کے ہاتھ میں گرفتار ہوا تو استنبول کے نصرانی حاکم نے ایلچی تحفے و ہدیے دیکر بھیجا اور اطاعت و بندگی کا اظہار کیا۔ اور ایلچی کے ہمراہ مصور بھی بھیجا تھا جس نے تیمور کی شبیہ کھینچی تھی۔ اگر اس دعوی کی کچھ اصل ہوتی تو کوئی چیز اس سے بہتر میرے لیے تحفہ نہوتی۔ مگر یہ تصویر تیمور کی اولاد اور فرزندوں میں سے کسی کی صورت و حلیہ سے مشابہت نہیں رکھتی۔ اس کی سچی تصویر ہونے پر میرا اطمینان خاطر نہیں ہوا۔

تصویر تیمور

چہاردہم ذی الحجہ سنہ ۱۰۱۷ مطابق ۱۱ مارچ سنہ ۱۶۰۹ نوروز ہوا۔ جشن معمولی ہوا۔ مہم رانا کا انصرام جیسا کہ ہونا چاہئے تھا مہابت خاں سے نہو سکا اس لیے بادشاہ نے اسکو اپنے پاس بلا لیا اور اس کے بجائے عبداللہ خاں کو سردار لشکر مقرر فرمایا۔ اس سال میں شہزادہ پرویز کو صوبہ دکن میں بھیجا اور لشکر دکن کی مدد خرچ کے واسطے بیس لاکھ روپیہ ساتھ کیا اور آصف خاں کو اسکا اتالیق مقرر کیا۔ اور امیر الامرا اور سرداران سپاہ شاہزادہ کی کومک کے لیے مقرر ہوئے بادشاہ سے مکرر عرض کیا گیا کہ شاہزادہ پرویز کے ساتھ جو سپاہ گئی تھی اس مہم دکن کا کام اچھی طرح نہیں چلتا۔ دکن کے دنیاداروں نے لشکر فراہم کیا ہے اور ملک عنبر کو اپنا سردار بنایا ہے اور اس سبب سے وہ بیباک پیش قدمی کرتے ہیں اور استقلال اور استکبار کا دم بھرتے ہیں۔ بادشاہ نے شاہزادہ کی کومک و مدد کے لیے خانخاناں خانجہاں کو دو ہزار سوار دیکر اور سیف خاں بارہہ و حاجی بے اوزبک اسلام اللہ عرب کو دکن روانہ کیا اور معتمد خاں کو حکم دیا کہ عبداللہ خاں کے ساتھ جو بارہ ہزار سوار رانا سے لڑنے گئے ہیں اُن میں سے چار ہزار سواروں کو لیکر نواحی اجین و منڈو میں خانجہاں پاس پہنچا دے اور خود واپس چلا آئے۔

نوروز چہارم سنہ ۱۰۱۷ انصرام مہمات رانا بمہابت خاں شاہزادہ پرویز

عبداللہ خاں کی عرضداشت بادشاہ پاس آئی کہ کوہستان میں تلب جاؤں میں رانا کا تعاقب کیا گیا اور چند ہاتھی اور اسباب اسکا چھینا گیا۔ رات ہوگئی تھی اس میں وہ اپنی جان

عبداللہ خاں و رانا

بچاکر بھاگ گیا اُسکو میں نے تنگ کر رکھا ہی عنقریب وہ گرفتار ہو جائے گا۔

جشن نوروز سنہ ۱۰

روز شنبہ ۲۴- ذی الحجہ مطابق ۱۰- مارچ سنہ ۱۶۱۱ کو برج حمل میں آفتاب نے قدم رکھا اور پرگنہ باری میں مجلس نوروزی نے بطرز آبائی ترتیب پائی۔ غرائب اتفاقات سے ملاعلی احمد مہرکن کی وفات ہی جس کی شرح یہ ہی کہ شب پنجشنبہ کو دہلی کے قوالوں کی ایک جماعت مجلس شاہی میں سرود گا تی تھی اور امیر خسرو کی اس بیت پر کہ سہ

واقعہ عجیب

ہر قوم راست راہی دینی قبلہ گاہے ۔۔۔ من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہے

سیدی خاں برسم تقلید سماع کرتا تھا۔ بادشاہ نے ملاّعلی احمد سے پوچھا کہ اس بیت کی حقیقت کیا ہی۔ اُس نے عرض کیا کہ میں نے اپنے باپ کی زبانی سنا ہی کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیا، گوشہ سر پر کلاہ کج رکھے ہوئے جمنا کے کنارہ پر کوٹھے پر بیٹھے ہوئے تھے ہندوؤں کی عبادت و پرستش کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ حضرت امیر خسرو بھی حاضر تھے شیخ نے اُن سے فرمایا کہ اس جماعت کو دیکھتے ہو اور یہ مصرعہ پڑھا کہ ہر قوم راست راہی دینی وقبلہ گاہی۔ امیر نے بے تامل مصرعۂ ثانی پڑھا کہ من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہی ملا مذکور کی زبان پر سمت کج کلاہ کے الفاظ جاری تھے کہ حال اُسکا متغیر ہوا۔ اور جان آفریں کو جان سپرد کی۔

ایک بیوہ کا انصاف

ایک بیوہ عورت نے مقرب خاں کی شکایت کی کہ میری لڑکی کو بندر کھنبایت میں اُسکے آدمی بزور بکڑ کے گھر میں لے گئے مدتوں تک اسکو اپنے گھر میں رکھا جب میں نے اپنی لڑکی کو مانگا تو کہہ دیا کہ وہ اپنی اجل معود سے مرگئی اسلیے بادشاہ نے مقدمہ کی تحقیقات کی اور بہت جستجو کے بعد یہ معلوم ہوا کہ مقرب خاں کے ملازموں میں سے ایک نے یہ تعدی کی تھی اُس کی سیاست بادشاہ نے کی اور مقرب خاں کا نصف منصب کم کیا اور اس ضعیفہ ستم رسیدہ کو مدد معاش اور خرچ راہ کے لیے مرحمت کیا۔

پٹنہ کا فساد

۱۹- ماہ اردی بہشت سنہ ۵ جلوس مطابق ۴- صفر سنہ ۱۰۲۰ کے پٹنہ میں کہ صوبہ بہار کا حاکم ہی ایک امر غریب اور حادثہ عجیب واقع ہوا- یہاں کا حاکم صوبہ افضل خان گورکھپور کو

کہ پٹنہ سے سات کوس پرہی گیا ہوا تھا یہ پرگنہ اس کو جاگیر میں تازہ ملا تھا اور وہ قلعہ اور شہر کو شیخ بنارسی اور غیاث زین خانی دیوان صوبہ کو اور منصب داروں کی ایک جماعت کو سپرد کر گیا تھا۔ اس گمان سے کہ ان حدود میں غنیم نہیں ہے اپنے قلعہ اور شہر کی حفاظت جیسی کرنی چاہیئے تھی نہیں کی اتفاقاً اوجھ کے آدمیوں میں سے ایک مجہول شخص قطب درویشوں کے لباس میں ولایت اوجنیہ میں آیا کہ نواحی پٹنہ میں واقع ہے اور یہاں کے آدمیوں سے جو مفسد مشہور ہیں آشنائی پیدا کی اور اُن سے کہا کہ میں خسرو ہوں اور بندی خانہ سے بھاگ کر ان حدود میں آیا ہوں اگر تم ہمراہ ہو کر میری امداد کرو تو کام بننے کی صورت میں میری ساری سلطنت کا مدار تمہارے ہی دم کے لیے ہوگا۔ غرض ایسی ابلہ فریب باتوں سے اُن احمقوں کو یقین دلا دیا کہ حقیقت میں وہ خسرو ہے۔ کسی وقت میں اس کی آنکھوں کی اطراف پر داغ لگایا گیا تھا اور اس کے نشان باقی تھے وہ ان گمراہوں کو دکھاتا تھا کہ بندی خانہ میں میری آنکھوں پر کٹوری باندھی گئی تھی۔ یہ نشان اُس کے ہیں غرض اس کی اس تزویر اور فریب سے سوار اور پیادوں کی جماعت اس پاس جمع ہو گئی اور یہ خبر سنکر کہ پٹنہ میں افضل خاں نہیں ہے وہ اپنی فوز عظیم سمجھکر ایلغار کرنے لگے اور اتوار کو دو تین گھنٹے دن رہے شہر میں آگئے اور قلعہ کے لینے کا ارادہ کیا۔ شیخ بنارسی کہ قلعہ میں تھا مضطربانہ قلعہ کے دروازہ پر آیا۔ غنیم جلو ریز چلا آتا تھا اُس نے قلعہ کے دروازہ بند کرنے کی فرصت نہ دی وہ غیاث کو ساتھ لیکر ایک کھڑکی سے دریا کے کنارہ پر آیا اور کشتی لیکر افضل خان پاس جانے کا قصد کیا۔ مفسد قلعہ کے اندر آئے اور افضل خاں کے مال اسباب اور خزانہ شاہی پر متصرف ہوئے اور واقع طلب آدمیوں کا مجمع اُن کے پاس ہو گیا۔ گورکھپور میں افضل خاں کو یہ خبر پہنچی اور شیخ بنارسی اور غیاث بھی اس پاس پہنچے اور شہر سے خطوط آئے کہ جو شخص اپنے تئیں خسرو کہتا ہے وہ حقیقت میں خسرو نہیں ہے۔ افضل خاں پانچویں روز میں حوالی پٹنہ میں آیا جب مفسدوں کو افضل خاں کے آنے کی خبر پہنچی تو قلعہ کو کسی اپنے معتمد کو سپرد کر کے سوار اور پیادے لیکر چار کوس پر افضل خاں سے لڑنے آئے اور دریائے پن پن پر لڑائی

ہوئی اور تھوڑی دیر لڑائی رہی کہ وہ سب پریشان ہو گئے۔ قطب چند آدمیوں کے ساتھ قلعہ کی طرف آیا افضل خاں بھی اسطرح اُس کے پیچھے آیا کہ قلعہ کے دروازہ بند کرنے کی مہلت نہ دی تو وہ افضل خاں کی حویلی میں آیا سہ پہر تک دو خورد ہوتی رہی اور تخمیناً تیس آدمی زخم تیر سے ضائع ہوئے غرض جب ہمراہی مارے گئے تو قطب نے عاجز ہو کر امان طلب کی افضل خاں پاس آیا۔ افضل خاں نے اس فساد کے مٹانے کے لیے اُسی دن اُسکو مار ڈالا اور جو ہمراہی اس کے زندہ گرفتار ہوے تھے اُنکو مقید کیا۔ یہ اخبار متواتر بادشاہ پاس جاتے تھے بادشاہ نے شیخ بنارسی وغیاث زین خانی اور اور منصبداروں کو جنھوں نے قلعہ کی حفاظت و حراست میں تقصیر کی تھی آگرہ میں طلب کیا اور سب کی داڑھی منڈوائی اور سر کے بال اُتراوئے اور چادر اُڑھائی اور گدھے پر بٹھا کر سارے شہر میں آگرہ کے گرداگرد اور بازاروں میں پھرایا تاکہ اوروں کو عبرت تنبیہ اور عبرت کا سبب ہو۔

معاملات دکن

ان دنوں میں پرویز کے اور امرا تعینات دکن کی اور وہاں کے دولت خواہوں کی عرائض متعاقب ایک دوسرے کے آئیں کہ عادل خاں بیجاپوری کی یہ التماس اور استدعا ہے کہ میر جمال الدین حسین انجو کو اُس پاس بادشاہ بھیجدے جس کے قول و فعل پر دکن کے کل دنیادار پورا اعتماد رکھتے ہیں تاکہ وہاں کی جماعت سے ملکر تفرقہ اور وحشت کو اُن کے دلسے دور کرے اور وہاں کے معاملہ کو عادل خاں کے حسب الاستصواب صورت پذیر کرے عادل خاں نے دولت خواہی و بندگی کا طریقہ اختیار کیا تھا۔ بادشاہ نے میر مذکور کو بھیجدیا وہ برہان پور میں جا کر وکلائے عادل خاں کے ہمراہ بیجاپور گیا۔ اور ۲۲ شعبان کو عادل خاں کی خدمت میں پہنچ گیا۔

۱۲۔ آبان کو خانخاناں جہانگیر پاس آیا۔ اُس کے باب میں اکثر دولت خواہوں نے مقدمات واقع اور غیر واقع اپنی فہمیدگی کے موافق عرضداشت کئے تھے اور بادشاہ کی خاطر اُس سے منحرف ہو گئی تھی اس لیے جو التفات اور عنایت کہ ہمیشہ بادشاہ اور اس کا باپ اسپر کیا کرتا تھا وہ اس بار عمل میں نہ آئی اوپر لکھا ہے کہ خانخاناں نے یہ تعہد کیا تھا کہ صوبہ دکن کی خدمات میں ایک مدت معین میں انصرام کر دونگا تو وہ دکن کی مہم عظیم میں سلطان پرویز کی خدمت

میں بھیجا گیا تھا۔ جب خانخاناں برہان پور میں آیا تو اس نے ملاحظہ وقت نکیا اور اس وقت میں
کہ حرکت نہیں کرنی چاہیے تھی سلطان پرویز کے لشکر کی رسد اور ضروریات کا سرانجام نہیں کیا
اور سلطان پرویز کو اور اُس کے لشکروں کو بالاگھاٹ دکن میں لایا اور رفتہ رفتہ سرداروں
کے نفاق اور اور ناصواب رایوں کے اختلاف سے نوبت یہانتک پہنچی کہ غلہ بدشواری
میسر ہوتا اور ایک من غلہ روپیوں کو بھی ہاتھ نہ آتا۔ سپاہ کا سارا کام مختل اور درہم ہو گیا اور
کوئی آگے نہ چل سکا اور گھوڑے اور اونٹ اور چارپائے ضائع ہوئے مصلحت وقت کے
سبب سے ایک طرح کی صلح مخالفوں سے کی گئی سلطان پرویز لشکر کو برہان پور میں الٹا لایا
جب معاملہ خوب ہوا تو یہ تفرقہ اور پریشانی دولت خواہوں کے مجموع میں خانخاناں کے نفاق
اور بے سرانجامی سے سمجھی گئی۔ اس باب میں جہانگیر پاس عرائض آئیں اگرچہ اس بات کا بادشاہ
کو مطلق باور نہوتا تھا مگر پھر بھی اس کے دل میں خدشہ تھا کہ خانجہاں کی عرضداشت پہنچی کہ
خانخاناں کے نفاق کے سبب سے یہ ساری پریشانی وقوع میں آئی یا تو بادشاہ اس خدمت کو
باستقلال اس کو پھر سپرد کر دے یا اُس کو اپنے پاس بلالے اور مجھ نواختہ و پرداختہ کو اس
خدمت پر متعین کرے اور بیس ہزار سوار بندہ کی کمک کے لیے متعین و مشخص کیے جائیں تاکہ
دو سال میں تمام ولایت شاہی کو کہ غنیم کے تصرف میں ہے مستخلص کروں اور قلعہ قندہار اور
سرحد کے اور قلعے تصرف میں لاؤں اور ولایت بیجاپور کو ممالک محروسہ کا ضمیمہ بناؤں اور اگر
اس خدمت کو مدت مذکور میں انصرام کو نہ پہنچاؤں تو سعادت کورنش سے محروم کیا جاؤں
اور اپنا منہ بندگان حضور کو نہ دکھلاؤں۔ چونکہ خانخاناں اور سرداروں کے درمیان یہ
حالت ہو گئی تھی اس لیے خانخاناں کا وہاں رکھنا بادشاہ نے مناسب نہ جانا۔ خانجہاں
کو سرداری تفویض کی اور خانخاناں کو بلالیا۔ بالفعل خانخاناں پر بادشاہ کی بے توجہی
اور بے التفاتی کرنے کی یہ وجہ تھی۔ آئندہ جو بادشاہ کی توجہ اور بے توجہی خانخاناں پر
ہوئی وہ اپنے محل پر بیان ہوگی۔

بادشاہ نے کیشوداس کو سلطان پرویز کے پاس سے بلالیا تو شہزادہ نے کیشوداس سے کہا

تومیری طرف سے بادشاہ سے عرض کرتا کہ میں اس خدائے مجازی کی خدمت میں اپنی جان وحیات کے فدا کرنے کا خواہاں ہوں کیشودا اس کا عدم و وجود کیا ہے کہ اُس کے بھیجنے میں ایستادگی کروں۔ حضور جو ہر تقریب میں میری اعتباری اور اعتمادی خدمت گاروں کو طلب کرتے ہیں وہ اوروں کی نوامیدی اور شکست خاطر کا سبب ہوتا ہے اور جناب قبلہ کی بے عنایتی پر محمول ہوتا ہے۔

جب قلعہ احمد نگر جہانگیر کے بھائی دانیال مرحوم کی سعی سے بادشاہی تصرف میں آیا تھا اور یہاں کا والی جب سے احمد نگر فتح ہوا تھا نظام الملک قلعہ گوالیار میں مقید تھا تو ملک عنبر نے نظام الملک کے سلسلہ سے ایک لڑکے کی قرابت کی نسبت قرار دیکر اس کو نظام الملک بنایا تاکہ لوگ اس کی حکومت دل وجان سے قبول کریں اور خود اپنے تئیں پیشوا بنایا اُسنے مغلوں کو کئی دفعہ شکست دی اور کوہستان دولت آباد کے نیچے کھرکی کو نظام کا دارالسلطنت بنایا۔

تاریخ حال تک احمد نگر کی حفظ وحراست خواجہ بیگ مرزا صفوی کو سپرد تھی جو شاہ طہماسپ کے خویشوں میں تھا۔ جب دکنیوں نے بہت شورش برپا کی اور انہوں نے قلعہ مذکور کا محاصرہ کیا اُسنے لوازم جانسپاری اور قلعہ داری میں تقصیر نہیں کی باوجودیکہ برہان پور میں خانخاں وامراء وسردار جمع ہوئے تھے اور پرویز کی ملازمت میں دکنیوں کی رفع دفع میں مصروف تھے لیکن رایوں کے اختلاف اور امرائے کے نفاق سے اور رسد وغلہ کی بے سرانجامی سے لشکر گراں کو جس میں بڑے بڑے کاموں کی صلاحیت تھی نامناسب راہوں اور پہاڑوں اور صعب کتلوں میں لے گئے اور تھوڑے دنوں میں پریشان وبے سامان کردیا جب نوبت یہانتک پہنچی کہ غلہ کی تنگی سے جان کونان کے عوض میں دینے لگے تو بے علاج مقصد نہ حاصل کرکے پھر آئے قلعہ احمد نگر کا لشکر جسکو اس لشکر کے امداد کی امید تھی اس خبر کو سنکر بے دل اور بے پا ہوا اور ایک بار گی جوش میں بھرا اور چاہنے لگا کہ قلعہ سے نکل گئے خواجہ بیگ مرزا کو جب اس امر کی اطلاع ہوئی تو اس نے اُسکے دلاسا دینے میں ہر چند کوشش کی مگر کچھ نتیجہ نہوا۔ آخرالامر قول وقرار کرکے وہ اپنے آدمیوں کو

ساتھ لیکر قلعہ سے باہر آیا اور برہانپور میں آنکر شہزادہ کی ملازمت کی جب اس کے آنے کی عرائض بادشاہ پاس آئیں تو معلوم ہوا کہ اُس نے تردد اور نمک حلالی میں تقصیر نہیں کی بادشاہ نے اسکو پنجہزاری ذات کے منصب پر جاگیر و تنخواہ کا اضافہ کیا۔

ملک دکن کی تسخیر کے لیے جو لشکر پرویز کی سرداری و سرکردگی میں اور خانخاناں کی سربراہی میں امرائے کلاں مثل راجہ مانسنگھ و خانجہاں و آصف خاں و امیرالامرا کی ہمراہی میں بھیجا گیا تھا اس کی مہمات کا حال یہ ہوا کہ آدھی راہ سے پھر کروہ برہانپور میں آگیا اور سب بندگان معتمد اور راست گفتار واقعہ نویسوں نے درگاہ میں عرائض بادشاہ پاس بھیجیں کہ اگرچہ اس لشکر کی برہم خوردگی اور خرابی کے بہت سے سبب وجہتیں ہیں لیکن بڑے اسباب اُس کے یہ ہیں امرا کی بے اتفاقی اور بالتخصیص خانخاناں کا نفاق اس سبب سے بادشاہ کے دل میں آیا کہ خان اعظم کو تازہ زور لشکر کے ساتھ بھیجنا چاہیئے تاکہ بعض نالائق امور و ناشائستگیوں کی تلافی و تدارک کیا جائے جو امرا کے نفاق سے وقوع میں آئی ہیں خانعالم اور فریدخاں برلاس و یوسف خاں ولد حسین خاں تکریہ اور علی خاں نیازی و بازبہادر قلماق اور منصبدارا اور دس ہزار سوار اس کی ہمراہی کے لیے متعین ہوئے اور سوا ان احدیوں کے جو لشکر میں تھے دو ہزار احدی اور ہمراہ گئے کل بارہ ہزار سوار اور تیس لاکھ روپیہ کا خزانہ اور چند حلقہ فیل ہمراہ ہوئے غرض خان اعظم اس لشکر کے ساتھ روانہ ہوا اور اس کو پانچ لاکھ روپیہ اور مددخرچ کے لیے روانہ ہوا۔ مہابت خاں کو کہ چارہزاری ذات کا منصب اور تین ہزار سوار رکھتا تھا پانسو سوار اور دیکر اس کو حکم تنہا ہی ہوا کہ اس لشکر اور خان اعظم کو برہانپور پہنچا دے اور لشکر کی برہم خوردگی کی حقیقت دریافت کرے اور خان اعظم کی سرداری کا حکم اس حدود کے امرا کو پہنچا دے اور سب کو اُس کے ساتھ متفق و یک جہت کرا دے اور وہاں کے لشکر کا سامان دیکھے اور مہمات مرجوعہ کے نظام اور انتظام کے بعد خانخاناں کو ہمراہ لیکر بادشاہ پاس آئے۔

۶۔ محرم ۱۰۲۰ھ کو نوروز ہوا اور حسب دستور اس کا جشن ہوا

نوروز سنہ ۱۰۲۰ ہجری

جہانگیر نے بار بار سنا تھا کہ سرحد کے امرا بعض مقدمات کہ اُن سے مناسبت نہیں رکھتے قوت سے فعل میں لاتے ہیں۔ اور تورہ اور ضوابط کا ملاحظہ نہیں کرتے اُسنے بخشیوں کو حکم دیا کہ امرا سرحد کے نام فرمان صادر ہو کہ آئندہ وہ ان امور کے مرتکب نہوں جو بادشاہوں کے ساتھ مخصوص ہیں اول جھروکہ میں نہ بیٹھیں دوم جو امیر و سردار اُنکے کمکی ہیں اُن کو تکلیف چوکی اور تسلیم کی نہ دیں سوم ہاتھی نہ لڑائیں۔ چہارم سیاست میں اندھا نہ کریں اور ناک کان نہ کاٹیں۔ پنجم کسی کو زبردستی مسلمان نکریں۔ ششم نوکروں کو خطاب نہ دیں ہفتم نوکران شاہی سے کورنش و تسلیم نکرائیں ہشتم اہل نغمہ کی چوکیاں جو دربار کے لیے معمول ہیں نہ مقرر کریں۔ نہم باہر جانے کے وقت نقارہ نہ بجوائیں۔ دہم جب وہ نوکران شاہی اور اپنے نوکروں کو گھوڑا ہاتھی دیں تو باگ اور کجلک اُن کے کندھے پر رکھکر وہ تسلیم نہ کرائیں۔ یازدہم سواری میں ملازمان بادشاہی کو اپنی جلو میں پیادہ نہ لے جائیں۔ دوازدہم۔ اگر نوکران شاہی کو کوئی سند دیں یا حکم لکہیں تو کاغذ کے اوپر مہر نہ کریں۔ یہ ضوابط آئین جہانگیری مشہور ہوئے اور اُن پر عمل ہوا۔

اسی سال کے وقائع عظیم میں سے جہانگیر اور نورجہاں کا نکاح ہے جس کو ایک کارنامہ آسمانی اور نیرنگ فلکی بناکے یادگار روزگار بناتے ہیں۔ خافی خاں لکھتا ہے۔ اس واقعہ کو مولف جہانگیر نامہ نے پاس ادب کرکے کوتاہ قلمی کی اور اس ترانہ کو مختلف پردوں میں اور قانون سے بجایا ہے مستند کتابوں سے جو اس کی تحقیق قریب بصدق ہے لکھی جاتی ہے۔ محمد خاں تکلو حاکم خراسان کا وزیر خواجہ محمد شریف طہرانی تھا۔ وہ محمد خاں کے مرنے کے بعد طہماسپ شاہ ایران پاس چلا گیا شاہ ایران نے اسکو مزدکی وزارت تفویض کی یہ خواجہ شریف وہ امیر ہے کہ جب ہمایوں ایران کو گیا ہے تو اس کی مہمانداری اور تواضع و تکریم کے احکام اسی کے نام شاہ نے ایران صادر کیے تھے اس کے دو بیٹے آقا طاہر اور مرزا غیاث بیگ تھے۔ مرزا غیاث بیگ کا نکاح ایک امیر کبیر عمادالدولہ کی بیٹی سے ہوا تھا وہ شاہ طہماسپ کے عہد میں خراسان کی حکومت رکھتا تھا۔ وہ سرکار شاہ کا باقی دار رہا۔

اور صدمات اور حوادث روزگار سے ایسا تنگ ہوا کہ وطن سے دل برداشتہ ہوا معاش کی تلاش
میں وطن سے نکلا۔ دو لڑکیاں اور ایک لڑکا ساتھ تھے کہ وہ قافلۂ ہند کے ہمراہ اکبر کے عہد میں
ہندوستان کا عازم ہوا۔ راہ میں ایک اور حادثہ اُس پر واقع ہوا کہ جو کچھ اس پاس تھا یا نہ تھا
راہ کے درمیان لٹ گیا اور ایسا پریشان حال ہوا کہ پانچ چھ آدمیوں کے درمیان باربردار ی
اور سواری کے لیے دو اونٹ اس پاس تھے کہ اُن پر باری باری سے سوار ہوتے تھے بیوی کہ
حاملہ تھی زیادہ تر اُس کی سواری میں رعایت کی جاتی تھی جب قندہار کے قریب وہ آیا تو
لڑکی پیدا ہوئی اس بے سامانی میں جنگل میں اُن ماں باپوں کے ہاں بچہ کا ہونا جو ہمیشہ
محلوں میں پانوں پھیلا کے سوئے ہوں کیسی سخت آفت و مصیبت تھی۔ بچہ کا ساتھ لے چلنا
پہاڑ تھا اور سامان تو درکنار زچہ کے لیے کھانے پینے کا سامان ہونا بھی دشوار تھا۔ کمال عسرت
و تعب و مشقت راہ سے ماں کی چھاتیوں میں دودھ اسقدر نہ تھا کہ وہ بچہ کی غذا کے لیے کفایت
کرتا۔ رات بھر ماں باپ روتے رہے باپ نے اپنی حالت کو سوچا اور وہ بولا کہ خدا پر توکل کر کے
اس بچہ کو یہیں چھوڑو ہر چند ماں کی مامتا بچہ کے چھوڑنے سے پھڑکتی تھی مگر کچھ بن نہ آئی
تو کلیجہ پر پتھر رکھا اور اپنے کلیجہ کے ٹکڑے کو ایک پارچہ میں لپیٹ کر حافظ برحق کو سپرد کیا
اور رات کے وقت قافلہ میں ڈالدیا یہ ایک رات کی جان جنگل میں پڑی روتی تھی اور انگلیاں
چوستی تھی۔ جب قافلہ چلا اور ملک مسعود قافلہ سالار کے ایک نوکر کے کان میں بچہ کے
رونے کی آواز آئی تو وہ اس بچہ کو اُٹھا کر قافلہ سالار پاس لایا فوراً اس چاند کے ٹکڑے
کو دیکھتے ہی قافلہ سالار کے دل میں خدا نے ایسی محبت پیدا کر دی کہ اس کی پرورش پر
وہ متوجہ ہوا۔ کوئی اُنکی اولاد نہ تھی اس کو اپنا فرزند بنایا اور اس سبب سے کہ قافلۂ ہندوستان
کے برخلاف قافلۂ ایران میں عورتیں کمتر ہوتی ہیں اس جنگل میں وہ حیران تھا کہ اُس کے
لیے کہاں سے دودھ پلانے والی پیدا کروں اس کی تلاش ہوئی سو اس بچہ کی ماں کے
کوئی اور عورت دودھ پلانے والی نہ ملی اس کو اعزاز کے ساتھ قافلہ سالار نے طلب کیا
اُس کے گھر کے ہر ایک آدمی کے واسطے سواری اور اسباب کی درستی و دلجوئی کے احترام میں

کوشش کی اور نیک انجام وعدوں سے اُنکو خوش کیا اور بڑے آدمیوں کے گھروں کے دستور کے موافق بچہ کو دایہ کے حوالہ کیا۔ اور اس کے مناسب حال کھانے پینے کا سامان مہیا کر دیا خدا نے اس مصیبت میں یہ دستگیری کی کہ لڑکی کی لڑکی ہاتھ آئی اور روٹی کا بھی آسرا ہوا۔ سواری بھی ملی۔ غرض اس نیک اختر کے پیدا ہونے سے نحوست ٹلی ملک مسعود نے مرزا غیاث بیگ کے حسب نسب کا حال دریافت کیا اور اُسکی لیاقت پر مطلع ہوا تو بہت افسوس کیا اور اپنے کارخانہ میں اُسکو دخل دیا۔ جب ملک مسعود فتحپور میں شہنشاہ اکبر کی خدمت میں آیا اور اس نے اپنے ارمغان پیش کیے تو شہنشاہ اکبر نے فرمایا کہ ایکی دفعہ کیا ہی کہ ہماری سرکار کے قابل کوئی تحفہ تو نہیں لایا ملک مسعود نے عرض کیا کہ ہم کرباس فروشوں پاس کونسا تحفہ ایسا ہو سکتا ہی کہ حضور کی درگاہ کے لائق ہو مگر میں اس سفر میں دو تین جواہر جاندار بے بہا لایا ہوں اگر نظر تربیت سے حضور اُنکو ملاحظہ فرمائیں تو ابتک ایران اور توران سے بادشاہان سلف کے لیے کوئی تحفہ ایسا نہیں آیا۔ بعد ازان اُسنے غیاث بیگ کو مع اُسکے بیٹے ابوالحسن کے بادشاہ کی خدمت میں بھیجا وہ بادشاہ کے ملازموں کے زمرہ میں داخل ہوا بادشاہ سے مرزا نے اپنے دادا جان خواجہ محمد شریف کی خدمات کا استحقاق جتایا جو اس نے ہمایوں کی ہرات میں کیں تھیں خود بھی صاحب لیاقت تھا شکستہ خط کا خوش نویس خوش بیان شاعر و منشی تھا۔ بیوتات کا دیوان مقرر ہوا خدمات شاہی سے جو وقت بچتا اُسکو شعر و سخن میں صرف کرتا اہل خدمت و حاجت کے ساتھ اُسکا سلوک اس ہتہ پر تھا کہ جو صاحب غرض اُسکے گھر آتا آزردہ خاطر نہ جاتا مگر رشوت ستانی میں دلیر و بیباک تھا غرض اپنے جوہر ذاتی کے سبب مراتب و منصب و عزت و جاہ میں بڑھتا گیا۔ قافلہ سالار کی بیوی کو محل میں جانے کی اجازت تھی اُس کے ہمراہ مرزا غیاث کی بی بی کو محل میں آمد و رفت کرتی تھی جشن کے دنوں اور نوروزوں میں بیگموں اور محل کی عورت خادموں کا مجرا ہوتا تھا اور اُن کی عزت و آبرو بڑہائی جاتی تھی نقد و جنس زیور اُن کو دیئے جاتے تھے۔ مرزا غیاث کی بی بی کو بھی یہ شرف حاصل تھا

محل میں ایک شہزادی سے اس کا بہناپا ہوگیا اُس کی لڑکی جس کا نام مہرالنسا (نورجہاں) تھا سیانی ہوگئی تھی اُدہر حسن خداداد قیامت کا پھر اس پر ادا۔ انداز غضب کا۔ سب محل کی عورتیں دیکھکر کہتی ہیں کہ معلوم نہیں یہ آفت روزگار کِہ کِسے اپنے دام میں گرفتار کریگی گاہ گاہ شاہزادہ سلیم کی نگاہ بھی اُسپر پڑتی تھی اور میل خاطر اُس کی طرف زیادہ ہوتا جاتا تھا اُس نے چھیڑ چھاڑ کرنی شروع کی۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ شاہزادہ نشہ کے عالم میں مینابازار میں ادہر سے جاتا تھا اُدہر سے مہرالنسا (نورجہاں) اپنی البیلی چال سے چلی جاتی تھی شاہزادہ کے ہاتھ میں دو کبوتر تھے اُس نے مہرالنسا سے کہا کہ بی لڑکی ذرا ہمارے کبوتر لے لو میں پھول توڑ دونگا اُس نے کبوتر ہاتھ سے لیے۔ شہزادہ پھول توڑنے لگا۔ اتفاقاً ایک کبوتر پھڑک کر ہاتھ سے اُڑگیا۔ جب شہزادہ نے کبوتر مانگے تو ایک کبوتر ندارد تھا اُسنے پوچھا کہ میرا کبوتر کیا ہوا اُسنے کہا کہ صاحب عالم کبوتر اُڑگیا شاہزادہ نے کہا کہ کسطرح اوڑا اُسنے دوسرا کبوتر اُڑا کر دکھا دیا کہ اس طرح۔ اس بھولے پن کی ادا نے عشق کے زخم پر اور نمک چھڑکا۔ جب ماں کو ان چھیڑ چھاڑوں کی خبر ہوئی تو اس نے بیٹی کا محل میں لیجانا چھوڑ دیا۔ اور جس بیگم سے بہناپا تھا شکایت کی۔ اس بیگم نے بادشاہ کے روبرو اُس کی شکایت کی۔ بادشاہ نے بیٹے کو بلا کر بہت سمجھایا کہ شہزادوں کو بھلے مانسوں کی بہو بیٹیوں سے چھیڑ چھاڑ کرنی نہایت نامناسب ہے اور مہرالنسا کے ولیوں کو کہلا بھجوایا کہ اپنی لڑکی کی شادی کسی سے کر دیں۔ اور شاہزادہ سے اُسکو الگ تھلگ رکھیں مرزا غیاث نے عرض کیا کہ ہم بندون کو خانہ زادوں کے باب میں کیا اختیار ہے۔ علی قلی بیگ استجلو شاہ ایران اسمعیل ثانی کا تربیت یافتہ تھا اور نعمت خانہ شاہ ایران کا داروغہ وہ بادشاہ کے مرنے کے بعد انقلاب سلطنت سے ملتان میں خانخاناں کی خدمت میں آگیا جوان سپاہی کارطلب صاحب جوہر تھا خانخاناں اُس کے حال پر متوجہ ہوا۔ اور غائبانہ ملازمان شاہی کے زمرہ میں داخل کیا۔ اُسنے خانخاناں کے ساتھ ٹھٹہ کی لڑائی میں کارہا ر نمایاں کیے۔ خانخاناں نے اُس کو بادشاہ کے روبرو کیا۔ بادشاہ نے اُس کی وجاہت دیکھکر ایک عمدہ عہدہ دیدیا اور مہرالنسا کی شادی

اُس سے کردی۔ اور بنگال میں بردوان اس کی جاگیر میں عطا فرمایا۔ اب آگے قصہ طرازوں کی جھوٹی داستان یوں شروع ہوتی ہے کہ اگرچہ شہنشاہ اکبر نے اس حکمت سے عشق کی چنگاری پر خاک ڈالی مگر وہ اندر ہی اندر سلگتا رہا۔ کی مہم رانا میں شاہزادہ کی خدمت میں چند روز علی قلی بیگ رہا اور پھر اپنی جاگیر میں چلا گیا۔ جب شاہزادہ سلیم بادشاہ جہانگیر ہوا تو پھر عشق کا زخم ہرا ہوا علی قلی کو کسی بہانہ سے بلا بھیجا اور اس کی جان لینے کا ارادہ یوں کیا کہ کوئی الزام اُس کے ذمہ نہ آئے۔ ایک دن مست ہاتھی سے لڑا دیا۔ اس کو اس شیر نے ہٹا کر بھگا دیا پھر ایک شیر سے تنہا لڑا دیا اُسکو اس نے مار ڈالا۔ تو اسکو شیر افگن خاں کا خطاب دیا۔ جب یہ وار نہ چلے تو ایک ازدار کی زبانی اپنا مطلب کہلایا مگر اس غیر تمند کی غیرت نے گوارا نہ کیا۔ نوکری اور حضوری بادشاہی کو طلاق دی اور اپنی جاگیر بردوان میں جا بیٹھا۔ خافی خاں لکھتا ہے بادشاہ نے اپنے کوکہ قطب الدین خاں کو جس کو وہ اپنے بھائی سے زیادہ عزیز جانتا تھا بنگالہ کو صوبہ مقرر کیا رخصت کے وقت میں شیر افگن خاں کے باب میں چند کلمے کہے شیر افگن خاں کو اپنے وکیل کے نوشتے سے ازروے قیاس کہ بوئے عشق و مشک پنہاں نمی ماند اطلاع ہوئی اُسی دن سے غیرت کے مارے نے واقعہ نگار سے کہا کہ میں آج سے بادشاہ کا نوکر نہیں ہوں اور حسب ظاہر یراق باندھنا بھی چھوڑ دیا۔ جب قطب الدین خاں بنگالہ میں پہنچا تو شیر افگن خاں کی طلب میں مکرر آدمی اور نوشتے بھیجے مگر اس نے اپنے آنے میں تعلل و تجاہل کیا یہانتک کہ قطب الدین خاں کسی ضرورت کی تقریب بنا کے شیر افگن خاں کی جاگیر میں آیا اور ملاقات کا پیغام بھیجا شیر افگن جریدہ نیم آستین کے نیچے بکتر و شمشیر حمائل کرکے چند معدود آدمیوں کے ساتھ قطب الدین خاں کے نزدیک آیا ملاقات اور احوال پرسی کے بعد قطب الدین خاں نے ملائم زبان سے وہ پیغام جو شیر افگن خاں کی طبیعت کو ناملائم ہوتے تھے ادا کیے مگر اسکو وہ ملایم خاطر نہ معلوم ہوئے پھر گفت و شنید کنایہ آمیز اور پند و نصائح فساد انگیز بادشاہ کے حکم اطاعت کے باب میں ہوئیں جنکی توضیح میں قلم کو رنج نہ دینا اولیٰ ہے۔ یہ بہادر شیر دل ان باتوں کا متحمل نہ ہوا اب اس نے جان لیا کہ سوا مرنے اور مارنے کے آبرو کے ساتھ جان بچانا محال ہے نیمچہ کہ زیر آستین

حائل تھا کھینچکر قطب الدین خاں کے پیٹ میں مارا کہ تمام انتڑیاں گھوڑے سے نیچے گریں
چاہتا تھا کہ وہ باہر بھاگے کہ مقتول کے ہمراہیوں میں سے ایک کشمیری نے اُس پر شمشیر کا زخم
لگایا۔ شیر افگن نے زخم کاری کھاکر اس کشمیری کو مار ڈالا تو قطب الدین خاں کے ملازم یہ دیکھتے
ہی اُس پر ٹوٹ پڑے اور اس تن تنہا جوانمرد کو اُنہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ ایک
روایت یہ بھی ہے کہ اگرچہ شیر افگن خاں کے زخمہائے کاری جاں ستاں لگے تھے مگر یہ تیز نیمجاں
غیرت کی تقویت سے زن و خوش دامن کے مارنے کیلئے گھوڑا دوڑا کر انبوہ سے نکلا اور گھر کے
دروازہ تک زندہ پہنچا مہرالنساء کی ماں عاقل وہشیار تھی اُس نے یہ دیکھکر کہ شیر افگن خاں
تو مرتا ہی ہے وہ ناحق خون زن و مادر زن اپنی گردن پر کیوں لے دروازہ بند کردیا اور دہاڑ دہاڑ
روئی پیٹی کہ مہرالنسا اپنے شوہر کے مرنے کی خبر سنکر کنوے میں ڈوب مری۔ اب شیر افگن خاں
کے گھر میں آنے سے فائدہ کیا ہے۔ باہر اپنے زخموں کا علاج کرنا چاہیئے شیر افگن یہ بیوی کا حال
سنکر دنیا سے چل بسا۔ اگر یہ روایت صحیح ہو تو اچھا ہوا کہ مظلوم مرا بیوی کو مار کر ظالم نہ مرا۔
شیر افگن خاں کا ایک قصور یہ تھا کہ وہ بادشاہ کا رقیب تھا۔ اب اس سے بڑھکر یہ ہوا کہ
اُسنے بادشاہ کے اس کوکہ کو مار ڈالا جو اسکو نہایت عزیز تھا اسلئے وہ بادشاہی مجرم ٹھیرا۔ سارا
گھر بار ضبط ہوا۔ مہرالنسا بھی قید ہوکر بادشاہ پاس پہنچی گئی۔ اب تو حجاب بھی درمیان نہ رہا اور
کھلم کھلا بادشاہ نے نکاح کا پیغام دیا تو مہرالنساء کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اُسنے جوانمردی
اور استقلال سے یہ جواب دیا کہ شیر افگن خاں جیسے خاوند کو گنوا کر دوسرے خاوند کا منہ دیکھنا
وفاداری سے دور ہے اس بدنصیب کی تقدیر میں جو لکھا تھا سو ہو گذرا۔ اس بیکس بیوہ پر رحم فرمائیے
اور اُس مردہ کی روح کو تکلیف نہ پہنچائیے اس جواب کو سنکر بادشاہ کا دل بھی اُس سے اُچاٹ
ہوگیا۔ غضب سے محبت بدل گئی اور کنیزان مغضوبہ میں داخل کرکے اس کو سلطان سلیمہ
بیگم مادر نسبتی کے سپرد کیا۔ ایک دو سال عاشق و معشوق کے ناخوشی و ناکامی میں گذرے
پھر عشق کی دبی آگ سلگی۔ مہرالنساء بھی آخر کو پسیج گئی اور سمجھہ گئی کہ مسند شاہی پر
کیوں خاک ڈالوں (یہ باتیں سب غلط ہیں ہم نے آخر میں) خصائل جہانگیر کے

باب میں اُن کو عقلاً و نقلاً غلط ثابت کر دیا ہی) حکم شرع کے موافق دونو کا آپس میں نکاح ہوا اور جشن ملوکانہ ہوا اول مہرالنسا کو بادشاہ نے نور محل کا اور پھر نور جہاں بادشاہ بیگم کا خطاب دیا اگرچہ بادشاہ کی بیبیاں بڑے بڑے راجاؤں کی بیٹیاں تہیں مگر نور جہاں کے آگے سب کا چراغ گل تھا رفتہ رفتہ تمام مہام سلطنت کی زمام اُس کے ہاتھ اور اختیار میں آگئی خلوت و جلوت میں اُسی کا جلوہ تھا۔ امورات سلطنت میں جو اختیارات اُس کو حاصل ہوے وہ پہلے کسی بادشاہ کی بیگم کو نصیب نہیں ہوئے۔ اُس کے نام کا سکا لگا ؎

بحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور　　بنام نور جہاں بادشاہ بیگم زر

اُس کی مہر میں یہ سجا کھدا۔

در جہاں گشت بفضل اله　　ہمدم و ہمراز جہانگیر شاہ

خطبہ میں اُس کا نام نہیں پڑھا گیا اور احکام شرعی اور عدالت کے سوا سارے کاروبار امور ملکی و مالی میں بادشاہ کی جگہ وہ کارفرما ہوئی بادشاہ کسی لمحہ و دم اُس کو جدا نہ کرتا تھا جس وقت دربار میں بیٹھتا تو پردہ کے پیچھے بادشاہ کی پیٹھ پر ہاتھ رکھکر ملکہ بیٹھتی تھی۔ جب ہاتھی پر بادشاہ سوار ہوتا تو پس پردہ وہ بھی سوار ہوتی۔ نور جہاں عجیب سلیقہ کی عورت تھی عقل کی پتلی زیور حسن سے آراستہ تھی اُس نے چند روز میں بادشاہ کو ایسا غلام بنالیا کہ وہ کہنے لگا کہ میں سلطنت کو نور جہاں کے ہاتھ دو شراب کی پیالیوں اور ایک سیخ کباب پر بیچ چکا ہوں اس عاقلہ اور فیض رساں عورت نے زنان ہند کے اقسام زیور و لباس وضع کیے جو محل بادشاہی و امراء مغلیہ میں ابتک رواج رکھتے ہیں زیور و پیرایہ سابق کہ بہت بدنما تھے منسوخ ہو گئے مگر بعض بلاد دور دست میں شیخ زادوں اور افاغنہ میں باقی رہے۔ چاندنی کہ نفس الامر میں عجب فرش عیب پوش نامردوں کے گہر کا اور فرش گرد پوش دولتمندوں کا ہی اور چاندنی راتوں میں ایک خاص نمود رکہتا ہی اس کا وضع کیا ہوا ہی غرض وہ زیور و پوشاک بناؤ سنگہار۔ گہر کی آرائشوں میں نئی نئی ایجاد کرتی لباس کو اُسنے نیا لباس پہنایا۔ زیور کو ایک پیرایہ میں پیراستہ کیا۔ توزک جہانگیری میں گلاب کا عطر (عطر جہانگیری)

اُنکی ماں کا ایجاد لکھا ہی مگر معلوم نہیں کہ مورخوں کو کیوں نورجہاں کے ایجاد کا شبہہ اُس پر ہوا ہی۔ بہاری
بادلہ کہ بادشاہ اور کارخانہ کے نام سے موسوم ہی اور ہلکہ بادلہ کہ جس سے مفلسوں کے ہاں دولہا اور دلہن
کے خلعت پندرہ بیس روپیہ میں تیار ہو جاتے ہیں اُس نے اپنی دانائی سے اپنے نام پر نور محلی
وضع کیا ہی غرض اس کے تصرفات جو شاہ وگدا کے کام میں آتے ہیں اور زیادہ لکھنے
فضول معلوم ہوتے ہیں اکثر ہندوستان کے انداز کو اُسنے نمود دی ہی۔ اس قدر فیض رساں
تھی کہ ہر سال بے سروساماں مغلوں کی جماعت کثیر کو اُن کی ولایت میں اور مکہ و مدینہ و کربلا
و نجف اشرف میں روپیہ پہنچتی تھی اور کئی ہزار بے پدر دختروں اور بیکسوں اور بے نواؤں کو جہیز کا
سامان اور اور خرچ اپنی سرکار سے دیتی تھی اور کدخدا کرتی تھی اس کو گھر کے کاموں میں ایسا
سلیقہ تھا کہ عرایض کے زربفت کے خریطے جو آتے تھے اُن کو جوڑ کر ہاتھیوں کی جھولیں بناتی
گھوڑے پر سوار خوب ہوتی تھی شکار ایسا کھیلتی تھی کہ ایک دفعہ شیر کو مارا تو ایک ظریف نے
یہ شعر کہا کہ ؎

نورجہاں گرچہ بظاہر زن است درصفِ مرداں زن شیرافگن است

کہتے ہیں کہ اُس کی طبیعت موزوں تھی اور مخفی تخلص کرتی تھی اور لطائف وظرائف میں بلبل
ہزارداستان تھی حاضر جوابی میں اُس کا جواب نہ تھا شرفا کی مجلسوں میں اُس کی حاضر جوابی
کی آج تک نقلیں ہوا کرتی ہیں۔ ایک دن بادشاہ نے چاند دیکھا اور نورجہاں کی طرف مخاطب
ہو کر یہ مصرعہ پڑھا ع ہلالِ عید براوجِ فلک ہویدا شد٭ تو نورجہاں نے بدیہہ یہ مصرعہ
پڑھا کہ۔ کلید میکدہ گم گشتہ بود پیدا شد٭ وہ شاعروں کی قدرشناس تھی ایک دن طالب
آملی سے جو جہانگیر کے زمانہ میں ملک الشعرا تھا یہ کہا کہ ہماری مدح میں آپ نے کچھہ نفرمایا
آملی نے جواب دیا کہ جس کسی کو دیکھا نہو اس کی مدح کوئی کیا کرے تو اس کے جواب
میں یہ شعر پڑھے ؎

بلبل ازچمن بگذرد گر درچمن بیند مرا بت پرستی کے کند گر برہمن بیند مرا
در سخن پنہاں شدم چوں بوئے گل در برگ گل میل دیدن ہر کہ دارد در سخن بیند مرا

ایک بادشاہ کے جامہ کے تکمہ پر یہ شعر بدیہہ کہا ؎

ترا نہ تکمہ لعل است بر قبائے حریر — شدہ است قطرہ خوں منت گریباں گیر

یہ اشعار بھی بیگم کی تصنیف سے ہیں ؎

دل بصورت ندہم تا نشدہ سیرت معلوم — بندۂ عشقم و ہفتاد و دو ملت معلوم

زاہدا ہول قیامت مفگن در دل ما — ہول ہجراں گذرانیدیم قیامت معلوم

اس نورجہاں کے سبب سے جہانگیر کو اس کا باپ مرزا غیاث معتمد الدولہ جیسا عاقل فرزانہ اور اس کا بڑا بھائی ابوالحسن جیسا جوانمرد فرزانہ ہاتھ آیا اُسنے جہانگیر کے مزاج کی اصلاح بہت کردی اُس نے اپنی فہم و فراست سے ساری اُس کی خود پسندی و ستم شعاری اور خود پرستی خدانا ترسی دور کردی۔ شراب کا نام رام رنگی رکھکر جو دن رات بادشاہ رنگ لیاں کرتا تھا وہ سب موقوف کرادیں فقط رات کو بادشاہ شراب پیتا اور دن کو اپنا کام ہوشیاری اور عدالت سے کرتا۔ کوئی ہلکی بات نہ کہتا۔ غرض نورجہاں کو علامہ زماں گذری ہی مگر اس کے بس میں جو بادشاہ آگیا تھا اُس کے بعض بُرے نتیجے پیدا ہوے اُس نے اپنی بیٹی کو جو شیر افگن خاں سے پیدا ہوئی تھی شہریار پسر خورد جہانگیر بادشاہ سے بیاہا تھا عورتوں کو اپنی لڑکیوں کے سبب سے جو محبت داماد کے ساتھ ہوتی ہی اور اُن کی غرض آلود حسد سے جس سے شیر مرد دوں کو لغزش ہوتی ہی شہریار کی برتری کے لیے شاہزادہ خرم جیسے لائق فرزند کو بے اعتبار کرنا چاہا جس کا بیان آگے آئیگا۔ باوجود دانائی اور عقل کے اس درہم اندازی میں اس نے مآل کار پر نظر نہ کی کہ اُس سے سلطنت اور ملک و مال و بادشاہ و رعایا کے حال میں کیا خلل پیدا ہوتے ہیں وہ ہندوستان کے زنبور خانہ کو شورش میں لائی اور مہابت خاں کو جو اُس کے بھائی سے دینی و ملکی نزاع رکھتا تھا قوی کیا ان سب باتوں کا بیان آگے آئیگا۔

دوم ماہ صفر ۱۰۲۰؁ھ کو سردار احداد نے سُنا کہ خان دوراں خاں کابل سے چلا گیا ہی کوئی سردار صاحب وقار وہاں نہیں ہی اور معز الملک چند ملازموں کے ساتھ کابل میں ہی تو اُسنے اُس صحت کو غنیمت گنا بہت سے سوار اور پیادے لیکر بے خبر کابل میں آیا معز الملک نے اپنی قوت و

ظہور شبخونی کے سردار احداد کا فساد

وحالت کے اندازہ کے موافق تردد کیا اور کابلیوں اور متوطنوں وسکنہ شہر نے خصوصًا کل قزلباشوں کی جماعت نے کوچوں کو کوچہ بند کیا اپنے گھروں کو مضبوط ومستحکم کیا۔ افغانوں نے اپنے کوٹھوں اور گھروں پر سے تیر وتفنگ چلاکر روشنائیوں کی جمع کثیر کو قتل کیا۔ بارکی جو اُن کا معتبر سردار تھا کشتہ ہوا اس حادثہ کے واقع ہونے سے اُنھوں نے سوچا کہ مبادا اطراف وجوانب سے آدمی جمع ہوکر باہر جانے کی راہ اُن پر نہ بند کردیں وہ پریشان وہراساں ہوکر باہر چلے گئے۔ قریب اسّی نفر کے اُن میں مارے گئے دوسو گھوڑے اُن کے پکڑے گئے اور وہ اس مہلکہ جان سے باہر چلے گئے۔ نادعلی میدانی لہوگرہ میں اُسی دن اس خبر کو سنکر شہر میں سہ پہر کو آگیا اور دشمنوں کے تعاقب میں دوڑا مگر فاصلہ بہت ہوگیا تھا اس لیے کچھہ کام نہ کرسکا واپس چلا آیا۔ اس جلدی آنے کے سبب سے اور معز الملک کی حسن کارگزاری کی وجہ سے اضافہ منصب اُن کا کیا گیا۔ اور قلیج خاں کابل بھیجا گیا کہ وہ احداد کے فساد کو رفع دفع کرے۔

نوروز ہفتم ۱۷ محرم سنہ ۱۰۲۱ (۲۱ مارچ سنہ ۱۶۱۲ء) کو واقع ہوا حسب دستور جشن نوروزی ہوا۔ ۲۹ محرم کو اسلام خاں حاکم بنگالہ کی عرضداشت اس مضمون کی آئی کہ عثمان افغان کے فساد سے بنگالہ پاک ہوا جہانگیر لکھتا ہے کہ پہلے اس سے کہ حقیقت جنگ مرقوم کروں خصوصیات بنگالہ کی چند سطریں لکھتا ہوں اقلیم دوم میں بنگالہ کا ملک نہایت وسیع ہے طول اس کا بندر چاٹگام سے گڈھی تک چارسو پچاس کوس ہے اور اُس کا عرض کوہسار شمالی سے سرکار مدارن تک دوسو بیس کوس ہے جمع اُس کی تخمینًا ساٹھ کروڑ دام (ڈیڑھ کروڑ روپیہ) ہے یہاں کے حکام سابق ہمیشہ بیس ہزار سوار اور ایک لاکھہ پیادے اور ایک ہزار ہاتھی اور چار پانچ ہزار کشتیاں نوارہ جنگی وغیرہ کی رکھتے تھے یہ ملک میرے باپ کے عہد میں فتح ہوگیا تھا۔ جب میں بادشاہ ہوا تو سال اوّل ہی میں میں نے راجہ مان سنگھہ کو جو اس ملک میں حکومت وداوری کرتا تھا اپنے پاس بلالیا اور اُس کی جگہ اپنے کوکہ قطب الدین خاں کو بھیجدیا۔ جسکو ابتدا ہی میں شیر افگن خاں نے مار ڈالا اور خود مارا گیا۔ تو جہانگیر قلی خاں کہ بہار کا صاحب صوبہ وجاگیردار تھا

نوروز ہفتم

جنگ بنگال

بہ سبب قرب جوار کے پنجہزاری ذات و سوار کا منصب دیکر بھیجا کہ بنگالہ میں جا کر اس کا متصرف ہو اور اسلام خاں کو کہ دار الخلافہ آگرہ میں تھا فرمان بھیجا کہ صوبہ بہار پر متوجہ ہو اور اس ولایت کو اپنی جاگیر سمجھے۔ جب جہانگیر قلی کی حکومت داری پر تھوڑی مدت گذری تو بیمار رہ کر وہ مر گیا تو میں نے اسلام خاں کو حکم دیا کہ صوبہ بہار کو افضل خاں کے سپرد کر کے خود بہت جلد بنگالہ جائے۔ اس خدمت بزرگ پر مقرر کرنے پر اکثر بندگان درگاہ یہ اعتراض کرتے تھے کہ وہ خرد سال اور کم تجربہ ہے۔ لیکن جوہر ذاتی اور استعداد فطری اُس کی منظور نظر حق میں تھی اس کو میں نے اس خدمت کے لیے اختیار کیا۔ بحسب اتفاق اس ولایت کی مہمات کو اس روش سے انجام دیا کہ جب سے یہ ملک تصرف میں آیا تھا اب تک کسی کو اسطرح کا کام انجام دینا میسر نہیں ہوا تھا۔ اس کے کارہائے نمایاں میں ایک کام عثمان افغان کا رفع کرنا تھا کہ وہ کئی دفعہ میرے والد کی افواج سے مقابلہ و مقاتلہ کر چکا تھا اور وہ دفع نہوا تھا ان دنوں میں اسلام خاں نے ڈہاکہ کو اپنا محل نزول بنایا اور اس نواح کے زمینداروں کے رفع دفع کو پیش نہاد ہمت کیا اُس کے دل میں آیا کہ عثمان خاں کے سر پر فوج کو بھیجنا چاہئے اگر وہ دولت خواہی اور بندگی کو اختیار کرے اس سے بہتر کیا ہے ورنہ دوسرے طریقہ سے اُسکے متمردوں کو سزا دیگر نیست و نابود کرے ابھی اسلام خاں پاس شجاعت خاں آیا تھا اسکو سردار کیا اور کشور خاں اور افتخار خاں و سید آدم بارہ و شیخ اچھے برادر زادہ مقرب خاں و معتمد خاں و پسران معظم خاں و اہتمام خاں اور امیروں کو اُس کے ہمراہ کیا اور ایک اپنی جماعت کو بھی ساتھ کیا نیک ساعت میں ان سب کو روانہ کیا۔ میر قاسم پسر مرزا مراد کو میر بخشی اور واقعہ نویس مقرر کیا اور چند زمیندار بھی رہنموئی کے لیے ساتھ کیے جب یہ لشکر عثمان کے قلعہ و زمین کے حوالی کے نزدیک آیا تو مردم زبان داں اس کی نصیحت کے لیے بھیجے گئے کہ وہ دولت خواہی کو اختیار کرے۔ یعنی طغیان کے طریقے سے راہ صواب پر آئے۔ وہ غرور کے سبب سے اس تمام ملک کی تسخیر کا داعیہ رکھتا تہا اُس نے اصلا ان باتوں کو نہ سُنا جدال و قتال کے لیے مستعد ہوا

اور نالہ کی زمین جو بالکل دلدل و چہلہ تھی جنگ کی جگہ قرار دی روز یکشنبہ ۹ محرم کو شجاعت خاں نے جنگ کی ساعت مقرر کی اور فوجوں کو اپنے اپنے مقام و جا پر بھیجدیا کہ آمادۂ جنگ رہیں عثمان کا ارادہ اُس دن لڑنے کا نہ تھا مگر جب اُس نے دیکھا کہ لشکر شاہی آگیا تو سخت لڑائی ہوئی ۔ عثمان زخمی ہوا اور اُسی زخمی ہونے پر دو پہر تک اس نے ہنگامۂ جنگ گرم رکھا ولی برادر عثمان و عزیز اُس کا بیٹا اور اُن کے خویش و نزدیک عثمان کے زخمی ہونے پر مطلع ہوئے تو اُن کے دل میں آیا کہ عثمان اس زخم سے زندہ نہیں رہیگا اگر ہم شکستہ و ریختہ اپنے قلعہ میں جائیں تو ایک آدمی زندہ نہیں پہنچ سکے گا اسی جگہ رہیں اور شب کو فرصت میں قلعہ میں اپنے تئیں پہنچائیں ۔ آدھی رات گئے عثمان مرگیا ۔ تیسری پہر رات کو اُس کی جسم بے جان کو اُٹھا کر وہ لے گئے اور اُس کے ساتھ کا اسباب چھوڑ گئے اور قلعہ میں چلے گئے ۔ شجاعت خاں کو اسکی اطلاع ہوئی ۔ صبح کو صلاح کی گئی کہ تعاقب کرنا چاہیئے اور دشمنوں میں سے کسی کو نہیں چھوڑنا چاہیئے مگر سپاہیوں کی ماندگی اور مردوں کے کفن و دفن اور مجروحوں اور زخمیوں کی غمخواری کے سبب سے آگے جانے یا پیچھے ہٹنے میں متردد تھے ۔ اس حالت میں عبدالسلام خاں تین سو سوار اور چار سو توپچی لیکر آگیا ۔ اب اس تازہ زور سپاہ کے آنے سے تعاقب کا ارادہ مصمم ہوا اور آگے بڑھے عثمان کے بعد ولی اس کا قائم مقام ہوا تھا ۔ جب اس کو یہ خبر ہوئی کہ شجاعت خاں ایک فوج تازہ زور کے ساتھ چلا آتا ہے تو اُس نے شجاعت خاں سے رجوع کی اور آدمی بھیجکر پیغام دیا کہ جو شخص فتنہ و فساد کا باعث تھا وہ دنیا سے چلا گیا اور جو ہماری جماعت باقی رہی ہے اس میں اور آپ میں نسبت بندگی اور مسلمانی کے درمیان ہے اگر قول دو تو آپ پاس آنکر بندگی اختیار کریں ۔ شجاعت خاں نے بمقتضائے وقت و مصلحت دولت قول دیا

دوسرے روز ولی اور عثمان کے بیٹے اور بھائی اور خویش سب شجاعت خاں پاس گئے اور ۴۹ ہاتھی پیش کیے ۔ شجاعت خاں ولی اور سب کو جہانگیر نگر میں ۶ صفر کو اسلام خاں پاس لایا اس نیکو خدمتی کے عوض میں منصب شش ہزاری ذات سے سرفراز ہوا ۔ اور شجاعت خاں رستم زماں کا خطاب ملا ۔

بعض عجیب جانوروں کا آنا

۱۶- ماہ فروری کو مقرب خاں کہ محرم قدیم الخدمت تھا بندر کھمبایت سے چند عجیب وغریب جانور لایا کہ بادشاہ نے ابتک نہ دیکھے تھے بلکہ اُن کا نام تک بھی کوئی نہیں جانتا تھا بادشاہ نے اپنے واقعات میں بعض جانوروں کی صورت و شکلیں لکھی ہیں لیکن مصوروں کو حکم نہیں دیا کہ اُن کی صورت کی تصویر کھینچیں یہ جانور بادشاہ کو عجیب معلوم ہوئے اس لیے انکا حال بھی لکھا اور جہانگیر نامہ میں اُن کی تصویریں بھی مصوروں سے کھچوائیں تاکہ حیرت جو سننے سے ہوتی ہے وہ دیکھنے سے اور زیادہ ہو دلیپ کا باپ لاے رائے سنگھ مرگیا تھا اس کے ماتھے پر بادشاہ نے ٹیکہ اپنے ہاتھ سے لگایا اور جاگیر باپ کے وطن میں عنایت کی لکھمی چند

راجہ کمایوں

راجہ کمایوں کو کوہستان کے راجاؤں میں سب سے بڑا تھا وہ بادشاہ کی خدمت میں آیا اُسنے اسپان کوٹ اور جانوران شکاری اور نافۂ مشک اور آہوئے مشک کے پوست جس میں نافہ بند تھا اور کھانڈے اور کٹاریں نذریں دیں - کہتے ہیں کہ اس راجہ کے ملک میں معدن طلا ہے۔

دکن میں فوج شاہی کی شکست

سنہ ۱۰۲۱ میں عثمان کے شکست پانے اور مارے جانے سے بنگالہ کا ہنگامہ خاتمہ پر پہنچا اس کامیابی سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی دکن کی شکست سے ناخوشی ہوئی - جہانگیر نے یہ قرار دیا تھا کہ وہ تمام شاہی صوبے جو دکن کے ہمسایہ میں ہیں ایک ہی دفعہ متفق ہوکر دکن پر حملہ کریں تاکہ اس مہم میں جو نقصان سرداروں کے نفاق اور بے پروائی سے ہوتے ہیں اُن کی مکافات ہوجائے اُس نے یہ تجویز کی تھی کہ عبداللہ خاں حاکم گجرات ناسک اور ترنبنگ کی راہ سے مع لشکر گجرات اور امرا کے جو اس کے ساتھ معین کئے گئے ہیں روانہ ہوا اور یہ فوج سرداران معتبر وامرا کار طلب مثل راجہ رامداس و خان عالم وسیف خاں و علی مردان بہادر و ظفر خاں سے آراستہ تھی اور اُس کی تعداد دس ہزار سے گذر کر چودہ ہزار ہوگئی تھی اور جانب برار سے یہ مقرر تھا کہ راجہ مانسنگھ و خانجہاں و امیرالامرا اور بہت سے سردار متوجہ ہوں اور یہ دونوں فوجیں اپنے کوچ و مقام سے ایک دوسرے کو خبردار کرتی رہیں تاکہ تاریخ معین پر دونوں جانب سے غنیم کو گھیر لیں - اگر یہ ضابطہ منظور ہوتا اور دل متفق ہوتے اور غرضیں دامنگیر نہ ہوتیں

ظن غالب یہ تھا کہ فتح ہوتی۔ عبداللہ خاں جب گھاٹیوں سے گزرا اور غنیم کی ولایت میں آیا تو اس کا مقید نہوا کہ قاصدوں کو بھیجکر دوسری فوج کو اپنی خبر کرتا۔ اور قرارداد کے بموجب اپنی حرکت کا موازنہ دوسری فوج کی حرکت سے ایسا کرتا کہ روزا ور وقت معین پر غنیم کو گھیرتا۔ بلکہ اپنی قوت اور قدرت پر تکیہ کرکے اس بات کو خاطر میں لایا کہ خان جہاں کی رفاقت بغیر اس مہم میں اُسکے ہی نام پر فتح ہو اُس نے بادشاہ کے حکم و تدبیر کے خلاف نہ برہان پور کے سرداروں و سپاہ کو طلب کیا نہ اُن کو اپنی خبر بھیجی یہ قصد کیا کہ نظام الملکی ملک کی تسخیر کا نقارہ اُس کے نام پر بلند آوازہ ہو گیارہ ہزار سوار جن میں اکثر بہادر رزم آزما تھے اور ہر ایک جماعتہ دار اپنے کو شیر سمجھتا تھا اُس کے پاس تھے وہ ایسے لشکر سے ملک عنبر کے استیصال کے درپے ہوا۔ ملک عنبر کو عبداللہ خاں کی خبر پہنچی کہ فی الواقع وہ سپہ سالار فتح نصیب نا مدار کہا جاتا ہے اس کی قوت کو جانچکر لشکر بھیجا ب بھیجدیا۔ اور توپ خانہ عظیم اُس کے ساتھ کیا۔ اس دیار میں بہ نسبت ہندوستان کے کلہ پوشان فرنگ کے قرب و جوار کے سبب سے مصالح توپ و تفنگ نے زیادہ رواج پایا تھا۔ اس لیے ملک عنبر کا توپخانہ بادشاہ کے توپخانہ سے بہتر تھا اور کئی ہزار بان آتش فشان عبداللہ خاں کے مقابلہ میں تعین کیے۔ قزاق پیشہ دکنی (مرہٹے) یکہ تاز خوش اسپہ بادشاہی فوج سے لڑنے کو آگے بڑھے اور اُس سے چار پانچ کوس کے فاصلہ پر بے خبر کہی مارنے لگے اور عبداللہ خاں کی فوج کے اطراف کے لوٹنے میں مصروف ہوئے! ور دکنیوں۔ کے قواعد کے موافق جنگ صف نہیں کرتے اور جنگ بگریز اور قزاقی کرتے تھے اکثر اوقات لشکر شاہی کے داہیں بائیں طرف بے خبر آنکر دست برد نمایاں کرتے چارپائے کہی جہاں ہاتھ لگتے چھین کرلے جاتے اور بہت آدمی قتل کر جاتے اور کوچ کے وقت شتر پر بار قطار قطار اُن کے ہاتھ آتے۔ لشکر شاہی کے زن و مرد کے ناک کان کاٹ لے جاتے روز بروز ملک عنبر کے لشکر کا غلبہ ہوتا جاتا اور مور و ملخ کی طرح جمع ہوکر قوت پکڑتے جاتے تھے۔ یہاں تک اس لوٹ مار میں نوبت پہنچی کہ عبداللہ خاں کا نصف لشکر تلف ہوگیا اور کوئی جنگ صف نہوئی۔ زیادہ تر آدمیوں نے گوشہ و کنارے سے فرار اختیار کیا۔ کوئی دن نہوتا تھا کہ ملک عنبر کی کمک نہ پہنچتی ہو اور وہ فوج شاہی کو ایک زخم تازہ

نہ پہنچائی ہو۔ عبداللہ خاں نے عاجز ہو کر ہمراہیوں سے صلاح کا رپوچھی ہوا خواہوں نے مصلحت
تبلائی کہ احمد آباد کی طرف سے مراجعت کرکے دوبارہ لشکر مستعد اور توپخانہ سنگین اور فیلان
جنگی کے ساتھ آئیں اور تلافی کریں اسلئے ناچار مراجعت کو قرار دیا اور لشکر ہراول جو دولت آباد
کے قریب پہنچ گیا تھا وہ پھر آیا۔ دکنیوں کے تعاقب کرنے کا خیال لشکر شاہی کے دلوں میں
تھا اسلئے علی مردان کہ مشہور صف آرا تھا شائستہ فوج کے ساتھ چنداول بنایا گیا۔ دکھنی ہر طرف
سے فوج فوج آنکر زور کرتے تھے مگر جب علی مردان خاں کی فوج اُن کے مقابل آتی تو وہ فرار کرتے پھر
بے خبر دوسری طرف سے نمودار ہوتے اور گاہ وبیگاہ غافل وناگاہ بھیر پر تاخت کرکے غارت کرتے
اور مقابلہ میں لشکر پر کار تنگ کرتے۔ اور اندھیری راتوں میں دائیں بائیں طرف سے بے شمار
بان مارتے۔ آخر کار دس بارہ ہزار سواروں نے علی مردان خاں کو چاروں طرف سے گھیر لیا
علی مردان خاں نے تردد نمایاں کیا اُس کے زخم کاری لگے اور زندہ دستگیر ہوا۔ مرہٹے
ملک عنبر پاس اُس کو لے گئے ملک عنبر نے اس کو دولت آباد کے قلعہ میں مقید کیا اور جراح
اسکے علاج کے واسطے معین کیے مگر زخم اچھے نہوئے چند روز میں وہ مر گیا کہتے ہیں اُس کے
سامنے ایک شخص نے کہا کہ فتح آسمانی است تو اُس بہادر نے جواب دیا کہ فتح آسمانی است
مگر میدان از ماست۔ مخالفوں نے سرحد بکلانہ تک لشکر شاہی کا تعاقب کیا اور بہت شوخیاں
کرکے پھر گئے۔ اگرچہ بموجب حکم کے سرداران برہانپور عبداللہ خاں کے روانہ ہونے کی خبر
برار سے سنکر دولت آباد کے عازم ہوے تھے مگر حسد کے مارے وہ بھی عبداللہ خاں کی
رفاقت سے راضی نہ تھے اور عبداللہ خاں نے بھی اُن کو خبر نہ کی تھی تو وہ کوچ مقام کرتے
ہوئے آہستہ آہستہ جاتے تھے اُنہوں نے یہ خبر سنکر مراجعت کی اور عادل پور میں شاہزادہ
پرویز پاس چلے گئے۔ عبداللہ خاں گجرات کو چلا گیا۔

بادشاہ کی راے صائب معلوم ہوتی ہے اگر دونوں طرف کے سردار اتفاق بے نفاق
سے کار فرما ہوتے تو اغلب تھا کہ کام دلخواہ ہو جاتا۔ لیکن نوکروں کے رشک اور عدم اتفاق
نتیجہ برعکس ظہور میں آیا۔ جب بادشاہ پاس یہ خبر آگرہ میں آئی تو اُس کی طبیعت میں نہایت شورش

پیدا ہوئی اور ارادہ کیا کہ خود دکن جاکر دشمنوں کی بیخ کنی کرے مگر اس کے ملازم اس ارادہ کے مانع ہوئے اور ابوالحسن نے عرض کیا کہ اس دکن کی مہمات کو جیسا کہ خانخاناں سمجھا ہے ایسا کوئی نہیں سمجھا اسکو بھیجنا چاہئے کہ اس بگڑے ہوئے کام کو سنوارے اور دولت خواہوں نے بھی یہ رائے دی ۔ غرض خانخاناں کو اور خواجہ ابوالحسن کو مہم دکن پر تعین و مقرر کیا دکھنیوں نے امراء دولتخواہ سے صلح کی باتیں کرنی شروع کیں عادل خان والی بیجاپور نے دولت خواہی کا طریقہ اختیار کر کے کہا کہ اگر مہم دکن کا اہتمام میرے سپرد ہو تو بادشاہ کا گیا ہوا ملک پھر دلا دوں ۔ جہانگیر نے اس امر کا فیصلہ خود نہیں کیا بلکہ خانخاں کو اسے سپرد کر دیا ۔

آٹھواں نوروز ۲۶ ۔ محرم ۱۰۲۲ مطابق ۸ مارچ ۱۶۱۳ کو واقع ہوا ۔ جشن بڑی دہوم دہام سے ہوا ۔ جہانگیر لکھتا ہے کہ میں ۲ ۔ شعبان ۱۰۲۲ کو آگرہ سے اس نیت سے چلا کہ اول اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتی کے روضہ کی زیارت کروں جو جلوس کے بعد مجھے میسر نہیں ہوئی اور رانا امر سنگھ کو رفع دفع کروں ۔ پہلے لکھا گیا ہے کہ مہم رانا ناتمام رہی تھی میرے دل میں آیا کہ آگرہ میں بجز اسکے کچھ کام نہیں ہے اور مجھے یقین تھا کہ جب تک میں خود اس مہم پر متوجہ نہوں گا کوئی صورت نہوگی ساعت مقرر میں قلعہ آگرہ سے باہر آکر باغ دہرہ میں آیا دوسرے روز دسہرہ کا جشن کیا ۔ دستور معمول کے موافق ہاتھی گھوڑے آراستہ پیراستہ ہو کر میری نظر سے گزرے ۔ پانچویں شوال کو اجمیر میں داخل ہونے کا ارادہ کیا ۔ صبح کو قلعہ و عمارات روضہ کی نظر آئیں تو ایک کوس کے قریب پیدل چلا ۔ شہر میں داخل ہو کر روضہ کی زیارت کی میرے دل میں آیا کہ اجمیر میں توقف کر کے اپنے بیٹے بابا خرم کو آگے مہم رانا کے لیے بھیجوں ۲ ذی الحجہ کو اسکو رخصت کیا ۔ خان اعظم کو اس کے ساتھ تعین کیا ۔ بارہ ہزار سوار اس کے ہمراہ کیے ۔ فدائی خاں کو بخشیگری کی خدمت دی ۔ خان اعظم نے خود درخواست کی تھی کہ شاہزادہ خرم اس خدمت پر مامور ہو ۔ باوجودیکہ شاہزادہ نے ہر طرح سے اس کی دلجوئی کی مگر اس کے ساتھ اُسنے موافقت نہ کی شیوہ ناستودہ پر عمل کیا ۔ جب یہ مقدمہ میں نے سنا تو ابراہیم حسین اپنے معتمد خدمت گار کو اس کے پاس بھیجا کہ وہ لطف آمیز جہانگیر

پیغام اُس کو دے کر جس وقت تو برہان پور میں تھا تو آرزوئیں کر کے اس خدمت کے لیے مجھ سے التماس کرتا تھا اور اس خدمت کو تو سعادت دارین جانتا تھا اور مجالس و محافل میں مذکور کرتا تھا کہ اس عزیمت میں اگر کشتہ ہونگا تو شہید ہوں گا اگر غالب آونگا تو غازی ہوں گا تو تجھے یہ خدمت تفویض ہوئی تھی تو یخانہ کی جو مدد اور کمک چاہی تھی اس کا سرانجام کیا گیا بعد ازاں تو نے لکھا کہ جب تک میں ان حدود میں نہیں آونگا اس مہم کا فیصلہ ہونا اشکال سے خالی نہیں۔ تیری ہی صلاح سے میں اجمیر میں آیا۔ اب تو نے عرائض میں معقول وجہ بیان کر کے شاہزادہ کی استدعا کی۔ غرض تمام مقدمات تیری رائے اور تدبیر کے موافق عمل میں آئے۔ اب باعث کیا ہے کہ یکبارگی معرکہ سے اپنے پاؤں کو باہر نکالتا ہے اور ناسازگاری کرتا ہے اس مدت میں بابا خرم کو کبھی اپنے سے جدا نہیں کیا تھا۔ محض تیری کارروانی کے اعتماد پر اس کو بھیجا ہے تو تجھے چاہیئے کہ نیک خواہی اور نیک اندیشی کا طریقہ منظور و مرعی رکھے۔ رات دن فرزند سعادتمند کی خدمت سے غافل نہووے اگر ان باتوں کے خلاف امر کرے گا اور اپنی قرارداد سے باہر قدم رکھے گا۔ تو سمجھ لے کہ اپنا نقصان کرے گا۔ ابراہیم حسین نے جا کر یہ باتیں خان اعظم کو سمجھائیں مگر اس کا نتیجہ اصلا کچھ نہوا۔ اور اپنے فعل و قرارداد سے باز نہ آیا۔ جب بابا خرم نے دیکھا کہ اس کا یہاں ہونا کام میں مخل ہوتا ہے۔ اس کی نگہداشت کر کے عرضداشت کی۔ کہ یہاں اس کا ہونا کسی طرح لائق نہیں ہے اور محض اس سبب سے کہ وہ خسرو سے نسبت ورشتہ رکھتا ہے۔ کارشکنی میں کوشش کرتا ہے۔ میں نے مہابت خاں کو بھیجا کہ جا کر اس کو اودیپور سے لے آئے۔ محمد تقی دیوان بیوتات کو تعین کیا کہ مندسور میں جا کر اس کے فرزندوں اور متعلقین کو اجمیر میں پہنچا دے ۱۶۔ کو فرزند بابا خرم کی عرضداشت آئی کہ فیل عالم گمان جس پر رانا کو نازش تھی اور سترہ فیلوں کے ساتھ ہمارے ہاتھ آیا ہے اور عنقریب انکا صاحب بھی گرفتار ہوگا۔

۹۔ صفر ۲۲ سنہ کو نوروز ہوا اور جشن رسم مقررہ کے موافق کیا گیا۔ اس مہینے کی ۱۵ کو

مہابت خاں جو خان آعظم اوراس کے بیٹے عبداللہ خاں کو لینے گیا تھا اُن کو لایا خان اعظم کو آصف خاں کے حوالہ کیا کہ اس کو قلعہ گوالیار میں نگاہ رکھے۔ اس قلعہ میں بھیجنے سے غرض یہ تھی کہ مبادا مہم رانا میں بہ سبب خسرو کے رشتہ مندی کے وہ نفاق و فساد نہ پیدا کرے اسلیے میں نے حکم دیا کہ اس کو قلعہ میں بطریق بندیوں کے نہ رکھیں بلکہ اسباب و رخت و آسودگی اور کھانے پینے کا سامان اُس کے واسطے مہیا رکھیں بہمن کے مہینے میں خوشخبریاں متواتر آئیں اوّل خبر یہ تھی کہ رانا امر سنگہ نے اطاعت و بندگی درگاہ والا کی اختیار کی اس مقدمہ کی کیفیت یہ ہے کہ عبداللہ خاں صوبہ دار احمد آباد کے نام فرمان بتاکید صادر ہوا کہ خود اپنے تئیں شاہزادہ خرم پاس پہنچائے اور دکہن کے بعض کومکیوں کو حکم صادر ہوا کہ شائستہ فوج کے ساتھ شاہزادہ کے لشکر سے ملیں کل بیس ہزار سوار شاہزادہ کی ہمراہی کے واسطے تعین ہوے شاہزادہ خرم جب رانا کے تعلقہ میں داخل ہوا تو اُس نے اپنے بخشی محمد تقی جس کا آخر کو خطاب شاہ قلی خاں ہوا پانچ ہزار سواروں کے ساتھ بطریق ہراول رخصت کیا اور حکم دیا کہ جس جگہ ملک رانا کا کوئی قصبہ و معمورہ ہو اس کو تاخت و تاراج کرے اور بتخانوں کو جہاں پائے مسمار کرے۔ اور خود سب جگہ رانا کے منصوبوں کے استیصال میں کوشش کرنے اُن کی جگہ اپنے آدمی مقرر کرے اور پہاڑوں پر جو مخالفوں کا ملجا ہے لشکر کو لے جائے رانا کی جائے حاکم نشین اودے پور تھا۔ اس شہر کا رانا سانگا کے بیٹے اودے سنگہ نے ایک قلب مکان میں آباد کیا تھا جس کے تین طرف پہاڑ واقع تھے اور دو تالاب اُس کے متصل بنائے تھے اور جب سے چتوڑ کو چھوڑا تھا ابتک رانا یہیں سکونت رکھتا تھا اب وہ اُسے چھوڑ کر دشوار گذار پر اشجار کوہستان میں بطریق فرار چلا گیا تھا۔ شاہزادہ خود اودیپور میں آیا اور اطراف ملک میں چار فوجیں متعین کیں اور ملک کے بندوبست و رسد کے بھیجنے کے لیے چھہ تھانے مقرر کیے۔ رانا کے سرداروں کے ساتھ محمد تقی بخشی کی سخت کارزار ہوئی خصوصاً بتخانوں کے مسمار کرنے میں جن کی حفاظت میں راجپوت ایسے جان توڑ کر جم کر لڑے کہ دونوں طرف کے آدمی کشتہ ہوے۔ رانا کے پسر ارشد نے ایک رات کو فوج

تہیں لوڑ دار اور سانکی اطاعت

لوہ نور دساتھ لے کر ہراول کی فوج شاہی پر شب خون مارا۔ اس شب کو بھی محمد تقی اور اُس
کے ہمراہیوں نے راجپوتوں کا خوب دلیری سے مقابلہ کیا بہت راجپوت کشتہ اور زخمی ہوگئے
اس ہنگامہ میں عبداللہ خاں فیروز جنگ اور دلاور خاں کاکر کو ملی احمد آباد بھی پہنچ گئے اور
لشکر اسلام کو تقویت ہوئی۔ آب وہوا کی ناموافقت سے لشکر کے بہت سے آدمی اور نامی
نوکر تلف وبیمار ہو گئے۔ باوجود اس کے شاہزادہ خرم نے رانا اور اس کے کارپردازان
اور سرداروں کو ایسا تنگ کیا کہ رانا نے عجز کا پیغام دیا اور امان کی التماس کی اور سوپ کرن اپنے
خالو کو بھیجکر شفیع جرائم بنایا اور بعدہ رانا برخلاف اپنے آباواجداد کے طریقہ کے کہ ہرگز بادشاہ
و بادشاہزادہ کی ملازمت نہیں کرتے تھے خود آیا اور سات ہاتھی پیشکش کے ساتھ نذر دیے
شاہزادہ نے خلعت وشمشیر مرصع و دو فیل اور پچاس گھوڑے اُس کو دیئے اور ایک سو
میں خلعت اُس کے ہمراہیوں کو عنائت کیے اور اس کو اپنے گھر رخصت کیا۔ پھر رانا نے
اپنے بیٹے راناکرن صاحب ٹیکہ کو شاہزادہ کے ہمرکاب بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔ بادشاہ
پاس جب شہزادہ آیا تو اُس کے منصب دوازدہ ہزاری پر شش ہزاری وچار ہزار سوار کا
اضافہ ہوا۔ اور بادشاہ نے کرن پر کہ وحشی طبیعت و مجلس نادیدہ تھا کوہستان میں
اُس کی زندگی بسر ہوئی تھی روز بروز زیادہ عنائت کی اور اُس کو نورجہاں نے
بھی خلعت دیا۔ اوپر کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہی فوج کو اودے پور کی لڑائی
بھڑائی میں دکن کی نسبت زیادہ کامیابی ہوئی اور بادشاہ کو اس کامیابی سے
بڑی خرمی اسلیے ہوئی کہ وہ اُس کے لاڈلے بیٹے خرم کے سبب سے حاصل ہوئی۔ یہ
کامیابی صرف اسی کی سعی سے ہوئی۔ خان اعظم تو اس پاس سے چلا آیا تھا اس سبب
سے خرم کی قدر ومنزلت میں بڑی ترقی ہوئی۔ وہ اپنے داداجان کی تدبیر ملکی بھولا نہیں
جب رانا اطاعت کے لیے آیا تو اس کو گلے لگایا اور اپنی برابر بٹھایا اور شہنشاہ اکبر
کے عہد سے جو ملک فتح ہوا تھا وہ اُس کو دیدیا اور جہانگیر بھی اپنے باپ کی تدبیر
ملکی نہیں بھولا تھا کہ جہانتک ممکن ہو قدیم خانوادے خراب نہوں۔ پہلی خوشخبری تو یہ تھی

جو اوپر بیان ہوئی اور دوسری خوشخبری یہ تھی کہ بہادر کے مرنے کی خبر آئی جو ولایت گجرات کا حاکم زادہ تھا اور فتنہ و فساد کا مایہ تھا وہ اجل طبعی سے مرگیا۔
سوم خوشخبری پرتگیزوں کی شکست تھی اُس کی تفصیل یہ ہے کہ گوا کے فرنگیوں (پرتگیزوں) نے بے تولی کرکے چار جہاز اجنبی کہ بندر سورت کے جہازات مقررہ میں سے تھے حوالی بندر میں تاراج کیئے اور مسلمانوں کی جماعت کثیر کو اسیر کرکے اس کا مال متاع سب چھین لیا۔ بادشاہ کو یہ امر ناگوار خاطر ہوا۔ یہ بندر مقرب خاں کے سپرد تھا اُس کو تدارک اور تلافی کے لیے رخصت کیا۔ اب پرتگیزوں (وآرزی نے) قلعہ و بندر سورت کی تسخیر کا سامان ہم پہنچایا تھا اور اس کے فتح کرنے کو گئے تھے بندر مذکور میں پرتگیزوں اور انگیزوں کے درمیان لڑائی ہوئی۔ اس بندر میں انگریز پناہ کے لیے آئے تھے انگریزوں نے اپنی آتشبازی سے پرتگیزوں کے اکثر جہاز جلا دئے۔ ناچار تاب مقاومت پرتگیز نہ لائے اور گریزاں ہوئے اور شاہ گجرات کے حاکم مقرب خاں پاس آدمی بھیجکر صلح کے خواہاں ہوئے اور اظہار کیا کہ ہم صلح کے لیے آئے تھے نہ جنگ کے قصد سے انگریزوں نے یہ لڑائی کھڑی کردی - یہ خبر آئی کہ چند راجپوتوں نے عنبر کے مارنے کا قصد کیا تھا وہ گھات لگا کے عنبر تک پہنچ گئے ایک راجپوت نے اُس کے ایک ناقص زخم لگایا - عنبر کے گرد کے آدمیوں نے اُسے مار ڈالا اور عنبر کو اُس کے گھر لے گئے - اُس کے مرنے میں کچھ نہ رہا تھا افسوس ہے کہ ایک آنچ کی کسر باقی رہی - بادشاہ اس سال میں درد سر و تپ میں مبتلا ہوا تھا - نورجہاں نے مسیحائی کی کہ ان امراض کا علاج شراب کی کمی اور غذا کی سادگی سے کردیا - جب بادشاہ کو صحت کامل ہوئی تو جیسا وہ باطن میں معتقد او رحلقہ بگوش خواجہ بزرگوار تھا اور اُن کو اپنی ہستی کا سبب سمجھتا تھا ایسے ہی ظاہر میں اُسنے اپنے دونوں کان چھدوا کے ہر کان میں ایک دانہ مروارید ڈالا - اسکے بندگان مخلص نے بھی اُنکی تقلید کی اُن کو ۳۰۰ دانے مروارید قیمتی چھتیس ہزار روپے کے عنایت کیئے اس سال کے غرائب اتفاقات سے شاہزادہ خرم کے خالو کشن سنگھ کا مارا جانا ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ راجہ سورج سنگھ کا وکیل گوبند داس تھا اُسنے راجہ کے برادرزادہ کو بہ سبب نزاع دنیوی مار ڈالا

متفرقات

کشن سنگھ کا مارا جانا خرم کے خالو کا ۱۰۱۸

کشن سنگہ برادرزادہ اُسکا چاہتا تھا کہ مقتول کے عوض میں وکیل سے قصاص لیا جائے وکیل سے سورج سنگہ بہت محبت رکھتا تھا۔ اس قتل کے مقدمہ کو یوں ہی ٹالنا چاہتا تھا کشن سنگہ مع اپنے برادرزادہ کرن کے راجپوتوں کی ایک جماعت لیکر گوبنداس کے گھر پر چڑہ گیا۔ وہ سورج سنگہ کی پناہ میں ہتا تھا ایک شور اور ہنگامہ برپا ہوا۔ گوبنداس کی جستجو میں کشن سنگہ تھا کہ وہ اس غلبہ ہجوم میں غیر معلوم کشتہ ہوا۔ سورج سنگہ اس غوغا سے خبردار ہوا اور ننگی تلوار لیکر باہر آیا اور راجپوتوں کی جماعت ساتھ لیکر کشن سنگہ اور کرن اور ایک جمع کثیر کو مار ڈالا۔ کشن سنگہ کے آدمی جو بچے تھے وہ لڑتے ہوئے مکان سے باہر آئے اور استغاثہ کرتے ہوے بارگاہ شاہی کو روانہ ہوے اس جماعت کا تعاقب راجہ سورج سنگہ نے کیا اور دولتخانہ کے دروازہ پر آیا اور جھروکہ کے نیچے ایک فتنہ و غوغائے عظیم برپا ہوا اور اس میدان میں بادشاہ کے روبرو چند راجپوت کشتہ ہوئے اور بہت کوشش سے یہ فساد دور ہوا۔

۸ صفر ۱۰۲۴ سنہ حضرت نیر اعظم نے برج حوت سے شرف خانہ حمل میں نزول فرمایا جشن نوروز اور آئین بندی نے بدستور سابق تربیت پائی۔ رانا کرن منصب پنجہزاری ذات و سوار سے سرفراز ہوا۔ ایک تسبیح خردمرارید و زمرد کی جس کے بیچ میں لعل تھا اور ہندو اس کو سمرن کہتے ہیں اُس کو عنایت کی۔ جہانگیر لکھتا ہے کہ

۲۵۔ دی کو شاہزادہ خرم کے تلادان کا دن تھا۔ اُس کی عمر اس سن میں ۲۴ سال کی تھی بیاہ شادیاں بھی ہو چکیں تہیں اور صاحب اولاد تھا۔ اس نے کبھی شراب نہ پی تھی۔ آج اسکے وزن کی مجلس تھی میں نے کہا کہ بابا تو صاحب اولاد ہوا ہے۔ بادشاہ اور بادشاہزادے شراب پیتے ہیں آج تیرے وزن کا جشن ہے تجکو شراب پلاتا ہوں اور اجازت دیتا ہوں کہ جشن کے دنوں میں ایام نوروز میں و بزرگ مجلسوں میں شراب پیا کر مگر اعتدال کے ساتھ۔ اتنی شراب پینی کہ عقل کو زائل کرے دانشمندوں نے روا نہیں رکھی اُس کے پینے سے غرض فقط نفع و فائدہ ہو۔ بوعلی کہ طبقہ حکما اور اطبا کا بزرگ ہے اُس نے یہ رباعی لکھی ہے۔

مے دشمن مست و دوست ہشیار است — اندک تریاق و بیش زہر مار است

جلد ۲

در لب یارش مضرت اندک نیست   در اندک او منفعت بسیار است

بہت مبالغہ کرکے شاہزادہ خرم کو شراب پلائی میں نے پندرہ برس کی عمر تک شراب نہیں پی تھی
لیکن ایام طفولیت میں دو تین مرتبہ والدہ اور اناؤں نے اور اطفال کے علاج کی تقریب
کرکے میرے والد بزرگوار سے عرق طلب کرکے بقدر ایک تولہ کے گلاب و آب میں ملا کر کھانسی
کے دور کرنے کے لیے مجھے پلایا تھا۔ ان دنوں میں کہ والد بزرگوار کا لشکر افغان یوسف زئی کے
دفع کرنے کے لیے گیا تھا۔ تو قلعہ اٹک میں کہ آب نیلاب کے کنارہ پر واقع ہے میں ٹھیرا ایک دن
شکار کھیلنے سے بہت تھک گیا تو اُستاد شاہ قلی توانچی نادری نے کہ میرے عم بزرگوار مرزا حکیم
کے ہاں و شرابدار توپچیان تھا کہا کہ شراب کا ایک پیالہ نوشجان فرمائیے تو ماندگی اور کساوت
سب دور ہو جائے گی۔ چونکہ ایام جوانی تھے ایسے امور کی طرف طبیعت مائل تھی محمود آبدار کو
حکم دیا کہ حکیم علی کے گھر میں جا کر شربت کیف ناک لائے حکیم نے میٹھی شراب زرد بقدر ایک پیالہ
کے چھوٹے شیشے میں بھیجی اسکو میں نے پیا اُس کی کیفیت خوش معلوم ہوئی اُس کے بعد شراب
پینی شروع کی روز بروز بڑھائی یہانتک کہ پھر شراب انگوری نشہ کی کیفیت نہیں پیدا کرتی تھی عرق
پینا شروع کیا رفتہ رفتہ نو برس کی مدت میں عرق دو آتشہ کے بیس پیالے پینے لگا چودہ پیالے دن کو
پیتا اور باقی رات کو اس شراب کا وزن چھ سیر ہندوستانی ہوتا تھا اور میری خوراک نان و ترب کے
ساتھ ایک مرغ تھی اس حال میں کسی کی قدرت نہ تھی کہ مجھے منع کرتا یہانتک نوبت پہنچی کہ اُس
کے خمار میں مجھے بہت رعشہ ہوتا اور ہاتھ کے لرزنے سے اپنا پیالہ آپ نہیں تھام سکتا تھا اور لوگ
اُسکو پلاتے تھے جب یہ حال ہوا تو میں نے حکیم ہمام برادر حکیم ابوالفتح کو جو والد بزرگوار کا مقرب
تھا طلب کیا اور اپنے حال سے اطلاع دی اُسنے کمال اخلاص اور نہایت دلسوزی سے بیحجابانہ
کہا کہ صاحب عالم اگر اس روش سے عرق کو نوشجان فرمائیں گے تو چھ مہینے بعد وہ حال ہو جائیگا
کہ علاج پذیر نہیں ہوگا اس کی بات خیر اندیشی سے خالی نہ تھی جان شیریں عزیز ہوتی ہے اُنکی
بات نے مجھ میں اثر کیا اور میں نے اُس تاریخ سے شراب کم کرنی شروع کی فلونیا
(افیون و بھنگ) زیادہ کی جتنی شراب کم کرتا فلونیا زیادہ کرتا۔ میں نے حکم دیا کہ عرق

شراب انگوری سے ممزوج کریں چنانچہ دو حصہ شراب انگوری اور ایک حصہ عرق ہوتا تھا۔ ہر روز
کم کرتا جاتا تھا سات سال ہوے کہ چھ پیالہ پیتا تھا اور ہر پیالہ کا وزن سوا اٹھارہ مثقال ہوتا
تھا اب پندرہ برس ہوے کہ اتنی شراب پیتا ہوں اُس سے نہ زیادہ ہو نہ کم۔ اور رات کو پیتا ہوں
روز پنجشنبہ جو میرے جلوس کا دن ہے اور شب جمعہ کہ ایام ہفتہ میں شبہا متبرک سے ہی
اور روز متبرک اُس کے آگے آتا ہے ان دونوں کا لحاظ کر کے جب دن ختم ہوتا تو شراب پیتا مجھے
یہ خوش نہیں معلوم ہوتا کہ اس شب کو غفلت میں گذاروں اور منعم حقیقی کے شکر میں تقصیر
کروں اور روز پنجشنبہ و روز یکشنبہ کو گوشت نہیں کھاتا پنجشنبہ میرے جلوس کا دن اور
روز یکشنبہ پدر بزرگوار کی ولادت کا دن ہے وہ اس دن کی بڑی تعظیم کرتا تھا اور اس کو عزیز
رکھتا تھا کچھ دنوں کے بعد فلونیا کو افیون سے بدل لیا۔ اب میری عمر چھالیس سال چار ماہ
شمسی کی اور ۴۷ سال نو ماہ قمری کی ہے۔ آٹھ رتی افیون پانچ گھڑی دن چڑھے اور چھ رتی
پھر رات گئے کھاتا ہوں۔

اس سال میں ممالک محروسہ کی اطراف سے فتح فیروزی اور ظفر بہروزی کی خبریں آئیں
اوّل احداد افغان کا قضیہ ہے کہ مدت دراز سے کوہستان کابل میں سرکشی و فتنہ انگیزی
کرتا تھا اور اس سرحد کے بہت افغان اس پاس جمع ہو گئے تھے والد بزرگوار کے زمانہ سے حال تک
کہ میرے جلوس کا دسواں سال ہے ہمیشہ افواج اس کے سر پر پہنچ جاتی تھی رفتہ رفتہ وہ شکستیں
کھاتا اور پریشانیاں اُٹھاتا اُس کی فوج کا ایک حصّہ کشتہ ہوتا۔ دوسرا حصّہ متفرق ہوتا
یہ چرخی میں کہ اُس کے اعتماد کا محل تھا ایک مدت تک پناہ میں رہا اُس کے اطراف کو
خانہ دوراں خاں نے محاصرہ کیا اور درآمد و برآمد کی راہیں بند کیں۔ جب اُس کے پاس
حیوانات کے لیے گھاس اور خوراک نہ رہی تو راتوں کو اپنے مویشی کو پہاڑ کی ترائی میں چراتا
تھا اور خود بھی اس لیے آتا تھا کہ اور آدمی اُس کی ہمراہی کریں خاں دوراں خاں کو یہ خبر
پہنچی تو سرداروں کی ایک جماعت کو اور تجربہ کار آدمیوں کو ایک معین شب میں تعین
کیا کہ حوالی چرخی میں جا کر کمین میں بیٹھیں یہ جماعت جا کر رات کو پناہ گاہوں میں پنہاں ہوئی

احداد کی فتح

اور دن کو خاندوراں خاں نے اس طرف سواری کی جب مخالف اپنے حیوانات کو چرانے لائے اور احداد اپنی جماعت کے ساتھ کمین گاہوں سے نکلا کہ یکبارگی ایک گرد آگے سے ظاہر ہوئی جب اس کی خبر اس نے لگائی تو معلوم ہوا کہ خاندوراں خاں ہی تو اُسنے متلاشی و مضطرب ہوکر بازگشت کا ارادہ کیا۔ خان مذکور کے قراولوں نے بھی خبر کی کہ یہاں احداد ہی تو خان احداد کے پاس گیا اور جو آدمی کہ کمین گاہ میں تھے اُن کو بھی سرراہ لیکر حملہ آور ہوا۔ دوپہر تک بہ سبب قلبی و شکستگی جا اور بسیاری جنگل معرکہ جنگ قائم رہا۔ آخرالامر افغانوں کو شکست ہوئی۔ پہاڑوں میں وہ گھسے اُن کے تین سو کے قریب کام کے آدمی مارے گئے اور سو آدمی قید ہوئے احداد دوبارہ اس اپنے محکم جامیں نہ جاسکا بالضرورت تندہار کی جانب گیا افواج شاہی نے چرخی میں افغانوں کے مقاموں میں جا کر اُن سب کو جلا دیا اور بیخ و بنیاد سے اکھیڑ کر پھینک دیا۔

تال کا کریہ کے کنارے پر ایک سنیاسی فقیرانہ مکان میں رہتا تھا۔ طائفہ ہنود کے مرتاضوں میں سے تھا۔ بادشاہ ہمیشہ درویشوں کی صحبت کی طرف راغب تھا وہ بے تکلف اُس کی ملاقات کو گیا اور بہت دیر تک اُس پاس بیٹھا رہا۔ بادشاہ لکھتا ہی کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ آگاہی و معقولیت سے خالی نہیں ہی اور اپنے آئین کے موافق مقدمات صوفیہ سے خوب واقف ہی اور ظاہر اپنا اہل فقر و تجرید کے موافق بنا رکھا ہی اور طلب و خواہش سے ہاتھ کھینچ لیا ہی اس سنیاسی سے بہتر کوئی ابتک اس طائفہ میں میں نے نہیں دیکھا۔

بادشاہ نے سید محمد نبیرہ شاہ عالم سے فرمایا کہ جو تو چاہے مانگ میں تجھے دونگا اور اُس کو قرآن کی قسم دی کہ تو مجھ سے مانگ اُس نے عرض کیا کہ حضور نے مصحف کی قسم دی ہی وہی مجھے عنایت کیجئے اُس کی تلاوت کا ثواب حضرت کو پہنچے گا۔ بادشاہ نے مصحف یاقوت کے ہاتھ کا لکھا ہوا جو نفائس روزگار سے تھا میر مذکور کو عنایت کیا۔ اور اس کی پشت پر خط خاص سے مرقوم کیا کہ فلاں تاریخ فلاں مقام میں سید محمد مذکور کو یہ قرآن مرحمت کیا اور اسکو حکم دیا کہ مصحف کو سلیس عبارت میں کہ تکلف و تصنع سے خالی ہو لغات ریختہ میں ان کا لفظ بلفظ فارسی میں

سنیاسی

مصحف کے ترجمہ کی فرمائش

ترجمہ کرے اور تحت اللفظ معنی پر ایک حرف زیادہ نکرے اور اصلاح شرح و بسط و شان نزول کا مقید نہو اور جب تمام ہو جائے تو اپنے فرزند کے ہاتھ بھیجدے۔

شہنواز خاں کی فتح ملک عنبر پر

دوسری خبر خانخاناں کے بیٹے شہنواز خاں کی فتح اور عنبر کی شکست عظیم کی ہے جس کا مجمل بیان یہ ہے کہ جن دنوں میں خانخاناں کی طرف سے شہنواز خاں بالاپور برار میں سردار فوج تھا تو یاقوت خاں و آدم خاں اور ایک جماعت امرا دکن کی اور جادوراے اور بابو کانٹیہ ملک عنبر سے رنجیدہ اور برگشتہ ہوکر شہنواز خاں پاس آئے شہنواز خاں اُنکے آنے سے نہایت خوش ہوا اور ان بے ہمتوں کے مزید اعتبار کے لیے اور دور و نزدیک کے فدویوں کے کان میں مژدہ تقویت کے پہنچانے کے لیے اُس نے شادیانے بجوانے کا حکم دیا عنبر سے لڑنے کے لیے لشکر و توپخانہ لیکر سوار ہوا۔ محل دار خاں و یاقوت خاں و آتش خاں ولد دلاور خاں کو امرائے نظام الملکی کی ایک جماعت کے ساتھ اور خانہ زادان رزم افروز اور توپخانہ دشمن سوز کو بطریق ہراول عنبر کی اُس فوج کے مقابلہ کے لیے بھیجا جو محالات میں مور و ملخ کی طرح پراگندہ تھی۔ اور پرگنات بادشاہی سے تحصیل زر کرتی تھی۔ دکنی سب طرف سے فراہم ہوکر بادشاہی لشکر سے لڑنے میں مصروف ہوئے اور مقابلہ و مقاتلہ کرتے ہی دکن کی فوج کو شکست ہوئی۔ اس خبر کے سننے سے عنبر کے سینہ و جگر میں غیرت کی انگیٹھی روشن ہوئی۔ وہ خود بڑی شان و دبدبہ سے لشکر آراستہ اور فیلان جنگی اور توپخانہ آتش بار اور پیادے بیشمار لیکر دولت آباد سے شہنواز خاں کی فوج سے مقابلہ کرنے کے قصد سے آیا ان دونوں لشکروں میں چھہ کروہ کا فاصلہ تھا اور ایک نالہ اُن کے درمیان حائل تھا دکھنیوں کے پیکار کے اطوار سے یاقوت خاں خوب آگاہ تھا اُس نے بیش آہنگی کر کے میدان جنگ کی جائے سر راہ نالہ پر گل اور لائے کم عرض کی قرار دی اور برقنداز و تیرانداز و بہادر دلاور نالہ کے روبرو اطراف پر مقرر کیے اور اُن کے عقب میں جابجا فوج کو مکی کی جماعت مقرر کی کہ وہ گولہائے سوزاں اور بانہا آتش فشاں اور شمشیر ہائے جاں ستاں سے اپنے لشکر کی پشت گرمی اور دشمن کے لشکر کی برہم زدگی کریں۔ دکھنیوں نے بھی

دو روز میں اپنی فوج و توپخانہ کی آزمائش کی اور فیلان مست اور جوانان جنگ پرست کو آراستہ کیا۔ تیسرے روز نالہ پر لڑائی شروع ہوئی۔ ضرب گولہ و تفنگ و صدمۂ بان اور تیر سے دکھنیوں کے بہت سے سردار بے سروپا ہوئے نشیب و فراز اور تنگی راہ سے اُن کے اہل فیل پر کام ایسا تنگ ہوا کہ بہت سے سوار اور پیادے ایک دوسرے پر قطار بر قطار گرتے تھے جو پانی میں پھنس جاتے تھے اُن کی اجل کے سوا کوئی دستگیری نہ کرتا تھا جو گھوڑا دلدل میں پھنستا تھا اُس کا راکب خلاصی کو عطیہ الٰہی جانتا تھا۔ جو تیر چھی اور تازی گھوڑوں کے لگتا تھا وہ چکر کھا کر چاریا ہوتا تھا اور اپنے سوار دوپا کو نیچے ملتا تھا۔ جو فوج دکھنیوں کی کمک کو عقب سے آتی تھی وہ آگے کی فوج کی ناکامی کو ملاحظہ کرکے پھر جاتی تھی بادشاہی فوج مردوں و نیم جاں زندوں کو روندتی ہوئی نالہ پر آئی۔ عنبر اپنے دلاوروں کو لیکر بادشاہی لشکر کے مقابلہ کے لیے کھڑا ہوا اور ایسا لڑا کہ ایک دفعہ لشکر شاہی میں زلزلہ اُس نے ڈالدیا اور قریب تھا کہ بادشاہی لشکر کی فتح نمایاں ہزیمت بنجائے۔ مگر شہ نواز خاں اور یاقوت خاں سیل رواں کی طرح عنبر کے مقابلہ میں آئے۔ وہ رستمانہ کام کئے کہ عنبر کو تاب نہ پایا۔ فرار دولت آباد تک اختیار کرنا پڑا۔ بہت ہاتھی و گھوڑے اور تین سو اونٹ بان اور کارخانجات کے بار سے لدے ہوئے بادشاہی لشکر کو ہاتھ آئے۔ بادشاہی لشکر نے کھڑکی تک جواب اورنگ آباد کہلاتا ہی تعاقب کیا۔ تین روز تک اُس کو خوب لوٹا اور غارت کیا اور پھر امن دیا۔ بعض سببوں سے بادشاہی لشکر نے مراجعت کی شہ نواز خاں و یاقوت خاں مع کل امیروں کے عنایت شاہی کے مورد ہوئے۔

تیسری خبر ولایت کوکھرہ کی فتح اور کان الماس ہاتھ آنے کی تھی۔ ابراہیم خاں کی حسن سعی سے یہ فتح حاصل ہوئی تھی۔ یہ کوکھرہ صوبہ بہار و پٹنہ کے توابع سے ہی۔ اس میں ایک رود خانہ جاری ہی جس میں ایک وش خاص سے الماس نکالتے ہیں اور نکالنے کا طریقہ یہ ہی کہ ایک جماعت نے جو اس کام میں مشغول رہتی ہی۔ تجربہ سے دریافت کیا ہی کہ جن دنوں میں گردابوں و آب کندوں میں پانی کم ہوتا ہی تو جس گرداب میں

ولایت کوکھرہ کی فتح اور کان الماس کا ہاتھ آنا

الماس ہوتا ہے اُس پر بہت ریزہ پرند جانور پشہ کی قسم کے جس کو ہندی میں جھینگا کہتے ہیں
ڈھیروں جمع ہو جاتے ہیں رودخانہ کے طول میں جہانتک جا سکتے ہیں دیکھہ بھال کر
وہ لوگ گورابوں (جن سوراخوں میں پانی ہو) کے اطراف کو سنگ چین (اُنکے گرد پتھر لگاتے
ہیں) کرتے ہیں پھر بیل (کدال) اور کلندان (پھاوڑے) سے گورابوں کو گز ڈیڑھ گز نیچے
لیجا کر اُن کے گرد کھودتے ہیں جو سنگ و ریگ ریزہ نکلتے ہیں اُن میں تلاش کر کے چھوٹے بڑے
الماس نکال لیتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پارچہ الماس ایسا ہاتھ لگ جاتا ہے کہ ایک لاکھہ روپیہ
اس کی قیمت ہوتی ہے - اس ولایت اور اس رودخانہ پر ایک ہندو زمیندار درجن سال
متصرف تھا ہر چند صوبہ بہار کے حکام اُس پر فوج کشی کرتے تھے مگر بسبب راہوں کے استحکام
اور جنگلوں کی کثرت کے دو تین الماس لے کر قناعت کرتے تھے اور اسکو اپنے حال پر
چھوڑ دیتے تھے جب صوبہ مذکور میں ظفر خاں کی جگہ ابراہیم خاں مقرر ہوا تو جہانگیر نے رخصت کے
وقت اُس سے کہا کہ اس زمین کو درجن سال کے تصرف سے نکالنا چاہئے - ابراہیم خان بمجرد
اس ولایت میں آنے کے جمعیت کے ساتھ زمینداروں کے سر پر چڑھا انہوں نے بدستور سابق آدمی
بھیجکر چند الماس کے دانوں اور چند ہاتھیوں کے دینے پر عہد و پیمان کرنا چاہا مگر خان مذکور اُس پر
راضی نہوا - تیز و تند اُس کی ولایت میں آیا پہلے اس سے کہ درجن سال اپنی جمعیت جمع
کرے راہبروں کو پیدا کیا اور ایلغار کر کے بیخبر کوہ درہ کو کہ اُس کا مسکن تھا محاصرہ کر لیا
اور درجن سال کے تفحص میں آدمیوں کو بھیجا تو اُس کو ایک غار میں چند عورتوں کے ساتھ
پایا جن میں سے ایک اُسکی ماں تھی اور دوسری اُسکے باپ کی بیویوں میں سے تھی اُن کو اُسکے
بھائیوں میں سے ایک بھائی کو پکڑ لیا - اور تلاشی لیکر ہیرے جو اُس کے پاس تھے
لے لیے اور تیئیس ہاتھی بھی ہاتھ لگے اس خدمت کی جلدو میں ابراہیم خاں کا منصب چار ہزاری
ذات و سوار مرحمت ہوا - اس زمانہ سے یہ ملک اور رودخانہ بادشاہی تصرف میں
ہے - اور اس رودخانہ میں لوگ کام کر کے جتنے الماس نکالتے ہیں بادشاہ پاس بھیجدیتے
ہیں - ایک الماس کلان ایسا بھیجا گیا - جس کی قیمت پچاس ہزار روپیہ تھی اس سے احتمال ہوتا ہے کہ

کہ اگر اسی طرح یہ کار جاری رہا تو جواہر خانہ خاصہ میں الماس نہایت عمدہ جمع ہو جائینگے

گیارہویں نوروز اول ربیع الاول ۱۰۲۵ مطابق ۱۰۔ مارچ ۱۶۱۶ء حسب معمول جشن ہو

بادشاہ پاس احمد نگر کے واقعہ نگار کی عرضداشت آئی کہ عبداللہ خاں صوبہ دار

نے رویداد واقعی لکھنے پر خانہ زاد کو گھر سے پیادہ پا نہایت خفت کے ساتھ بلایا اور نہایت

اہانت کی پادشاہ کا حکم ہوا کہ دیانت خاں جاکر عبداللہ خاں کو پیدل شہر سے نکالے اور پھر

گھوڑے پر سوار کرکے لائے عبداللہ خاں کو یہ خبر پہلے معلوم ہوئی تو احمد آباد سے پیادہ پا

خود روانہ ہوا۔ دیانت خاں سے رستہ میں ملا وہ بزور اوس کو گھوڑے پر سوار کرکے بادشاہ

کے روبرو لایا۔ بادشاہ نے اوسکو بے منصب کیا اور مجرا ممنوع فرمایا پھر مرزا خورم کی سفارش

سے قصور معاف ہو گیا۔

اس سال میں بلکہ پہلے سال سے ہندوستان کے بعض مقام میں وبائے عظیم پھیلی۔ پرگنات

پنجاب سے اس کا ظہور ہوا رفتہ رفتہ شہر لاہور میں سرایت کی۔ اس وبا سے بہت ہندو مسلمان تلف

ہوئے پھر وہ سرہند میں آئی اور میان دوآب میں دہلی اور اوسکے اطراف تک پہونچی۔ بہت

سے دہات اور قریات کو اُس نے معدوم کیا۔ ابتدا میں گھر میں ایک چوہا نکلتا۔ وہ سوراخ

سے مدہوشانہ نکلکر در و دیوار سے سر پٹک پٹک کر مر جاتا۔ اگر اس چوہے کے مرتے ہی اہلخانہ

اپنا گھر بار چھوڑکر صحرا و جنگل میں چلے جاتے تو اون کی جان سلامت رہتی اور نہیں تھوڑے

عرصہ میں تمام آدمی اس دیہہ کے صحرائے عدم میں چلے جاتے۔ اگر کوئی میت یا اوس کے مال کو

ہاتھ لگاتا تو جاں بر نہ ہوتا۔ اس وبا کا اثر ہنود پر زیادہ تھا۔ لاہور کے گھروں میں دس دس

بیس بیس آدمی مرجاتے اُن کی بدبو سے ہمسایہ عاجز آجاتے محلہ کو چھوڑ دیتے۔ گھر کے گھر

میتوں سے بھرے پڑے مقفل رہتے۔ جان کے خوف سے کوئی اون کے گرد نہ جاتا۔ کفن دفن

کی فرصت نہ تھی مرگ انبوہ جشنے دارد پر عمل تھا۔ پرسہ و ماتم کی رسم متروک تھی۔ کاشمیر میں

اس وبا کی شدت عظیم ہوئی یہانتک نوبت آئی کہ ایک عزیز مرگیا تھا اوس کو ایک درویش نے

گھاس پر غسل دیا تھا۔ دوسرے روز درویش مرگیا۔ جس گھاس پر غسل دیا تھا اسکو جس گائے نے

کھایا وہ مرگئی۔ اور جن کتوں نے اس گائے کا گوشت کھایا وہ وہیں ڈھیر ہے۔ غرض ہندوستان کا
کوئی ملک اس وبا سے خالی نہیں رہا۔ جہانگیر لکھتا ہے کہ بڑی بڑی عمر کے آدمیوں کی زبانی اور
تواریخ سے معلوم ہوا کہ اس مرض نے کبھی اس ولایت میں اپنا رخ نہیں دکھایا۔ اس کا
سبب دانا حکیموں سے جو دریافت کیا تو بعض نے یہ سبب بتایا کہ دو سال سے خشکی ہے اور
برسات کی بارش میں کمی ہوئی ہے۔ بعض نے یہ کہا کہ خشکی و کمی بارش کے سبب سے ہوا میں
عفونت پیدا ہوئی اس سبب سے یہ حادثہ پیدا ہوا ہے۔ بعض نے اور امور پر حوالہ کیا العلم عند اللہ
تقدیرات الٰہی پر گردن رکھنی چاہیے ؎ چہ کند بندہ کہ گردن نہ نہد فرماں را۔

خزانۂ شاہی میں چوروں کی چوری و دلیری

کوتوالی کے چبوترہ کے حوالی میں خزانہ شاہی تھا اس میں سے چوروں نے روپیہ چرایا
چند روز کے بعد سات چور پکڑے آئے۔ ان چوروں کا سرغنہ نول تھا وہ بھی گرفتار ہوا۔ اور
کچھ مسروقہ روپیہ بھی ہاتھ آیا۔ بادشاہ کے دل میں آیا کہ چوروں نے چوری میں بڑی دلیری
کی ہے ان کو بڑی سزا دینی چاہیے۔ ہر ایک کی سیاست خاص کی گئی۔ نول کو ہاتھی کے
پانوں تلے ڈالنے کا حکم ہوا۔ نول نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں فیل سے جنگ کروں۔ بادشاہ
نے حکم دیا کہ اچھا۔ ایک فیل بدمست آیا۔ بادشاہ نے نول کو خنجر دیکر اوسکے روبرو کیا۔ چند مرتبہ
فیل نے اوسکو گرایا مگر ہر مرتبہ اس متہور بیباک نے باوجودیکہ وہ اپنے رفیقوں کی سیاست دیکھ چکا
اپنے پانوں جماکر سونڈ میں ایسے مردانہ خنجر لگائے کہ ہاتھی نے اُس پر حملہ کرنے سے منہ پھیر لیا
جب بادشاہ نے اوسکی یہ دلیری و مردانگی مشاہدہ کی تو حکم دیا کہ اوسکے احوال سے خبردار رہیں
تھوڑے دنوں بعد وہ اپنی بدذاتی اور دون طبعی کے سبب سے اپنی جگہ پر بھاگ گیا۔
یہ بات بادشاہ کو ناگوار ہوئی اوسکو گرفتار کراکے پھانسی دیدی۔ سعدی نے یہ سچ کہا ہے کہ ؎

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود گرچہ با آدمی بزرگ شود

بادشاہ کا فرنگی رتھ میں سوار ہونا اور اجمیر کا بیان

روز سہ شنبہ غرہ ذیقعدہ کو اجمیر میں بادشاہ فرنگی رتھ میں سوار ہوکر نکلا جسمیں چار گھوڑے جتے
ہوئے تھے اوسنے حکم دیا کہ اکثر امرا رتھ پر سوار ہوکر میرے ہمراہ ہوں۔ شام کو موضع دیورائی
میں پونے دو کوس چلکر آیا۔ اہل ہند نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ بادشاہ اور بزرگ ملک گیری کے

قصد سے شرق کو جائیں تو فیل دندان دار پر سوار ہوں اور اگر مغرب کی جانب تو اسپ یک رنگ پر۔ اور اگر شمال کی جانب تو پالکی یا سنگاسن میں۔ اور اگر جانب جنوب میں تو رتھ میں سوار ہوں۔ جہانگیر ۵ دن کم تین سال اجمیر میں رہا۔ جہانگیر لکھتا ہے کہ اجمیر اقلیم دوم میں ہے ہوا اس کی قریب بہ اعتدال ہے۔ مشرق میں دار الخلافہ آگرہ و شمال میں قصبات دہلی جنوب میں صوبہ گجرات۔ مغرب میں صوبہ ملتان و دیبال پور۔ یہ ولایت ساری ریگستان ہے۔ اس زمین میں بدشواری پانی نکلتا ہے۔ کشت کار کا مدار بارش اور تر زمین پر ہے۔ اوسکے زمستان میں اعتدال ہوتا ہے اوسکا تابستان آگرہ سے ملائم ہے۔ اس صوبے سے ۸۶ ہزار سوار اور تین لاکھ چار ہزار پیادے راجپوت کارزار کے وقت نکلتے ہیں۔

پادشاہ اجمیر سے منزل بمنزل مالوہ کو چلا۔ راہ میں شکار کھیلتا۔ کشتیاں اس کے ساتھ چھکڑوں میں لدکر چلتی تھیں۔ جہاں کہیں تال جھیل دریا آتا تو ان کشتیوں میں بیٹھ کر آبی جانوروں کا شکار کھیلتا۔ جب راہ میں دہ اودے پور کی منزل میں آیا تو رانا اسکی ملازمت میں آیا۔ نذر دی خلعت پایا۔ قلعہ رنتھنبور میں بادشاہ نے قیدیوں کو جو مدت سے مقید تھے رہا کیا۔ بادشاہ مالوہ کا حال یہ لکھتا ہے کہ مالوہ اقلیم دوم سے ہے اس صوبہ کی درازی ولایت گرنہ کی انتہا سے ولایت بانسوالہ تک ۲۴۵ کوس اور عرض اس کا پرگنہ چندیری سے پرگنہ ندربار تک ۲۳۰ کوس اوس کے مشرق میں ولایت باندو شمال میں قلعہ ترور جنوب میں ولایت بگلانہ غرب میں صوبہ گجرات و اجمیر۔ یہ ولایت نہایت پرآب و خوش ہوا ہے پانچ دریا سوا نہروں و ندیوں و چشموں کے اسمیں جاری ہیں۔ دریا یہ ہیں۔ گوداوری بھیما۔ کالی سند۔ نیرا۔ نربدا۔ ہوا اس کی اعتدال کے قریب ہے۔ اس ولایت کی زمین اپنی اطراف کی نسبت بلند ہے۔ قصبہ دہار میں کہ اس ملک کا مشہور مقام ہے تاک میں دو دفعہ انگور لگتے ہیں اس کی کشاورزہ محترفہ بے صلاح نہیں رہتے۔ اس ولایت کی جمع ۲۴ کروڑ ستر لاکھ دام ہے اور اس ولایت میں کام کے وقت نو ہزار تین سو کئی سوار اور چار لاکھ ستر ہزار تین سو پیادے ایک سو زنجیر فیل کے ساتھ نکلتے ہیں۔

جہانگیر کا جانا مالوہ کا حال لکھنا

اجمیر سے مانڈو ۱۵۹ کوس ہے۔ اس فاصلہ کو بادشاہ نے چار ماہ دو روز میں نطے کیا۔ ۴۹ کوچ اور ۷۸ مقام۔ ان ۴۹ کوچوں میں بحسب اتفاق ایسی دلکش جگہوں میں منازل ہوئیں جو تالابوں اور ندیوں اور نہروں کے کنارہ پر واقع ہوتیں۔ ان میں درخت و سبزہ کثرت سے ہوتے خشخاس زار کھلے ہوتے۔ کوئی دن ایسا نہ ہوتا کہ کوچ و مقام میں شکار نہ ہوتا مجھے اس سفر میں ذرا امکان نہ ہوا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک باغ سے دوسرے باغ میں گیا۔ مانڈو کا حال بادشاہ لکھتا ہے کہ مالوہ کی سرکاروں میں مانڈو مشہور سرکار ہے اوسکی جمع ایک کروڑ اونتیس لاکھ دام ہے۔ مدتوں تک سلاطین کا تخت گاہ وہ رہا ہے۔ سلاطین قدیم کی بہت سی عمارتیں بر پا و ہر جا ہیں اون میں ابتک کچھ نقصان نہیں ہوا۔ ۲۴ کو میں ان عمارتوں کی سیر کو گیا اول جامع مسجد میں گیا۔ سلطان ہوشنگ غوری نے اوس کو تعمیر کیا تھا تو اوس کی تعمیر پر ایکسو اسّی سال گذر گئے ہیں لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ آج ہی راج اوسکو بنا کے اُٹھے ہیں۔ یہ عمارت بڑی عالیشان ہی۔ ساری تراشیدہ سنگوں سے بنی ہی۔ پھر حکام خلجیہ کے مقبرہ میں گیا وہاں روسیاہ ابدالآباد نصیر الدین ابن غیاث الدین کی قبر بھی تھی یہ مشہور ہے کہ اس بے سعادت نے اپنے باپ غیاث الدین کو جو اسّی سال کا بوڑھا تھا مارنے کے لئے دو دفعہ زہر دیا۔ باپ پاس زہر مہرہ تھا اُس سے اوس نے دفع کیا۔ تیسری مرتبہ شربت کا پیالہ زہر سے ملا ہوا اپنے ہاتھ سے باپ کو دیا اور کہا کہ اس کو آپ پیجئے۔ جب باپ نے دیکھا کہ بیٹا میرا مرنا ہی چاہتا ہے تو اول زہر مہرہ کو اپنے بازو سے کھول کر اُس کے آگے ڈالدیا اور خالق بے نیاز کی درگاہ میں عجز و نیاز کے ساتھ یہ زبان پر لایا کہ اے خدا میری عمر اب اسّی سال کی ہوئی اور اس مدت کو میں نے دولت و عشرت و کامرانی سے گذارا کہ کسی بادشاہ نے ایسی زندگی نہ بسر کی ہوگی اب میرا بازپسیں کا زمانہ ہے امیدوار ہوں کہ نصیر سے میرے خون کا مواخذہ تو نہ کرے اور میری موت کو اجل مقدر پر حساب کر کے اس سے بازخواست نہ کرے۔ یہ کلمات کہ کر اس شربت کے پیالہ کو بالکل پی گیا اور جان آفریں کو جان سپرد کی۔

مشہور ہے کہ جب شیر خاں افغان اپنے ایام حکومت و سلطنت میں یہاں آیا باوجود

قصہ نورجہاں اور بادشاہ کے شکار کا اور احاطہ میں سے شیر کو نورجہاں کی گولی سے مارنا

جیوان طبعی کے اوس نے اپنے ہمراہیوں کی جماعت کو حکم دیا کہ نصیر کی قبر پر لکڑیاں ماریں
میں بھی جب اُس کی قبر پر گیا تو کئی لاتیں اوس کی قبر پر ماریں - اور اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ وہ
بھی اس قبر پر لاتیں لگائیں مگر میری خاطر کو اوس سے تسکین نہیں ہوئی تو میں نے حکم دیا کہ اوس
کی قبر کو پھاڑ کر اُس کے ناپاک اجزا کو آگ میں ڈال دیں - لیکن پھر مجھے یہ خیال آیا کہ آتش تو
انوار الٰہی میں سے ایک نور ہے حیف ہے کہ اس کا جسم کثیف اس جوہر لطیف کے ساتھ آلودہ ہو
مبادا اس جلانے سے اُس کے عذاب میں تخفیف ہو اس لئے میں نے حکم دیا کہ اس کے فرسودہ
استخوانوں کو مع اجزاء خاک شدہ کے دریاء نربدا میں بہا دیں - ایام حیات میں طبیعت میں
حرارت غالب تھی ہمیشہ پانی میں پڑا رہتا تھا - اب ایک سو بیس برس بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ
اوس کے اجزاء فرسودہ بھی پانی میں مل گئے -

کہتے ہیں کہ شکار گاہ قدیم میں بادشاہ کے ہمراہ نورمحل ہمراہ تھی - قراول احاطہ بارہ میں ایک بڑا
قوی ہیکل شیر گھیر کر لائے تھے - بادشاہ پر خواب معتاد کا غلبہ تھا وہ استراحت میں تھا - بندوق
خاصہ فتیلہ روشن کے ساتھ مسند خاص پاس رکھی ہوئی تھی - دو محل مع دو تین خواص کے برسم
پرستاروں کے بادشاہ کے اطراف میں بیٹھی ہوئی تھیں اس اثنا میں بارہ سے شیر دہاڑتا ہوا
باہر آیا - زمانہ قدیم میں اس بات کی بڑی تقید رہتی تھی کہ سلاطین ہندوستان کی پردگیان حرم
اور پرستاران خاص سواری اسپ و تیر و تفنگ اندازی میں مشق کیا کریں - نورجہاں اُس فن
سے عاری تھی - جوہیں شیر دور سے محل کلاں کی نظر میں آیا تو اُس نے بندوق جھکا کے
شیر کی پیشانی پر گولی ماری کہ شیر گونج کر ایک نیزہ اوچھل پڑا اور زمین پر لوٹنے لگا - بادشاہ
شیر کے دہاڑنے اور بندوق کی آوازے جاگا اور شیر کو پڑا ہوا دیکھا اور رانی کو دیکھا کہ خوشی
خوشی بندوق ہاتھ میں لئے ہوئے ہے اور نورمحل لرزاں و ترساں گریزاں ہے بادشاہ نے رانی
کلاں کو آفریں کہہ کے گلے لگایا - اور اوس پر مہربانی زیادہ کرنی شروع کی اور نورجہاں کو
تشنیع کی اور اوس پر توجہ کم کی - والدۂ نورجہاں فراست و عقل میں عورتوں میں ممتاز تھی
اوس نے تدبیر و تمہید سے ایک تقریب میں کہا کہ حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علیؑ کا قول ہے کہ

بعض صفات حمیدہ ایسی ہیں کہ وہ مردوں کے لئے نیک شمار کی جاتی ہیں اور اُن میں اُن کی تعریف ہوتی ہے۔ لیکن عورتوں کے باب میں عیب گنتے ہیں۔ یہ صفات شجاعت و سخاوت کی ہیں۔ غرض یہ بات جہانگیر کی خاطر نشان کی تو وہ بدستور سابق نور جہاں پر مہربان ہوا۔ اور اوس روز سے نور جہاں نے غیرت کے سبب سے بندوق کا استعمال کیا اور تھوڑے دنوں میں اوسکی مشق کرلی۔ آگے اس کے شیر افگنی کا بیان آئیگا۔

جہانگیر لکھتا ہے کہ میرے دل میں آیا کہ ابتدا سن تمیز سے ابتک جو شکار کئے ہیں اون کا شمار کیا جائے اس لئے واقعہ نویسوں و مشرفان شکار و قراولان عملہ و فعلہ کو یہ خدمت سپرد کی کہ وہ تحقیق کر کے ہر جنس کے جانور جتنے شکار ہوئے ہیں اُن کے مجموعہ کا حال مجھے سُنائیں تو اونھوں نے مجھے بتلایا کہ میری بارہ برس کی عمر ۹۸۸ھ میں تھی اس سال ۱۰۳۰ھ میں پچاس برس کی عمر ہے اس مدت میں میرے روبرو ۲۸۵۳۲ شکار ہوئے ہیں اور اُن میں سے ۱۷۱۶۷ شکار خود بندوق وغیرہ سے میں نے مارے ہیں۔ جنکی تفصیل یہ ہے۔

شیر	۸۶	ریچھ۔ چیتہ۔ لومڑی۔ اود بلاؤ کفتار	۸۸۹
مہاگوزن	۳۵	سیاہ ہرن چکارہ۔ چیتل۔ بزکوہی وغیرہ	۱۶۷۰
نیل گائے	۹	قوچ و آہوے سرخ	۲۱۵
بھیڑیے	۶۴	گاؤمیش صحرائی	۳۶
سوٗر	۹۰	زنگ	۲۶
قوچ کوہی	۲۲	ارغلی	۱۳۲
گورخر	۶ / ۳۱۶	خرگوش	۲۳ / ۲۸۹۱

کل میزان چوپایوں کے شکار کی ۳۲۰۳

کبوتر	۱۰۳۴۸	بگڑ	۳	جگڑ	۲	غلیواز چغد قوطان مرغ جوز	۷۹
ابابیل	۴۱	کنجشک	۲۵ / ۲۸	ابو	۳۰ / ۳۲	مرغابی	۱۵۰ / ۲۲۹
زاغ	۳۲۷۶ / ۱۳۹۶۵	میزان کل	۱۳۹۶۴	گرچھ	۱۰	میزان کل	۱۷۱۶۷

جہانگیر ہاتھی کا شکار کبھی نہیں کھیلا نہ اوس کو آبی جانوروں کے مارنے کا شوق ہوا۔

جب بادشاہ کے حسب دلخواہ پرویز سے لشکر دکن کی سرکردگی نہ ہوسکی تو اوس کو الہ آباد کا صوبہ کیا شاہزادہ خرم کو اوس کی جگہ مقرر کیا اور اوس کی پشت گرمی کے لئے خود مالوہ کا قصد کیا جیسا اوپر بیان ہوا۔ شاہزادہ خرم نے آب نربدا پر پہنچنے سے پہلے علامی افضل خاں و راجہ بکرماجیت کو نظام الملکی و عادل خانی وکلا کے ساتھ جو اوس پاس حاضر تھے ملک عنبر و عادل خاں پاس بطریق سفارت بھیجا اور اون کو فرمان لکھا جسمیں تہدید و وعدہ وعید کئے اور یہ اشعار لکھے کہ

دو شعلہ زیک شمع دارم بچنگ   یکے نور صلح و یکے نار جنگ

بود نور صبح شبستاں فروز   و لے نار جنگم بود خانہ سوز

اور حکم دیا کہ اول عادل خاں پاس دونو جائیں۔ عادل خاں نے جب وہ آئے اطاعت قبول کی اور بعض محال جو بادشاہی لشکر سے اوس کے ملازموں نے چھین لئے تھے واپس حوالہ کرنے کا وعدہ کیا اور عنبر کو بھی حکم کی انقیاد کی باب میں جیسا کہ لکھنا چاہئے تھا اوس نے لکھا اسی سال میں یہ خبر بھی آئی تھی کہ قدم پیگا نہ نیگانہ افریدی افغان جو دولت خواہ و فرمانبردار تھا اور کتل خیبر کی راہداری اس سے تعلق رکھتی تھی تھوڑے توہم سے اُس نے اطاعت کے دائرہ سے باہر قدم رکھا اور فساد کے لئے سر اوٹھایا اور ہر تھانے میں اپنی جماعت کو بھیجا۔ جہاں وہ خود اور اوس کے آدمی گئے۔ وہاں کے آدمیوں کو غفلت کے سبب سے قتل و غارت کیا ایک خلق کثیر کو اوس نے ضائع کیا۔ اس بے عقل افغان کے سبب سے کوہستان افغان کے درمیان ایک دندیغ گیا۔ اس افغان کا بھائی ہارون اور بیٹا جلال یہ دونو بادشاہ کے پاس تھے اون کو بادشاہ نے قلعہ گوالیار میں محبوس کیا اور افغانان پیگا نہ بنگانہ نے عبد السبحان برادر خان عالم کو ایک تھانہ میں مار ڈالا۔ خان عالم کو اس قضیہ کے چکانے کا حکم ہوا۔

۱۲۔ ربیع الاول ۱۰۲۶ھ مطابق ۱۰۔ مارچ ۱۶۱۷ء کو نوروز کا معمولی جشن ہوا۔ شاہزادہ خرم نے باپ کو لکھا کر سفر کے سبب نذر کا سامان نہ ہو سکا اس لئے نذر معاف کیجائے اسلئے

شاہزادہ پرویز و شاہزادہ خرم و دکن

کوہستان و افغانان کا فساد

نوروز و دواز دہم جلوس ۱۰۲۶ھ

بادشاہ نے جشن کی معمولی نذریں خرم کو اور اور امرا کو معاف کر دیں۔

جہانگیر لکھتا ہے کہ اکثر طبیعتوں اور مزاجوں میں تنباکو کا استعمال فساد پیدا کرتا تھا اس سے میں نے حکم دیدیا کہ کوئی شخص تنباکو کا استعمال نہ کرے اور میرے بھائی شاہ عباس نے بھی تنباکو کے ضرروں پر مطلع ہو کر ایران میں حکم دیدیا کہ کوئی شخص تنباکو کا استعمال نہ کرے۔ خان عالم جو میرا ایلچی شاہ ایران پاس موجود تھا وہ تنباکو کے استعمال کی مداومت پر بے اختیار تھا علی سلطان ایلچی شاہ ایران نے اپنے بادشاہ پاس عرض داشت بھیجی کہ خان عالم تنباکو کے بدون ایک دم نہیں رہ سکتا تو اوسکی عرضداشت پر بادشاہ نے یہ لکھا ؎

رسولِ یار میخواہد کند اظہار تنباکو من از شمع وفا روشن کنم بازار تنباکو

اس بیت کے جواب میں خان عالم نے یہ شعر لکھ کر بھیجا۔

منِ بیچارہ عاجز بودم از اظہار تنباکو زلطفِ شاہِ عادل گرم شد بازار تنباکو

ہندوستان میں امریکہ سے تنباکو آیا تھا۔ اطبا نے اوس کے احوال کی تشخیص و تجویز کر کے اوس کی دود کشی بطور معہود بعض امراض کے لئے مناسب جانی۔ رفتہ رفتہ وہ سب ہی طبائع کا مرغوب ہوا اور اوس کا بیج جو ممالک ہند میں بویا گیا تو اس قدر پیدا ہوا کہ اوس کی حاصلات کو اور اجناس پر تفوق ہوا۔ عہد جہانگیری میں اوس کا زیادہ رواج ہوا۔ اس کی دود کشی کے آرزومند بہت آدمی ہوئے۔ اور سب ماکولات و مشروبات پر اُس کو تقدم ہوا اور مہمانوں کے لئے ماحضر اور اخلاص مندوں کا بہترین تحفہ بنا۔ اور اوس کی لوگوں کو ایسی عادت ہو گئی کہ اوس کا طالب کھانے کو ترک کر دے مگر تنباکو چھوڑنا اس کو بہت دشوار ہو۔ جتنا وہ تلخ زیادہ ہو اتنا ہی وہ طالبوں کے مذاق میں گوارا تر ہو اور نرخ اوس کا گراں تر ہو ؎

بسیار کسیکہ خواہدش از دل و جان کمیاب کسے بود کہ او را کم خواست

اوس کے نفع و ضرر ایسے مشہور ہیں کہ بیان کی حاجت نہیں۔ وہ انسان کی دولت کے ایک حصہ کو آگ لگاتا ہے۔ سیر المتاخرین نے یہ غلط لکھا ہے اس حکم کے بعد جو حقہ پیتا جہانگیر اسکا ہونٹ کٹواتا

یا کچھ اور سزا دیتا۔

قراولوں نے چار شیروں کو گھیرا تھا۔ میں اپنے محل کے ساتھ شکار پر متوجہ ہوا جب شیر نظر آئے تو نورجہاں نے التماس کی کہ اگر حکم ہو تو میں شیروں کو بندوقوں سے ماروں میں نے کہا کہ اچھا اس نے دو شیروں کو بندوق سے مارا اور باقی دو میں سے ہر ایک کو دو دو تیر مار کر نیچے گرایا۔ ایک پل مارتے میں ان چاروں شیروں کا قالب جان سے خالی کیا۔ ایسی تفنگ اندازی ابتک دیکھنے میں نہیں آئی تھی کہ ہاتھی کے اوپر سے عماری کے اندر سے چھ تیر پھینکے جن میں سے ایک خطا نہ کرے۔ چار درندوں کو ہلنے اور لوٹنے کی فرصت نہ دی۔ اس کماتداری کے جلدو میں ایک ہزار اشرفی نثار کی اور ایک جوڑی پہنچی الماس قیمتی ایک لاکھ روپیہ کی نورجہاں کو مرحمت کی۔

شروع سال میں سید عبداللہ خاں بارہ شاہزادہ خرم کی عرضداشت لیکر بادشاہ کی خدمت میں آیا اس میں لکھا تھا کہ عادل خاں وعنبر اور دکن کے اور سرکشوں نے اطاعت وعبودیت دختیار کی اور اپنی تقصیرات کے عذر قبول کرنے کی استدعا کی اور احمد نگر اور اور قلعوں کی کنجیاں جن پر عنبر متصرف تھا ملازمان شاہی کو حوالہ کیں۔ اور جو ولایت کہ ہاتھ تلے سے نکل گئی تھی وہ اولیائے دولت کے تصرف میں آئی۔ مفسدین جو استکبار کا دم بھرتے تھی عجز و نیاز سے انکسار اظہار کر کے باج سپار اور خراج گزار ہوئے۔ جہانگیر یہ مژدہ سنکر نہایت خوش ہوا اور شادیانے کے نقارے بجوائے۔ سید عبداللہ خاں کو سیف خاں کا خطاب دیا اور شہزادہ کے لئے ایک لعل بے بہا بھجوایا۔ اور عادل خاں کے نام فرمان جاری کیا جس میں یہ شعر جہانگیر نے اپنا طبع زاد لکھا تھا ؎

شدی از التماسِ شاہِ خرم　　　بفرزندی بامشہورِ عالم

اس فرمان کے آنے پر عادل شاہ نے افضل خاں اور بکر ماجیت کے ہاتھ ڈیڑھ لاکھ ھُن اور دو لاکھ روپیہ کے جواہر اور پچاس ہاتھی اور پچاس گھوڑے عراقی و عربی کل نقد و جنس پندرہ لاکھ روپیہ کے پیشکش بھیجے۔ اور سفیروں کو دو لاکھ روپئے دئے۔ قطب الملک نے بھی اسی قدر روپیہ کی

نورجہاں کا شیروں کا شکار کرنا

دکن کے حالات میں عرضداشت شاہزادہ خرم و عادل خاں کا پیشکش بھیجنا

پیش کش بھیجی۔ غرض جہانگیر کے پاس دکن سے ایسی پیش کشیں آئیں کہ کبھی پہلے اب تک کسی بادشاہ پاس نہیں آئی تھیں۔

جب صوبہ دکن کی مہمات سے شاہزادہ خرم کی بالکل خاطر جمع ہوئی تو برار و خاندیس و احمد نگر کی صاحب صوبگی سپہ سالار خانخاناں کو سپرد ہوئی۔ اور اوس کے بیٹے شہنواز خاں جو حقیقت میں جوان خانخاناں تھا بارہ ہزار سواروں کے ساتھ ولایت مقبوضہ بالاگھاٹ نظام الملکی کے انتظام وضبط کے لئے مقرر ہوا۔ اور ہر جا وہر محل میں جاگیر پر معتبر آدمی مقرر کئے گئے غرض یہاں کا بند و بست جیسا کہ لائق اور مناسب تھا کیا گیا۔ جس قدر لشکر شاہزادہ خرم پاس تھا اوس سے تیس ہزار سوار و سات ہزار پیادے برق انداز یہاں انتظام کے لئے معین کئے گئے اور باقی سپاہ پچیس ہزار سوار دو ہزار توپچی ہمراہ لیکر شہزادہ بادشاہ سے ملنے گیا۔

۱۱۔ شوال ۱۰۲۶ھ کو بادشاہ کی خدمت میں وہ حاضر ہوا۔ آداب کورنش وزمین بوس کے بعد اس کو بادشاہ نے جھروکہ پر طلب کیا اور غایت محبت وشوق سے بے اختیار اپنی جگہ سے اُٹھ کر اوس کو گلے لگایا۔ جس قدر ادب و فروتنی میں وہ زیادہ مبالغہ کرتا تھا بادشاہ اتنا ہی زیادہ اس پر عنایت وشفقت کرتا تھا۔ باپ نے بیٹے کو اپنے پاس بیٹھنے کا حکم دیا۔ شہزادہ نے ہزار اشرفی و ہزار روپیہ بطور نذر کے اور ہزار روپیہ برسم تصدق کے پیش کیا۔ چونکہ وقت اس کا مقتضی نہ تھا کہ وہ اپنی ساری پیش کش روبرو کرتا۔ صرف فیل سرناک کو کہ عادل خاں کے فیلوں کی پیش کش کا سر حلقہ تھا اور صندوقچہ جواہر نفیس کو اوس وقت نذر میں گذرانا۔ بعد اس کے بخشیوں کو حکم ہوا کہ امرا جو شاہزادہ کے ساتھ آئے ہیں بہ ترتیب منصب ملازمت میں آئیں۔ اول خاں جہاں نے سعادت ملازمت سے سرافرازی پائی اوس کو بادشاہ نے اوپر بلا کر قدمبوسی کی دولت سے ممتاز کیا ہزار مہر و ہزار روپیہ وصندوقچہ جواہر اور مرصع آلات سے بھرا ہوا پیش کش میں دیا۔ اس کی پیش کش سے بادشاہ نے پینتالیس ہزار روپیہ کی قیمت کی چیزیں پسند کیں۔ بعد ازاں عبداللہ خاں آستاں بوس ہوا سو مہر نذر دیں پھر مہابت خاں زمین بوس ہوا۔ سو مہر و ہزار روپیہ نذر کیا۔ اور ایک گزہ جواہر و مرصع آلات کا پیشکش میں دی

جس کی قیمت ایک لاکھ تیس ہزار روپیہ تھے از انجملہ ایک لعل گیارہ مثقال کا تھا وہ ایک فرنگی اجمیر میں بیچنے لایا تھا۔ دو لاکھ روپیہ قیمت مانگتا تھا۔ اور جوہری اوس کی اسی ہزار قیمت آنکتے تھے اس واسطے اوس کا سودا نہ بنا۔ اولٹا لے گیا۔ جب وہ برہان پور میں آیا تو مہابت خاں نے اوسے ایک لاکھ روپیہ کو خریدا۔ بعد ازاں راجہ بہار سنگھ نے ملازمت کی ہزار روپیہ اور قدرے جواہر مرصع آلات پیش کش میں گذرانے ایسے ہی داراب خاں پسر خانخاناں و سردار خاں برادر عبداللہ خاں و شجاعت خاں عرب و دیانت خاں و شہباز خاں و معتمد خاں بخشی و اودارام کہ نظام الملکی سرداروں میں معتمد تھا اور شاہزادہ خرم کے قول پر آیا تھا اور دولت خواہوں کی سلک میں منتظم ہوا تھا اور امرائے بہ ترتیب منصب ملازمت کی بعد ازاں عادل خاں کے وکلا، زمیں بوس ہوئے پہلے اس سے شاہزادہ خرم کو فتح رانا کی جلدو میں منصب بست ہزاری و دہ ہزار سوار مرحمت ہوا تھا اور جب دکن کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا تھا خطاب شاہی سے مخصوص ہوا۔ اب اس شائستہ خدمت کے جلدو میں منصب سی ہزاری و بیس ہزار سوار اور خطاب شاہجہاں عنایت ہوا۔ اور حکم ہوا کہ تخت کے نزدیک ایک صندلی بچھائی جایا کرے اوس پر وہ بیٹھا کرے۔ اسی شہزادہ کے حال پر یہ خاص عنایت ہوئی ۔ خاندان تیموریہ میں یہ رسم پہلے نہ ہوئی تھی۔ اور پچاس ہزار کا خلعت عنایت ہوا۔ نورجہاں نے بھی شاہجہاں کی فتح کا جشن کیا اور تین لاکھ روپیہ خرچ کیا شاہجہاں نے دو لاکھ روپیہ کی پیش کش اپنی والدہ نورجہاں کو دی اور ساٹھ ہزار روپیہ اوراور ماؤں کو نذر کیا اور اوس کی نذروں میں سے بیس لاکھ روپیہ کی نذریں قبول ہوئیں۔ غرض بائیس لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ اوسکا نذروں میں خرچ ہوا۔

کبوتروں کی نامہ بری

جہانگیر نے سنا تھا کہ خلفاء بنی عباس بغدادی کبوتروں کو نامہ بری سکھاتے تھے بادشاہ نے بھی کبوتر بازوں کو حکم دیا کہ کبوتروں کو یہ کام سکھائیں۔ ان کبوتر بازوں نے چند جوڑے ایسے آموختہ کئے کہ اول روز میں مانڈو سے وہ پرواز کرتے۔ اگر بارش کی کثرت ہوتی تو دو پہر میں اور نہیں ڈیڑھ پہر میں اور اگر ہوا صاف ہوتی تو اکثر ایک پہر میں اور بعض کبوتر

چار گھڑی میں برہان پور میں پہنچ جاتے۔

امرا دکن کا عنبر سے ملنا

جب شہنواز خاں ملک عنبر سے لڑنے گیا ہے تو آدم خاں حبشی وجادو راے و بابو راے کانیٹھ
اوداارام اور چند اور امرا نظام الملکی ملک عنبر سے جدا ہو کر شہنواز خاں پاس آئے تھے
عنبر کی شکست کے بعد عادل خاں کی ملائمتوں سے اور ملک عنبر کے فریب سے اونھوں نے
بادشاہ کی دولت خواہی ترک کی۔ عنبر نے آدم خاں سے قرآن کی قسم کھاکر اوس کو دہوکا دیا
اور فریب سے پکڑ کر قلعہ دولت آباد میں محبوس کیا۔ اور پھر مار ڈالا۔ بابو راے کانیٹھ اور اوداارام
عادل خاں کی سرحد میں گئے۔ عادل خاں نے ان کو اپنے ملک میں راہ نہ دی۔ چند روز بعد
بابو راے کانیٹھ کو ایک دوست نے فریب دیکر مار ڈالا۔ عنبر نے اوداارام سے لڑنیکے لئے لشکر بھیجا
اوداارام نے اوسکو شکست دی۔ اور وہ مع اہل و عیال شاہجہاں پاس چلا آیا۔ بڑا منصب پایا۔

جہانگیر کا سفر گجرات

جہانگیر نے اپنی مدت عمر میں فیل کا شکار نہیں کیا تھا اور اوس کو ولایت گجرات کے دیکھنے اور
دریائے شور کے تماشے کا بڑا شوق تھا اور قراولوں نے جاکر فیل ہائے صحرائی کو دیکھ کر
شکار کی جگہ قرار دی تھی تو اوس کے دل میں آیا کہ احمد آباد کی سیر اور سمندر کا تماشا دیکھئے اور
مراجعت کے وقت کہ ہوا گرم ہوگی اور فیل کے شکار کا موسم ہوگا۔ اس شکار کو کرکے دار الخلافہ
میں آئے۔ وہ مانڈو سے ماہ آبان میں صوبہ گجرات کو چلا۔ منزل بہ منزل طے کرکے یکم دی کو
تال جسوذ (جھنود) میں پہنچا۔ اس منزل میں راے مان سردار پیادہ ہائے خدمتی روہو مچھلی
کا شکار کرکے لایا۔ بادشاہ کو مچھلی کا گوشت بہت پسند تھا خصوصاً روہو مچھلی کا کہ ہندوستان
میں سب قسم کی مچھلیوں میں بہتر ہے۔ اور گیارہ مہینے سے باوجود تلاش کے
اوس کو یہ مچھلی بھی ہاتھ نہ آئی تھی اوسے کھاکر وہ بہت خوش ہوا۔ اور راے مان کو ایک
گھوڑا انعام دیا اگرچہ گجرات کی حد داہاد (داہاد اصل میں دوحد ہے وہاں سے مالوہ و گجرات
کی راہیں جدا ہوتی ہیں) سے شروع ہوتی ہے مگر کل چیزوں میں صریح اختلاف ظاہر ہوتا ہے۔ صحرا اور
ہے زمین اور ہے آدمیوں کی وضع ہی نرالی ہے زبانیں ہی کچھ اور ہیں جو راہ
میں جنگل نظر آتے ہیں ان میں درخت میوہ دار مثل انبہ و کھرنی و تمر ہندی نے کے لگے ہیں

زراعت کی محافظت کا مدار زقوم کی خار لبست پر ہے۔ مزارعین اپنے مزرعہ کے گرد زقوم لگاتے ہیں اور ہر قطعہ زمین کو جدا کرتے ہیں اور درمیان میں آمد ورفت کا راستہ چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ سارا ملک ریگستان ہے۔ تھوڑی آمد ورفت و اژدحام سے اس قدر گرد و غبار اُڑتا ہے کہ آدمی کا چہرہ مشکل سے نظر آتا ہے۔ اس لئے بادشاہ نے کہا کہ احمد آباد کا نام اب سے گردآباد رکھنا چاہیئے

کھنبایت کی وجہ تسمیہ

جہانگیر لکھتا ہے کہ ساحل دریائے شور پر میں آیا۔ کھنبایت بڑا پرانا بندرگاہ ہے برہمن کہتے ہیں کہ کئی ہزار سال اس کی بنا پر گذر گئے ہیں ابتدا میں اس کا نام تربنا دتی تھا اس میں راجہ تربنک کنوار حکومت کرتا تھا۔ اگر راجہ کے باب میں جو برہمن کتھا بکھانتے ہیں وہ لکھی جائے تو طول ہو اس لئے مجملاً یہ بیان ہے کہ جب اس کے پوتے پڑوتے راجہ ابھے مان پر ریاست کی نوبت آئی تو قضاء آسمانی سے اس شہر پر ایک بلا نازل ہوئی اس قدر گرد اور خاک کا طوفان اُٹھا کہ تمام عمارات اور منازل شہر خاک کے نیچے چھپ گئیں اور آدمیوں کی حیات کی بنیاد زیر و زبر ہوئی اس بلا کے نازل ہونے سے پہلے ایک بت نے جس کی پرستش راجہ کرتا تھا راجہ کو اس حادثہ کے آنے کی اطلاع دی تھی راجہ مع اپنے اہل و عیال کے جہاز میں چلا آیا تھا اور اس بت کو مع ستون کے ساتھ لایا تھا۔ اتفاقاً جہاز بھی طوفان بلا سے شکستہ ہوا۔ مگر راجہ کی زندگی باقی تھی اس ستون کے ذریعہ سے اس کی کشتی وجود ساحل سلامت پر پہونچی۔ اوس نے پھر اس شہر کی تعمیر کا ارادہ کیا اور اس ستون کو آبادانی کی علامت کے لئے اور آدمیوں کے جمع ہونے کے لئے کھڑا کیا۔ ہندی زبان میں ستون کو کھنبہ و استنبہ کہتے ہیں۔ اس نسبت سے تنھبت نگری اور کھنبا دتی اوس کو کہنے لگے۔ یا را جہ کے نام کی مناسبت سے تربنا دتی کہتے ہوں۔ کھنبا دتی کثرت استعمال سے کھنبایت ہو گیا۔ ہندوستان کے بڑے بندروں میں سے وہ ہے اور دریاء عمان کے جوروں میں سے ایک جور میں واقع ہے۔ اس جور کا عرض سات کوس اور طول قریب چالیس کوس کے تخمیناً ہے جور میں جہاز نہیں آتا۔ بندرگوگہ میں کہ کھنبایت کے توابع سے ہے اور سمندر کے قریب ہے۔ جہاز لنگر ڈالتے ہیں اور وہاں سے اسباب کو غرابوں میں بھر کر بندر کھنبایت میں

لاتے ہیں اور اس طرح جہازوں میں اسباب لادنے کے لئے عرابوں میں اسباب لے جاتے ہیں بادشاہ کے آنے سے چند عراب بنادر فرنگ سے کھنبایت میں آئے تھے اور خرید و فروخت کرتے تھے اور مراجعت کا ارادہ رکھتے تھے یکشنبہ کو وہ سب عرابوں کو راستہ کرکے بادشاہ کے روبرو لائے اور رخصت لیکر اپنے مقصد پر متوجہ ہوئے ۔ بادشاہ نے خود ایک عراب میں بیٹھ کر ایک کوس سمندر کی سیر کی ۔

تمغا

سلاطین گجرات کے زمانہ میں اس بندر کا تمغا بہت تھا اور اب شاہ جہانگیر کا حکم تھا کہ چالیسویں حصہ سے زیادہ تمغا نہ لیا جائے اور بنادر میں دسواں اور آٹھواں حصّہ لیتے تھے اور تجار اور آنے جانے والوں کو طرح طرح کی تکالیف دیتے تھے اور مراجعت کرتے تھے جدہ کہ بندر مکہ ہے چوتھائی لیتے تھے بلکہ اوس سے زیادہ اس پر قیاس کرنا چاہئے کہ حکام سابق کے زمانہ میں بنادر گجرات سے کس قدر روپیہ لیا جاتا تھا اب جہانگیر نے کل ممالک محروسہ سے تمغا کہ حساب سے باہر ہے معاف کردیا اور اس کی قلمرو میں تمغا کا نام مٹ گیا ۔

کھنبایت میں سکہ

ان دنوں میں بادشاہ نے حکم دیا کہ مہر و روپیہ سے آدھا سکہ ٹنکہ طلا نقرہ جاری کیا جائے ٹنکہ طلائی کی ایک طرف لفظ جہانگیر شاہی ۱۰۲۷ھ اور دوسری جانب ضرب کھنبایت ۱۲ سنہ جلوس منقش ہوا اور سکہ ٹنکہ نقرہ میں ایک رخ پر ٹنکہ کے درمیان میں لفظ جہانگیر شاہی ۱۰۲۷ھ اور دور پر یہ مصرع ٭ بزر این سکہ زد شاہ جہانگیر ظفر پرتو ٭ اور دوسرے رخ پر ٹنکہ کے درمیان ضرب کھنبایت ۱۲ سنہ جلوس اور دور میں یہ مصرع دوم ٭ پس از فتح دکن آمد چو در گجرات از مانڈو ٭ کسی عہد میں ٹنکہ سوا تانبے کے سکہ نہ ہوا ۔ طلا و نقرہ کا ٹنکہ جہانگیر کا اختراع تھا نام اوس کا ٹنکہ جہانگیری تھا ۔ اب بادشاہ احمدآباد کی طرف چلا راہ میں

بوجھ رکھنے کیلئے دیواروں کا بنانا

بادشاہ نے دیکھا کہ اہل گجرات کا قاعدہ ہے کہ وہ دیواریں بنا دیتے ہیں کہ بوجھ اوٹھانے والے تھک جاتے ہیں تو اسپر اپنا بوجھ دوسرے کی مدد بغیر رکھ دیتے ہیں اور اٹھا لیتے ہیں بادشاہ کو اہل گجرات کا اس طرح دیوار بنانا بہت خوش معلوم ہوا ۔ اوس نے سارے بڑے

بڑے شہروں میں اس قسم کی دیواریں پادشاہ کی طرف سے بنانے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ ان میں سے بعض ابتک آگرہ میں موجود ہیں۔ دوسلوں کو گاڑکر ایک بڑی سل رکھ دیتے ہیں۔ بادشاہ مانڈو سے کھنبایت جس راہ سے گیا وہ ۱۴۲ کوس تھی ۲۸ کوچ اور ۳۰ مقام کئے اور کھنبایت میں بادشاہ دس روز رہا اور کھنبایت سے احمدآباد ۲۱ کوس ہے پانچ کوچ دو مقام میں طے کئے مجملاً اس سفر کا بیان یہ ہے کہ مانڈو سے کھنبایت تک اور کھنبایت سے احمدآباد تک ۱۶۵ کوس دو مہینے پندرہ روز میں طے کئے ۳۳ کوچ ۴۲ مقام۔

جہانگیر لکھتا ہے کہ احمدآباد کی تعریف جیسی سنی تھی ویسا اوس کو نہ دیکھا اگرچہ بازاروں کے رستے عریض و وسیع ہیں لیکن دکانیں وسعت بازار کی مناسبت سے نہیں بنائیں عمارتیں اوس کی سب لکڑی کی ہیں دکانوں کے ستون پتلے۔ کوچہ و بازار پر گرد و غبار عمارات شاہی خراب و ویران۔

ملک خوردہ کی فتح

مکرم خاں ولد معظم خاں صاحب صوبہ اڑیسہ کی عرضی آئی کہ اوس نے ولایت خوردہ کو فتح کیا اور وہاں کا راجہ راج چندرہ بھاگ گیا۔ خانزادوں میں مکرم خاں لایق تربیت تھا۔ اوس کے منصب کا اضافہ ہوا اور سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار ہوا نقارہ و اسپ و خلعت سے سرفراز ہوا ولایت اڑیسہ اور گولکنڈہ کے درمیان دو زمیندار تھے۔ ایک راجہ خوردہ دوم راجہ مہندرہ۔ ولایت خوردہ تو خود بادشاہی ملازموں کے تصرف میں آئی امید ہے کہ راج مہندرہ بھی قبضہ شاہی میں آجائے۔

سیوڑوں کا اخراج

سیوڑوں کا گروہ اکثر بلاد ہند میں ہوتا ہے۔ خصوصاً ملک گجرات میں جہاں سودے کی خرید و فروخت کا مدار بنیوں پر ہے اور وہ ان سیوڑوں کے بڑے معتقد ہوتے ہیں اس لئے یہاں سیوڑے بہت رہتے ہیں۔ بتخانوں کے سوا بنیوں نے مکان اونکے رہنے اور عبادت کرنے کے واسطے بنا دیئے ہیں۔ یہ مکان حقیقت میں دار الفساد ہیں سیوڑوں کے پاس اپنے زن و دختر کو بھیجتے ہیں اصلا حیا و ناموس کا پاس نہیں کرتے بادشاہ نے اطراف میں فرامین بھجوا دیئے کہ جہاں اوسکی قلمرو میں سیوڑہ ہو اوسکو خارج کر دیں۔

جب دریا دہی کے کنارہ پر بادشاہ کی منزل ہوئی تو زمیندار جام زمیں بوس ہوا اس کا نام جسا تھا اور اس کا لقب جام تھا جو شخص جانشین ہوتا ہے اوس کو جام کہتے ہیں ملک گجرات کے عمدہ زمینداروں میں سے ہے بلکہ ہندوستان کے نامی راجاؤں میں سے ہی اس کا ملک دریا رشور سے ملا ہوا ہے۔ پانچ چھ ہزار سوار ہمیشہ اپنے پاس رکھتا ہی اور کار کے وقت دس بارہ ہزار سوار جمع کر لیتا ہے۔ اوس کی ولایت میں گھوڑے اچھے ہوتے ہیں اسپ کچھی دو ہزار روپیہ تک فروخت ہوتا ہے۔ بادشاہ نے جو جہانگیر نامہ لکھا تھا اوس کی نسبت حکم ہوا کہ ایک جلد اوسکی بنا لیجائے کہ وہ بندہ ہائے خاص کو مرحمت ہو۔

جہانگیر لکھتا ہے کہ اتوار کی رات ۲۳۔ ربیع الاول ۱۰۲۷ھ کو مطابق ۱۰۔ مارچ ۱۶۱۸ء کو حضرت نیر اعظم جو عالم کا عطیہ بخش ہے برج حمل میں آیا۔ اور نیاز مند درگاہ الہی کا تیرہواں سال سنہ جلوس اور اکیانواں سال عمر کا شروع ہوا۔

میر جملہ عرف میر محمد امین اول دفعہ عراق سے آیا تھا تو قطب الملک گل کنڈہ کا ملازم ہوا تھا اعتبار پیدا کرکے صاحب مدار سلطنت ہو گیا تھا۔ مگر جب اوس کے بعد اسکا برادر زادہ سلطان محمد بادشاہ ہوا۔ میر جملہ کی اوس سے موافقت نہ ہوئی وہ عادل خاں بیجاپور پاس گیا تو وہاں بھی حسب مراد صحبت گرم نہ ہوئی۔ ایران چلا گیا۔ باوجود دیکہ جواہر اور اور تحائف ہندوستان سے قیمتی ایک لاکھ روپیہ کے شاہ عباس کی نذر میں دئے مگر بادشاہ کی طرف سے کوئی نفع ایسا نہیں حاصل ہوا کہ اسے آبرو حاصل ہوتی اسلئے وہ جہانگیر کے پاس چلا آیا۔ پچاس ہزار روپیہ کی قیمتی پیشکش دی بادشاہ نے اوس پر بہت عنایت کی۔

بادشاہ موضع سلجا رائیں آیا جہاں سے شکارگاہ ڈیڑھ کوس ہے دوسرے روز اپنے بندہائے خاص کے ساتھ شکار فیل پر متوجہ ہوا۔ ہاتھیوں کی چراگاہ کوہستان میں واقع ہے اور اس میں فراز و نشیب بہت ہیں۔ اس میں پیادہ چلنا مشکل ہے پہلے سواروں اور پیادوں نے جنگل کو گھیرا اور جنگل کے باہر ایک درخت پر بادشاہ کے

ملک گجرات

نوروز تیرہواں جلوس ۱۰۲۷ھ

ہاتھی کا شکار

بیٹھنے کے لئے ایک تخت چوبی بچھایا۔ اور اوس کے اطراف میں چند درختوں پر اورامیروں کے لئے نشیمن بنائے۔ دوسو فیل نر و مادہ مستحکم کمندوں کے ساتھ رکھے گئے اور بہت سی مادہ فیل آمادہ رکھی گئیں۔ اور ہر فیل پر دو نفر فیل بان قوم جرگہ کے مقرر تھے۔ قوم جرگہ کے ساتھ ہاتھی کا شکار مخصوص ہے۔ یہ مقرر ہوا تھا کہ فیلہائے صحرائی کو جنگل کے اطراف سے بادشاہ کے روبرو لائیں تاکہ وہ شکار کا تماشا دیکھے۔ اتفاق سے جسوقت اطراف سے جنگل میں آئے درختوں کی انبوہی اور زمین کی بلندی و پستی کی کثرت سے سلسلہ نظام ٹوٹ گیا اور قمرغہ کی ترتیب پر جانہ رہی۔ جنگلی ہاتھی سراسیمہ ہر طرف دوڑتے اور اس جانب میں دس بارہ نر مادہ آئے۔ خوف یہ تھا کہ جنگل سے باہر نہ نکل جائیں۔ خانگی ہاتھیوں نے آگے جاکر اونکو باندہ لیا۔ مگر بہت ہاتھی ہاتھ نہ آئے۔ صرف دو نفیس ہاتھی بندی میں آئے وہ بہت خوبصورت اور اصیل تھے۔ جس کوہ میں یہ ہاتھی رہتے تھے اوسکو راکشس پہاڑی یعنی دیو کوہ کہتے ہیں اس سبب سے ان ہاتھیوں کے نام بادشاہ نے راون سر و باون رکھے جو دیوؤں کے نام ہیں۔

بادشاہ شکارگاہ سے احمدآباد میں پھر آیا۔ گرمی کی شدت اور ہوا کی عفونت سے اوس نے محنت بہت اوٹھائی تھی اور آگرہ تک جانے میں بھی مسافت بعید طے کرنی پڑتی تھی۔ اوس نے اس لئے ارادہ کیا کہ موسم گرما میں آگرہ نہ جاؤں۔ اوس نے ملک گجرات کی برسات کی بہت تعریف سُنی تھی اور احمدآباد کی برشگال بڑی شہرت رکھتی تھی اور آگرہ میں وبا پھیلی ہوئی تھی اور بہت آدمی مرتے تھے اس لئے وہ احمدآباد میں آیا۔ یہاں ان دنوں میں گرمی کی شدت اور ہوا کی عفونت سے آدمیوں میں بیماری پھیل رہی تھی اور اہل شہر و لشکر میں بہت تھوڑے آدمی تھے جو دو تین روز اس بلا میں مبتلا نہ ہوئے ہوں۔ تپ محرق ہوتی تھی یا اعضا میں درد ہوتا تھا اور دو تین دن یہ مرض بہت آزار دیتا تھا۔ صحت کے بعد ضعف و سستی کا اثر باقی رہتا تھا۔ مگر جانوں کی خیر تھی بہت کم آدمی مرتے تھے۔ گجرات کی آب و ہوا کا قوام بگڑا ہوا تھا۔ اس لئے بادشاہ یہاں آنے سے پشیمان تھا۔ بادشاہ بیمار ہوا تو اوس نے کہا کہ میں حیرت میں ہوں کہ بانی شہر نے کیا خوبی اور نظافت اس سرزمین بے فیض میں دیکھی تھی کہ یہاں شہر آباد کیا۔ ہوا اس کی

احمدآباد میں بادشاہ کا دوبارہ آنا اور احمدآباد

مسموم زمین اوس کی کم آب ۔ رنگ بوم اور گرد و غبار اس حد پر جس کا بیان پہلے ہوا۔ پانی نہایت ناگوار۔ رود خانہ کہ کنار شہر پر واقع ہے برسات کے سوا ہمیشہ خشک رہتا ہے۔ کنوئیں اکثر کھاری و تلخ۔ سواد شہر میں جو تالاب ہیں وہ دھوبیوں کے صابن سے چھاچھ بنے ہوئے ہیں۔ جو لوگ صاحب مقدور ہیں۔ اونھوں نے گھروں میں برکہ بنا رکھے ہیں۔ برسات کا پانی اس میں بھرتے ہیں اور اس کو سال بھر تک پیتے ہیں۔ ایسے پانی کی مضرتیں ظاہر ہیں کہ نہ جس کو ہوا لگے نہ بخارات نکلنے کی جگہ ملے۔ شہر کے باہر نہ جائے۔ سبزہ و ریاحین کے گرد تمام زقوم زار ہے جو ہوا زقوم زار پر چلے اس کا فیض معلوم۔ ع
اے مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم ؛ پہلے میں نے اس کا نام گرد آباد رکھا تھا۔ اب میں نہیں جانتا کہ سموستان نام رکھوں یا بیمارستان یا زقوم زار یا جہنم آباد۔ اس میں یہ سب صفات ہیں۔ اگر برسات کا موسم مانع نہ ہوتا تو اس محنت سرا میں ایک روز توقف نہ کرتا اور سلیمان کی طرح ہوا میں اُڑ جاتا اور اپنے آدمیوں کو رنج و محنت سے خلاص دیتا۔ اس شہر کے آدمی نہایت ضعیف دل و عاجز ہیں اس احتیاط کے سبب سے کہ مبادا کہیں اہل ارد و تعدی و ستم کر کے خانہ ملکی میں اتر پڑیں اور فقرا اور مساکین کے احوال کے مزاحم ہوں اور قاضی اور میر عدل اون کی رو دیدگی کے سبب سے مداہنت کریں اور ان ستم پیشوں کو ستم سے باز نہ رکھ سکیں۔ جس روز سے اس شہر میں بادشاہ آیا باوجود حدت و حرارت ہوا کے ہر روز دو پہر کی عبادت سے فارغ ہو کر جھروکہ میں کہ دریا کی طرف ہے دو تین گھنٹہ بیٹھتا۔ اس کے سامنے کوئی درو دیوار ویساول و چوبدار حائل و مانع نہ تھا۔ وہ بمقتضائے عدالت دادخواہوں کی فریاد سنتا۔ ستم پیشوں کو جرائم و تقصیرات کے موافق سزا دیتا ایام ضعف و درد و الم میں بھی ہر روز بدستور جھروکہ میں آکر تن آسانی کو اپنے اوپر حرام کرتا۔

بہرِ نگہبانی خلقِ خدا	شب نکنم دیدہ بخوابِ آشنا
از پئے آسودگی جملہ تن	رنج پسندم بہ تنِ خویشتن

جہانگیر لکھتا ہے کہ کرم الٰہی سے عادت ایسی ہوئی ہے کہ رات میں دو تین گھنٹہ سے زیادہ میرے وقت کو خواب تاراج نہیں کرتا اس میں دو فائدے منظور تھے ایک یہ کہ ملک سے آگاہی ہو۔ دوم بیدار دلی یاد حق میں ہو حیف ہے کہ یہ عمر چند روزہ غفلت میں گذرے ایک خواب گراں آگے آنے والا ہے جس میں بیداری خواب میں بھی نہیں دیکھونگا ایک لمحہ بھی یاد حق سے غافل ہونا نہیں چاہئے۔ باشس بیدار کہ خواب عجبے در پیش ہست اسی دن شاہجہاں کو بھی تپ آئی دس روز تک اوس نے اوس کی کوفت اوٹھائی اس قدر ضعیف ہو گیا کہ ایک مہینے کا بیمار معلوم ہونے لگا۔ خافی خاں لکھتا ہے کہ کہ احمد آباد میں بادشاہ بیمار ہوا۔ اس لئے اوس نے اوس کی یہ خاک اوڑائی ورنہ احمد آباد ایسا شہر ہے کہ صاحب طبع و باسلیقہ کے نزدیک ہندوستان کے تمام ممالک محروسہ میں شاہجہاں آباد کے بعد ہی اور کوئی اور معمورہ اوس کے مقابل کا نہیں ہے۔ خصوصاً وفور ارزانی سے اکثر اشیائے ماکولات و فواکہ بہم پہونچتے ہیں۔ بلاد ایران و توران و امصار جہاں پر یہاں کے انواع اقسام اقمشۂ نفیسہ و تحفہ غریبہ فخر رکھتے ہیں۔ یہاں ہر سال تجار لاکھوں روپیوں کی ہر ایک جنس ادنیٰ و اعلیٰ خرید کرتے ہیں اور ہفت اقلیم کی اطراف و اکناف سے آجاتے ہیں۔ یہاں خربوزہ سات مہینے بکتا ہے۔

احمد بیگ خاں کابلی کہ کشمیر کی حکومت پر سرافرازی رکھتا تھا اوس نے تعہد کیا تھا کہ دو سال کے عرصہ میں ولایت تبت وکشتوار کو میں فتح کر دوں گا۔ یہ وعدہ اس کا منقضی ہوا اور اس خدمت کا انصرام نہ ہوا اس لئے اوس کو بادشاہ نے معزول کیا اور دلاور خاں کاکر کو کشمیر کا صاحب صوبہ بنایا اوس نے خط تعہد لکھ دیا کہ دو سال میں تبت وکشتوار فتح کر دوں گا۔

جہانگیر لکھتا ہے کہ پہلے سکوں میں ایک طرف میرا نام اور دوسری طرف ٹکسال کا مقام و ماہ و سنہ جلوس نقش ہوتا تھا۔ ان دنوں میں مجھے یہ سوجھی کہ پہلے کسی کو نہ سوجھی تھی کہ بجائے ماہ کے اس برج آسمانی کی صورت منقش ہوا کرے جو اس ماہ سے منسوب ہے مثلاً ماہ فروری

سکوں پر برجوں کی

میں جو سکہ تیار ہوا اوسکے اوپر برہ کی شکل اور جو اُردی بہشت میں تیار ہوا اوسپر ثور کی شکل اور
اسطرح جس ماہ میں جو سکہ تیار ہوا اسطرح کی صورت اوسپر منقش ہو جسمیں نیر اعظم طالع ہو۔

بادشاہ کی علالت

جہانگیر لکھتا ہے کہ میرے سر میں درد ہوا اور آخر کو تپ آنے لگی شراب معتاد بھی نہ پی آدہی رات کو خمار کا آزار تپ کی تکلیف پر اور زیادہ ہوا۔ صبح تک بستر پر تڑپتا رہا دوسرے دن آخر روز میں تپ میں تخفیف ہوئی۔ حکیموں سے پوچھ کر دو ثلث معتاد شراب پی۔ اطبا نے مونگ، کا پانی اور تیج پینے کی تاکید کی مگر مینے نہیں پی۔ اور میں نے کہا کہ جبسے مجھے شعور ہوا ہی مجھے یاد نہیں کہ میں نے ایسے شوربے پئے ہوں امید ہے کہ اس کے بعد بھی اُس کے پینے کی حاجت نہ ہو کھانا میرے روبرو لائے طبیعت نے رغبت نہ کی مجملا تین روز د شب فاقہ ہوا۔ اگرچہ تپ ایک رات دن آئی تھی مگر ضعف وبے طاقتی اس حد پر تھی گویا میں مدتوں سے صاحب فراش تھا۔ اشتہا مطلق نہیں رہی تھی اور طعام پر رغبت نہ ہوتی تھی۔

شاعری

سپہ سالار اتالیق خانخاناں نے اس مشہور مصرع پر غزل کہی۔ بہر یک گل زحمت صد خار مے باید کشید ۔۔ اور بادشاہ نے یہ مطلع بدیہہ کہا ؎

ساغرِ مے بر رُخِ گلزار مے باید کشید   ابر بسیار است مے بسیار مے باید کشید

مصوری

یہ اتفاق کی بات ہے کہ یہ اوپر کا مصرعہ جامی کا بطور ضرب المثل کے زبان زد خلائق ہی۔ ابوالحسن مصور نے جس کا خطاب نادر الزمان تھا جہانگیر کی مجلس جلوس کی تصویر جہانگیر نامہ کے دیباچہ میں کھینچکر پیش کی۔ بادشاہ نے اوس کی بڑی تحسین اور آفریں کی۔ جہانگیر لکھتا ہے کہ ذوق تصویر و مہارت تمیز اس درجہ پر میرے پہنچی تھی کہ گذشتہ و حال کے مصور اُستادوں کے کام جو میرے سامنے آتے تھے بغیر اس کے کہ مصور کا نام مذکور ہو میں فوراً دیکھتے ہی بتا دیتا تھا کہ یہ کام فلاں مصور کا ہے۔ بلکہ اگر کوئی مجلس ہوتی جسمیں چند چہرے ہوتے اور ہر ایک چہرہ ایک اُستاد کا کھنچا ہوا ہوتا تو میں بتا دیتا کہ ہر چہرہ کس مصور کا بنایا ہوا ہے اور اگر ایک صورت میں چشم و ابرو کوئی دوسرا مصور بنا دیتا تو میں سمجھ جاتا کہ اصل چہرہ کس نے بنایا ہے اور چشم و ابرو کس نے بنائے ہیں۔

کان الماس

خانخاناں نے ایک فوج بسر کردگی اپنے بیٹے امیراللہ کے گونڈوانہ میں اس غرض سے بھیجی کہ خاندیس کے زمیندار پٹیو پاس جو ایک کان الماس ہے اوس پر تصرف کرے۔ زمیندار نے لشکر شاہی کا مقابلہ اپنی طاقت سے باہر دیکھا کان الماس حوالہ کی دار وغہ بادشاہی وہاں مقرر ہوا یہاں کا الماس اصالت و نفاست میں سارے قسم کے الماسوں میں امتیاز رکھتا ہے اور جوہریوں کے نزدیک وہ نہایت معتبر اور نیک اندام وبہتر تر و برتر ہوتا ہے۔ دوسری کان کوکرہ میں ملک بہار کے اندر ہے جس کا بیان پہلے ہوچکا ہے کہ وہاں ندی میں سے ہیرا نکلتا ہے۔ سوم کرناٹک کی ولایت میں قطب الملک کی سرحد سے پچاس کوس پر الماس کی چار کانیں زمینداروں کے تصرف میں ہیں الماس وہاں کا اکثر پختہ ہوتا ہے۔

جہانگیر نامہ

جہانگیر لکھتا ہے کہ جہانگیر نامہ میں وقائع دوازدہ سال لکھے گئے ہیں تو میں نے کتاب خانہ کے متصدیوں کو حکم دیا کہ ان دوازدہ سال احوال کو یک جلد میں کرکے نسخہا متعدد ترتیب کرو کہ بندہاء خاص کو میں عنایت کروں اور کل بلاد میں بھیجوں کہ ارباب دولت و اصحاب سعادت دستور العمل روزگار بنائیں۔ ایک واقعہ نویس جہانگیر نامہ تمام لکھ کر اور جلد بند ہوا کر میرے روبرو لایا۔ وہ اول نسخہ تھا جو ترتیب ہوا تھا اوس کو میں نے اپنے بیٹے شاہجہاں کو دیا میں اس کو ساری چیزوں کے لئے تمام بیٹوں میں مقدم جانتا تھا۔ اور پشت کتاب پر خط خاص سے مرقوم کیا کہ فلاں تاریخ فلاں مقام میں اپنے فرزند کو یہ جہانگیر نامہ عنایت کیا امید ہے کہ اوس کے مطالب کے دریافت کی توفیق اسکو ہوگی جس سے رضاجوئی خلایق اور دعاگوئی خلق اوس کو نصیب ہوجیو۔ بعد اس کے جو دو جہانگیر نامہ مرتب ہوئے ان میں سے ایک مدار الملکی اعتماد خاں کو اور دوسرا آصف خاں کے فرزند کو عنایت ہوئے۔

سبحان قلی قراول کا قتل

سبحان قلی قراول پسر حاجی جمال بلوچ کا تھا کہ وہ اکبر بادشاہ کے عمدہ قراولوں میں تھا شہنشاہ اکبر کی وفات کے ہنگامہ میں اسلام خاں کا نوکر وہ ہوگیا اس نے عثمان افغان کے بہکانے سے اسلام خاں کے قتل کی سازش کی۔ اسلام خاں کو یہ حال معلوم ہوگیا اوس نے

اس نمک حرام کو محبوس و مقید کر کے بادشاہ پاس بھیجدیا۔ اس کے رشتہ دار بہت سے نوکر تھے اون کی سفارش سے اور بلوچ خاں قراول کی ضمانت سے وہ قراولوں میں بھرتی ہوگیا۔ مگر وہ بے سبب بھاگ گیا۔ بری شکل سے وہ مقید مسلسل ہو کر بادشاہ پاس آیا اوس نے اوسکے قتل کا حکم دیا۔ میر غضب جس قدر جلد ممکن تھا اوس کو سیاست گاہ میں لے گیا اور قتل کیا۔ کچھ دیر کے بعد مقربین کی سفارش سے بادشاہ نے جان بخشی کی اور صرف پاؤں کاٹنے کا حکم دیا مجرم حکم پہنچنے سے پہلے قتل ہو چکا تھا۔ اگرچہ یہ خون گرفتہ قتل کا مستحق تھا مگر بادشاہ کو اس کے مارے جانے سے بڑی ندامت ہوئی اور یہ مقرر کیا کہ آیندہ اگر کسی شخص کے قتل کا حکم دیا جائے اوس کو باوجود تاکید اور مبالغہ کے آفتاب کے غروب ہونے تک نگاہ رکھو اور مارو نہیں اگر اوس وقت تک حکم نجات نہ پہونچے تو ضرور اوس کو قتل کرو۔

بازار کا ترتیب پانا

دولت خانہ خاص میں بازار لگتا تھا اس کا دستور یہ تھا کہ حسب الحکم صحن دولت خانہ میں شہر کے اہل بازار و اہل حرفہ دکانیں آراستہ کرتے تھے جواہر و مرصع آلات و انواع اقمشہ اور اقسام امتعہ جو کچھ بازاروں میں فروخت ہوتا تھا بادشاہ کے روبرو لاتے تھے جہانگیر نے حکم دیا کہ یہ بازار رات کو لگا کرے اور بہت سی فانوسیں دکانوں کے روبرو رکھی جایا کریں جس سے خوب غور ہو اور بادشاہ خود دکانوں پر جائے اور جو چاہے خرید لائے۔ یہ بھی جہانگیر کا ایجاد تھا۔ جہانگیر لکھتا ہے کہ دوم رمضان ۱۰۲۶ھ کو احمدآباد سے آگرہ کو روانہ ہوا۔ اوسی روز جشن وزن شمسی منعقد ہوا۔ سنہ شمسی کے حساب سے میری عمر کا پچاسواں سال شروع ہوا۔ ضابطہ مقررہ کے موافق طلا اور اجناس سے وزن ہوا۔ موتی اور سونے کے پھول نثار کئے۔ روز جمعہ ۲۲۔ رمضان کو حکم دیا کہ کل مشائخ و ارباب سعادت کہ شہر میں توطن رکھتے ہیں حاضر ہوں کہ میرے سامنے روزہ افطار کریں۔ تین راتیں اس وتیرہ پر گذریں۔ رات کو آخر مجلس تک کھڑا ہو کر زبان حال سے میں یہ کہتا تھا۔

روزہ افطاری

خداوندگارا تونگر توئی   توانا و درویش پرور توئی

شراب پینا

نہ کشور کشائم نہ فرمان دہم — یکے از گدایاں ایں درگہم
تو بر خیر و نیکی دہم دسترس — وگرنہ چہ خیز آید از من بکس
منم بندگاں را خداوندگار — خداوند را بندۂ حق گذار

جو فقیر نہیں آئے تھے وہ مدد معاش کے خواستگار تھے میں نے اون کے استحقاق کے موافق ہرایک کو زمین اور خرچ مرحمت کیا۔

جہانگیر لکھتا ہے کہ اس ملک گجرات کی آب و ہوا مجھے ناسازگار تھی حکماء نے یہ صلاح بتائی کہ معتاد پیالہ میں کچھ کم کرنا چاہیئے اونکی صوابدید سے میں نے شراب کا پیالہ کم کیا۔ ایک ہفتہ میں بقدر ایک پیالہ کے شراب کم کی اول ہر شب کو چھ پیالے پیتا تھا اور ہر پیالہ میں ساڑھے سات تولہ شراب ہوتی تھی کل شراب ۴۵ تولہ ہوئی یہ معتاد شراب ممزوج کی تھی۔ اب چھ پیالے پیتا ہوں اور ہر پیالہ میں چھ تولہ تین ماشہ شراب ہوتی ہے کل شراب ساڑھے سینتیس تولہ ہوئی۔

شکار سے توبہ کرنا

جہانگیر لکھتا ہے کہ بدایع وقایع میں سے ہے کہ اب سے سولہ سترہ برس پہلے الہ آباد میں مینے اپنے خدا سے عہد کیا تھا کہ جب میری عمر کے سالوں کی تعداد پچاس ہوگی تو میں شکار اور تیر و بندوق کو ترک کرکے کسی جاندار کو اپنے ہاتھ سے آزردہ نہ کروں گا۔ مقرب خاں جو میرا منظور نظر تھا اس میری نیت پر آگاہ تھا۔ القصہ اس تاریخ میں میری عمر سن مذکور میں پہنچی۔ پچاسویں سال کا آغاز ہے۔ ایک دن کثرت درد و بخار سے میرا دم گھٹا بہت تکلیف ہوئی اس حال میں الہام غیبی سے مجھے اپنا عہد جو خدا سے کیا تھا یاد آیا اور عزیمت سابق نے میرے دل میں پائی اور میں نے یہ قرار دیا کہ جب پچاسواں سال اور مدت وعدہ آخر ہو تو خدا تعالیٰ کی توفیق سے اپنے والد بزرگوار عرش آشیانی کی زیارت سے مشرف ہوں۔ اور اوسکی باطن قدسی سے استمداد ہمت کرکے اس شغل سے باز آؤں۔ اس خیال کے آنے سے کلفت اور آزردگی جو تھی رفع ہوئی اپنے تئیں خوشوقت اور تازہ پایا اور خدا کا شکر ادا کیا۔

چہ خوش گفتہ است فردوسی پاکزاد — کہ رحمت بران تربت پاک باد

میازار مورے کہ دانہ کش است | کہ جاں دارد و جاں شیریں خوش است

جہانگیر نے لکھا ہے جب شاہجہاں کے بیٹے شجاع کو ام الصبیاں ہوئی اور کسی علاج سے آرام نہ ہوا تو میں نے اوس کی سلامتی کے لئے نیت کی کہ آیندہ کسی جاندار کو آزار نہ پہونچاؤں گا تو شجاع اچھا ہو گیا۔ عادل خاں نے شاہجہاں کے ذریعہ سے جہانگیر کی شبیہ کی درخواست کی تھی۔ جہانگیر نے ایک لعل گراں بہا و لعل خاصہ کے ساتھ مشار الیہ کو اپنی شبیہ عنایت کی اور فرمان جاری کیا کہ نظام الملک اور قطب الملک کے ملک میں سے جو جگہ تصرف میں آئے وہ اوس کو انعام دی جائے اور جب وہ کمک اور مدد چاہے شہنواز خاں اوسکی کمک کیواسطے فوج بھیجے۔ پہلے زمانہ میں نظام الملک حکام دکن میں کلان ترین تھا اور سب اوس کی کلانی کو قبول کرتے تھے اور برادر مہین جانتے تھے ان دنوں میں عادل خاں خدمات شائستہ کا مصدر ہوا اور اوس کو خطاب والا فرزندی ملا ہے اوس کو تمام ملک دکن کی سرداری دیدی گئی اور اس شبیہ کے لئے یہ رباعی خاص اپنے خط سے بادشاہ نے لکھی۔

اے سوے تو دایم نظر رحمت ما | آسودہ نشیں بسایۂ دولت ما

سوئے تو شبیہ خویش کردیم رواں | تا معنی بہ بینی از صورت ما

بادشاہ کے عبور کرنے کے لئے دریا دمی پر خواجہ ابو الحسن میر بخشی کے اہتمام سے ایسا مضبوط پل بنایا گیا کہ بادشاہ نے ایک بڑا ہاتھی اور تین ہتنیاں اوس کے استحکام کے امتحان کے لئے بھیجیں ان سب نے اوسکے اوپر سے عبور کیا اور وہ پل اپنی جگہ سے نہ ہلا۔

۱۷۔ ذیقعد کو بادشاہ کی منزل رام گڈھ تھی۔ اسے چند شب پہلے طلوع آفتاب سے تین گھڑی پہلے کرہ ہوا میں مادہ بخار دخانی عمود کی شکل میں پیدا ہوا۔ ہر شب کو ایک گھڑی پہلے بہ نسبت پہلی شب کے وہ ظاہر ہوتا تھا۔ اوس نے اپنی شکل بالکل حربہ کی دکھائی اوس کے دو نو سرے باریک تھے اور کمر اوس کی موٹی اور خمدار مانند درہ پشت بجانب جنوب در دے بسوئے شمال اور پھر طلوع آفتاب سے ایک پہر پہلے نمودار ہوتا تھا۔

منجموں اور اختر شناسوں نے اسکا قد و قامت اسطرلاب سے ناپا تو باختلاف منظر آلہ ۲۴ درجہ فلکی ہی

شبیہ خاص جہانگیر و عادل خاں والی بیجاپور

دریا دمی کا پل

دمدار ستارہ

اور فلک اعظم کے ساتھ متحرک ہے اور اپنی حرکت خاصہ بھی فلک اعظم کی سمت حرکت میں رکھتا ہے چنانچہ اول وہ برج عقرب میں ظاہر ہوا تھا پھر وہ میزان میں پہنچا۔ غرض کی جنوب کی جانب میں زیادہ حرکت رکھتا ہے فن نجوم کے جاننے والوں نے اپنی کتابوں میں اس قسم کے اجرام فلکی کا نام حربہ رکھا ہے اور لکھا ہے کہ اس کا ظہور ضعف ملوک عرب و استیلا دشمنان ملوک عرب پر دلالت کرتا ہے واللہ اعلم عنداللہ تاریخ مذکور سے سولہ راتوں کے بعد جہاں وہ ظاہر ہوا تھا اسی سمت میں ایک ستارہ نمودار ہوا کہ اوس کا سر روشن تھا اور دو تین گز اوس کی دم دراز معلوم ہوتی تھی مگر اوس کی دم میں اصلا روشنی اور درخشندگی نہ تھی اقبال نامہ میں تو اوس کی تاثیرات یہ گھڑ دیں کہ یہ اسی کی نحوست تھی کہ تمام ہندوستان کے ملک میں ایسی وبا پھیلی کہ کبھی پہلے زمانہ میں نہ پھیلی تھی۔ ہندوؤں کی معتبر کتابوں میں کبھی ایسی وبا کا بیان نہیں ہے اس کے طلوع سے ایک سال پہلے یہ وبا آئی تھی اور آٹھ برس تک ملک میں پھیلی رہی اس دمدار ستارہ کے ظہور ہی کا نتیجہ یہ تھا کہ جہانگیر اور شاہجہاں کے درمیان آٹھ سات برس تک نااتفاقی رہی۔ کیسی خونریزی اور خاندانوں کی بربادی ہوئی۔ اسی زمانہ میں بہادر خاں حاکم قندہار کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ قندہار اور اوسکی نواح میں چوہوں کی ایسی کثرت ہوئی کہ اس ولایت کے کل محصولات و غلات مزروعی و سردرختی کو انہوں نے ضائع کر دیا چنانچہ چوتھائی محصول شاید وصول ہوا ہو ایسے ہی فالیزوں اور باغات کا نشان نہیں چھوڑا۔ چند مدت کے بعد وہ آوارہ اور معدوم ہو گئے۔ اب شائستہ ملکوں میں ایسی تاثیرات کواکب کو مطلق نہیں مانتے اور ماننے والوں پر ہنستے ہیں۔

جہانگیر لکھتا ہے کہ اثناء راہ میں جوار کے کھیت پر میرا گذر ہوا ہر تنہ میں ایک خوشہ لگا ہوا تھا مگر ایک درخت ایسا نظر آیا کہ بارہ خوشے لگے ہوئے تھے کہ اس حال میں مجھے بادشاہ اور باغبان کی حکایت یاد آئی کہ سلاطین میں سے ایک گرم ہوا میں ایک باغ کے دروازہ پر پہنچا۔ وہاں ایک بڈھا باغبان دیکھا کہ دروازہ پر کھڑا ہے اس سے پوچھا کہ اس باغ میں انار ہے اوس نے کہا کہ ہے سلطان نے فرمایا کہ آب انار

بادشاہ اور باغبان کی حکایت

کا ایک قدح لاؤ۔ باغبان نے اپنی لڑکی کو اشارہ کیا وہ جمال صورت و حسن سیرت رکھتی
تھی وہ فی الحال ایک قدح آب انار سے بھرا ہوا لے آئی اور چند پتے اوس کے
اوپر ڈال لائی سلطان نے اوس کے ہاتھ سے قدح لیا اور لڑکی سے پوچھا کہ ان پتوں
کے اوپر ڈالنے مے کیا تیرا مطلب ہے دختر نے زبان فصیح اور ادائے ملیح سے معروض
کیا کہ ایسی گرم ہوائیں کہ حضور چلنے سے پسینے میں غرق ہو رہے پانی ایک دم پینا حکمت
کے منافی ہے اس لئے احتیاطاً پانی کے اوپر پتے ڈال دئے تاکہ آپ آہستگی سے
اوس کو نوش جاں فرمائیں سلطان کو یہ حسن ادا اوس کی نہایت خوش آئی اور اوس کے
دل میں آیا کہ اپنے محل کے خادموں میں داخل کروں پھر اوس نے باغبان سے پوچھا
کہ اس باغ کا حاصل تجھے کیا ملتا ہے اوس نے کہا کہ تین سو دینار۔ بادشاہ نے کہا کہ
دیوان کو کیا دیتا ہے اوس نے جواب دیا کہ سلطان سر درختی کا محصول کچھ نہیں لیتا ہے
بلکہ زراعت کا دسواں حصہ لیتا ہے سلطان کے دل میں آیا کہ میری مملکت میں باغ بہت
اور درخت بیشمار ہیں۔ اگر باغ کا محصول بھی دسواں حصہ لوں تو بہت روپیہ مجھے ملے اور
رعیت کا نقصان بھی کچھ نہ ہوگا۔ اب میں حکم دوں گا کہ باغات سے محصول لیا جائے۔ پھر
اوس نے کہا کہ آب انار اور لاؤ دختر گئی اور بہت دیر کے بعد آئی اور آب انار کا قدح لائی
سلطان نے کہا کہ اُس دفعہ تو جو گئی تھی جلدی آئی تھی اور زیادہ آب انار لائی تھی۔ اس دفعہ
بہت انتظار دکھایا۔ اور کمتر لائی۔ دختر نے کہا کہ اوس دفعہ تو ایک انار کے پانی سے قدح
بھر گیا تھا اب کی دفعہ پانچ چھ انار میں نے نچوڑے تو بھی اس قدر آب انار نہ نکلا۔ سلطان کو
حیرت ہوئی تو باغبان نے بھی کہا کہ محصول کی برکت بادشاہ کی نیک نیت پر موقوت
ہوتی ہے میں ایسا جانتا ہوں کہ آپ بادشاہ ہیں جس وقت باغ کے حاصل کو مجھ سے پوچھا
تو آپ کی نیت کچھ اور ہوگئی میوہ سے برکت دور ہوئی۔ سلطان متاثر ہوا۔ اور اپنے فکر
کو دل سے نکال ڈالا اور دختر سے کہا کہ ایک دفعہ اور آب انار کا قدح لاوہ پھر گئی اور جلدی
سے قدح لبالب بھرا لے آئی۔ اور خنداں و شاداں بادشاہ کے ہاتھ میں دیا بادشاہ نے

باغباں کی فراست پر صورت حال بیان کر کے آفریں کی اور اس دختر کی خواستگاری کی یہ داستان صفحۂ روزگار پر اس سلطان کی یادگار رہی القصہ ان امور معنی آثار کا ظہور عدالت کے ثمرات اور نیک نیت کے آثار ہیں جس وقت سلاطین معدلت آئین کی ہمت و نیت آسودگی خلق و رفاہیت رعایا پر ہوتی ہے تو خیرات و محصول زراعت و باغات کا ظہور مستبعد نہیں ہے للہ الحمد کہ میرے زمانہ میں سر درخت کا محصول ایک حبہ و ایک دام خزانہ عامرہ میں داخل اور دیوان اعلیٰ میں واصل نہیں ہوتا بلکہ حکم ہے کہ جو شخص زمین مزروعی میں باغ لگائے تو حاصل اسکا معاف کیا جائے۔ خدا میری نیت خیر کو ہمیشہ برقرار رکھے ؎

چو نیت بخیر است و خیرم دہی

راجہ سورجمل کی بغاوت اور قلعہ کانگڑہ کی فتح

راجہ باسو کے چند بیٹے تھے۔ اگرچہ سورج مل بڑا بیٹا تھا اوس کی بداندیشی فتنہ جوئی کے سبب سے باپ اس کو ہمیشہ محبوس رکھتا تھا اس سے ناراض اور آزردہ خاطر ہی وہ مرگیا۔ جہانگیر نے راجہ باسو کی خدمات پر نظر کر کے اور کسی اور فرزند کے رشید اور قابل نہ ہونے کے سبب سے سورج مل کو راجگی کے خطاب سے اور منصب دو ہزاری سے سرافراز کر کے باپ کی جگہ مقرر کر دیا جب سالہ جلوس میں مرتضیٰ خاں فتح کانگڑہ کی خدمت پر مامور ہوا۔ تو راجہ سورج مل جو اس کوہستان میں عمدہ زمیندار تھا اوس کی کمک کے لئے مقرر ہوا تو اُس نے بظاہر خدمات و دولت خواہی کا تعہد کیا۔ جب مرتضیٰ خاں نے محاصرہ کر کے اہل قلعہ کو تنگ کیا۔ تو سورجمل نے صورت حال دریافت کر کے جانا کہ قلعہ عنقریب مفتوح ہوگا تو مرتضیٰ خاں کے آدمیوں سے اوس نے بگاڑی اور امداد اور اعانت کی جگہ مخالفت و مخاصمت کرنے لگا۔ مرتضیٰ خاں نے اوس کی شکایت کی عرضیاں بادشاہ پاس بھیجیں۔ راجہ نے شاہجہاں سے فریاد شروع کی کہ مرتضیٰ خاں ارباب غرض کی تحریک سے میرے برباد کرنے کے درپے ہوا اور عصیان اور بغی سے متہم کیا۔ اب میری نجات کا سبب اور حیات کا باعث ہوجئے اور اپنے پاس بلا لیجئے شاہجہاں نے باپ سے یہ حال عرض کیا اوس نے مرتضیٰ خاں کو بلا لیا۔ انہیں دنوں میں مرتضیٰ خاں مرگیا۔ اور قلعہ کانگڑہ کی فتح میں جب تک التوا رہا کہ دوسرا سردار بھیجا جائے۔ سورجمل کو بلا کر

شاہجہاں کی خدمت میں دکن بہیجا۔ جب مہم دکن سے انفراغ ہوا تو اوس نے شاہجہاں سے عرض کیا کہ میں کانگڑہ کی فتح کا ذمہ دار ہوتا ہوں۔ شاہجہاں نے اوس کو اور اوس کے ساتھ ماتقی کو ایک شائستہ فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ جب سورج مل کا مقصد حاصل ہوا تو اُس نے ماتقی کے ساتھ بھی خصومت اور بہانہ جوئی اختیار کی اور مکرر اوس کی شکایت کی عرضداشتیں بہیجیں اور صاف لکھ دیا کہ میری اس کے ساتھ نہیں نبھیگی۔ اور اس خدمت کا اُس سے انصرام نہ ہوگا۔ دوسرا سردار مقرر کیا جائے کہ یہ قلعہ جلدی فتح ہو جائے۔ ماتقی کو بھی بادشاہ نے بُلالیا راجہ بکرماجیت ایک تازہ زور فوج کے ساتھ بہیجا۔ راجہ نے جب جانا کہ بکرماجیت کے آگے حیلہ وتزویر سے کام نہیں چلے گا تو اوس نے یہ شرارت کی کہ ملازمان شاہی کو اس بہانہ سے رخصت دیدی کہ وہ مدت سے اس مہم میں لگے ہوئے ہیں اور بے سامان ہیں اب وہ اپنی جاگیر میں جاکر بکرماجیت کے آنے تک اپنا سامان درست کریں اس سبب سے دو تنخواہوں کی جمعیت میں تفرقہ پڑگیا اور اکثر آدمی محال جاگیر میں چلے گئے اور بڑے بڑے آدمی جب تھوڑے رہ گئے تو بغاوت وفساد کے آثار ظاہر کئے صفی خاں بارہ اپنے بھائیوں سمیت اس سے لڑا اور جان دیدی۔ بعضوں کے زخم کاری لگے اونکو سورجمل میدان جنگ سے پکڑکر اپنے گھر لیگیا ایک جماعت نے بھاگ کر جان بچائی۔ راجہ نے دامن کوہ کے پرگنات پر تعدی اور تصرف کیا جب راجہ بکرماجیت لشکر کے ساتھ ان حدود میں آگیا تو سورجمل نے کچھ دنوں یاوہ درائی سے بسر کرنی چاہی مگر بکرماجیت اوس کی باتوں میں نہ آیا۔ اوس نے جرأت اور ہمت ایسی کی کہ سورج مل سٹی بھولا نہ وہ جنگ صف لڑا نہ قلعہ داری کی تھوڑی سی رد و خورد میں بہت آدمیوں کو مرواکے آوارہ ہوگیا اور قلعہ مو اور شہر جو اوس کے اعتضاد قوی تھے بے محنت وتعب مفتوح ہوگئے اور اس کا ملک جس میں اوس کے باپ دادا حکومت کرتے تھے پامال لشکر شاہی ہوا اور وہ خود گریونور د ہوا۔ بکرماجیت اوس کے پیچھے پیچھے پڑا۔ بادشاہ کو جب اس فتح کا حال معلوم ہوا تو حکم بہیجا کہ قلعہ اور عمارت جو اوس کی اور اوس کے باپ کی ساختہ وپرداختہ ہوں جڑ پیڑ سے اُکھاڑی جائیں اور کوئی نشان اون کا باقی نہ رہے۔ بادشاہ نے اُس کے بھائی جگت سنگہ کو جو بنگال میں ادنیٰ

خدمت پر تھا بلاکر سورج مل کی جگہ مقرر کر دیا۔

دوشنبہ ۲۔دی کو بادشاہ قلعہ رنتھنبور کی سیر کو گیا۔دو کوہ ایک دوسرے کی برابر ہیں ایک کو رن کہتے ہیں دوسرے کو تھنبور۔تھنبور پر قلعہ بنا ہوا ہے۔ان دونوں اسموں کو ترکیب دے کر رن تھنبور اس کا نام رکھا گیا ہے اگرچہ قلعہ نہایت مستحکم ہے اور اس میں پانی بہت ہے لیکن کوہ رن بھی بڑا مستحکم ہے اور ایسے موقع پر واقع ہے کہ اوسکی طرف سے قلعہ فتح ہوسکتا ہے۔چنانچہ اکبر نے اسی طرف سے اس کو فتح کیا تھا۔اس حصار میں ہندوؤں کی روش کے مکان بے ہوا اور کم فضا تھے وہ بادشاہ کے دلنشین نہ ہوے اس لئے اسمیں ٹھیرا نہیں۔اس قلعہ میں جو مجرم قیدی تھے اون کو بادشاہ نے بلایا۔ہر ایک کی جمعیت حال اور حقیقت احوال دریافت کر کے بمقتضائے عدالت حکم فرمایا کہ سوا خونی قیدیوں کے اور اُن قیدیوں کے کہ جن کی خلاصی سے ملک میں فساد اور آشوب ہو سب چھوڑ دئے جائیں اور ہر قیدی کو اوسکے حسب حال خرچ اور خلعت عنایت کیا۔

بادشاہ جب سے کہ اپنی دار الخلافہ آگرہ سے فتح رانا اور تسخیر ملک دکن کے لئے گیا تھا پانچ سال اور چار ماہ بعد فتحپور میں آیا۔اور ۸۔دی کی تاریخ منجموں نے آگرہ میں داخل ہونے کے لئے تجویز کی۔

دو تنخواہوں کی عرائض سے مکرر یہ معلوم ہوا کہ شہر آگرہ میں مرض طاعون شائع ہے۔چنانچہ ہر روز سو آدمیوں سے کچھ کم و بیش یوں مرجاتے ہیں کہ اون کی بغل کے نیچے یا کش ران میں یا تہ گلو میں دانہ نکلتا ہے۔اس وبا کو یہ تیسرا سال ہے کہ موسم زمستان میں اوس کا طغیان ہوتا ہے اور تابستان کے شروع میں معدوم ہوتی ہے۔اور عجیب بات یہ ہے کہ ان تین سال میں کل قصبات و قریات نواحی آگرہ میں اس وبا نے سرایت کی ہے مگر فتحپور میں اصلا اس کا اثر ظاہر نہیں ہوا۔فتح پور سے امان آباد ڈہائی کوس ہے۔وہاں کے آدمیوں نے اس وبا کے خوف سے ترک وطن کیا ہے اور اور مواضع میں چلے گئے ہیں ناگزیر حزم و احتیاط کی مراعات کو ضروریات سے سمجھ کر مقرر ہوا کہ اس ساعت مسعود میں بہار کی اور فرخی کے ساتھ

فتح پور میں نزول ہوا اور بعد از تہنیت بیماری دار الخلافہ میں نیک ساعت میں داخل ہو۔

آصف خاں کی بیٹی نے جو عبد اللہ خاں پسر خاں اعظم کی اہل خانہ ہے وہ ایک نقل عجیب و غریب بیان کرتی ہے جو بالکل سچ ہے۔ وہ کہتی ہے کہ ایک دن صحن خانہ میں ایک چوہا نظر آیا کہ افتاں خیزاں بطور مستان ہر طرف جاتا ہے اور نہیں جانتا تھا کہ کہاں جاتا ہوں۔ میں نے ایک لونڈی سے کہہ کر اس کی دم پکڑوا کے بلّی کے آگے ڈلوا دیا۔ بلّی نے شوق سے جاکر چوہے کو مُنہ میں لیا اور فی الفور اُسے چھوڑ کر بھاگی اور مرنے کے قریب ہوگئی تریاق فاروق دینے کے لئے جو اوس کا منہ کھولا تو اُسکے تالو اور زبان دونو سیاہ نظر آئے تین روز تک اس کا حال تباہ رہا۔ چوتھے روز وہ ہوش میں آئی۔ پھر اس لونڈی کے دانہ طاعون ظاہر ہوا۔ اور سوزش اور درد کی شدت سے ایک دم آرام نہ لیتی تھی۔ رنگ اُسکا متغیر ہوا۔ زردی سے سیاہی کی طرف مائل ہوا اور تپ محرق ہوئی دوسرے روز مر گئی۔ اور اس روش سے سات آٹھ آدمی وہاں ضائع ہوئے۔ اور کئی ایک بیمار ہوئے۔ اس گھر سے جدا ہو کر باغ میں گئے۔ جو بیمار تھے وہ یہاں مر گئے۔ پھر کسی کے دانہ نہیں نکلا۔ محض آٹھ نو روز میں سترہ آدمی راہ عدم کے مسافر ہوئے۔ جن کے دانہ نکلا ہوا ہوتا اگر اوس کو کوئی پانی پینے کو یا کھانے کو دوسرا دیتا فوراً اوس میں یہ بیماری اثر کرتی آخر کو توہم انتہا کو پہنچا کہ کوئی شخص اوس کے گرد نہ پھرتا۔

چودہواں نوروز ربیع الاول سنہ ۱۰۲۸ھ مطابق ۱۰۔ مارچ سنہ ۱۶۱۹ء کو واقع ہوا۔ اس جشن کا انصرام شاہجہاں نے کیا۔ اور ایک لاکھ روپئے کے جواہر سوائے نقد و جنس کے پیش کش میں دئے۔ ان دنوں میں شہنواز خاں کی بہار جوانی پر صرصر اجل آئی۔ داراب خاں اس کا بھائی اوس کے منصب پر مقرر ہوا۔ یہ دونو بیٹے خانخاناں کے ہیں۔ شاہزادہ پرویز بھی الہ آباد سے آ کر باپ کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ خاندوران خاں نے کبر سن کے سبب سے استعفا دیا۔ پچھتر ہزار روپیہ کی جاگیر پرگنہ خوشاب میں اوسکو ملی۔

بادشاہ نے پہلے آگرہ سے دریائے اٹک تک اور آگرہ سے بنگالہ تک دو طرفہ سڑک پر درخت

نوروز چہاردہم جلوس سنہ ۱۰۴۸ ۱۴

لگوائے تھے اور خیابان ترتیب دینے کا حکم دیا تھا - ان دنوں میں حکم صادر کیا کہ آگرہ سے لاہور تک ہر کوس پر ایک میل (منارہ) بناویں کہ وہ کوس کی علامت ہو اور ہر تین کوس پر ایک کنواں بنائیں کہ مسافروں کو آمد و رفت میں آرام ملے اور تشنگی اور تابش آفتاب سے محنت و صعوبت نہ کھینچیں اور راہ اور درخت لگانے کا حکم زمینداروں کو دیا گیا - جہاں محال خالصہ تھے وہاں سرائے بنانے کا حکم دیا اور امرا کو حکم دیا کہ اون کے تعلقہ محال جاگیر میں مکان سرا بنانیکے قابل ہو وہاں سرائے پختہ و مسجد و چاہ بنائیں کہ مسافروں اور سپاہیوں کو آرام پہنچائیں - اکثر عمدہ جاگیرداروں نے بادشاہ کے اشارہ سے اور باہم ہم چشمی کے سبب چار پانچ کوس کے اندر ایک سرا بنادی - دیکھو کہ اس زمانہ میں نیت انام امور اخروی کے اجرا میں متصرف تھی جس سے خیر و برکت تھی - مگر پھر ایک زمانہ اوس کے خلاف آیا کہ ابنائے روزگار کا حال یہ ہو گیا کہ ساری بنائے دولت کے انہدام کرنے میں اور ایک دوسرے کی آبرو برباد کرنے میں ہمت لگانے لگے - ارباب مکنت و ثروت نے خیر و احسان کے ابواب کو ارباب حاجت کے منہ پر اس مرتبہ مسدود کیا کہ وہ کل نعمت ہائے الٰہی کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور محتاجوں کی دلخراشی کے لئے تیشہ بنتے ہیں تمام اشجار میوہ دار کے باغات اور راہ کے سایہ افگن درختوں کو جو پہلے نیک فرجام آدمیوں نے پرورش کئے تھے اور مسافروں کو آرام دیتے تھے اور قصبات و دہات اور آبادیوں کی حوالی کو زینت دیتے تھے حکام بد عاقبت کے ظلم کی شر سے اور لشکریوں کے ارہ ستم سے سب کے سب عمارت و مطبخ اور چارپائیوں کے کام میں آئے اکثر راہ کے اطراف پر ان درختوں کا نشان نہیں رہا ایسی ہی سرا و مقبروں و مساجد کو جو مرمت طلب تھیں اون کے سنگ و خشت کو اپنے حمام و عمارت جدید میں جو ظلم و رشوت لیکر بنائیں خرچ کیا -

اسی سال میں بادشاہ نے کشمیر کی طرف سفر کیا اثنا راہ میں متھرا میں آیا - یہاں جاکر بندرابن کے بت خانوں کی سیر کی - ان کی نسبت وہ لکھتا ہے کہ اگرچہ والد ماجد کے عہد میں راجپوت امیروں نے عمارات اپنی طرز پر بنائیں اور باہر بہت تکلفات کو خرچ کیا مگر اندر

سر کوس پر درخت لگانے اور سرائیں بنوانا

۱۰۲۹ھ ۱۶۲۰ء کشمیر کی طرف سفر

اون کے چمگادڑوں اور انابیلوں نے اس قدر گھر بنائے ہیں کہ اون کی بدبو سے ایک دم نجات نہیں ہوتی ؎

از بروں چوں گور کافر پر حلل — در درون قہر خدائے عز و جل

قراولوں نے خبر دی کہ یہاں شیر قریب ہے کہ رعایا کو آزار اور آسیب پہنچاتا ہے بادشاہ نے ہاتھیوں کو بھیجکر اوس کو گھروایا اہل محل کے ساتھ سوار ہوا چونکہ بادشاہ نے عہد کیا تھا کہ کسی جاندار کو اپنے ہاتھ سے آزار نہیں پہنچاؤں گا۔ نورجہاں بیگم سے کہا کہ بندوق لگاؤ۔ ہاتھی کو شیر کی بو سے قرار نہ تھا۔ مگر بیگم نے ایک ہی تیر میں شیر کا کام تمام کیا۔ جب بادشاہ اوجین میں گیا تھا تو وہ گسائیں جدروپ سے جا کر ملا تھا جسکا حال وہ یہ لکھتا ہے کہ میں نے بہت دفعہ سنا تھا کہ ایک سنیاسی مرتاض جدروپ نام بہت برسوں سے شہر اوجین کے نزدیک گوشہ صحرا میں آبادانی سے دور معبود حقیقی کی پرستش میں متوجہ و مشغول رہتا ہے۔ مجھے اس کے ملنے کا شوق تھا میں کشتی سے اُتر کر پون کوس پیادہ اوس کی ملاقات کو گیا وہاں میں نے دیکھا کہ وہ ایک بھٹ میں رہتا ہے جسکا طول ساڑھے پانچ گرہ اور عرض ساڑھے تین گرہ تھا وہ بہت ضعیف جثہ تھا نہایت تکلیف سے اس بھٹ میں وہ جاسکتا تھا۔ اس کا طول و عرض اتنا ہی تھا جس میں یہ سماسکتا تھا نہ اس میں بوریا تھا۔ نہ فرش کاہی تھا۔ اس سوراخ تنگ و تیرہ میں گذر کرتا تھا۔ ایام زمستاں اور ہوائے سرد میں باوجودیکہ محض برہنہ رہتا تھا اور صرف لنگوٹی باندھتا تھا مگر کبھی آگ نہیں جلاتا تھا جیسا کہ مولانا روم نے کسی درویش کی زبان سے یہ شعر کہا ہے ؎

پوشش بارو ز تاب آفتاب — شب نہالی و لحاف از ماہتاب

اس کے محل سکونت کے قریب ایک تال تھا ہر روز دو دفعہ جا کر غسل کرتا تھا اور شہر اوجین میں ایک دفعہ جاتا تھا۔ سات برہمنوں کے گھر اس نے چُن لئے تھے اور وہ صاحب فرزند تھے اور اون کی درویشی و قناعت کا اعتقاد اوس کو تھا اون میں سے تین کے گھر جاتا بشرطیکہ اون کے گھروں میں کوئی آفت وقوع ولادت نہ واقع ہوتی اور زن حائض نہ ہوتی کھانے کے

نورجہاں کا شیر کو مارنا

گسائیں جدروپ

یا پانچ لقمے وہ اُس کے لئے تیار رکھتے بطریق گدائی کف دست پر رکھ کر نگل جاتا۔ چباتا نہیں تاکہ ذائقہ سے ادراک لذت نہ ہو۔ اس کی زیست و زندگانی کا طریق یہ تہا وہ آدمیوں کی ملاقات کا خواہاں نہیں تہا بلکہ اس کی شہرت ایسی تہی کہ آدمی اُس کی زیارت کو جاتے تہے۔ وہ دانش سے خالی نہ تہا۔ علم بیدانت کو کہ علم تصوف ہے خوب جانتا تہا۔ چھ گہڑی اُس کی صحبت میں رہا خوب باتیں کیں۔ گسائین جدروپ یہاں متہرا میں آیا ہوا تہا۔ بادشاہ لکھتا ہے کہ میں بے تکلف اُس کے گوشہ تنہائی میں گیا اور سخنان بلند درمیان میں آئیں۔ حق جل و علی نے اُس کو عجیب توفیق عنایت کی ہے۔ فہم عالی و فطرت بلند و مدرکہ تند کے ساتھ دانش خدا داد جمع ہی اور تعلقات سے اُس کا دل آزاد ہے عالم پر ادبا فیہا پر لات مارتا ہے اور گوشہ تجرید میں مستغنی و بے نیاز بیٹہا ہے۔ اسباب دنیا میں سے اُس کے پاس آدہ گز کرپاس کی لنگوٹی ستر عورت کے لئے ہے اور ایک مٹی کا برتن ہے جس سے پانی پیتا ہے۔ زمستان اور تابستان و برسات میں عریاں و سر و پا برہنہ بسر کرتا ہے اور ایک بہٹ میں رہتا ہے جس کے اندر جانے کی راہ ایسی تنگ ہے کہ طفل شیر خوارہ زحمت سے جاسکتا ہے۔ یہ حکیم سنائی کی دو تین بیتیں اُس کے حسب حال ہیں ؎

داشت لقمان یکے کریچے تنگ	چوں گلوگاہ نامے و سینہ چنگ
بوالفضولے سوال کرد از وے	چیست اینجا نہ شش بدست و پے
بادم گرم و چشم گریاں پیر	گفت ہذا لمن یموت کثیر

اس کے پاس پہر ملاقات کو گیا اور رخصت ہوا۔ اس کی جدائی میرے دل کو ناگوار ہوئی۔

حضرت اکبر کے عہد میں سیر کا وزن ۳۰ دام تہا میں نے اس ضابطہ کے خلاف سیر کے وزن کو نہ بدلا اور ۳۰ دام ہی رہنے دیا۔ گسائین جدروپ نے کسی تقریب میں مجھ سے کہا کہ کتاب بید میں جس میں ہمارے احکام دین تحریر ہیں۔ سیر کا وزن ۳۶ دام لکہا ہے چونکہ آپ کی احکام اتفاقات غیبی سے ہماری کتاب کے مطابق ہوتے ہیں اگر سیر کے وزن کے ۳۶ دام مقرر فرمائیں تو بہتر ہوگا۔ اس لئے میں نے حکم دیا کہ تمام میرے ممالک محروسہ میں سیر کا وزن

۲۶ ہزار دام مقرر ہو۔

یہ بھی ایک روایت ہے کہ خسرو کی آنکھوں میں سلائی باپ نے پھروائی تھی مگر پھر لطف پدری سے کسی عمدہ حکیم سے اُس کی آنکھوں کا علاج کرایا جس سے ایک آنکھ بالکل اچھی ہوگئی اور دوسری آنکھ میں کچھ نقص رہا جیسی خسرو جو افغانستان میں پیدا ہوا تھا اُس نے اپنی آنکھوں پر نشان کٹوریوں کے لگنے کے لوگوں کو دکھائے تھے۔ خسرو کی قید پر مدت گذر گئی تھی اس لئے باپ نے اُس کو محبوس کرنا اور سعادت خدمت سے محروم کرنا اپنی مرحمت سے بعید جانا اس کے جرائم معاف کرکے اُس کو بلایا اور کورنش کا حکم دیا۔

بادشاہ منزل بمنزل دہلی میں آیا اول اپنے فرزندوں اور محلوں کو لے کر حضرت ہمایوں کی قبر پر گیا اور پھر سلطان المشائخ نظام الدین کے روضہ پر آیا۔ پھر سلیم گڈھ میں اپنے دولت خانہ میں گیا پرگنہ پالم میں شکار کھیلنے گیا۔ چودہ روز میں ۲۲۶ ہرن شکار کئے حضرت اکبر کا ارشاد تھا کہ ہرن کو چیتے کے منہ سے چھٹائیں گو اُس پر کوئی چیتے کا آسیب زخم نہ پہنچا ہو مگر زندہ نہیں رہتا جہانگیر نے بھی اس کا تجربہ کیا تو یہ بات صحیح معلوم ہوئی۔

آغائی آغایاں ۳۲ سال سے میری خدمت گذار تھی اور اب بڑی بڑھیا ہو گئی تھی ساتھ رہنے میں اُسے تکلیف ہوتی تھی اس لئے اس نے دہلی رہنے کی درخواست کی بادشاہ نے منظور کی اُس نے یہاں ایک باغ و سرائے و مقبرہ بنوایا۔ حاکم شہر کو حکم دیا کہ اس کی ایسی خدمت گذاری کرے کہ کسی طرح کی اس کو تکلیف نہ ہو۔

یہاں شیخ عبدالحق دہلوی کہ اہل فضل اور ارباب سعادت میں سے تھے بادشاہ کی خدمت میں آئے ایک کتاب اُنہوں نے بڑی محنت سے تصنیف کی تھی اس میں مشائخ ہند کا احوال لکھا تھا وہ کتاب مجھے دکھائی۔ مدت سے وہ دہلی میں توکل و تجرید میں زندگی بسر کرتے ہیں خلقت اُن کو بزرگ جانتی ہے ان کی صحبت بے ذوق نہیں ہے میں نے اُن پر طرح طرح کی مرحمت و دلنوازی کرکے رخصت کیا۔

دہلی سے پرگنہ کرانہ میں گیا یہاں مقرب خاں کا باغ دیکھا جس میں پستہ کا درخت سبز تھا

بادشاہ کا دہلی میں آنا

شیخ عبدالحق دہلوی

پستہ کا درخت

یہ میوہ اُس ملک میں نہیں ہوتا اور درخت گرم سیری و سرد سیری تھے اور تین سو سرو کے درخت تھے۔ پنجم دی کو اکبر پور کے مقام میں کشتی سے اترا اور خشکی میں کوچ کیا آگرہ سے منزل مذکور تک کہ پرگنہ ٹوریہ سے دو کوس ہے ۱۲۳ کروہ براہ دریا کہ ۹۱ کروہ براہ خشکی ہے ۴۳ کوچ اور ۱۷ مقام میں طے کئے اُس کے سوائے ایک ہفتہ شہر دہلی میں رہا اور ۱۲ روز حویلی پالم میں شکار کھیلا کل ۷۰ روز ہوئے۔

بادشاہ نے ایران کو عالم خاں کو سفیر بنا کے بھیجا تھا جب اُس کے نزدیک آنے کی خبر ہوئی تو اُس کو عطر جہانگیری بھیجا۔ اور یہ مطلع لکھا ؎

بسویت فرستادہ ام بوئے خویش
کہ آرم ترا زودتر سوئے خویش

باغ کلانور میں خان عالم آیا وہ نفایس و نوادر روزگار سے یہ تحفہ لایا کہ صاحبقران اور تقمش خاں کی مجلس صف جنگ کی تصویر تھی اُس میں امیر تیمور کی اور اس کی اولاد امجاد اور امراء عظام کی تصویریں تھیں جو اس جنگ میں اُسکے ہمراہ تھی اور ہر صورت پر یہ لکھا تھا کہ کسکی شبیہہ ہے اُس میں ۲۴۰ تصویریں تھیں اور مصور نے اپنا نام خلیل مرزا شاہ رخی لکھا تھا اُس کا کام نہایت پختہ اور اعلیٰ درجہ کا تھا۔ اگر مصور کا نام نہ لکھا ہوتا تو یہ معلوم ہوتا بہزاد نے اس مجلس کی تصویر بنائی ہے

چونکہ وسعت کشمیر اس قدر نہیں ہے کہ اس کا محصول اس جماعت کے لئے کافی ہو جو موکب والا کے ہمراہ رہتی ہے اور میرے آنے کی خبر سے غلات و حبوبات کا نرخ بھی بڑہ جاتا ہے میں نے عامۂ خلایق کی رفاہیت کے لئے حکم دیا کہ جو ملازم ہمرکاب ہیں وہ اپنے آدمیوں کا سامان کریں اور چند ضروری آدمیوں کو ہمراہ لے چلیں اور باقی کو اپنی جاگیروں میں رخصت کریں اور ایسے ہی چوپایوں اور شاگرد پیشوں کی تخفیف کے لئے تاکید کی شاہجہان بھی لاہور آنگرباپ پاس آیا۔ طالب آملی کو خطاب ملک الشعراء کا ملا۔ اُس کے سخن کا رتبہ سب سے بڑھا ہوا تھا۔

بیان شیخ محمد میر

میں نے سنا کہ لاہور میں میاں شیخ محمد میر ایک درویش سندی الاصل ہیں بغایت فاضل و مرتاض و مبارک نفس و صاحب حال گوشہ عزلت و توکل میں منزوی ہیں فقر سے غنی اور دنیا سے مستغنی میری خاطر حق طلب کو اُن کی ملاقات بغیر قرار نہ تھا میرا لاہور جانا مشکل تھا میں نے رقعہ اُن کی خدمت میں بھیجا اور اپنا شوق باطنی ظاہر کیا۔ یہ عزیز باوجود کبر سن اور ضعف اعضا کے تصدیعہ کرکے تشریف لایا۔ میں نے بہت دیر تک تنہا بیٹھ کر اُن سے باتیں کیں سچ ہے کہ وہ ایک ذات شریف ہے اور اس عہد میں نہایت غنیمت ہے اُن سے حقایق و معارف کی باتیں بہت سی سنیں ایک پوست آہوان کو نذر دیا اگر کچھ اور دیتا تو نہیں لیتے۔ الہ داد پسر جلالہ جو لشکر سے بھاگ گیا تھا اُس کی خطائیں اعتماد الدولہ کی سفارش سے معاف ہوئیں۔ نور الدین قلی کی عرضداشت آئی کہ میں نے طرہ گریورں کو حتی الامکان اصلاح کرکے ہموار کیا تھا مگر چند شب روز یہاں ایسی بارندگی ہوئی کہ تین گز کوتل کے اوپر برف چڑھ گیا اور ابھی برس رہا ہے اگر کوہ سے باہر ایک ماہ توقف ہو تو اس راہ سے عبور کرنا میسر ہو سکتا ہے ورنہ دشوار ہے۔ جب مجھے یہ حال معلوم ہوا تو میں نے یکلی اور دمنور سے سفر کا ارادہ کیا موسم بہار و شگوفہ تھا توقف نہیں کر سکتا تھا۔ ۳ر اسفندارمذ کو دریا بہت سے عبور کیا۔ اگرچہ اس میں پانی کمر تک تھا مگر ... جاتا تھا کہ آدمیوں کو اُترنے میں تکلیف ہوتی تھی اس لئے دو سو ہاتھیوں کو گھاٹوں پر مقرر کیا کہ آدمیوں کا اسباب اوتار دیں اور آدمی جو ضعیف و ڈرپوک ہوں اُن کو بھی سوار کریں تاکہ کسی نامراد کو گزند جانی اور مالی نہ پہنچے۔ منزل بمنزل چلکر ۱۹ اسفندارمذ کو حسن ابدال میں پہنچا۔ اکبرپور سے میں کشتی سے اترا تھا وہاں سے حسن ابدال تک ۷۸ اکروہ مسافت ہے اُس کو ۶۹ دن میں ۴۸ کوچوں اور ۲۱ مقاموں میں طے کیا۔ اس منزل میں چشمہ پر آب ہے اور ایک آبشار حوض نہایت لطافت رکھتا ہے۔ دن کو یہاں مقام کیا ۱۶ روز پنجشنبہ کو جشن وزن قمری ہوا۔ میرا باونواں سال بحساب قمری سالوں کے شروع ہوا اس منزل سے آگے پہاڑ و کوتل و نشیب و فراز بہت تھے ایک دفعہ بادشاہ کے سارے لشکر کا گذرنا اُس سے دشوار تھا اس لئے مقرر ہوا کہ

بادشاہ نے تزک جہانگیری میں اپنے سفر کشمیر کی منزلوں کا حال لکھا ہے

بیگموں کے ساتھ حضرت مریم مکانی توقف کریں اور آسودگی کے ساتھ تشریف لائیں مدارالملک اعتمادالدولہ الخاقانی وصادق خاں بخشی وارادت خان میرسامان عملہ بیوتات وکارخانجات کئی دفعہ میں عبور کریں رستم میرزاے صفوی وخان اعظم اور ایک اور نوکروں کی جماعت کو حکم دیا کہ راہ پونچھ سے آئیں۔ جریدہ چند اپنے پسند کے خاص خدمتگاروں کے ساتھ ۱۷ روز جمعہ کو ساڑھے تین کوس کوچ کر کے موضع سلطان پور میں آیا۔ اس تاریخ میں رانا امر سنگھ کے مرنے کی خبر آئی کہ وہ اودے پور میں اجل طبعی سے راہ عدم کا مسافر ہوا۔ جگت سنگھ نبیرہ اور بھیم پسر اس کا بادشاہ کی ملازمت میں تھے اُن کو خلعت دیا گیا اور حکم ہوا کہ راجہ کشنداس فرمان رحمت افزا رانا کے خطاب کا اور خلعت واسپ وفیل خاصہ کنور کرن کے لئے لے جائے اور تعزیت وتہنیت کی مراسم بجا لائے اس ملک کے آدمیوں کی زبانی سنا کہ غیر ایام برسات میں کہ اصلا اثر ابر وصاعقہ کا نہیں ہوتا۔ اس پہاڑ سے صداے ابر کی مانند آواز آتی ہے اس لئے اس کو کوہ گرج کہتے ہیں ایک دو سال کے بعد ایسی صدا ظاہر ہوتی ہے ۲۰۰ برس ہوئے کہ یہاں قلعہ کوہ پر قلعہ سری ہوت بنایا گیا جب سے اس آواز کا آنا موقوف ہوا اب اس قلعہ کو گنڈگڈہ کہتے ہیں اب اس کا نام گرج کوئی نہیں جانتا مگر لوگ کہتے ہیں کہ پہلے اس کو لوگ گنج گڈہ کہتے تھے ظاہرا گنج گڈہ معلوم ہوتا ہے جو پہاڑ کی برہنگی کی اور سبزی کے نہ ہونے کے سبب سے رکھا گیا تھا مگر کسی شہنشاہ نے اس کا گنجاپن مٹانے کے لئے گنڈگڈہ رکھدیا۔ گنڈسا کی کہانیوں میں کہتے ہیں کہ راجہ رسالو نے کوئی راکشس غار میں بند کیا تھا اُس کی یہ آواز آتی تھی وہ راجہ سالباہن کا بیٹا تھا جس نے پہلو میں عثمان کھاتور کے پاس ایک بلند مقام بنایا تھا روز سہ شنبہ ۱۸ کو ساڑھے چار کوس کوچ کر کے موضع سجنی میں آیا اس منزل سے پرگنہ ہزارا قارلغ میں گذر ہوا (اس پرگنہ کا نام ہزارا مغل کی مشہور قوم کے نام سبب سے نہیں رہا ہے اس میں کوئی مغل نہیں رہتا تھا اس ضلع کی شادابی اور گیہوں مشہور ہیں چنانچہ یہ شعر مشہور ہے

بیچ ہزارا کنکا بھلیاں دہنی کھوپ گائیں
سور سکیسھری کہور بھلے اشنو دو آب تی دہائیں

پرچ ہزارا کا گیہوں بھلا ہے۔ دہنتی کی گائیں خوب ہیں۔سکیسر کے نمکسار کے گھوڑے بھلے ہیں اور ہشت نگر کے چاول اچھے ہیں۔

روز یکشنبہ نوزدہم کو پونے چار کوس چلکر موضع نوشہرہ میں منزل ہوئی جو دہنتور میں داخل ہے یہاں جہاں تک نظر کام کرتی تہی گل تہل کنول قطعہ گل سرشت سبزہ زاروں میں شگفتہ اور نہایت خوش نظر آتے تہے۔ روز دوشنبہ ساڑہے تین کوس چلکر موضع سلہر میں ورود ہوا۔ یہاں نیابت خاں نے پیش کش میں جواہر و مرصع آلات موازی ساٹھہ ہزار روپیہ کا دیا۔ اس سرزمین میں ایک پہول دیکھا کہ سرخ آتشین تہا اور گل خطمی کی برابر اندام میں تہا۔ مگر اس نے چھوٹے چند گل بہت پاس پاس ایک جگہہ کہلے ہوئے۔ دور سے یہ معلوم ہوتے تہے کہ ایک پہول ہی اس کا درخت زرد آلو کی برابر تہا۔ اس دامن کوہ میں خودرو بہت تہا اور نہایت خوشبودار رنگ اس کا بنفشہ سے کمتر تہا سہ شنبہ بست و یکم تین کوس طے کرکے موضع مال کلی میں آیا۔ آج مہابت خان کو بنگش رخصت کیا اور اسپ و فیل خاصہ و خلعت مع پوستین مرحمت ہوا۔ آج آخر منزل تک بارش رہی۔ شب پنجشنبہ کو ۲۲ر کو مینہ برسا سحر کے وقت برف پڑی اکثر راہ بند ہوگئی اور بارش کے سبب راہ میں پہسلن ہوگئی دُبلا چارپایہ جہاں گرا وہاں سے پھر نہ اُٹھا پچیس ہاتھی سرکار خاصہ کے تصدق ہوئے۔ بارش کے سبب سے دو روز مقام ہوا۔ روز پنجشنبہ بست سوم کو سلطان حسین زمیندار پکلی زمین بوس ہوا۔ یہ جگہ ملک پکلی میں داخل ہے۔ یہ عجب اتفاق ہے کہ جب والد ماجد کا یہاں گذر ہوا تہا تو برف برسی تہی اور اب بہی برسی۔ کئی سال سے یہاں برف نہیں پڑی تہی بلکہ مینہ بہی کم برستا تہا روز جمعہ بست و چہارم چار کوس طے کرکے موضع سواد نگر محل نزول ہوا۔ اس راہ میں جہیہ بہت تہا بہت زرد آلو اور شفتالو کے درختوں میں شگوفہ لگے ہوئے تہے صنوبر کے درخت مثل سرو کے دیدہ کو فریب دیتے تہے اور شنبہ بست و پنجم ساڑہے تین کوس کے قریب چلکر پکلی کے باہر لشکر نے آراستگی پائی۔ روز یکشنبہ بست و ششم کو کبک کے شکار کے لئے سوار ہوا۔ آخر دن کو سلطان حسین مرزا کی درخواست سے اُس کے گہر گیا اور امثال و امیروں میں اُسکا درجہ بڑہایا۔ والد ماجد بہی اُس کے گہر گئے تہے۔ گہوڑے و خنجر و باز و جرہ پیش کش میں دئے۔

اسپ و خنجر تو اسی کو دے دئے۔ باز وجرہ کو حکم دیا کہ پٹیاں باندہ کر میرے روبرو لائیں۔
سرکار پنگلی ۳۵ کوس طول میں ۲۵ کوس عرض میں ہے شرق رویہ کوہستان کشمیر ہے اور مغرب
کی سمت میں اٹک بنارس ہے (یہاں قریب بنارس ایک چھوٹا سا گانوں اب بھی ہے) جانب
شمال میں گنور جانب جنوب میں گکھر واقع ہے۔ جب صاحبقراں امیر تیمور ہندوستان کو فتح
کر کے ملک توران میں گیا تھا تو ایک طائفہ کو جو اس کے ہمراہ تھے ان حدود کو مرحمت کیا تھا۔
وہ کہتے ہیں کہ ہماری ذات قارلغ ہے لیکن وہ مشخص نہیں جانتے کہ اس وقت میں اُن کے
بڑے کون تھے اور اُن کا نام کیا تھا بالفعل وہ لاہوری محض ہیں اور انہیں کی زبان بولتے ہیں۔
دہنتور کے آدمیوں پر بھی یہی قیاس کرنا چاہئے۔ والد ماجد کے عہد میں دہنتور کا زمیندار شاہرخ
تھا اب اس کا بیٹا بہادر زمیندار ہے اگرچہ سب آپس میں خویشی و پیوند کی نسبت رکھتے ہیں لیکن ہمیشہ
سرحد پر حدود کی بابت نزاع کرنا اُن کو لازمی ہے وہ ہمیشہ میرے دولتخواہ رہے ہیں۔ سلطان محمود
پدر سلطان حسین و شاہرخ دونوں میری شاہزادگی کے وقت میں میری ملازمت کے لئے آئے
تھے سلطان حسین کی عمر بہتر برس کی ہے اس کے قوائے ظاہری میں اصلا فتور نہیں آیا اور
سواری کی تاب و طاقت رکھتا ہے۔ اس ملک میں نان و برنج سے بوزہ بناتے ہیں اور اس
کو سیر کہتے ہیں وہ بوزہ سے بہت تیز ہوتا ہے یہاں کے آدمیوں کی خوراک کا مدار سیر پر ہے
جتنی وہ کہنہ ہوتی ہے اتنی بہتر ہوتی ہے۔ مٹکوں میں سیر کو بھرتے ہیں اور اُن کا مُنہ خوب محکم
باندہ کر دو تین سال تک گھر میں رکھتے ہیں بعد ازاں خم کے زلال کو نکال لیتے ہیں اُس کو اچھی
کہتے ہیں۔ آچھی دہ سالہ ہی ہوتی ہے اور اس سے پہلے کی بھی جس قدر پُرانی ہو اُتنی ہی اچھی
ہوتی ہے۔ اقل مدت اُس کی ایک سال ہے سلطان محمود اس کے پیالے کے پیالے پیتا
تھا سلطان حسین بھی پیتا تھا میرے لئے وہ لایا میں نے بھی امتحاناً اُسے پیا اس کا نشہ منتہی
ہے مگر گرمی سے خالی نہیں ہے معلوم ہوا کہ اس میں تھوڑی سی بنگ بھی لوگ ملاتے ہیں اس
کے خمار کا غلبہ ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ شراب نہیں ہے مگر بالضرور شراب کا بدل ہو سکتی ہے۔ یہاں
میوے زردآلو و شفتالو و امرود بغیر پرورش کے خودرو ہوتے ہیں۔ یہاں کشمیر کی روش پر خانہ و

منازل چوب سے بناتے ہیں گھوڑے اونٹ گائے بھینس پالتے ہیں بز اور مرغ بہت ہیں استر
یہاں چھوٹی ہوتی ہے بارگراں اس پر نہیں لادسکتا معلوم ہوا کہ آگے چند منزل تک ایسی بستی نہیں
ہے کہ وہاں غلہ ایسا ملے کہ لشکر کو کفایت کرے حکم ہوا پیش خانہ بقدر احتیاج مختصر اور کارخانجات
ضروری ہمراہ ہوں ہاتھیوں کی تخفیف ہو اور تین چار روز کا آذوقہ ہمراہ ہو چند ملازم ساتھ ہوں
باقی آدمی بسرکردگی خواجہ ابوالحسن بخشی کے چند منزل پیچھے آئیں۔ کمال تاکید و احتیاط سے سات سو
زنجیر فیل پیش خانہ کے کارخانہ جات کے لیے ضرور تھے۔ بہادر دھنتوری لشکر تنگش کا کمگی مقرر
ہوا۔ اور یکشنبہ بست و نہم سواپانچ کوس چلکر تین سکہ کے رود خانہ سے عبور کرکے منزل ہوئی۔
تین سکھہ شمال سے جنوب کی جانب بہتی ہے اور یہ ندی کوہ وارو کے درمیان سے نکلتی ہے جو
بدخشان و تبت کے درمیان ہے یہاں ندی کی دو شاخیں ہوئی ہیں اس سبب سے لشکر کے عبور
کرنے کے لئے لکڑی کے دو پل باندھے گئے ایک ۱۷ گز دوسرا ۱۴ گز طول میں تھا۔ عرض میں ہر
ایک پانچ گزہ تھا اور اس ملک میں پل بنانے کا طریق یہ ہے کہ بڑے درختوں کو جیسے کہ بڑ اور
تاڑ ہیں پانی کے اوپر ڈالتے ہیں اور اس کے دونوں سروں کو چٹانوں سے باندھ کر استحکام دیتے
ہیں اور اُن پر لکڑیوں کے موٹے تختے بچھا کر میخ و طناب سے قوی اور مضبوط کرتے ہیں تھوڑی
مرمت سے ایسا پل سالہا سال برقرار رہتا ہے۔ ہاتھیوں کو پایاب اتارا اور سوار و پیادے پل پر
سے اُترے سلطان محمود نے اس رود خانہ کا نام نین سکھہ یعنی راحت چشم رکھا۔ روز پنجشنبہ سی ام
کو ساڑھے تین کوس کے قریب چلکر کشن گنگا کے کنارہ پر منزل ہوئی اس راہ میں ایک کوتل واقع ہے
اس کا ارتفاع نہایت بلند ڈیڑھ کوس اور سرنشیب ڈیڑھ کوس ہے اور اس کوتل کو پیم درنگ کہتے
ہیں وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کشمیری زبان میں روئی کو پیم کہتے ہیں حکام کشمیر نے داروغہ مقرر کیا تھا کہ کوئی
پر تمغا (محصول) لے یہاں تمغا لینے میں درنگ ہوئی تھی اس لئے اس کا نام پیم درنگ مشہور
ہوگیا پل سے گذر کر ایک آبشار آتا ہے نہایت لطیف و صاف ہے میں نے لب آب و
سایہ درخت میں پیالے معتاد پیئے شام کو منزل پر پہنچا اس رود خانہ پر قدیمی پل تھا۔ اس
کا طول ۴۴ درعہ اور عرض ڈیڑھ درعہ تھا کہ پیادوں کا گذر ہو سکتا تھا۔

اس پل کے محاذی دوسرا پل باندھا گیا ۵۰۰ ذرعہ طول میں اور تین ذرعہ عرض میں۔ پانی عمیق اور تند تھا۔ ہاتھیوں کو تنگا اس دریا سے عبور کرایا اور پیادے اور سواروں کو پل پر سے میرے باپ کے حکم سے دریا کے مشرق میں پہاڑ پر ایک پختہ سرا پتھر و چونے کی نہایت مستحکم بنائی گئی تھی۔ رود خانہ کشن گنگا جنوب کی طرف سے آتا ہے شمال کی جانب بہتا ہے (غلط لکھا ہے وہ شمال سے جنوب کی طرف بہتا ہے) دریا بہت سمت مشرق سے آتا ہے اور کشن گنگا سے مل کر شمال میں جاری ہوتا ہے (آب بہت کچھ شمال کا رُخ لیتا ہے۔ لیکن جب کشن گنگا میں مل جاتا ہے تو وہ جنوب کو بہتا ہے)

اس سال کے واقعات یہ بھی ہیں کہ الہ داد خاں پسر جلال افغان باغی ہوا۔ مہابت خاں کو بنگش کے انتظام اور افغانوں کے استیصال کے لئے اجازت ملی تھی اس گمان سے کہ الہ داد پر بادشاہ نے مراحم و نوازش کی تھیں کہ اون کے عوض میں وہ کوئی خدمت کرے گا مہابت خاں نے اس کے ساتھ لے جانے کی درخواست کی۔ ان کافر نعمتوں حق ناشناسوں کی سرشت میں نفاق و بداندیشی داخل ہے اس لئے حزم و احتیاط کی وجہ سے یہ مقرر ہوا کہ اپنے فرزند و برادر درگاہ میں بطریق یرغمال بھیجدے کہ وہ بادشاہ کے حضور میں رہیں۔ جب اوس کے پسر و برادر درگاہ شاہی میں آئے تو اون کی تسلی و دلاسی کے واسطے ترحم اور نوازش اون پر کی گئی۔ لیکن

گلیم بخت کسے راکہ بافتند سیاہ　　　بآب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد

جس تاریخ سے کہ الہ داد اس سرزمین میں گیا بے دولتی اور حق ناشناسی اوس کے احوال سے ظاہر ہوئی مہابت خاں نے نظام کار کے لئے سر رشتہ مدارا کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اور ایک فوج اپنے بیٹے کو سردار بنا کے افغانوں کے سر پر بھیجی اور الہ داد کو اوس کے ہمراہ کیا۔ مگر اوسکی بداندیشی اور نفاق کے سبب سے اس یورش نے خاطر خواہ سرانجام نہ پایا اور بے حصول مقصود مراجعت کرنی پڑی۔ الہ داد کے دل میں یہ توہم پیدا ہوا کہ کہیں مہابت خاں مجھ سے باز پرس کر کے پاداش کردار میں نہ گرفتار کرے اس لئے اوس نے پردۂ (آزرم) کو اٹھا کر

الہ داد کا باغی ہونا

شیخ احمد کا سرہند میں قید ہونا

بغاوت وحرام نمکی جو ابتک ذہ پوشیدہ رکھتا تھا بے اختیار ظاہر کیا۔ جب بادشاہ کو اوس کی
خبر ہوئی تو اوس نے حکم دیا کہ اوس کے بھائی اور بیٹے کو قلعہ گوالیار میں مقید کریں۔ ایک
سال بعد الہ داد ندامت زدہ بادشاہ پاس حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اوس کا قصور معاف کیا
اور بدستور سابق دو ہزار پانصدی اور بارہ سو سوار کا منصب دیا۔ بادشاہ نے سُنا کہ سہرند
(سرہند) میں شیخ ایک مکار نے مکر و فریب کا جال بچھا کر بہت ظاہر پرست بے معنی کو اپنا
شکار کیا ہے۔ ہر شہر و دیار میں اپنے مریدوں کو جو دکان آرائی کا آئین اور معرفت فروشی و
مردم فریبی میں اوروں سے زیادہ پختہ تھے خلیفہ نام رکھ کر بھیجا ہے اور اپنے مریدوں و معتقدوں
کے لئے مزخرفات لکھ کر ایک کتاب جمع کی ہے اور اُس کا نام مکتوبات رکھا ہے اور اسمیں جہلات
اور بہت مقدمات لاطائل مرقوم کئے ہیں کہ زندقہ و کفر پر منجر ہوتے ہیں ایک مکتوب میں وہ
لکھتا ہے کہ اثناء سلوک میں مقام ذی النورین پر میرا گذر ہوا وہ نہایت عالی و خوش و مصفا
تھا وہاں۔ سے گذر کر میں مقام فاروق میں آیا۔ اور مقام فاروق سے مقام صدیق پر عبور کیا
اور ہر مقام کی تعریف جو اوس کے لایق تھی لکھی۔ وہاں سے محبوبیت میں واصل ہوا
ایک ایسا مقام مشاہدہ کیا کہ نہایت منور و ملون تھا انواع انوار و الوان ایسے مجھ میں
منعکس ہوئے تھے یعنی (استغفر اللہ) مقام خلفاء سے گذر کر عالی مرتبت پر پہنچا اور اور
گستاخیاں کیں جن کا لکھنا طول سے خالی نہیں اور ادب سے دور ہے۔ اسلئے بادشاہ نے حکم دیا
کہ عدالت میں وہ حاضر ہو حسب الحکم حاضر ہوا جو کچھ بادشاہ نے اوس سے پوچھا اسکا معقول
جواب نہ دے سکا۔ باوجود عدم خرد و دانش کے نہایت مغرور و خود پسند تھا اس لئے بادشاہ
نے اوس کو زندان ادب میں قلعہ گوالیار میں محبوس کیا کہ اوس کی شوریدگی مزاج اور
آشفتگی دماغ قدرے تسکین پائے اور عوام کی شورش بھی فرو ہو۔ پھر بادشاہ نے اوس کو
ایک سال بعد چھوڑ دیا خلعت و ہزار روپیہ دیا اس نے عرض کیا کہ حضور کی یہ تنبیہ و تادیب
درحقیقت میرے لئے ایک ہدایت تھی۔ امان اللہ پسر مہابت خاں نے لڑکر احداد کی
فوج کو شکست دی اور بہت افغانوں کو مار ڈالا۔ بادشاہ نے شمشیر خاصہ اوسکو عنایت کی

جہانگیر لکھتا ہے کہ جب اجمیر میں مجھے کچھ تکسر وضعف ہوا تو اُس سے پہلے یہ خبر ناخوش ولایت بنگالہ میں پہنچی - ایک دن اسلام خاں خلوت میں بیٹھا تھا کہ عالم غیب سے اوس کو دکھائی دیا کہ میری طبیعت میں گرانی ہے جس کا علاج یہ ہے کہ وہ اپنی کسی نہایت عزیز چیز کو فدا کرے اول اوس نے اپنے فرزند ہوشنگ کے فدا کرنے کا قصد کیا مگر کم عمری اور رحم پدری کے سبب سے اوس کو چھوڑ کر خود اپنے تئیں فدا کیا - خدا نے اوس کی دعا قبول کی کہ میں اچھا ہوگیا وہ مرض سے آناً فاناً میں مر گیا -

اسلام خاں کی بیماری کا اعجازی علاج

۱۵ - ربیع الاول ۱۰۲۹ھ مطابق ۱۰ - مارچ ۱۶۲۰ء کو نیر اعظم مراد بخش عالم برج حمل میں آیا **جشن معمولی** ہوا - روز یکشنبہ - سوم فروری کو ساڑھے چار کوس طے کر کے موسران میں نزول ہوا - شب جمعہ کو بارہ مولہ کے سوداگر بادشاہ کی خدمت میں آئے - بادشاہ نے اُن سے بارہ مولہ کی وجہ تسمیہ پوچھی - اونھوں نے کہا کہ باراہ زبان سنسکرت میں خوک کو اور مولہ مقام کو کہتے ہیں یعنے جائے باراہ - ہندوں کے مذہب میں اوتاروں میں خوک بھی داخل ہے - باراہ مولہ کثرت استعمال سے بارہ مولہ ہو گیا - بادشاہ بھول باس سے آگے چلا تھا کہ برف و باران نے اوسے گھیر لیا وہ اون کے آسیب سے بچنے کے لئے معتمد خاں مصنف اقبال نامہ کے خیمہ میں گیا اور اوس میں مع اہل محل کے ایک رات دن رہا - معتمد خاں کہیں اور تھا وہ نہایت شوق و ذوق سے دو گھنٹہ میں ڈھائی کوس مسافت طے کر کے آیا اور زبان حال سے یہ شعر پڑھا ؎

جشن نوروز ۱۵ سنہ ۱۰۲۹ سفر کشمیر

آمد خیالم نیم شب جاں دادم و گشتم خجل | خجلت بود درویش را ناگہ چو مہمان در رسد

جو کچھ اوس کی بساط میں نقد و جنس ناطق و صامت تھا تفصیل کر کے برسم پا انداز پیش کیا بادشاہ نے سب اوس کو بخش دیا - اور فرمایا کہ متاع دنیا ہمارے چشم ہمت میں ہیچ معلوم ہوتی ہی ہم جوہر اخلاص کو گراں بہا سے خریدتے ہیں - اس اتفاق کو اصل اخلاص اور تائیدات طالع سے سمجھنا چاہئے کہ مجھ جیسا بادشاہ اہل حرم کے ساتھ شبان روز اوسکے گھر میں راحت و آرام سے رہا - کشمیر کی سرحد میں داخل ہوا - بادشاہ منزلیں طے کرتا ہوا جب شہاب الدین پور

میں آیا تو دلاور خاں کا کر حاکم کشمیر کشتوار سے اس منزل سے بادشاہ پاس آیا۔ کشتوار کشمیر کی جنوبی سمت میں ہے۔ معمورہ کشمیر سے منزل آنکہ تک حاکم نشین کشتوار ہے۔ اور کشمیر سے ساٹھ کوس کی مسافت رکھتا ہے۔ دہم شہر پور ۱۶۳۵ جلوس کو دلاور خاں دس ہزار جنگی سواروں اور پیادوں کو لیکر فتح کشتوار کے ارادہ سے سوار ہوا اور اپنے بیٹے حسن کو گرد علی میر بحر کے ساتھ شہر کی محافظت اور سرحدوں کی حراست کے لئے مقرر کیا۔ چونکہ گوہر چکب اور ایبہ چک وراثتاً کشمیر کا دعوی رکھتے تھے اور کشتوار اور اوس کی نواح میں پڑے پھرتے تھے۔ دلاور خاں نے اپنے بھائیوں میں سے ہیبت کو دیودے کے مقام میں کہ کوتل پیر پنجال کے متصل واقع ہے احتیاط کے لئے چھوڑا اور منزل مذکور سے افواج کو تقسیم کیا۔ خود سنگین پور کی راہ پر فوج لیکر دوڑا اور اپنے بیٹے جلال کو نصراللہ عرب و علی ملک کشمیری اور ایک اور جماعت بندہائے جہانگیری کو دوسری راہ پر تعین کیا اور اپنے بڑے بیٹے جمال کو جوانان کارطلب کے ساتھ ہراول فوج بنایا۔ اور دو اور فوجیں دست چپ و دست راست کو مقرر رکیں۔ گھوڑوں کے جانے کی راہ نہ تھی اس لئے چند گھوڑے پاس رکھے باقی کشمیر واپس بھیجے۔ جوان کمربستہ پیادہ کوہ پر چڑھے اور مخالفوں سے لڑتے لڑتے ترکوٹ تک پہونچے۔ یہ جگہ غنیم کی محکم تھی۔ جلال و جمال کی فوجیں مختلف راہوں سے آنکر مل گئیں۔ مخالفوں میں تاب مقاومت نہ رہی وہ بھاگ گئے اور بادشاہی بہادر جان نثار بہت نشیب و فراز طے کرکے دریائے مروتنک گئے۔ آب مذکور کے کنارہ پر آتش قتال نے اشتعال پایا۔ اور ایبہ چک مارا گیا اسکے مرنے سے راجہ بے دست و دل ہوکر بھاگ گیا اور بھندر کوٹ میں توقف کیا۔ اور لشکر شاہی سے دریا کے پار اُترنے پر بیس رات دن لڑائی رہی اور دشمنوں نے خوب مقابلہ و مقاتلہ کیا۔ جب دلاور خاں گھاٹوں کا اور آذوقہ کا خاطرخواہ انتظام کرکے آیا تو راجہ نے حیلہ بازی اور روباہ بازی سے دلاور خاں سے التماس کی کہ میں اپنے بھائی کو مع پیشکش کے بادشاہ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اور جب میرا گناہ معاف ہو جائے گا اور بیم وہراس میری خاطر سے زائل ہو جائیگا تو میں خود ہی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونگا

دلاور خاں نے اون کی فریب آمیز باتوں پر کچھ خیال نہیں کیا۔ راجہ کے فرستادوں کو بے حصول مقصود واپس کیا اور دلاوری وشناوری سے دریائے ذخار سے پار ہوا اور مخالفوں سے سخت جنگ لڑا۔ مخالف پل توڑکر بھاگ گئے۔ بادشاہی ملازموں نے پھر پل کو باندہا اور باقی لشکر نے عبور کیا اور بھندر کوٹ میں لشکر شاہی آراستہ ہوا اور آب مذکور سے دریائے چناب تک مخالفوں کا اعتضاد وقوی تھا۔ و تیر انداز مسافت تھے۔ اور آب چناب کے کنارہ پر ایک اونچا پہاڑ تھا۔ اس آب سے عبور دشوار تھا پیادوں کی آمدورفت کے لئے دو موٹے رسے اس طرح لگائے کہ ان کا ایک سرا قلۂ کوہ سے مستحکم کیا اور دوسرا سرا دریا کے اس طرف مضبوط باندہا اور ان دو رسوں کے درمیان ایک ایک ہاتھ کے فاصلہ سے چوبیں لگائیں اور دو اور رسے پہلے رسوں سے ایک گز اونچے لگائے کہ پیادے ان چوبوں پہ پاؤں رکھیں اور دونوں ہاتھوں کو اوپر کے رسوں کو باندہیں تاکہ دریا سے گذر ہو۔ اس کو کوہستانیوں کی اصطلاح میں رم پہ کہتے ہیں جہاں رم پہ باندہنے کا مظنہ ہوسکتا تھا وہاں بند وقچی اور تیر انداز کام کے آدمیوں سے استحکام دیکر خاطر جمع کی۔ دلاور خاں جالے بناکر اپنے آدمیوں کو اون پر بٹھا کے چاہتا تھا کہ دریا سے پار پہونچے لیکن پانی میں ایسی تندی و شورش تھی کہ جالہ سیل فنا میں آگیا اور ۸۰ آدمی بحر عدم میں غرق ہوئے۔ اور دس آدمی شناوری کی یاوری سے سلامت آئے۔ اور دو آدمی دریا کے پار جاکر مخالفوں کے ہاتھ میں اسیر ہوئے۔ غرض دلاور خاں چار مہینے دس روز تک بھندر کوٹ میں سعی کرتا رہا مگر مقصد نہ حاصل ہوا۔ ایک زمیندار نے راہ بری کی اور ایک جگہ سے جہاں مخالفوں کو رم پہ باندہنے کا گمان بھی نہ تھا وہ دو سو بادشاہی سپاہیوں کو لے گیا اور بے خبر راجہ کے سر پر جا پہونچے۔ مخالف خواب و بیداری کے درمیان سراسیمہ نکلے اور قتل ہوئے ایک سپاہی راجہ کو تلوار مارنا چاہتا تھا کہ اوس نے فریاد کرکے کہا کہ میں راجہ ہوں مجھ کو دلاور خاں پاس لے چلو ادنھوں نے اوس کو اسیر کیا۔ کشتوار میں جو وحدس و ماش و اڑد بہت ہوتے ہیں۔ یہاں رسم نہیں کہ راجہ خراج لے ہر خانہ سے سال میں شش بھنسی کہ چار روپیہ کی برابر

ہوتی ہیں لیتا ہے۔ سات سو راجپوت توپچی قدیم سے نوکر ہیں اون کی تنخواہ میں زعفران مقرر کر رکھا ہے جو ایک من یعنے دو سیر خریدار کے ہاتھ چار روپیہ کو بکتا ہے۔ راجہ کا کل حاصل ڈنڈ پر موقوف ہے۔ ذرا سی تقصیر پر بہت روپیہ ڈنڈ میں لے لیتا ہے۔ جس کسی کو کہ متمول اور صاحب جمعیت دیکھتا ہے بہانہ بنا کے کل روپیہ اوس کا لے لیتا ہے۔ بہمہ جہت تخمیناً ایک لاکھ روپیہ حاصل ہوتا ہے۔

حسن ابدال سے کشمیر تک جس راہ سے بادشاہ آیا ۷۵ کوس کی مسافت تھی جسکو بادشاہ نے ۱۹ کوچ اور ۶ مقام کر کے ۲۵ روز میں طے کیا۔ دار الخلافۃ آگرہ سے کشمیر تک تین سو چھتیس کوس مسافت ایک سو دو کوچ اور ترلیسٹھ مقام میں طے کی۔ خشکی کی راہ جو متعارف ہے تین سو چار اور آدھ کوس ہے۔

سہ شنبہ دوازدہم کو دلاور خاں حسب الحکم راجہ کشتوار کو مسلسل حضور میں لایا راجہ کی شکل وجاہت سے خالی نہیں تھی پوشش اس کی اہل ہند کی روش پر تھی۔ برخلاف اور زمینداروں کے وہ دونو زبانیں ہندی و کشمیری جانتا تھا۔ وہ شہری معلوم ہوتا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ باوجود گناہ و تقصیر کے اگر وہ اپنے فرزندوں کو بادشاہ کی درگاہ میں حاضر کرے تو حبس و قید سے نجات پائے۔ اور آسودہ و فارغ البال زندگی بسر کرے اور نہیں تو ہندوستان کے کسی قلعہ میں حبس دوام میں رہے گا۔ راجہ نے عرض کیا کہ میں اہل و عیال و فرزندونکو بادشاہ کی ملازمت میں لاتا ہوں امیدوار رحمت شاہی ہوں جو حکم ہو گا بجا لاؤنگا۔

جہانگیر لکھتا ہے کہ کشمیر اقلیم چہارم میں سے ہے عرض اس کا خط استوا سے ۳۵ درجہ اور طول اس کا جزائر سفید سے ۱۰۵ درجہ ہے۔ اس ملک میں قدیم سے راجہ حکومت کرتے تھے اونکی حکومت کی مدت چار ہزار سال ہے ان کا حال اور اسامی تاریخ راجہ ترنگ میں کہ والد ماجد کے حکم سے سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ ہوئی ہے۔ یہ تفصیل مرقوم ہے ۷۱۲ھ میں اس ملک نے نور اسلام سے روشنی پائی ہے۔ ۳۲ مسلمان بادشاہوں نے ۲۸۲ برس اس ملک کی حکومت کی ۹۹۴ھ میں والد ماجد نے اوس کو فتح کیا اور اس تاریخ سے ابتک کہ ۳۵ سال ہوئے ہمارے قبضہ میں ہی ملک کشمیر

حالات کشمیر

راجہ کشتوار کا دربار میں آنا

کوتل بھولباس سے نیچے تک ۶۰ ۵ کوس جہانگیری ہے۔ عرض میں ۲۷ کوس سے زیادہ نہیں ہے اور دس کوس سے کم نہیں ہے۔ شیخ ابو الفضل نے اکبر نامہ میں تخمیناً لکھا ہے کہ اس ملک کا طول دریائے کشن گنگا سے نیچے تک ۱۲۰ کوس ہے اور عرض دس کوس سے کم اور پچیس کوس سے زیادہ نہیں ہے میں نے احتیاط اور اعتماد کے لئے ایک معتمد کار داں جماعت کو مقرر فرمایا کہ طول و عرض کی پیمایش کریں تاکہ قرار واقعی حقیقت لکھی جائے۔ شیخ نے ۱۲۰ گروہ جہاں لکھے تھے وہ پیمایش میں ۶۷ گروہ ہوئے۔ یہ امر مقرر ہے کہ ہر ملک کی حد اس جائے سے شروع ہوتی ہے کہ اس ملک کی زبان ہاں کے باشندے بولتے ہوں۔ اس لئے بھولباس سے کہ گیارہ کوس ہے کشن گنگا سے اسطرف ہے کشمیر کی سرحد مقرر ہوئی۔ اس حساب سے ۵۶ گروہ ہوتے ہیں اور عرض میں دو گروہ سے زیادہ فرق نہیں معلوم ہوا۔ اور بنیاز مند کے عہد میں ہر کوس پانچہزار ذرع ہے اور ہر ذرع دو شرعی ذرع کا ہے اور ہر ذرع میں ۲۴ انگشت ہوتے ہیں اور جہاں کوس یا گز کا ذکر ہوتا ہے اس سے مراد اسی معمولی گز اور کوس سے ہوتی ہے۔ شہر کا نام سری نگر ہے اور اوس کی آبادی کے اندر سے دریا بہت گذرتا ہے اور اوس کے سرچشمہ کو ویرناگ کہتے ہیں۔ وہ شہر سے چودہ کوس پر جنوب میں واقع ہے۔ میں نے اس چشمہ کے اوپر ایک عمارت اور باغ ترتیب دیا ہے۔ شہر میں چار پل سنگ و چوب کے نہایت مستحکم بنے ہوئے ہیں۔ آدمی اوس پر آتے جاتے ہیں۔ اس ملک کی اصطلاح میں پل کو کدل کہتے ہیں۔ شہر میں ۷۹۵ھ میں ایک مسجد نہایت عالی سلطان سکندر نے بنائی تھی ایک مدت کے بعد وہ جل گئی تو پھر اوس کو سلطان حسین نے بنایا۔ ابھی وہ تمام نہ ہوئی کہ وہ خود تمام ہو گیا ۹۰۹ھ میں ابراہیم ناگری وزیر سلطان حسین کے زمانہ میں تمام ہوئی۔ حکام کشمیر کی سب سے زیادہ عمدہ یادگار یہی مسجد ہے۔ آدمی کی آمد و رفت اور غلہ و ہیمہ کی نقل۔ تحویل کشتی پر ہوتی ہے شہر و پرگنوں میں ۵۷۰۰ کشتیاں ہیں ۷۴۰۰ ملاح۔ کشمیر میں ۳۸ پرگنے ہیں اسکے دو حصے کئے ہیں۔ بالائے آب کو امراج کہتے ہیں اور پایان آب کو کامراج ضبط و داد و ستد زر و سیم کی رسم جزوی سی ہے سائر جہات و نقد و جنس کا حساب خروار شالی سے ہوتا ہے خروار ۳ من ۸ سیر وزن حال ہے۔ کشمیری دو سیر کو ایک من کہتے ہیں۔ چار من یعنی آٹھ سیر کو ایک ترک کہتے ہیں

کوس جہانگیری

ولایت کشمیر کی جمع ۳۰ لاکھ ۶۳ ہزار و پچاس خروار و یازدہ ترک ہے کہ بحساب نقدی ۷ کروڑ و ۴۶ لاکھ ۷۰ ہزار دام ہوتے ہیں ضابطہ حال کے موافق وہ آٹھ ہزار دو پانسو سوار کی جگہ ہی کشمیر میں درآمد کی راہ متعذر اگر کوئی شخص کشمیر کی بہار دیکھنی چاہے تو وہ منحصر راہ پنگلی پر ہے اور راہیں اس موسم میں برف سے بھری ہوتی ہیں بھمبر کی راہ نزدیک ہے۔ کشمیر کی تعریف و توصیف لکھنے کیلئے دفتر چاہیئے اس لئے اس کے اوضاع اور خصوصیات کا مجمل بیان ہوتا ہے کشمیر ایک باغ ہی ہمیشہ بہار یا قلعہ ہے آہنین حصار بادشاہوں کے لئے ایک گلشن عشرت افزا ہے درویشوں کے لئے ایک خلوت کدہ دلکشا۔ چمن خوش۔ آبشار دل کش۔ آبہائے رواں شرح بیان سے زیادہ اور چشمہ سار حساب و شمار سے باہر۔ جہاں تک نظر جاتی ہے آب رواں و سبزہ ہی نظر آتا ہے۔ گل سرخ و بنفشہ و نرگس خودرو و صحرا صحرا انواع گل و اقسام ریاحین اس سے زیادہ ہیں کہ شمار میں آئیں۔ بہار میں کوہ و دشت اقسام شگوفہ سے مالامال در و دیوار اور صحن و بام گھروں کے مشعل لالہ سے بزم افروز اور جلکھائے سطح دسہ برگہ کا کیا بیان ہو۔ کشمیر میں لکڑی کے مکانات یک منزلہ اور دو منزلہ و سہ منزلہ و چہار منزلہ بناتے ہیں اور کوٹھوں کو خاک پوش کرکے پیاز لالہ کو سال بسال لگاتے ہیں موسم بہار میں وہ کھلتا ہے نہایت خوشنما معلوم ہوتا ہی نادر العصر اوستاد حضور نے جو پھولوں کی تصویریں کھینچی ہیں وہ سو سے زیادہ ہیں۔

اقبال نامہ اور اور کتابوں میں لکھا ہے کہ اس ملک کا محصول برنج و زعفران ہے زیادہ تر آدمیوں کی غذا برنج گندہ یعنی بھات ہی۔ چنا وہاں اول سال خوب پیدا ہوتا ہے لیکن اگر اوس کو دوسرے سال بوؤ تو چھوٹا اور کم حاصل ہوتا ہی اور پھر اگر تیسرے سال بوؤ تو مونگ کی برابر پیدا ہوتا ہے۔ پہلے زمانہ میں یہاں بڑا گھوڑا اور گاؤ و گاؤمیش کمیاب تھے تازہ طعام کھانے کا رواج بہت کم ہے جو صبح پکاتے ہیں وہ شام کو کھاتے ہیں۔ جو شام کو پکاتے ہیں وہ صبح کو کھاتے ہیں۔ طعام میں نمک ڈالنے کا رواج اس قدر کم ہے کہ عورتوں اور مردوں کے چہرہ میں نمک کا اثر نہیں ہے۔ عورت و مرد کا ملبوسات پشمینہ متعارف پٹو ہے۔ اس پٹو کو کشمیری کہتے ہیں کہ اگر ہم نہ پہنیں تو ہوا کا اثر جسم پر ایسا ہوتا ہی کہ کھانا نہیں ہضم ہوتا

اس پٹو کا ایک کرتہ عورتیں تین چار سال تک پہنتی ہیں اور کبھی اوسکو دہلواتی نہیں۔ نئے پٹو کا کرتہ جو وہ پہنتی ہیں بدن پر پھٹ پھٹ کر اتر جاتا ہے مگر اس پر کوئی شوپ نہیں پڑتا غرض اس کرتہ کو برہمنوں کے زنار کی طرح کبھی جدا نہیں کرتیں باوجودیکہ پانی کی یہ کثرت ہے کہ ہر محلہ میں نہر جاری ہے مگر عورت مرد بہت کم ایسے ہوتے ہیں کہ غسل جنابت بھی کریں عورتوں کا لباس ایسا کثیف ہوتا ہے کہ جب اون کے وضیع و شریف کہیں جاتے ہوں اور کوئی آدمی تازہ وارد اون کے پہلو سے گذرے تو اوس کو بڑی نفرت ہوتی ہے اکثر جہانگیر کہا کرتا تھا کہ کشمیر میری قلمرو میں بہشت روئے زمین ہے اور اکثر ہر سال کشمیر کی سیر کو جایا کرتا تھا۔ ایک دن کشمیر کے بازار میں گذر ہوا۔ ہاتھی پر سوار تھا۔ ہاتھی کے دونو طرف کشمیرنیں کھڑی دعائیں دیتی تھیں۔ ان کے کپڑوں کی بو بادشاہ کے ناک میں گئی جس سے اوس کو بڑی نفرت ہوئی پوچھا کہ یہ کاہے کی بو آتی ہے تو ایک گستاخ امیر نے جو بادشاہ پر موچھل جھل رہا تھا عرض کیا کہ حضور کے بہشت روئے زمین کی حور دل کی بُو آتی ہے اگرچہ اس گل زمین کے آدمی جدت و فہم و ذکا جوہر رشادت سے آراستہ ہیں لیکن روز ازل سے اُن کی سرشت کا خمیر شرارت سے مخمر ہوا ہے کہ کشمیری بے پیری ضرب المثل خاص و عام ہے۔ جو تاریخ میں ان کا حال پہلے زمانہ میں خاندان سلاطین کی نسبت اور آپس میں تھا کہ فساد و عناد کے شعلے اوٹھاتے تھے وہی زمانہ حال میں مشاہدہ میں آتا ہے اور جس کو اس طائفہ سے سروکار ہوتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس گروہ میں شرارت و مروت وغیرت کس قدر ہے۔ مگر ہر قوم میں نیک و بد ہوتے ہیں بطریق ندرت ان میں بھی کوئی اچھا ہوتا ہے۔ ایک شخص نے کشمیر کی تعریف میں یہ ہجو ملیح کی ہے **رباعی**

کسانیکہ آفاق گردیدہ اند بسے سال و مہ در سفر بودہ اند
بہ تعریف کشمیر و کشمیریاں بہشتے پر از دوزخی دیدہ اند

کشمیری سر گھٹواتے ہیں اور گول پگڑی پہنتے ہیں۔ ازار پہننا عیب جانتے ہیں کرتہ دراز و فراخ سر سے پاتک پہنتے ہیں اور کمر باندہتے ہیں۔

اقبال نامہ میں لکھا ہے کہ شہنشاہ اکبر کے عہد میں کشمیر کا حاکم مرزا حیدر تھا اس کے زمانہ میں اسپ کلاں کی سواری نے اور بنائے عمارات دل نشیں نے اور اکثر وضع معقول نے شہر میں رواج پایا اشجار میوہ دار کے پیوند لگانے کا رواج کشمیر میں تھا ہندوستان میں محمد قلی افشار داروغہ باغات کشمیر نے اکبر کے عہد میں اس کا رواج دیا اول کابل سے شاہ آلو کو منگا کر پیوند دیا تو یہاں کی آب و ہوا کے موافق وہ ہوا۔ اس زمانہ سے اس کا رواج پھیلا اور سال بسال کل بلاد ہندوستان میں اس پیوند سے میووں کی شادابی بڑھتی جاتی ہے لیکن اب تک آنب کے درخت میں پیوند نہیں لگا۔

اس ملک کے آدمی سوداگر اور اہل حرفہ اکثر سنی ہیں سپاہی شیعہ امامیہ ہیں ایک گروہ نوربخشی ہے جس کی نسبت مرزا حیدر نے کتاب رشیدی میں لکھا ہے کہ کشمیری تمام حنفی مذہب تھے فتح شاہ کے زمانہ میں ایک شخص شمس الدین طالش عراق سے آیا اور اس نے اپنے تئیں میر محمد نوربخش سے منسوب کیا اور مذہب غیر معروف کو لایا۔ اس مذہب کا نام نوربخش رکھا اور طرح طرح کا کفر و زندقہ ظاہر کیا۔ اور ایک کتاب فقہ کی جس کا نام حوطہ تھا اسکا رواج دیا وہ اہل سنت و جماعت و شیعہ کے کسی مذہب کے موافق نہ تھی۔ جو آدمی یہ مذہب رکھتے وہ سب اصحاب ثلاثہ و حضرت عائشہ کو جو شعار روافض کا ہے تبرا بھیجنا لازم جانتے ہیں۔ اور شیعہ کے عقیدہ کے برخلاف میر سید نوربخش کو صاحب الزماں و مہدی موعود جانتے ہیں اور شیعہ کے بالعکس وہ اکابر اولیار کے معتقد نہیں ہیں اور سب کو سنی مذہب سمجھتے ہیں کل عبادات و معاملات میں اس قبیل کے تصرفات کئے ہیں کہ تفرقہ عظیم ہو گیا ہے اور اپنے مذہب کو نوربخشی کہتے ہیں ان اوراق کے مسودنے (مرزا حیدر) نے بدخشاں میں اوسکے مشایخین کی جماعت کو دیکھا ہے وہ درس علوم میں میرے ساتھ شریک تھے سب شریعت ظاہری سے آراستہ سنن نبوی سے پیراستہ تھے بالتمام اہل سنت و جماعت سے موافق و متفق تھے۔ چنانچہ امیر سید نوربخش کے بیٹوں میں سے ایک نے مجھے ایک رسالہ اس کا دکھایا۔ ایک بات اسمیں خوب لکھی تھی کہ سلاطین و امرا و جہال گمان رکھتے ہیں کہ سلطنت صوری طہارت و تقویٰ

نوربخشی

کے ساتھ جمع نہیں ہوتی اور یہ محض غلط ہے اس واسطے کہ اعظم انبیا و رسل باوجود نبوت کے
سلطنت کرتے تھے اور اس میں اونہوں نے مساعی محمودہ کیں۔ مثل یوسف و سلیمان و داؤد
و موسیٰ و آنحضرت رسالت پناہ مقصود یہ ہے کہ کشمیر کے فرقہ مذہب نوربخشی کے برخلاف وہ تھی
اور بعض اہل سنت و جماعت کے موافق فقیر نے کتاب حوطہ جو اسوقت کشمیر میں مشہور تھی ہندوستان
کے علما پاس تھی بھیجی اونہوں نے اس کتاب کی پشت پر یہ فتویٰ لکھا :-

فتویٰ علمائے ہندوستان پر کتاب حوطہ نوربخشیہ

یہ ہے کہ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَاَرِنَا الْاَشْیَاءَ كَمَا هِیَ اس
کتاب کو بہت تعمق سے مطالعہ کیا گیا تو اوس کے مسائل سے معلوم ہوا کہ صاحب اس کتاب کا
مذہب باطل رکھتا تھا سنت مشہورہ سے اجتناب قبول کیا تھا وہ اہل سنت و جماعت کا مقید
نہ تھا اور دعویٰ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِی اَنْ اَرْفَعَ الْاِخْتِلَافَ مِنْ بَیْنِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ
اَوَّلاً فِی الْفُرُوْعِ سُنَنِ الشَّرِیْعَةِ الْمُحَمَّدِیَّةِ كَمَا كَانَتْ فِیْ زَمَانِهٖ مِنْ غَیْرِ
زِیَادَةٍ وَّ نُقْصَانٍ وَثَانِیًا فِی الْاُصُوْلِ مِنْ بَیْنِ الْاُمَمِ وَكَافَّةِ اَهْلِ الْعَالَمِ
بِالْیَقِیْنِ۔ کا ذب تھا اور زندقہ و سفسطہ کے مذہب پر مائل۔ اس قسم کی کتاب کا مٹا دینا
اور عالم سے اس کا معدوم کرنا ان ادمیوں پر جو اس پر قادر ہوں موجبات و فرائض سے ہی
اور اس مذہب کا قلع قمع ضروریات دین سے اور اس دین کے عالموں کا اور اس مذہب کے
معتقدوں کا اور اس کتاب کا قلع قمع فرض ہے جو اس مذہب کے مقر ہوں اور مذہب باطل
سے نہ پھریں تو ان کے شر کا مسلمانوں کے سر سے دفع کرنا سیاست و قتل کے ساتھ واجب ہے
اور اگر وہ تائب ہوں اور اس مذہب کو ترک کریں تو ادن کو حکم دیں کہ مذہب حضرت ابی حنیفہ
کہ جن کی شان میں حضرت رسالت پناہ نے سراج الہیٰ فرمایا ہے قبول کریں۔ جب یہ نوشتہ
میرے پاس پہنچا تو مردم کشمیر مذہب میں ارتداد کی طرف میل رکھتے تھے طوعاً و کرہاً مذہب
حق میں اون کو لایا۔ اور بہت آدمیوں کو قتل کیا۔ ایک جماعت نے تصوف میں پناہ لی اور اپنا
نام صوفی رکھا۔ لیکن نہ وہ صوفی صافی ہیں نہ زندیقی۔ چند ملحدی مذہب رکھتے ہیں چند آدمیوں کو

گمراہ کرتے ہیں۔ حرام و حلال کی مطلق خبر نہیں رکھتے۔ شب بیداری و کم خوری کو تقوے و
طہارت جانتے ہیں۔ جو کچھ ہاتھ لگے وہ کھا جاتے ہیں اور لے لینے اور شرہ و حرص
بہت رکھتے ہیں اور ہمیشہ خوابوں کی تعبیر دیتے ہیں اور اپنی کرامات کا اظہار اس طرح
کرتے ہیں کہ اس سال میں یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔ مغیبات آیندہ و گذشتہ کے اخبار میں
مشغول رہتے ہیں اور ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں اور اس رسوائی سے چلے بیٹھے ہیں
اہل علوم کے علم کو نہایت مذموم و مکروہ جانتے ہیں اور بے شریعت راہ طریقت پر چلتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ اہل طریقت کو شریعت سے کچھ کام نہیں۔ غرض اس طرح کے ملاحدہ و زندقہ
اور جگہ دیکھنے میں نہیں آتے۔ عیاذاً باللہ معاذ اللہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کل اہل اسلام کو اس
نوع کی آفات و بلیات سے اپنی عصمت کی پناہ میں مصوٗن و محفوظ رکھے۔ بحق محمد و آلہ اس سے
پہلے کشمیر میں کافروں کا فرقہ آفتاب پرست تھا جس کو شماسین کہتے ہیں اُن کا مذہب یہ ہے
ہستی نور ہے۔ آفتاب ہمارے عقیدت کی صفائی کے سبب ہے۔ اور ہمارا وجود اوس کے
نورانیت کی وجہ سے ہے اگر ہم اپنے عقیدت کو مکدر کریں تو آفتاب کا وجود نہ رہے اور
اگر آفتاب اپنا فیض ہم سے اٹھالے تو پھر ہستی نہ رہے ہم اوس کے ساتھ موجود ہیں۔ اسکا
وجود ہمارے بغیر نہیں ہے اور ہمارا وجود اس کے بغیر نہیں ہے۔ جس وقت وہ ہوتا ہی تو ہمارا
احوال اس پر ظاہر ہوتا ہے ہم کو سوا نیک کام کے اور کار روا نہیں ہی۔ جب رات ہوتی ہی وہ
ہم کو نہیں دیکھتا اور ہمارے حال سے واقف نہیں ہوتا جو چاہیں کریں اوس پر مواخذہ نہیں ہوتا
فرقہ شماسین نے بموجب الشمس تنزل من السماء شمس الدین لقب رکھا ہے۔ مروم کشمیر نے
اوس کو غلط کر کے مخفف کیا ہے اور شمس الدین کا شماس بنایا ہے فقط صاحب فرشتہ کی
تحقیق یہ ہے کہ اس ملک کی کل رعایا حنفی مذہب ہی اور اوسکے اکثر سپاہی شیعہ ہیں اور یہاں کے علماء
کمتر نور بخشی ہیں اور تبت کو چک کے بادشاہ گو کہ کشمیر کے ہمسایہ میں ہے کشمیر کے سپاہیوں کی
محافظت و آمیزش سے تقیع میں ایسا غلو ہے کہ اگر کوئی بیگانہ وہاں شہر میں وارد ہو وہ جب
تبرا بھیجے تو شہر میں رہنے دیتے ہیں۔ ایک فقیروں کا طائفہ ہے اوس کو ریشی کہتے ہیں

اگرچہ علم و معرفت نہیں رکھتے لیکن بے ساختگی و ظاہر آرائی سے زندگی بسر کرتے ہیں وہ کسی کو برا نہیں کہتے۔ زبان خواہش و پائے طلب کو کوتاہ رکھتے ہیں گوشت نہیں کھاتے اور عورت نہیں کرتے اور جنگلوں میں میوہ دار درخت اس نیت سے لگاتے ہیں کہ آدمی اون سے بہرہ ور ہوں۔ اور خود اس سے متمتع نہیں ہوتے۔ قریب دو ہزار کے ایسے آدمی ہونگے۔ برہمنوں کی ایک جماعت جو قدیم سے اس ملک میں رہتی تھی اور اب بھی رہتی ہے تمام کشمیریوں میں اُن کے اور مسلمانوں کے تکلم میں تمیز نہیں ہوسکتی۔ لیکن اون کی کتابیں زبان سنسکرت میں ہیں وہ اون کو پڑھتے ہیں اور جو بُت پرستی کی شرائط ہیں اون کو ادا کرتے ہیں۔ بت خانے جو ظہور اسلام سے پہلے بنے ہوئے ہیں سب برجا ہیں اور اون کی عمارتیں سنگین ہیں بنیاد سے لیکر چھت تک تیس تیس چالیس چالیس من کے پتھر لگے ہوئے ہیں۔ شہر کے متصل ایک کوہچہ ہے اُس کو کوہ ماران یا ہری پربت کہتے ہیں سمت شرقی میں کوہ ڈل ہے جہاں والد ماجد نے ایک قلعہ سنگ و آہک کا بنوایا تھا جو اب بن کر تیار ہوگیا ہے۔ میں نے یہاں ایک باغ لگایا جس کا نور افزا نام رکھا۔

شاہزادہ شجاع کا گرنا

شاہزادہ شجاع کھیلتے کھیلتے ایک دریچہ سے سر کے بل گرا۔ اتفاق کی بات ہے کہ پلاس و نمد کے فرش پلٹے ہوئے دیوار کے نیچے رکھے ہوئے تھے اور فراش اس کے متصل بیٹھا تھا شہزادہ کا سر پلاس پر لگا اور پانوں فرش کی پیٹھ اور کندھے پر زمین سے لگے۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت جوتک رائے جوتشی نے پہلے لکھ دیا تھا کہ شہزادہ پر تین چار مہینے سخت ہیں وہ کسی مرتفع جا سے گرے مگر اوس کی حیات پر کوئی آسیب نہ پہونچے۔

[illegible]

جب محصول کی اوگائی کا وقت آیا مہابت خاں نے لشکر متعین کیا کہ کوہستان میں جاکر افغانوں کی زراعت کو کھائیں اور تاخت و تاراج و مار دھاڑ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نکریں جب لشکر شاہی پائے کوتل میں آیا تو سر کوتل پر ہجوم کرکے اوس کو مستحکم کیا۔ جلال خاں جو مرد کار دیدہ و پیر محنت کشیدہ تھا اوس نے صلاح وقت اس میں دیکھی کہ دو تین روز توقف کیا جائے۔ افغان جو چند روز کا آذوقہ پیٹھ پر لاد کے لائے ہیں وہ ختم ہو جائیگا

لاچار خود بخود وہ ویران ہوجائینگے اس وقت سہولیت کے ساتھ ہمارے آدمی اُس گریوہ دشوار سے گذریں گے اور جب ہم اس کوتل سے گذر جائیں گے تو افغان کچھ نہیں کرسکیں گے اور اون کو خوب مالش دینگے۔ مگر عزت خاں ایک شعلہ تھا رزم افروز اور برق تھی دشمن سوز اس نے جلال خاں کی صوابدید پر کچھ خیال نہ کیا۔ برہنہ چند سادات بارھ کو لیکر چلا افغانوں نے جو کثرت سے تھے اوسے گھیر لیا اور اوس کو معہ رفقا کے ہلاک کیا۔ افغانوں نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے پتھر اور تیر مار کرکے بادشاہی جوانوں کو مارا اور اس لڑائی میں جلال خاں و مسعود اور بعض اور سردار مارے گئے۔ سپاہ شاہی کو یہ صدمہ پہنچا۔ مہابت خاں نے تازہ فوج روانہ کی۔ تھانوں کو از سر نو مستحکم کیا اور افغانوں کو خوب مارا دہاڑا۔

۲۷۔ شہر یور روز جمعہ کو جہانگیر ویرناک کے سرچشمہ دریائے بہت کی سیر کو سوار ہوا۔ پانچ کوس کشتی میں گیا۔ موضع پان پور کے باہر اُترا اس روز بادشاہ پاس کشتوار سے یہ ناخوش خبر آئی کہ جب دلاور خاں کشتوار کو فتح کرکے بادشاہ پاس آیا تو اُس نے نصر اللہ عرب کو اور چند منصب داروں کو وہاں کی محافظت کے لئے مقرر کیا تھا۔ اس عرب نے اپنی رائے میں دو خطائیں کیں ایک یہ کہ وہاں کے زمینداروں اور رعایا کو تنگ کیا اور نا ملائم سلوک کیا۔ دوم جو جماعت اُس کی کمک کے لئے مقرر تھی اوس نے اپنے اضافہ منصب کی طمع میں رخصت طلب کی کہ بادشاہ پاس جاکر اپنا مقصد حاصل کریں۔ اوس نے اکثر آدمیوں کو رخصت دیدی اس لئے جمعیت اس کی کم ہوگئی۔ زمیندار اس سے جلے ہوئے شورش کی گھات میں بیٹھے تھے اونھوں نے اطراف سے ہجوم کرکے پل کو جس پر کہ عبور لشکر و کمک منحصر تھی جلایا اور فتنہ و فساد کی آگ کو بھڑکایا۔ نصر اللہ نے دو تین روز متحصن ہوکر ہزار جانفشانی سے اپنی حفاظت کی مگر آذوقہ پاس نہ تھا اور راہ بند تھی۔ اپنا مرنا ٹھان کر وہ مردانہ دشمنوں سے لڑا اور جان دیدی جب خبر بادشاہ کو ہوئی تو اوس نے جلال خاں پسر دلاور خاں کو سپاہ کے ساتھ روانہ کیا اور راجہ سنگ رام زمیندار جمو کو حکم دیا کہ وہ جمو کی راہ جائے امید ہے کہ دشمنوں کو جلد اپنے کام کی سزا ملے۔

دوشنبہ ۵ محرم کو فتح کانگڑہ کا مژدہ بادشاہ نے سنا جس کا حال بادشاہ یہ لکھتا ہے کہ کانگڑہ ایک قدیمی قلعہ شمال رویہ لاہور کے کوہستان میں واقع ہے ابتدا ار استحکام و دشوار کشائی و متانت و محکمی میں معروف و مشہور ہے۔ ولایت پنجاب کے زمینداروں کا اعتقاد ہے کہ یہ قلعہ کسی غیر قوم کے ہاتھ میں نہیں گیا اور کسی بیگانہ نے اس پر غلبہ نہیں پایا اَلْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ اس زمانہ سے کہ ہندوستان میں صیت اسلام و آوازہ دین مستقیم محمدی بلند ہوا سلاطین والا شکوہ میں سے کسی کو فتح کرنا نصیب نہ ہوا۔ سلطان فیروز شاہ اس قلعہ کی تسخیر میں معروف ہوا اور مدتوں تک محاصرہ رکھا مگر جب اوس کو معلوم ہوا کہ قلعہ کا استحکام اس حد پر ہے کہ جب تک اہل قلعہ کے پاس قلعہ داری کا سامان اور آذوقہ ہے اوس کی تسخیر میں ظفر نہیں حاصل ہو سکتی۔ باوجود شوکت و استعداد کام دنا کام فقط راجہ کی ملازمت کرنے سے خوش ہو گیا اور محاصرہ سے ہاتھ اوٹھایا۔ جب میں تخت سلطنت پر بیٹھا تو تمام غزاؤں میں کہ اپنے ذمہ لازم جانتا تھا ان میں سے ایک یہ بھی تھی اول میں نے مرتضےٰ کو ایک بہادر فوج کے ساتھ اس قلعہ کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔ ابھی یہ مہم ختم نہ ہوئی تھی کہ وہ مرگیا۔ بعد ازاں جوھرمل (جوہڑل) پسر راجہ باسو نے اس خدمت کا تعہد کیا۔ اوس کو لشکر کا سردار بنا کے بیجا مگر اوس نے بدی و بغی و کافر نعمتی کی جس سے تفرقہ عظیم نے لشکر میں راہ پائی اور تسخیر قلعہ میں توقف ہوا لیکن تھوڑی مدت میں وہ مرگیا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ان دنوں شاہزادہ خرم نے اس خدمت کا تعہد کیا اور اپنے ملازم سندر راے رایان کو بہت سامان دیکر بیجا اور بہت سے امرائے شاہی کو اوسکی کمک کے لئے اجازت ملی۔ سندر نے زمینداروں میں سے ایک فوج بیجکر لڑائی شروع کی اور احتیاط کچھ نہیں کی بغیر اسکے کہ راہ برآمد کو استحکام دے اور سرکوبوں پر قبضہ کرے پہاڑوں کی تنگنایوں میں آنکر بے صرفہ جنگ کی جس کے سبب سے بعض نامی سرداروں کی جان گئی۔ ۱۶۔ شوال ۱۰۲۹ھ کو لشکروں نے دور قلعہ کو گھیر لیا۔ مورچلوں کو قسمت کیا۔ مداخل و مخارج قلعہ کو نظر احتیاط سے ملاحظہ کیا۔ آذوقہ کی آمد و شد کی راہ کو مسدود کیا۔ رفتہ رفتہ اہل قلعہ کو تنگ کیا۔ جب ان پاس وہ غلہ جو غذا بن سکے نہ رہا تو اونہوں نے اور خشک غلے نمک میں

جوش دیگر کھائے جس سے اون کی نوبت ہلاکت پر آئی اور کسی راہ سے اُمید نجات نہ رہی تو ناگریز امان مانگ کر قلعہ کو حوالہ کیا۔ دوشنبہ غرہ محرم ۱۰۰۰ میں یہ فتح ایسی حاصل ہوئی کہ پہلے کسی بادشاہ کو نہیں ہوئی۔

۲۲۔مہرالہی روز دوشنبہ کو بادشاہ ہندوستان کی طرف چلا۔زعفران کے پھول کھل رہے تھے۔بادشاہ سواد شہر سے کوچ کر کے موضع پنپر (پام پور) میں آیا۔تمام ملک کشمیر میں سوا اس گانوں کے کہیں زعفران نہیں ہوتا۔یہاں جہاں تک نظر جاتی تھی پھول کھلے ہوئے تھے اوس کی نسیم دماغوں کو معطر کرتی تھی۔زعفران کا منہ زمین سے پیوستہ ہوتا ہے۔اس کے پھول کی پانچ پتیاں بنفشہ رنگ کی ہوتی ہیں اور گل چنپہ کی برابر ہوتا ہے اسکے درمیان میں تین شاخیں زعفران کی ہوتی ہیں۔یہ معمولی سالوں میں ۴۰۰ من یعنے ۳۲۰۰ خراسانی من پیدا ہوتا ہے۔نصف حصہ خالصہ یعنی بادشاہ کا حصہ ہوتا ہے اور نصف حصہ رعایا کا۔ایک سیر دس روپیہ کو خرید و فروخت ہوتا ہے۔کبھی کبھی یہ نرخ کم و زیادہ ہوتا ہے یہ دستور ہے کہ گل زعفران کو تول کر کاریگر اپنے گھر لے جاتے ہیں اور زعفران اس میں سے نکالتے ہیں اس کا وزن پھولوں کی چوتھائی وزن کی برابر ہوتا ہے۔وہ اسکو بادشاہی ملازموں کو دیتے ہیں اور اپنی اجرت میں اُن سے زعفران کے وزن کی برابر نمک لیتے ہیں کاشمیر میں نمک نہیں ہوتا۔ہندوستان سے لیجاتے ہیں۔

بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ کشمیر سے اتہار کوہستان تک ہر منزل میں بادشاہ اور اوس کے اہل حرم کے لئے ایک عمارت عالیشان تیار کیجائے کہ سرما اور برف میں خیموں میں گذارا نہیں ہوسکتا تھا۔معماران چابک دست اور کارداران باوقوف نے مصالح کی گردآوری اور ان کی تیاری میں سعی کی۔یہ عمارات تھوڑے دنوں میں تیار ہوگئیں۔بادشاہ نے ایک باغ بنوایا تھا اس میں ایک تصویر خانہ بنوایا جس میں سب سے اوپر بادشاہ کے دادا اور باپ کی تھی پھر خود شاہ کی اور اوس کے مقابل شاہ عباس کی پھر اوسکے بعد مرزا کامراں و مرزا محمد حکیم و شاہ مراد و سلطان دانیال۔اور دوسرے درجہ میں امرا اور بندہائے خاص کی شبیہ اور خانہ

حاشیہ: زعفران کی پیدائش

حاشیہ: کشمیر میں عمارت کا بنوانا

باہر اطراف میں منازل راہ کشمیر کی اس ترتیب سے کہ آمد و شد ہوئی اور اُس کی تاریخ مجلس شاہان سلیمان حشم تھی ہیرا پور سے کرم کلہ تک راہ دو زمینداروں مہدی نایک و حسین نایک کے قبضہ میں ہے یہ دونو بھائی اگرچہ بظاہر مدارا رکھتے ہیں لیکن باطن میں نہایت عداوت۔

پنجشنبہ ہفتم کو موضع ٹھٹہ میں بادشاہ آیا۔ اس منزل سے آگے ہوا اور زبان و لباس و حیوانات اور محصوصات ولایت گرم سیر میں بڑا تفاوت معلوم ہوتا ہے یہاں کے آدمی فارسی اور ہندی دونوں زبانیں بولتے ہیں اصل زبان اونکی ہندی ہے۔ قرب و جوار کے سبب سے کشمیری زبان بھی سیکھ لی ہے۔ غرض یہاں سے ہند میں داخلہ شروع ہوتا ہے۔ یہاں کی عورتیں پشمینہ کا لباس نہیں پہنتیں۔ ہند کی عورتوں کی طرح لباس اور ناک میں نتھ پہنتی ہیں۔ روز جمعہ ہشتم راجور میں محل نزول ہوا۔ پہلے زمانہ میں یہاں کے باشندے ہندو تھے۔ یہاں کے زمینداروں کو راجہ کہتے تھے۔ سلطان فیروز نے اون کو مسلمان کیا۔ مگر باوجود اس کے وہ اپنے تئیں راجہ ہی کہتے تھے اور ہندوپنے کی رسمیں اُن میں جاری تھیں جیسے کہ ہندوؤں کی عورتیں اپنے مُردہ خاوندوں کے ساتھ ستی ہو جاتی تھیں یہاں عورتیں اپنے مُردہ خاوندوں کے ساتھ قبر میں زندہ دفن ہوتی تھیں۔ سوا اس کے بے بضاعت آدمی اپنی لڑکیوں کا دم گھوٹ کر مار ڈالتے تھے اور ہندوؤں سے پیوند خویشی کرتے تھے۔ لڑکی دیتے تھے اور لیتے تھے۔ لینا تو خوب تھا گر دینا نعوذ باللہ۔ بادشاہ نے فرمان دیا کہ پھر یہ باتیں نہ ہونے پائیں اور جو کوئی اُن کاموں کا مرتکب ہو اس کی سیاست کی جائے۔

سپہ سالار خان خاناں اور تمام دولت خواہوں کے عرائض سے معلوم ہوا عنبر نے پھر سر اوٹھایا اور اس سبب سے کہ بادشاہ ولایت دوردست میں چلا گیا ہے وہ عہد و پیمان جو بادشاہ سے کئے تھے توڑ ڈالے اور بادشاہی ملک پر دست درازی کی۔ خان خاناں نے خزانہ مانگا تھا اس لئے بادشاہ نے حکم دیا کہ بیس لاکھ روپیہ آگرہ سے متصدی بھیجدیں۔ اسکے سامنے یہ خبر بھی آئی کہ تھانوں کو امرا چھوڑ کر داراب خاں پاس جمع ہوئے ہیں اور برگی (مرہٹے) لشکر شاہی کے گرد صف بستہ پھرتے ہیں۔ خنجر خان احمد نگر میں متحصن ہوا

کشمیر کی راہیں

عنبر کا فساد و ملک دکن

دو تین دفعہ دکنیوں سے لڑا اور ہر بار دکنیوں کو شکست دی۔ اور داراب خاں دکنیوں کی بنگالہ پر چھاپہ مار کر فتحیاب ہوا اور بنگالہ کو لوٹ کر اپنے لشکر گاہ میں آیا۔ لشکر میں غلہ کی بڑی عسرت تھی اس لئے وہ گریوہ۔ دھنگڑہ سے پایان گھاٹ میں آئے کہ غلہ سہولیت سے حاصل ہو ناگزیر بالاپور میں لشکر آیا۔ یہاں بھی دشمنوں نے پیچھا نہ چھوڑا۔ راجہ نرسنگھ دیو نے غنیم پر حملہ کیا اور بہت آدمیوں کو قتل کیا حبشی منصور کو زندہ گرفتار کر کے قتل کیا۔ بادشاہ کشمیر میں سیر و شکار میں مصروف تھا۔

متصدیاں ممالک جنوبی کی متواتر عرائض آئیں کہ بادشاہ مرکز خلافت سے زیادہ دور ہو گیا ہے۔ دکن کے دنیاداروں نے نقض عہد کیا اور فتنہ و فساد اوٹھایا اور اپنی حد سے پانوں باہر رکھ کر احمد نگر و برار کے مقامات پر متصرف ہوئے ہیں۔ چنانچہ مکرر عرائض آئیں کہ ان دکنیوں کا مدار کار تاخت و تاراج و آگ لگانے اور زراعت کے ضائع کرنے پر ہے اول مرتبہ میں کہ حضور نے ممالک جنوبی کی تسخیر کے لئے سفر کیا تھا اور شاہزادہ خرم کو ہراولی لشکر پر سرافراز کیا تھا۔ جب برہان پور میں وہ آیا تو گر بزت و حیلہ سازی سے کہ اونکی ذات فتنہ سرشت کو لازم ہے اوس کو شفیع بنا کے ولایت بادشاہی کو چھوڑ دیا تھا اور پیش کش میں نقد و جنس بادشاہ پاس بھیجا تھا اور تعہد کیا تھا کہ بعد اس کے سرشتہ بندگی کو ہاتھ سے نہ دیں گے اور حد ادب سے باہر نہ رکھیں گے اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ شاہ کے کہنے سے قلعہ شادی آباد منڈو میں بادشاہ نے قیام کیا اور اوس کی استشفاع سے اون کی تفرع وزاری پر خیال کر کے اون کی بخشایش کی اب اونھوں نے نقض عہد کر کے شہرہ پشتی کی اور شیوہ اطاعت و بندگی سے انحراف کیا اس لئے بادشاہ نے پھر شاہجہاں کو سپاہ کی سرکردگی پر متعین کیا۔ لیکن مہم کانگڑہ اس کے سپرد تھی اور اکثر کارآمدنی آدمی اس خدمت میں بھیجے گئے تھے اس لئے اس کام میں چندروز التوا ہوا اب ان دنوں میں عرائض پے درپے آئیں کہ غنیم قوی ہو گیا ہے ساٹھ ہزار سوار اوس پاس جمع ہیں۔ زیادہ تر ملک بادشاہی پر متصرف ہو گیا ہے اور ہر جگہ سے تھانہ کو اوٹھا کر مہکر میں ہم جمع ہوئے ہیں۔ تین مہینے سے مخالفوں سے رزم و پیکار ہو رہا ہے

تین بڑی لڑائیاں ہوئیں۔ ہر دفعہ بادشاہی لشکر کو غلبہ رہا لیکن کسی راہ سے غلّہ و آذوقہ لشکر میں نہ پہنچ سکا اور لشکر گاہ کے گرد تاخت و تاراج دشمن مصروف رہا عسرت غلہ کی کوئی انتہا باقی نہیں رہی۔ چارپائے مر گئے یا دبلے ہو گئے۔ ناگزیر بالاگھاٹ سے اُتر کر بالاپور میں توقف کیا تو دشمن تعاقب میں اور دلیر ہو کر حوالی بالاپور میں آیا۔ قزاقی اور برگی گری میں مشغول ہوا بادشاہی چھ سات ہزار سوار تھے۔ جنگ عظیم ہوئی اور اون کا بنگاہ تاراج ہوا۔ بہت سے قتل و اسیر ہوئے لیکن جب لشکر شاہی پھرا تو پھر دشمنوں نے اطراف سے لشکر شاہی پر ہجوم کیا اور لڑتے ہوئے لشکر شاہی پر آ گئے۔ جانبین سے قریب ایک ہزار آدمیوں کے قتل ہوئے۔ اس حملہ کے بعد بالاپور میں چار مہینے توقف ہوا۔ جب عسرت غلّہ نہایت کو پہنچی تو صلاح توقف میں نہ دیکھی۔ برہان پور میں لشکر شاہی آیا۔ لشکر کے پیچھے دشمن آئے۔ برہان پور کا اونہوں نے محاصرہ کیا۔ چھ مہینہ تک برہان پور کو وہ گھیرے رہے۔ اور برار اور خاندیس کے اکثر حصہ پر وہ متصرف ہوئے اور محصول کو تحصیل کیا۔ لشکر نے بہت محنت و تکلیف اوٹھائی تھی چوپایوں میں جان نہ تھی لشکر شاہی شہر سے باہر نکل کر دشمنوں کو تنبیہ نہیں کر سکتا۔ اور اس سبب سے دشمن کا غرور اور پندار بڑھتا جاتا تھا۔ اس حال میں بادشاہ آگرہ میں آ گیا اور کانگڑہ فتح ہو گیا۔ چہارم دی مہینے کو شاہجہاں کو دکن رخصت کیا۔ بادشاہ نے حکم دیدیا کہ ملک دکن کی تسخیر کے بعد وہ دو کروڑ دام ولایت مفتوحہ سے اپنے انعام میں لے کر متصرف ہو۔ ۶۵۰ منصب دار۔ ایک ہزار احدی و ایک ہزار برق انداز رومی اور ایک ہزار توپچی پیادے و توپخانے و ہاتھی سوا اٹھتیس ہزار سواروں کے جو ہمطرف تھے اوس کی ہمراہی کے لئے مقرر ہوئے اور ایک کروڑ روپیہ مدد خرچ کے لئے مقرر ہوا۔ اسی اثنا میں بادشاہ نے دار الخلافہ کی طرف کوچ کیا۔ بادشاہ نے یہ سفر دار السلطنت لاہور سے دار الخلافہ آگرہ تک دو ماہ دس روز میں ۴۹ کوچوں اور ۱۲ مقاموں میں ختم کیا۔ ہر روز شکار کھیلا روز دوشنبہ ۲۷ ربیع الآخر ۱۰۳۰ھ مطابق ۱۱ مارچ ۱۶۲۱ء کو نوروز ہوا۔

ایک عجیب واقعہ ہے کہ پرگنہ جالندھر کے ایک موضع میں صبح کے وقت مشرق کیجانب میں ایک غوغا عظیم و مہیب ایسا اٹھا کہ قریب تھا لوگوں کی جان نکل جائے اس شور و شغب میں

جشن پانزدہم جلوس ۱۰۳۰ھ

آسمان پر سے ایک روشنی زمین پر آئی۔ خلقت کو یہ گمان ہوا کہ آسمان سے آگ برستی ہے بعد ایک لحظہ کے یہ سورش موقوف ہوئی اور لوگوں کا ہول گیا۔ اس قطعہ زمین پر محمد سعید عامل پرگنہ گیا اور وہاں دیکھا کہ بارہ گز زمین طول اور عرض میں اس قدر جل گئی تھی کہ سبزہ وگیاہ کا نشان باقی نہیں رہا تھا مگر حرارت و تفسیدگی ہنوز باقی تھی۔ اس نے اس زمین کو کھدوایا جس قدر اوسکو زیادہ کھودتے تھے اوسی قدر حرارت اور تپش زیادہ ظاہر ہوتی تھی یہانتک کہ ایک پارچہ آہن تفتہ نمودار ہوا۔ وہ اتنا گرم تھا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی آگ کی بھٹی سے نکلا ہے کچھ دیر کے بعد وہ ٹھنڈا ہوا وہ بادشاہ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ بادشاہ نے اوسے تلوایا تو ۱۶۰ تولہ وزن میں ہوا اوستاد داؤد کو حکم ہوا کہ اسکی شمشیر و خنجر و کارد بنا کر لائے۔ اوسنے عرض کیا کہ وہ پتک (ہتوڑے) کے نیچے نہیں ٹھیرتا۔ ریزہ ریزہ ہوجاتا ہے تو بادشاہ نے اوسکو حکم دیا کہ اس میں اور قسم کا لوہا ملا کر عمل کر۔ اوس نے تین حصے آہن برق اور ایک حصہ اور لوہا ملایا اور دو شمشیریں اور ایک کارد اور ایک خنجر بنا کے لایا شمشیر یمانی کی طرح یہ شمشیر خم ہوتی تھی اور اصل شمشیروں کی برابر کاٹ کرتی تھی شعلہ برق شاہی اوس کی تاریخ ہوئی۔ بعض آدمیوں کا گمان یہ ہے کہ داؤد نے کسی اور لوہے کی یہ چیزیں بنا دیں۔

خبر آئی کہ دکنیوں کی فوج نے دریاء نربدا سے عبور کیا اور ملک مالوہ میں داخل ہوئی اور تاخت و تاراج کی خرابی پھیلائی۔ اونھوں نے سُنا کہ شاہجہاں کی سپاہ قریب آ گئی ہے اور اوسنے خواجہ ابوالحسن کو پانچہزار سواروں کے ساتھ اونکی تنبیہ کے لئے بطریق ہراول بھیجا ہے تو وہ بھاگے ابوالحسن پاشنہ کوب اُن کے تعاقب میں دریاء نربدا سے پار گیا۔ اور بادشاہی آدمیوں کے ہاتھ غنیمت اور قیدی زیادہ ہاتھ لگے۔ جہانگیر نے شاہجہاں کو چوبیس برس کی عمر جشن وزن سال گرہ میں بہ تکلف شراب پلائی تھی جیسے کہ بابر بادشاہ نے رانا سانگا کی لڑائی میں شراب اور منہیات سے توبہ کی تھی اس طرح شاہجہاں نے اکتیسویں سال کی عمر میں دکن کی فتح کے لئے خدا سے عہد کیا کہ پھر وہ شراب سے لب آلودہ نہ ہوگا اور اوس نے شراب کے ظروف طلائی توڑ ڈالے اور اُنکو مستحقوں کو دیدیا اور آب چنبل میں جسکے کنارہ پر وہ اُترا ہوا تھا شراب کو ڈلوا دیا۔

حبذا شاہے کہ در عہدِ شباب شد ز توبہ ہمچو پیراں کامیاب

اگر سلاطین سلف کے حال دیکھئے تو تعجب ہوتا ہے کہ شاہجہاں نے باوجود نشہ جوانی و دیا بست کامرانی و دستگاہ عیش و خمار روز جزا کے اندیشہ سے سرمایہ نقد نشاط کو چھوڑ دیا۔

اب شاہجہاں کا خیمہ شادی آباد کے قلعہ مانڈو میں آیا۔ خانخاناں اور داراب خاں اور سپہ سالاران دکن کی عرضداشت آئی کہ دکن کی سپاہ ساٹھ ہزار سے زیادہ ہے اور اوس کے سردار عمدہ ہیں اور وہ برہان پور کے حوالی میں بطریق محاصرہ پھر رہی ہے۔ اس عرض داشت پر بعض مقربوں نے عرض کیا کہ اکثر لشکری اور جمعیت بادشاہی اور مردم سرکاری سرانجام سفر کے لئے پیچھے رہ گئے ہیں حوالی قلعہ میں چندروز دریا کے اس طرف توقف کرنا چاہئے لیکن شاہجہاں نے کچھ نہ سنا اور سولہ ہزار سوار جو اس پاس حاضر تھے اون کو لے کر آب نربدا سے عبور کیا اور دریا کے کنارہ پر عبداللہ خاں جو عمدہ لشکی تھا دو ہزار سواروں کے ساتھ شاہجہاں سے آن ملا۔ شاہجہاں نے فوج بندی کی ترتیب دی عبداللہ خاں کو اور ولاوردل کے ساتھ نبرد کا ہراول بنایا اور راجہ بکرماجیت کو برنغار اور خواجہ ابوالحسن کو جرنغار قرار دیا دریا کے کنارہ سے برہان پور تک کہ چار روز کی راہ ہے اور دکھنیوں کی ایک تاخت سے زیادہ نہیں ہے شب خون کے لئے احتیاط کی گئی۔ جب لشکر شاہی برہان پور کے قریب آیا تو خانخاناں و داراب خاں اور اور متصدیان متعینان شاہجہاں کی خدمت میں آئے اور اونھوں نے عرض کیا کہ باوجود لشکر کے جانے کے دکنی پانچ چار کوس پر یہاں سے پھیلے ہوئے ہیں اور شوخیاں کرتے ہیں صلاح دولت یہ ہے کہ غنیم زیادہ قوی ہو گیا ہے اور اوس کی کومکی فوجیں آگئی ہیں۔ برسات میں دو مہینے باقی ہیں فی الحال فوج دکن کو آگے سے ہٹا کر اور آب پورنا سے پار ہو کر اطراف کی فوجوں کے جمع ہونے تک اور دو تین مہینے برسات کی شدت گذرنے تک آب پورنا پر کہ برہان پور سے چودہ پندرہ کوس ہے چھاونی ڈال کر توقف کرنا چاہیئے جب بارش کی تخفیف ہو تو مخالفوں کے ملک میں

داخل ہوکر اون کی تنبیہ کرنی چاہئے۔ شاہجہاں نے اس کا جواب یہ دیا کہ تمھارے نزدیک جو نیک
صلاح تھی وہ تمنے عرض کی ہم جس بات کو نیک جانینگے اُس پر عمل کرینگے۔ اسکے بعد بخشیوں اور دیوانوں
کو حکم دیا کہ ان منصبداروں کو جن کی جاگیریں دکنیوں کے قبضہ میں چلی گئی ہیں اور وہ متعین آدمی کہ
دور دست جاگیر رکھتے ہیں از روے سر رشتۂ دفتر بغیر اس کے کہ متصدیوں کی مطلوبہ اسناد تیار ہوں
اور اون کی طرف رجوع کی جائے ان کو خزانہ سے جو ہمراہ ہے اور جہاں زر سرکار ہو وہاں واقف کار
ہزاول مقرر کرکے ارباب طلب کو شش ماہہ تنخواہ دیدیں اور محصلوں کو متعین کریں کہ اسپ و
باربردار ویراق جس پاس نہ ہو وہ اس کو خرید کرکے موجود کرے۔ خود بدولت عشا کی نماز تک
سپاہ کی حال کی پرداخت میں متوجہ رہے تین روز میں چالیس لاکھ روپیہ سپاہ کو تقسیم کیا اور
تیس ہزار سواروں کو پانچ نامدار تجربہ کار رزار دیدہ میں تقسیم کیا۔ تین فوجیں بسرکردگی
عبداللہ خاں و داراب خاں و خواجہ ابوالحسن امرائے بادشاہی کو اور دو فوجیں بسرداری راجہ
بکرماجیت و راجہ بھیم اپنے عمدہ نوکروں کے سپرد کیں۔ شاہزادہ کی سرکار میں جو سات ہزار
سوار تھے اون کا اور اپنی تمام فوج کا اہتمام راجہ بکرماجیت کے حوالہ کیا اور پھر سب کو داراب خاں
کا محکوم کیا۔ جنگ دکن میں تمام شورش و یورش چنداول پر عقب میں ہوتی ہے اس لئے
شاہجہاں نے حکم دیا کہ ان پانچ فوج کے سرداروں میں نوبت بہ نوبت ہر یک ایک دن
چنداولی کیا کرے۔ سب سرداروں کو اسپ و فیل و جواہر و خلعت فاخرہ دیکر خوشدل کیا
اور دکنیوں کی تنبیہ و تادیب کے لئے رخصت کیا۔ جب سپاہ نے برہان پور سے چار پانچ کوس پر
آب تپتی سے عبور کیا تو دوسرے تیسرے کوچ میں یاقوت خاں حبشی نے جو عنبر کا نامدار سپہسالار
تھا وہ بھاری فوج جنگی لیکر ناگہاں چنداول پر جھکا۔ اُس دن چنداول میں خواجہ ابوالحسن کی
باری تھی۔ دکنیوں نے ایسی جرأت کی کہ لشکر شاہی میں تزلزل آگیا۔ باوجودیکہ دکنیوں کا
لشکر شاہی سے سہ چند تھا مگر خواجہ ابوالحسن نے ایسی استقامت سے رزم کی کہ پانچ سو دکنی
مارے گئے اور بہت سے زخمی و اسیر ہوئے اور یاقوت خاں بھاگ گیا۔ بادشاہی آدمیوں کو
غنیمت وافر ہاتھ آئی۔ خواجہ ابوالحسن کے ہمراہیوں میں لشکر شاہی نے اللہ وردی بیگ ترکمان

اور شیر بہادر زخمی ہوئے۔ دکنیوں کے تعاقب میں لشکر شاہی نے آب پورنا سے عبور کیا
جو برہان پور سے چودہ پندرہ کوس عرفی دور ہے۔ اور بلکا پور کے نزدیک نزول کیا۔ ابھی
لشکر کی بعض بھیر راہ میں تھی۔ اور داراب خاں اور راجہ بکرماجیت ترتیب فوج کے لئے
اترنے کے واسطے اطراف لشکر میں پھرتے تھے کہ دلاور خاں و آتش خاں نظام الملکی
چودہ پندرہ ہزار سواروں کے ساتھ بے خبر آن پہونچے ایک طرف سے بان مارنے اور
دوسری طرف سے بھیر کے لوٹنے میں مصروف ہوئے اور اونھوں نے آشوب و غلغلہ عظیم ڈال دیا۔
شاہی سپاہ نے تردد نمایاں کیا۔ زد و خورد میں طرفین سے بہت آدمی کشتہ و زخمی ہوئے
اور دکنیوں کو اپنے سامنے سے ہٹا دیا مگر پھر اونھوں نے بھیر کے کمرگاہ پر دوبارہ حملہ کرکے
ایک جماعت کو مار ڈالا اور دست اندازی کی اور بھاگ گئے۔ پھر لشکر شاہی گھاٹ دیوکی بلندی
پر آیا اور ملک نظام الملک میں داخل ہوا۔ اور ملک کی تاخت و تاراج شروع کی۔ ملک عنبر کے
سرداروں مثل یاقوت خاں ولاور خاں حبشی و آتش خاں وجادوراؤ اور بنینگ راؤ و
ساہوجی بھوسلہ وغیرہ نے اتفاق کرکے ایک دو فوج کو بادشاہی سر فوجوں کے مقابل میں
سیلاب بلا کی طرح بھیجا اور ایک اور فوج نے اطراف لشکر کو گھیر کر بان مارنے شروع کئے
راجہ بکرماجیت نے استقامت مردانہ کی سید صلابت خاں سید علی و سید مظفر بارہ نے راجہ رنجیت
کی مدد میں رستمانہ کارزار کی۔ یہ سب سادات بارہ میں سے تھے۔ دونو طرف سے بڑی مردانگی ظہور میں آئی اور جب بینک راؤ
جو دکنی میں بڑا نامی تھا مجمع کثیر کے ساتھ کشتہ ہوا اور بادشاہ کی طرف سے سید مظفر بارہ جمشید خاں حبشی کام میں
آئے سید مظفر بارہ نے جسکا آخر کو خان جہاں خطاب ہوا سادات بارہ میں سے علم شہرت بلند کیا اور اُس
کے دو بھتیجوں کے چار زخم کاری لگے اور وہ گھوڑے سے گرے اور انہوں نے عرصہ کارزار کو گلگوں کیا
اور بہت سے آدمی قتل ہوئے اور زخمی ہوئے تو دکنی بھاگ گئے۔ دکنیوں کا دستور ہے کہ وہ
فرار ہو کر پھر بازگشت کرکے دشمن سے لڑتے ہیں۔ یاقوت خاں نے عین فرار میں بازگشت
کرکے دوسری طرف عقب فوج شاہی پر تاخت کی اور از سر نو فوج شاہی میں تزلزل پیدا کیا
تردد نمایاں کے بعد پانچ عمدہ نوکر شاہی اور شاہزادہ کے آدمیوں کی ایک جماعت جان بحق ہو گئی

اور غنیم کی طرف سے فیروز خاں حبشی کہ ملک عنبر کا نامی سردار تھا مع سات سو نفر کے کشتہ ہوا اور
خیمہ خرگاہ بہت سا غارت کیا۔ گو دکنیوں کو ہزیمت ہوئی مگر روز جدال و قتال رہتی۔ یہاں
تک کہ اواخر آردی بہشت میں کھڑکی سے جس کو اورنگ آباد اب کہتے ہیں چھ کوس پر لشکر
شاہی آیا۔ ساری رات لشکر کے گرد دکنی شوخیاں کرتے رہے۔ صبح کو ہر طرف سے کئی
ہزار سواروں نے نامدار سرداروں کے ساتھ لشکر شاہی کی اطراف پر قزاقوں کی طرح
حملہ کرنا شروع کیا اور دست برد کرکے فرار ہوئے اور پھر مقابل ہوئے۔ بادشاہی سردار
بھی ہر جانب میں اُن پر تاخت کرتے تھے اور اون کے سر کو تن سے اور تن کو سر سے جدا
کرتے تھے۔ ملک عنبر سراسیمہ وار نظام الملک کو جو اس کا آقا و مجبور تھا اپنے ساتھ لیکر اور
کار آمد اسباب اور اثقال کو اٹھاکر قلعہ دولت آباد کے نیچے پناہ میں لے گیا اور لشکر کو مقابلہ کے
لئے مقرر کیا کہ وہ اطراف لشکر شاہی پر قزاقوں کے طور پر شوخی کرتے رہیں اور رسد اور
گھاس کو کہیں نہ چھوڑیں لشکر شاہی نے کھڑکی پر تاخت کرکے اوس کی عمارات حاکم نشین
کو جو بیس برس میں بنی تھیں ایسا جلایا کہ پھر بیس برس میں آیندہ اون کے بننے کی امید نہیں
تین روز بعد دولت آباد کے محاصرہ پر فوج شاہی متوجہ ہوئی۔ اس دن سرداران غنیم سے ایک
جنگ عظیم ہوئی اور اوس میں عبد اللہ خاں نے سرداروں سے مقابلہ کیا اور تردد نمایاں کیا
اور بہت دکنیوں کو تہ تیغ کیا۔ احمد نگر میں خنجر خاں قلعہ دار تھا۔ باوجودیکہ ایام محاصرہ کو
امتداد ہوا۔ مگر اوس کی پامردی سے دکنیوں کے ہاتھ یہ قلعہ نہ آیا۔ ان دنوں میں ذخیرہ کے
ختم ہونے سے اور دکنیوں کی زیادہ شوخیوں سے قلعہ دار کا حال تنگ ہوگیا تھا اس لئے
مصلحت یہ قرار پائی کہ لشکر شاہی احمد نگر کی طرف متوجہ ہوا۔ اور جواہر حبشی داماد عنبر جو
احمد نگر کے محاصرہ میں مشغول ہے اوس کو وہاں سے تنبیہ کرکے اور اس ضلع کے حوالی سے
دفع کرکے اور ذخیرہ سے خاطر جمع کرکے ناسک اور سنگم نیر کی طرف جائے۔ یہ ملک سیر حاصل آباد
ہے جب یہ فوجیں احمد نگر کو روانہ ہوئیں خنجر خاں قلعہ دار نے خبر پائی تقویت ہم پہنچاکر استعداد تمام
قلعہ سے نکلکر جوہر حبشی پر تاخت کی اور ڈہائی سو نفر کشتہ و زخمی کئے اور دکنیوں کو

ہزیمت دیکر قلعہ سے پرے ہٹا دیا۔ افواج بادشاہی نے مونگی پٹن کے نزدیک بان گنگا کے کنارہ پر نصف راہ میں یہ خبر سُنی۔ اس وقت غنیم کی سپاہیں بھی فراہم ہوگئی تھیں کہ ان میں جوہر مع فوج کے آن ملا اور راہ کے مابین کوچ کے وقت اور رات کو زیادہ شوخیاں کرنے لگا۔ بادشاہی سرداروں نے بھی اس جماعت کی تنبیہ کے لئے اتفاق کرکے تین فوجیں بنائیں۔ چار پانچ ہزار سپاہ بنگاہ میں چھوڑی اور باقی فوج نے دلاور خاں اور آتش خاں پرجن کے پاس پچیس ہزار سوار صف آرا تھے تاخت کی۔ دوسری طرف سے عبداللہ خاں اور راجہ بکرماجیت اور خواجہ ابوالحسن نے تاخت کی اور ایسی ہی باقی اور طرفوں سے لشکر شاہی نے دکنیوں پر حملہ کیا۔ دکن کے سرداروں نے بھی مردانہ دار استقلال کے ساتھ جنگ کی۔ ہر طرف سے ایک عجیب جدال وقتال اور غریب رستخیز نمودار ہوئی ہر طرف نے سعی وتلاش کی داد دی اور جلادت رستمانہ برروئے کار لائے۔ اور دکنیوں کو ہٹا کر اون کی بنگاہ تک پہنچاتے تھے اور عنبر کی سپاہ ہزیمت پاکر پھر مستعد کارزار ہوئی تھی اور مقابلہ میں آئی تھی۔ بہت سوار پیادے کشتہ وزخمی ہوئے۔ تمام دن آتش جنگ مشتعل رہی۔ اس دار وگیر میں خواجہ ابوالحسن وراجہ بکرماجیت سے ترددات نمایاں ظہور میں آئے اور غنیم کے دو ہزار آدمیوں سے زیادہ اونھوں نے مارے اور بادشاہی آدمی بھی بہت مارے گئے اور زخمی ہوئے۔ بہت سی زدوخورد اور دستگیر ہونے کے بعد دکنیوں کے ایک دو سردار فرار ہوگئے۔ شاہزادہ شاہجہاں نے دو اور فوجیں خاندیس اور برار کے پرگنوں کے ضبط کے واسطے بسرداری محمد تقی متعین کیں۔ ان سے بہت سی لڑائیاں دکنیوں سے ہوئیں مگر آخر کو ان سب کی تادیب کی گئی اور اون کو مغلوب کیا اور ملک کا انتظام از سر نو ہوا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ عنبر اپنے لشکر کی پے در پے شکستوں سے شکستہ بال ہوا اور جب اوس نے سُنا کہ لشکر شاہی ناسک اور تربنک کی جانب عزیمت رکھتا ہے تو اوس نے وکلائے معتبر شاہجہاں پاس بھیجے اور اپنے عجز وانکسار کا اظہار کیا اور خجالت وندامت زدہ ہوکر عذر کیا اور اس امر کا شکوہ کیا کہ اول دفعہ مہم دکن میں

جو حضرت تشریف لائے تھے تو عادل خاں کو مشمول عواطف و مورد عنایات کیا تھا اور اس غلام کو بے اعتبار کیا تھا اور بندہ خاکسار کو قابل جبہ سائی شکر عنایات بندہ پروری اور الطاف شاہانہ کے نہ جاتا تھا کہ اپنے جرائم کا شفیع بناکر عفو و مرحمت کی طلب کرتا۔ اب میری یہ التماس ہے کہ اس غلام کے جرائم پر قلم عفو کھینچا جائے تو میں تعہد کرتا ہوں کہ من بعد اطاعت سے سر نہ پھیرونگا۔ اور جریمہ گذشتہ اور پیشکش حال اور آئندہ سال بسال حضور میں بھیجتا رہونگا۔ پچاس لاکھ روپیہ ابھی دیتا ہوں اور یہ مقرر کرتا ہوں کہ چودہ پندرہ لاکھ روپیہ کی محال سوائے ملک مفتوحہ سابق متصل سرحد بادشاہی کے متصدیان سرکار کو حوالہ کرتا ہوں اور بدرقہ ہمراہ کرکے قلعہ احمد آباد میں ذخیرہ بھیجتا ہوں۔ شاہزادہ نے ملک کی خرابی اور غلہ کی گرانی اور کاہ کی آفت پر نظر کرکے عنبر کی التماسات کو قبول کر لیا۔ افضل خاں کو عرضداشت فتح و عرائض عنبر کے ساتھ جہانگیر پاس بھیجا۔ جس سے بادشاہ بہت خوش ہوا بادشاہ نے جو اپنی علالت کا حال خود لکھا ہے اس کو مختصر کرکے میں لکھتا ہوں۔

جہانگیر کی علالت

کشمیر میں دسہرہ کے جشن میں گرفتگی نفس (ضیق النفس) و کوتاہی دم کا اثر مجھے محسوس ہوا۔ بارش و رطوبت ہوا کی کثرت سے دل کے نزدیک جانب چپ (بائیں) مجرائے نفس میں گرانی اور گرفتگی ظاہر ہوئی۔ رفتہ رفتہ اوس کا امتداد اور اشتداد ہوا۔ اطباء نے گرم دوائیوں سے ملایم تدبیرات کے ساتھ علاج کیا بظاہر کچھ تخفیف ہوئی۔ جب اس گریوہ سے باہر آیا تو پھر مرض کی شدت ہوئی۔ چند روز بکری کا دودھ اور پھر اونٹنی کا دودھ پیا کسی سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ مختلف طبیبوں کا علاج کیا مگر آرام نہ ہوا تدبیرات ظاہری سے دل برداشتہ ہو کر حکیم علی الاطلاق کو اپنے تئیں سونپ دیا۔ شراب کا نشہ کم ہوتا تھا اس لئے روز ضابطہ و معتاد کے برخلاف زیادہ شراب پیتا تھا رفتہ رفتہ اوسکی افراط ہوئی جب ہوا گرم چلنے لگی تو ضرر اس کا محسوس ہوا۔ ناتوانی کی تکلیف روز بروز زیادہ ہوئی نور جہاں بیگم نے جس کا تجربہ ان اطباء سے بڑھا ہوا تھا اور مہربانی اور دلسوزی تجربہ و تدبیر

کے ساتھ تھی اوس نے پیالہ کو کم کیا اور جو تدبیرات کہ مناسب رقت اور ملائم حال تھیں وہ کیں اگرچہ پہلے اس سے بھی اطبا علاج اس کی صوابدید وصلاح سے کرتے تھے لیکن اس وقت بیمزا وسکی مہربانی پر مدار رکھا اور شراب کو بتدریج کم کیا اور نامناسب چیزوں اور ناموافق غذاؤں سے پرہیز کیا شروع سال میں چہرہ پر آثار صحت نمودار ہوئے جشن وزن میں بادشاہ کا وزن پہلے تین من سے ایک دو سیر زیادہ ہوتا تھا لیکن عدالت کے سبب سے ایسا لاغر ہو گیا تھا کہ ۲ من ۷ سیر وزن ہوا۔ جب سے نورجہاں عقد ازدواج میں آئی ہے شمسی وقمری وزنوں کے تمام جشنوں میں اونکے لوازم کو جیسا کہ اس دولت کے لایق ہیں وہ ترتیب کرتی تھی اور اپنی سعادت ونیک بختی کا سرمایہ جانتی تھی لیکن اس جشن میں بیش از پیش تکلفات زیادہ کئے اور اس مجلس اور ترتیب بزم میں نہایت توجہ کی۔ بادشاہ کا جشن صحت نورجہاں نے بڑی دھوم دھام سے کیا۔

جب بادشاہ کی بیماری کی خبر پرویز کو ہوئی تو فرمان طلب کا مقید نہ ہوا بلکہ بے تابانہ بادشاہ کی ملازمت میں آیا۔ تین دفعہ تخت کے صدقے پھرا۔ بادشاہ اوسکو منع کرتا اور قسمیں دیتا مگر وہ زاری اور تضرع زیادہ کرتا تھا۔ بادشاہ نے اوسکا ہاتھ پکڑ کر گلے لگایا۔

والدہ نورجہاں نے انتقال کیا۔ اس میں ساری خوبیاں جو عورت میں ہونی چاہئیں موجود تھیں۔ بادشاہ اوس کو اپنی مادر حقیقی کی برابر جانتا تھا۔ ایسی عورتیں خوش نصیب کم ہوتی ہیں کہ بیٹی نورجہاں۔ بیٹا آصف خاں۔ خاوند اعتماد الدولہ۔ یہ تینوں ایسی عمدہ صفات رکھتے تھے کہ کمتر ہوتی ہیں۔

آگرہ کی ہوا حرارت کی شدت کے سبب سے بادشاہ کے مزاج کے موافق نہ تھی۔ ۱۳ روز دوشنبہ آبان ۱۶ سنہ جلوس میں کوہستان شمالی کی طرف بادشاہ نے کوچ کیا۔ اوس نے ارادہ کیا تھا کہ اگر کسی ناحیہ کی آب وہوا اعتدال کے قریب ہوگی تو آب گنگ کے کنارہ پر ایک خوش سرزمین پر ایک شہر آباد کرونگا کہ موسم تابستان میں محل اقامت ہو ورنہ کشمیر کی جانب جاؤں گا۔ ۱۴۔ ماہ صفر سنہ ۱۰۳۱ کو ہردوار میں مقام ہوا۔ اس دامن کوہ کی آب وہوا بادشاہ کو پسند نہ آئی اور کوئی سرزمین قابل اقامت نظر نہ پڑی تو بادشاہ نے کوہ جمود کانگڑہ کی طرف نہضت کی۔ ۲۱۔ کو موضع

بہلون میں بادشاہ آیا۔ یہاں لشکر کو چھوڑا۔ خاص ملازموں کو لیکر قلعہ مذکور کی سیر تماشے کے لئے روانہ ہوا۔ اعتماد الدولہ بیمار تھا اوسکو یہیں چھوڑا۔ صادق خاں میر بخشی کو اوسکی محافظت حال کے لئے اور لشکر کی محارست کے لئے متعین کیا۔ دوسرے روز بادشاہ پاس خبر آئی کہ اعتماد الدولہ کا حال متغیر ہوا۔ اور اوس کے چہرہ احوال سے علامت یاس نظر آتی ہی۔ نور جہاں کے اضطراب کے سبب سے اور اپنے التفات کی وجہ سے جو اوس کے ساتھ تھا۔ بادشاہ بیتاب ہوکر اپنے لشکر میں پھر الٹا چلا آیا۔ آخر دن کو بادشاہ اسے دیکھنے آیا۔ سکرات کا وقت تھا۔ کبھی ہوش ہوتا تھا کبھی ہوش میں آتا تھا۔ بادشاہ دو گھنٹے اوس کے سرہانے ٹھیر کر چلا آیا تو اعتماد الدولہ کی جان نکل گئی۔ بادشاہ لکھتا ہے کہ اس واقعہ وحشت افزا سے مجھ پر جو کچھ گذرا اُسے بیان نہیں کرسکتا وہ وزیر عاقل کامل تھا اور مصاحب بھی دانا مہربان۔

ازشمار دو چشم یک تن کم ۔۔۔ درحساب خرد ہزاراں بیش

باوجودیکہ ایسی سلطنت کا بار اوس کے دوش اختیار پر تھا اور یہ ممکن و مقدر بشر نہیں ہی کہ دخل و تصرف میں سب کو اپنے سے راضی رکھ سکے۔ کوئی شخص اپنی غرض مطلب و مہم سازی کے واسطے اعتماد الدولہ کے نزدیک نہیں جاتا تھا کہ اوس سے اندوہ ہوکر آئے۔ وہ اپنے صاحب کی دلنحواہی اور کفایت کی مراعات کرتا تھا۔ ارباب حاجت کو خورسند و امیدوار رکھتا تھا۔ سچ یہ ہے کہ یہ شیوہ اسی کے ساتھ مخصوص تھا۔ دوسرے روز میں اوسکے فرزندان اور خویشوں کی پرسش کو گیا اکتالیس آدمی اوسکے فرزندوں اور قوم میں اور بارہ آدمی اُسکے ہمنشینوں میں تھے انکو خلعت عنایت کیا اور ماتم کا لباس اُتروایا۔ اعتماد الدولہ کا متروکہ خزانہ و اسباب تجمل یہانتک کہ نوبت کا بجانا نور جہاں کو مرحمت کیا۔ پھر بادشاہ چار منزلیں طے کرکے بان گنگا کے کنارہ پر آیا۔ راجہ چیتا کی پیشکش پیش ہوئی۔ اوس کا ملک کانگڑہ سے ۲۵ کروہ ہے۔ کوہستان میں کوئی اس سے زیادہ عمدہ زمیندار نہیں ہے۔ اس ملک میں زمینداروں کی گریز گاہ اوس کا ملک ہی۔ اس میں دشوار گذار گھاٹیاں ہیں ابتک اوس نے کسی بادشاہ کی اطاعت نہیں کی تھی اور نہ پیشکش بھیجی تھی ۲۴۔ ماہ دی کو قلعہ کانگڑہ میں سیر کو گیا اور حکم دیا کہ قاضی و میر عدل اور علماء اسلام ہمرکاب ہوں

اعتماد الدولہ کا مرنا اور فرزند و اسباب تحمل

اور جو شعار اسلام اور شرائط دین محمدی ہوں۔ قلعہ مذکور میں عمل میں آئیں۔ اس قلعہ میں اذان دی گئی خطبہ پڑہا گیا گائے وغیرہ ذبح ہوئی غرض وہ باتیں ہوئیں جو بنائے قلعہ سے ابتک نہ ہوئی تھیں اور ایک مسجد عالی بنانے کا حکم دیا۔ قلعہ کانگڑہ ایک بلند پہاڑ پر واقع ہے اور استحکام ومتانت اس حد پر ہے کہ اگر آذوقہ اور لوازم قلعہ داری پر برجا رہیں توکسی کا ہاتھ اوسکے دامن تک نہیں پہنچ سکے۔ اور کمند تدبیر اوس کی تسخیر سے کوتاہ رہے اگرچہ بعض جگہ سرکوب رکہتا ہے اور وہاں توپ وتفنگ جاسکتی ہیں لیکن اس سے حصاریوں کو زیان نہیں پہنچا سکتیں۔ وہ نقل مکان دوسری جگہ کرکے اون کے آسیب سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ بادشاہ قلعہ کی سیر کرکے درگاکے بتخانہ کی سیر کو گیا جو بہون مشہور ہے وہاں ہندوؤں کے سوا مسلمان بھی بہت دور دور سے آنکر نذریں چڑہاتے ہیں۔ بتخانہ کے نزدیک دامن کوہ میں ظاہرا گوگرد کی کان معلوم ہوتی ہے اور اثر آتش وتابش سے ہمیشہ آتشی شعلے نکلتے رہتے ہیں اوس کا نام جوالا مکھی رکھا ہے اور اوس کو ایک بت کی کرامات قرار دیا ہے۔ فی الواقع ہندوؤں نے اعتقاد درست وراست رکھ کر عوام الناس کو دہوکھا دیا ہے ہنود کہتے ہیں کہ زن مہادیو کی عمر ختم ہوئی تو مہادیو نے غایت محبت وتعلق کے سبب سے جو اوس کے ساتھ تھا اوس کی لاش کو کندہے پر رکھ کر جہان میں پھرا اور لاش کو اپنے ساتھ پھرایا جب ایک مدت اسپر گذر گئی تو لاش کی ترکیب پراگندہ ہو کر گر پڑی۔ ہر عضو ایک گر پڑا اور ہر عضو کی شرافت اور کرامت کے موافق اس جگہ کی عزت وحرمت کی گئی چونکہ اور اعضا کی نسبت سینہ شریف تر ہے وہ اس مقام میں گرا تھا اس جگہ کو بہ نسبت اور جگہوں کے ہندو زیادہ تر گرامی رکہتے ہیں۔

انہیں دنوں میں خرم کی عرضداشت آئی کہ خسرو نے درد قولنج کے عارضہ میں ودیعت حیات خدا کو سپرد کی۔ عزت خاں مصنف جہانگیر نامہ تحریر کرتا ہے کہ خسرو دکن میں شاہجہاں کے ساتھ گیا تھا وہاں وہ مسموم ہوا۔ بادشاہ نے کانگڑہ سے کشمیر جانے کا قصد کیا دوشنبہ شہر جمادی الاول ۱۰۳۱ھ کو نوروز ہوا۔ آصف خاں برادر حقیقی نورجہاں کو منصب شش ہزاری ذات وسوار کا مرحمت ہوا۔

قلعہ کانگڑہ

وفات خسرو

نوروز بعد جلوس ۱۷ ۱۰۳۱ھ
۱۶۲۲ء

شہنشاہ مذکور کو بادشاہ راولپنڈی میں آیا - ان دنوں میں مکرر استماع ہوا کہ قندہار کی تسخیر کے قصد سے داراے ایران وخراسان چلا آتا ہے - اگرچہ یہ بات جہانگیر کو نسبتہاے سابق وحال کے سبب سے بعید معلوم ہوتی تھی کہ اوس کے نوکرے جس پاس تین چار سو آدمی ہوں ایسا بڑا بادشاہ خود لڑنے آئے مگر اوس نے حزم واحتیاط سے زین العابدین بخشی احدیوں کے ہاتھ اس مضمون کا فرمان خرم پاس بھیجا کہ وہ مع لشکر وتوپخانہ و ہاتھیوں کے جس قدر جلد ممکن ہو ہمارے پاس آئے اگر شاہ ایران کی بات سچ مچ ہو تو ہم بھی اوسکو ایسے لشکر کے ساتھ بھیجیں کہ حساب سے وشمار سے باہر ہو اور خزانہ اوس کے ساتھ حد سے زیادہ ہو تاکہ عہد شکنی اور حق ناشناسی کا نتیجہ شاہ ایران دیکھے - بادشاہ اول اردی بہشت میں کشمیر میں داخل ہوا فرزند خانجہاں کی عرضداشت آئی کہ عراق وخراسان کا لشکر شاہ عباس لیکر قندہار میں آیا اور اوس کا محاصرہ کیا - بادشاہ کشمیر سے روانہ ہو کر لاہور میں آیا - سپاہ کا بڑا سامان کیا اور چونکہ ملتان وقندہار کے درمیان میں آبادانی کمتر ہے - جب تک آذوقہ کا سامان نہ ہو لشکر گراں نہیں بھیجا جاسکتا اس لئے اوس نے بنجاروں کا انتظام کیا کہ ایک لاکھ بیل وہ غلہ کے سامان کے واسطے تیار کریں - حیدر بیگ وولی بیگ ایلچی شاہ ایران کا نامہ لائے اس نامہ اور اوس نامہ کے جو جہانگیر نے جواب میں لکھا ہے چند فقرے نقل کرتے ہیں جن سے معاملہ قندہار کا حال خوب کھل جائیگا - شاہ ایران لکھتا ہے کہ میں نے وہ تمام ممالک جو میرے خاندان کے قبضہ سے اوروں کے تصرف میں آگئے تھے سب لے لئے - قندہار آپکے گماشتوں کے تصرف میں تھا - اوس کو میں نے اپنا جانا اور اوس کا متعرض نہیں ہوا اور اتحاد اور برادری کے سبب سے مجھے امید تھی کہ آپ اپنے آباؤاجداد کے طریقے کے موافق قندہار کو مجھے خود ہی حوالہ کردیں گے - مگر آپ نے تغافل کیا - مکرر نامہ وپیغام میں کنایتہً وصراحتاً طلب قندہار ہوئی کہ آپ کے نزدیک یہ محقر ملک قابل مضائقہ نہیں ہے آپ مقرر کریں کہ وہ میرے اولیاے دولت کے تصرف میں آئے تاکہ دشمنوں وبدگویوں کا رفع ظن اور حاسدوں وعیب جویوں کی قطع زبان درازی ہو - ایک جماعت نے اس امر کو تعویق میں ڈالا - اس مقدمہ کی حقیقت

دوست و دشمن میں مشتہر ہوئی آپ کی جانب سے رد و قبول کا جواب نہ پہنچا تو میرے دلمیں آئی کہ قندہار میں جاکر سیر و شکار کیجئے کہ شاید اس وسیلہ سے برادر کے گماشتے استقبال کرکے میری خدمت میں آئیں۔ میں اس ارادہ سے بغیر قلعہ گیری کا سامان لئے چلا جب فراہ میں آیا تو قندہار کے حاکم و امراء کو پیغام دیا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان میں جدائی نہیں ہے اور ہم یہاں سیر کے لئے آئے ہیں کوئی کام تم ایسا نہ کرنا کہ جس سے کلفت خاطر ہو اُنھوں نے حکم و پیغام مصلحت انجام پر کان نہ لگایا۔ اور مراسم الفت و اتحاد جانبین کو منظور نہ کیا اور تمرد و عصیان کو ظاہر کیا۔ جوالی قلعہ میں پہنچکر عزت آثار خواجہ باقی کرکراق کو بلایا اور جو کچھ لوازمہ نصیحت تھا اس سے کہا دس روز تک ہم نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ وہ حصار کے پاس نہ جائے۔ مگر جب نصائح سودمند نہ ہوئیں اور مخالفت پر اصرار ہوا تو اب آگے مصالح کی گنجائش نہ تھی لشکر قزل باش باوجود عدم اسباب قلعہ گیری تسخیر قلعہ میں مصروف ہوا اور تھوڑے دنوں میں برج و بارہ کو زمین کی برابر کرکے اہل قلعہ پر کار تنگ کیا اونھوں نے امان مانگی ہم نے برادری کا خیال کرکے اہل قلعہ کی تقصیرات کو معاف کیا اور یہ نامہ بھیجا۔ جہانگیر نے اوسکے جواب میں لکھا کہ اب تک آپ کا کوئی مرسلہ ایسا نہیں آیا کہ جس میں قندہار کی خواہش کا اظہار ہو ہاں زنبیل بیگ نے زبانی یہ کہا تھا تو اوس کے جواب میں ہم نے یہ فرمایا تھا کہ اس برادر کامگار سے کسی چیز میں مضائقہ نہیں ہے انشاء اللہ تعالیٰ بعد سرانجام مہم دکن کے جس طرح مناسب ہوگا تم کو رخصت دیجائیگی۔ ابھی تم دور سے آئے ہو لاہور میں آرام کرو۔ پھر میں کشمیر کی سیر کو گیا کہ اس اثناء میں خبر آئی کہ وہ برادر کامگار قندہار کی تسخیر کے لئے آئے ہیں مجھے کبھی اس کا خیال بھی نہیں آتا تھا اور حیرت ہوتی تھی کہ کوردہ کے واسطے آپ خود قدم رنجہ فرمائینگے اور ہماری دوستی و برادری و اتحاد سے چشم پوشی کریں گے باوجود مستخبران راست قول و درست گفتار خبر دیتے تھے مجھے یقین نہیں آتا تھا بعد ازاں یہ خبر محقق ہوئی تو اوسی وقت میں نے عبدالعزیز خاں کو حکم دیا کہ اس برادر کامگار کی رضا سے تجاوز نہ کرنا ابتک سررشتہ برادری مستحکم ہے اس الفت و یکجہتی کی برابر ہم عالم کو کچھ نہیں سمجھتے اور کسی

عطیہ کو اوس کی برابر نہیں تولتے ۔ لیکن برادری کے لائق و مناسب یہ تھا کہ ایلچی کے آنے تک صبر فرمائے کہ شاید وہ آپ کے مطلب و مدعا میں کامیاب ہو کر آپکی خدمت میں آتا ۔ ایلچی کے پہنچنے سے پہلے اس خدشہ کا مرتکب ہونا عہد و صداقت کے پیرایہ کی اور مروت و فتوت کے سرمایہ کی تقصیر کو اہل روزگار کس طرف رجوع کرینگے ۔

غرض مہم قندھار میں توالتوا ہوا مگر یہاں اور گل کھلا ۔

جہانگیر کا فرمان جو زین العابدین کے ہاتھ شاہجہاں پاس گیا تھا اوسکے جواب میں اُسنے یہ عرضداشت بھیجی کہ میں نیازمند مطابق حکم و مرضی کے کشمیر سے برہان پور میں بطریق ایلغار قریب ہزار کروہ کے طے کر کے آیا اور راہ کو تھوڑے زمانہ میں طے کیا ۔ باوجود کمی جمعیت کے دکنیوں کی بڑی بڑی فوجوں سے مقابلہ کیا اور تھوڑی مدت میں مخالفوں کی گوشمالی دیکر ملک سوا کروڑ دام کا جو ہاتھ سے نکل گیا تھا ضرب تیغ جہاں ستان اور اقبال جہانگیری سے تصرف میں لایا اور پچاس لاکھ روپیہ نظام الملک سے سابق پیشکش کا وصول کیا اور دس لاکھ روپیہ اس ملک کے زمینداروں سے جرمانہ لیا ۔ تھوڑے دنوں میں مخالفوں کے خس و خاشاک کو جھاڑ کر پاک صاف کیا ۔ الحال اس مرید خیرخواہ کو مہم قندہار کے لئے طلب کیا ۔ آپ کی خاطر کی استرضا کے لئے بلا توقف برہان پور سے حضور کا عازم ہوا ۔ اس وجہ سے کہ لشکر کو ابھی دکن کی پیاپے یورش سے آسودگی نہیں ہوئی ہے اور برسات کا موسم آگیا ہے اور لشکر کا عبور کرنا مالوہ کی رگل سے ان ایام میں خالی کسالے سے نہیں ہے نواح مانڈو میں تا انقضاء شدت بارش میں کرونگا اور جب سہیل برآمد ہوگا تو کوچ بکوچ حاضر ہونگا ۔ اور یہ بھی التماس کرتا ہوں کہ یہ ایک عمدہ مہم پیش آئی ہے شاہ عباس سے جو شجاع دیگہ تار مشہور ہے سروکار ہوگا بعض بلاد روم و توران اور اطراف میں جو کام اس سے ظہور میں آئے وہ حضور پر روشن ہیں الیسے نہنگ دریائے جرأت سے جس کے تمام قشون اور خان در رکاب اپنے ولی نعمت کی راہ میں فدا ہونے کو سرمایہ عبادت جانتے ہوں اس سے لڑنے کے لئے سامان لایق سرانجام شائستہ و استقلال و اختیار مطلوب ہیں امیدوار ہوں کہ صوبہ پنجاب کہ قندہار کی سرراہ واقع ہے

شاہجہاں کو قندھار کی مہم کے لئے بلانا

اور لشکر کے آذوقہ کا محتاج کے لئے اگر یہم روانہ ہوگا عقیدت کیش آدمیونکا اس ضلع میں ہونا ضرور ہے اس سے وہ نیازمند کی جاگیر میں عنایت ہو۔ جب یہ عرضداشت آئی تو بادشاہ نے حکم دیدیا کہ صوبہ پنجاب کی زیادہ تر محال شاہ ولیعہد کی جاگیر میں مقرر ہوں۔ لیکن اس زمانہ میں یہ فساد مچا کہ اس سے پہلے شاہجہاں نے اپنی جاگیر کے لئے پرگنہ دھول پور کی درخواست کی تھی اور اپنی حسن خدمت اور اختیار اور عنایات شاہ کے سبب سے پہلے اس سے کہ بادشاہ کی پزیرائی کی خبر آئی دریا خاں افغان کو اس محال کے انتظام کے لئے بھیجدیا۔ عرضداشت پہنچنے سے پہلے یہ پرگنہ نورجہاں بیگم کی تجویز سے شہریار کی تیول میں مقرر ہوا تھا (یہ بات یاد رکھو کہ جہانگیر کے پانچ بیٹے تھے سب سے بڑا بیٹا خسرو تھا اس کا حال پڑھ چکے ہو اس سے چھوٹا بیٹا پرویز تھا اور ان دونو سے چھوٹا بیٹا خرم تھا جو دادا کا بھی لاڈلا تھا باپ کا بھی پیارا تھا اس سے چھوٹا بیٹا جہاندار تھا اور سب سے چھوٹا بیٹا شہریار تھا۔ نورجہاں کی ایک بیٹی شیر افگن خاں سے تھی اوس کا بیاہ شہریار سے ہوا تھا اور نورجہاں کے حقیقی بھائی آصف خاں نے اپنی بیٹی کا نکاح خرم کو سب سے زیادہ ہوشیار سمجھ کر کیا تھا) اور شہریار کی طرف سے اس دیار میں شریف الملک گیا تھا اور ملک کو اپنے تصرف میں لایا جب دریا خاں آیا تو محال کے عمل دخل میں گفتگو سے آگے بڑھ کر جدال اور قتال پر نوبت آئی اور شریف الملک کی آنکھ میں تیر لگا اس خبر کے پہنچنے سے زیادہ رنجش ہو گئی۔ اصل نزاع کا مادہ یہ تھا کہ حل وعقد امور خلافت بادشاہ کے حضور میں نورجہاں کے اختیار میں تھا۔

ریاست میں مردوں کا پاؤں جگہ سے ایسا پھسل جاتا ہے کہ پدر وپسر ایک دوسرے کی حیات کے شجر کو قطع کرنے میں سعی کرنے لگتے ہیں یہ تو عورت تھی روز بروز شاہزادہ خرم کا استقلال بڑہتا جاتا تھا۔ نورمحل کو یقین تھا کہ بادشاہ کے واقعہ ناگزیر کے بعد میرے اساس دولت میں اختلال کلی ہوگا۔ عورتوں کو داماد کے ساتھ ایک خاص محبت ہوتی ہے اوس کو یہ فکر فاسد ہوا کہ شہریار کو پیش کرکے اوس کی تربیت واستقلال میں کوشش کرے اور تامقدور ایسی سعی کرے کہ آخرکار تاج شہریاری شہریار کے سر پر رکھا جائے اور

میری دولت کامرانی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹ جائے۔ اس باب میں اُس نے اپنے ہوا خواہوں کی جماعت کو وعدے کر کے رفیق و معاون کر لیا تھا۔ بیگم صاحبہ ہی کی آج کل سلطنت تھی سارا اور بار اوس کی چٹکی میں اور تمام انتظام اوس کی مٹھی میں تھا۔ اعتماد الدولہ نورجہاں کا باپ بڑا عاقل اور دانشمند تھا وہ ایسے فساد کی باتوں سے بیٹی کو روکتا رہتا تھا جب وہ مرگیا تو باپ کا سارا اختیار اور منصب بیٹی کو بادشاہ نے دیدیا۔ اب کوئی قید نورجہاں کے لئے نہیں رہی وہ اپنے اختیار کو جس کی کچھ انتہا باقی نہ تھی بادشاہ اور شاہجہاں کے دلوں میں فرق ڈالنے کے لئے ہر موقع میں کام میں لائی اوس نے مہم قندہار کے باب میں قسم کھا کر جہانگیر کے خاطر نشان کیا کہ اور فرزندوں کے موجود ہونے کے باوجود شاہجہاں کو دور کی راہ سے بلانا اور وہاں سے بلانا جہاں ہمیشہ ضرور مہمیں پیش رہتی ہیں اور اس خدمت قندہار پر مامور کرنا رائے صواب کے خلاف ہے۔ اس مہم پر شہریار کو مقرر کرنا چاہئے وہ جانتی تھی کہ جہانگیر بے اختیار شہریار کو اس کا کے قابل نہیں جانتا۔ اس لئے اوس نے یہ تجویز کی کہ مرزا رستم صفوی کہ مدت تک قندہار میں کامراں رہا ہے اور اس سرزمین سے واقف کار ہے وہ شہریار کا اتالیق اور صاحب اختیار اس مہم میں مقرر کیا جائے بیگم صاحب کا خزانہ بھی اور اعتماد الدولہ کا مال اوس کو ہاتھ لگا تھا تو وہ خود قندہار کی تسخیر و سامان یورش کی خرچ کی متکفل ہوئی۔ شاہجہاں کی جاگیر پنجاب و اقطاع سیر حاصل تبدیل ہو کر شہریار کی تنخواہ میں مقرر ہوئیں۔ بادشاہ نے شاہجہاں کے نام فرمان صادر کیا کہ جہاں تک تم آئے ہو وہیں توقف کرو اور جو کمکی تمہارے ہمراہ ہیں اون کو جلدی روانہ کرو کہ وہ شہریار کی ہمراہی کے لئے مقرر ہوئے ہیں۔ دکن کے متعینہ آدمیوں کے لانے کے لئے سزاول مقرر ہوئے۔ شہریار کو منصب دوازدہ ہزاری ہشت ہزار سوار سے سرافرازی ہوئی اور مرزا رستم صفوی اتالیقی اور ہراولی پر مامور ہوا۔ مرزا رستم بعض سامان کی تیاری کے لئے لاہور روانہ ہوا۔ بادشاہ بھی لاہور میں آگیا تھا کہ یہ فرمان اور احکام فساد افزا شاہجہاں پاس پہنچے جن سے وہ نہایت مکدر اور آشفتہ خاطر ہوا۔ افضل خاں اپنے دیوان کو یہ عرضداشت دیکر بھیجا کہ فرزند مرید کو کیا یارا ہے کہ اپنے قبلہ و مرشد کی خدمت میں دستور ادب کے خلاف اندرز لکھ کر خسرۃ الدنیا والآخرۃ بنے لیکن

بادشاہ جہانیاں اور کل عقلا و حکما پر ظاہر ہے کہ جب غرض و حسد کا پانوں درمیان میں آتا ہے تو مرداں افلاطون کا پانوں پھسل جاتا ہے عورتوں کا ذکر کیا ہے کہ وہ حلیہ عقل سے معرے اور رشک و غرض کے زیور سے آراستہ ہوتی ہیں۔

چراغِ کذب را کا فروزد شِ زن بجز اشک روغنش نیست روغن

ازاں روغن چراغے چوں فروزد بہ یک ساعت جہانے را بسوزد

خصوصاً مقدمات ملکی و مالی و کلی جزئی میں عورتوں کی رائے پر عمل عقلا کے نزدیک مذموم و شوم ہے خاصہ غلام کے حق میں جس نے ملک دکن کے فتنے سے بھرا ہوا دوبارہ شمشیر سے تسخیر کیا اور اپنے تئیں گوسفند قربانی تصور کرکے کسی کام میں حکم سرتابی نہ کی ہو اور بجز فدویت و اطاعت کے سوا کچھ اور منظور نہیں ہے ایسے خدمات اور جانفشانی کی پاداش میں جس کے سبب سے مجھے طرح طرح کی امیدیں تھیں سرگرانی فرمانا اور دشمنوں کی شماتت کا سبب ہونا منافقوں اور اہل عناد کے کہنے سے نیازمند کی جاگیروں کا بدلنا اور اس ناخلف کو دینا اور اپنے سود و نقصان میں فرق نہ کرنا اور غور و تامل کو کار فرمانہ ہونا اِن سب باتوں کو اپنے دنوں کی گردش کے سوا کس بات پر حمل کر سکتا ہوں۔

اگرچہ شاہ ولیعہد کو کوئی غرض سوا اس مطلب کے اور نہ تھی کہ فتنہ جو واقعہ طلبوں کی سعی سے اور نور محل کی کم توجہی سے جو باپ کی خاطر پر غبار ملال بیٹھا ہے اوس کو ہر وجہ سے اظہار عقیدت کے پانی سے دہوئے اور پردۂ ادب و آزرم درمیان سے نہ اُٹھے اور بغی کی بدنامی اور فوج کشی نہ ہو لیکن بعض بر ہمکار کوتہ اندیش بیگم و شہریار کے متوسل ایسے تھے کہ وہ شہریار کے رتبہ جاہ و اعتبار کو بڑہا کر ملال و نزاع کے غبار کو ارتفاع دیتے تھے آصف خاں کا داماد شاہجہاں تھا اس سبب سے اوس کو شاہجہاں کا طرفدار گمان کرتے تھے اہل غرض نے بہن بھائیوں یعنی نور جہاں و آصف خاں کے درمیان بھی مادۂ ملال خاطر پیدا کر دیا تھا۔ آصف خاں نے اپنی عقل اور دانائی کے سبب سے زبان پر مہر خاموشی لگائی تھی اور ہرزہ درائیوں کی باتوں پر کان نہ لگایا تھا۔ جب ان باتوں کا ذکر ہوتا تو کنارہ کشی کرتا

افضل خاں نے بادشاہ پاس جاکر عرضداشت گذرانکر ہر چند سعی کی مگر اسے کچھ فائدہ نہ ہوا اور بے نیل مقصود واپس آیا۔ شاہزادہ کے نام حکم ہوا کہ وہ دکن کو الٹا جائے اوس کے جواب میں اُسنے التماس کی کہ ایک دفعہ حضور میں پہنچکر اپنا عرض حال و بے تقصیری کی گزارش کرنا چاہتا ہوں پھر جو کچھ حضور کا حکم ہوگا عمل میں لاؤنگا۔ اس بات کو بادشاہ سے لوگوں نے اسطرح لگایا کہ جس سے شاہجہاں کی بغاوت و عدم اطاعت اوس کے خاطر نشان ہو۔ بعض ہنگامہ طلب مفسدوں نے مصلحت کار اس میں جانی کہ آصف خاں اور مہابت خاں میں باہم سوئے مزاجی ہے اور وہ دشمن دانا و سپاہی فراخ حوصلہ و صاحب فوج ہے اس لئے مہابت خاں کو طلب کرکے شاہزادہ پرویز کے ہمراہ شاہجہاں کے مقابلہ میں تعین کرنا چاہئے۔ بیگم کے فرمان مہابت خاں کی طلب میں پیہم گئے۔ مہابت خاں کو نور جہاں کے اس قدر عنادپر اوس کی عقل و دانائی سے تعجب پر تعجب ہوتا تھا کہ کیونکر ایسا ہوا کہ باوجود جوہر شعور کے امور ملکی میں سررشتہ عاقبت اندیشی کو اُس نے ہاتھ سے دیا اور سواد ہند میں وہ انتشار فساد کا سبب ہوئی وہ چاہتی ہے کہ ایک عالم میں شورش پچے بلکہ اوس کو یہ گمان بھی تھا کہ شاید یہ تمہید و ساختگی میرے ہی استیصال کے لئے ہو اس مہم دور از عقل کے قبول کرنے میں وہ تعلل کرتا تھا اُس نے جواب میں لکھا کہ اگر شاہجہاں سے سلطنت میں خلل عظیم کا احتمال ہے اوس کی دولت وابرو کے برہمزدگی کے لئے حضور کمربستہ ہوں تو چاہئے کہ آصف خاں کو حضوری سے جدا کردیں تاکہ مجھے آنے کی جرأت ہو یہ امر بھی قبول ہوا اور آصف خاں کو حکم ہوا کہ وہ آگرہ میں جاکر خزانہ میں جو چاندی سونا غیر مسکوک ہو اور جنس جواہر کو تفریق کرکے حضور میں لائے اور مہابت خاں کے لئے حکم ناطق پیہم صادر ہوئے کہ بیٹے کو کابل میں چھوڑکر حضور میں آئے۔ سلطان پرویز کو بھی شاہجہاں کے مقابلہ کے لئے طلب کیا ان دنوں میں بادشاہ کا مزاج آزار ضیق النفس کے غلبہ سے بحال نہ تھا۔ مگر شاہجہاں کو حکم بھیجے کہ وہ دکن کو مراجعت کرے۔ وہ یہ عذر اور التماس کرتا تھا کہ جب تک میں حضور کے قدم مبارک میں آنکر اس خفت کو جو صاحب غرض مدعیوں نے میری کی ہے نہ دور کر لونگا معاودت نہیں کرونگا۔ ہنگامہ جو واقعہ طلبوں سے نور جہاں اتفاق کرکے بادشاہ سے اسی بات کو شاہجہاں کی سرکشی

شاہجہاں کو حکم دکن میں واپس جانیکا

آصف خاں کا جدا ہونا

ومبغی کی دلیل بناکے عرض کرتی۔ اور بادشاہ کے دل میں ملال پر ملال زیادہ کرتی۔
مہابت خاں کی وساطت سے اہل غرض نے عرض کیا کہ شاہجہاں سے معتقد خاں وکیل کی معرفت محرم خواجہ سرا اور خلیل بیگ وفدائی خاں میر تزک و ذوالقدر خاں خط وکتابت رکھتے ہیں اگرچہ مہابت خاں نے ان پانچوں آدمیوں کے قتل کے لئے صلاح بتلائی مگر فدائی خاں اور ذوالقدر خاں نے کلام اللہ کی قسم کو اپنا شفیع بنایا جس سے اون کی جان بچی مگر مقید ہوئے اور باقی اور بادشاہ کے حکم سے قتل ہوئے اور بادشاہ کوچ بکوچ دار الخلافہ کو چلا۔ اور خاں جہاں اور امرا جا بجا سے بموجب طلب کے حاضر ہوئے۔

امیروں کا مرنا

جہانگیر خود شاہجہاں کی بغاوت کا حال اس طرح لکھتا ہے کہ خبر آئی کہ خرم نے نور جہاں بیگم اور شہریار کی جاگیر کے بعض محال میں بے حکم کے دست تصرف دراز کیا ہے اس کا نوکر دریا افغان شریف الملک ملازم شہریار سے لڑا جو دہول پور اور اوس کی نواح کا فوجدار تھا اور طرفین سے بہت آدمی قتل ہوئے۔ قلعہ مانڈو میں توقف سے اور اوسکی نامعقول ملتمسات سے جس کا اظہار وہ عرضداشت میں جرأت سے کرتا تھا یہ ظاہر ہوتا تھا کہ عقل اوس کی برگشتہ ہو گئی ہے ان خبروں کے سننے سے متیقن ہوا کہ ہم نے جو عنایت اور تربیت اوس کے حق میں کیں اون کی گنجایش اوس کے حوصلہ میں نہ تھی اس کا دماغ خلل پذیر ہوا اس لئے راجہ روز افزوں اپنے قدیمی خدمتگار کو اوس کے پاس بھیجا اس جرأت و بے باکی کی بازپرس کی اور حکم دیا کہ اب آیندہ وہ احوال کو ضبط کرکے جادۂ معقول اور شاہ راہِ ادب سے قدم باہر نہ رکھے دیوان اعلیٰ سے جو تنخواہ میں محال جاگیر مقرر ہے اس پر بس کرے اور ہرگز ملازمت میں آنے کا ارادہ نہ کرے۔ یورش قندہار کے لئے جو ملازم بلائے گئے ہیں اونکو جلد بھیجدے اگر خلاف حکم اس سے ظہور میں آئیگا تو وہ ندامت اُٹھائیگا
خرم پر اور اوس کے فرزندپر میں نہایت مرحمت وعنایت کرتا تھا اوسکا بیٹا جب بیمار ہوا تو میں نے یہ قرار دیا تھا کہ اگر خدا تعالیٰ اوس کو صحت بخشے تو پھر میں بندوق سے شکار نہیں کھیلونگا اور کسی جاندار کو اپنے ہاتھ سے آزردہ نہ کرونگا۔ باوجودیکہ مجھے شکار کی

بڑی ہوس تھی مگر پانچ سال تک میں شکار کے پاس بھی نہیں گیا۔ اب خرم کی کردار نا ملائم سے میری طبیعت آزردہ ہوئی پھر میں نے بندوق سے شکار کرنے پر توجہ کی۔

۴۲۔ مہر کو میں نے جہلم سے عبور کیا تھا کہ افضل خاں دیوان خرم اوسکی عرضداشت میرے پاس لایا جسمیں اپنی بے اعتدالیوں پر معذرت کا لباس پہنایا تھا۔ اُسنے اوسکو اس لئے بیجا تھا کہ شاید اسکی چرب زبانی سے کام چل جائے اور ناہمواری کی اصلاح ہو جائے۔ مینے اصلا اس پر توجہ نہ کی اور اوس کی طرف مُنہ بھی نہیں کیا۔ افضل خاں کو رخصت کیا اور فرمان بیجا کہ صوبہ گجرات و مالوہ و دکن و خاندیس خرم کو عنایت ہوا ان میں جہاں چاہے وہاں اپنا محل اقامت بنائے اور انتظام ملکی کرے اور حکم سے باہر جاویگا تو ندامت اُٹھائیگا۔

افضل خاں کا خرم کی طرف سے آنا۔

جب میری ہمت مہم قندہار میں بالکل مصروف تھی تو خرم کے تغیر حال اور بے اعتدالیوں کی خبریں میری خاطر کو متوحش کرتی تھیں میں نے موسوی خاں کو کہ بندہ بے اخلاص اور مزاج داں تھا۔ تہدید و ترغیب کے پیغام دیکر خرم پاس بیجا کہ نصائح ہوش افزا کرے اور سعادت کی رہنمائی سے گراں خواب غفلت و غرور سے بیدار کرے اس کے باطل ارادوں اور فاسد مقاصد سے وقوف حاصل کرکے جلد خدمت میں آئے۔ تاکہ جو مقتضاء وقت ہو وہ عمل میں آئے۔ اسی زمانہ میں اعتبار خاں کی آگرہ سے عرضداشت آئی کہ خرم لشکر سمیت مانڈوسے اس طرف روانہ ہوا ہے ظاہرا خزانہ کی طلب کی خبر سُنکر وہ بے اختیاریے تابانہ ہوا کہ شاید اثناء راہ میں خزانہ پر پہنچکر دست اندازی کرے۔ اس سبب سے میں نے خزانہ کے لانے میں صلاح دولت نہیں جانی۔ برج و بارہ کے استحکام اور قلعہ داری کے لوازم میں مشغول ہوا ایسی ہی آصف خاں کی عرضداشت آئی کہ خرم کے آنے میں بوئے خیر نہیں آتی۔ صلاح دولت خزانہ کے لانے میں نہ دیکھی اوسکو حراست ایزدی میں سپرد کرکے خود ملازمت پر متوجہ ہوتا ہوں۔ اب بادشاہ سلطانپور سے متواتر کوچ کرکے اس سیاہ بخت کی تنبیہ و تاکید پر متوجہ ہوا اور میں نے حکم دیدیا کہ آج سے خرم کو بے دولت کہا کریں۔ غرہ اسفندار کو اعتبار خاں کی عرضداشت آئی کہ بہت سرعت سے بیدولت نواحی آگرہ میں آگیا ہی کہ

شاید استحکام قلعہ سے پہلے ابواب فتنہ وفساد کو مفتوح کرکے اپنا کام بنائے۔ جب فتحپور میں آیا تو در دولت کے دروازہ کو اپنے لئے بند پایا۔ خجلت زدہ ادبار ہوکر توقف کیا۔ خان خاناں اور اس کا بیٹا اور بہت سے امراء شاہی کہ صوبہ دکن اور گجرات میں تعینات تھے اوسکے ہمراہ اور رفیق راہ بن کر باغی اور کافر نعمت بنے شاہجہاں سے موسوی خاں فتح پور میں ملا۔ اور احکام بادشاہی کی تبلیغ کی۔ یہ مقرر ہوا کہ شاہجہاں قاضی عبدالعزیز اپنے ملازم کو موسوی خاں کی رفاقت میں بادشاہ پاس بھیجے کہ مطالب اس کے عرض کرے اُس نے سُندر اپنے نوکر کو کہ سر حلقہ ارباب ضلالت تھا اور اہل فساد کا سرگروہ تھا آگرہ میں بھیجا کہ ملازمان شاہی پاس جو دہاں خزاین ودفاین ہیں اس پر متصرف ہو۔ وہ لشکر خاں کے گھر میں آیا اور نو لاکھ روپیہ لیگیا اور جن ملازمان شاہی پاس سامان کا گمان تھا اون کے پاس وہ گیا اور دست تطاول دراز کیا جو کچھ ملا اوس کو لے لیا۔ جبکہ خانخاناں جیسے امیر نے کہ منصب عالی اتالیقی سے اختصاص رکھتا تھا ستر سال کی عمر میں اپنا مُنہ بغی وکافر نعمتی سے سیاہ کیا ہو تو اوروں کا کیا گلہ ہے گویا اس کی سرشت اوس کے بغی وکافر نعمتی پر مجبول تھی۔ اوس کے باپ نے آخر عمر میں میرے باپ کے ساتھ ہی شیوہ ناپسندیدہ اختیار کیا تھا اوس نے اپنے باپ کی پیروی کی اور اس عمر میں اپنے تئیں مطعون اور مردود ازل وابد کیا۔

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود گرچہ باآدمی بزرگ شود

جب بادشاہ پاس موسوی خاں مع عبدالعزیز فرستادہ شاہجہاں آیا۔ چونکہ شاہجہاں کی ملتمسات معقولیت نہیں رکھتی تھیں۔ عبدالعزیز کو میں نے بات کرنے کی اجازت نہ دی اور مہابت خاں کی حوالات میں سپرد کیا۔ جہانگیر یہ لکھتا ہے۔ مگر خافی خاں نے یہ لکھا ہے کہ شاہجہاں نے عرض کیا کہ مجھ بے تقصیر غلام کی آرزو یہ تھی کہ فتنہ جو واقعہ طلبوں کی سعی سے اور بیگم کی کم توجہی سے جو غبار ملال حضور کی خاطر پر بیٹھا ہے اوسکو اپنی عقیدت کے پانی سے دہوؤں۔ پردۂ ادب وارزم کو درمیان سے نہ اُٹھاؤں۔ حضرت میری جاگیروں کو بحال فرمائیں ورنہ ایک بار حضور میں پہنچکر قدمبوسی کرکے عرض حال کروں اور بے تقصیری اپنی دکھاؤں اوس کے سوا میرا مطلب کچھ اور نہیں ہے

ان میں کوئی اُلتمس نامعقول نہیں ہے اب آگے بادشاہ لکھتا ہے کہ جب میں سہرند سے گذرا تو اطراف
وجوانب سے فوجیں اسقدر جمع ہونی شروع ہوئیں کہ دہلی پہنچنے تک تمام ملک سپاہ سے پٹ گیا
جہانتک نظر جاتی تھی سپاہ ہی نظر آتی تھی۔ جب میں نے سُنا کہ بیدولت فتح پور سے نکلا ہے
تو میں دہلی کو چلا۔ اس یورش میں مدار امور ترتیب افواج مہابت خاں کی صوابدید پر
مفوض کیا اور ہراول سپاہ کی سرداری پر عبداللہ خاں مقرر ہوا۔ چیدہ وگزیدہ جوانوں
اور کاردیدہ سپاہیوں کو اوس نے ساتھ لیا میں نے اوسکو حکم دیا کہ اور افواج سے آگے ایک
کوس جائے۔ اخبار رسانی اور راہوں کی نگہبانی کرے۔ میں اس سے غافل تھا کہ وہ اس
بیدولت کے ساتھ ہم داستان ہے اور غرض اصلی اس بداصل کی یہ ہے کہ ہمارے لشکر کے اخبار اُسکو پہنچائے
اس سے پہلے بھی وہ راست و دروغ خبروں کے طومار لکھکر لاتا تھا کہ میرے جاسوس
اس جگہ بھیجے گئے ہیں۔ بعد میرے فدوی بندوں کو متہم کرتا کہ اس بیدولت کے ساتھ اتفاق رکھتے
ہیں اور یہاں کے دربار کا اخبار اوس کو لکھتے ہیں اگر اوسکی فتنہ سازی اور دراندازی سے میں
از جا رفتہ ہوتا اور اضطراب بے تابی کرتا تو اس طور کی شورش میں کہ تند باد فتنہ و طوفان
بلا آشوب و تلاطم میں تھا بہت سے بندہائے فدوی اوسکی تہمت سے ضائع ہوتے باوجودیکہ بعض
دولت خواہ خلا و ملا میں بہ کنایہ و صریح اس کی بداندیشی و ناراستی کی سچی باتیں عرض کرتے مگر وقت
ان کا مقتضی نہ تھا کہ اوس کے کام پر سے پردہ اُٹھا دیا جاتا۔ میں اپنی خشم و زبان کو
اس اداسے کہ اوس کی خاطر کو وحشت نہ ہو نگاہداشت کرتا اور پیشتر سے بیشتر اوس پر عنایت
اور التفات میں افراط کرتا کہ شاید خجلت زدہ ہوکر اپنے کردار ناہنجار سے اور بدذاتی اور
فتنہ پردازی سے باز آئے۔ مگر اس مردود ازل و ابد کی سرشت خبث و نفاق پر مجبول تھی
جو کچھ اوس نے کیا وہ اپنی جگہ پر بیان ہوگا۔

شاہجہانگیر کی سلطنت کا اٹھارہواں سال ۲۰۔ جمادی الاول ۱۰۳۲ھ سے شروع ہوا اور
جشن نوروزی ہوا۔ اسی روز بادشاہ پاس خبر آئی کہ شاہجہاں حوالی متھرا میں آیا اور ستائیس
ہزار سوار اس پاس ہیں۔ پھر خبر آئی کہ شاہجہاں جمنا کے کنارہ کنارہ چلا آتا ہے۔ لشکر شاہی نے بھی

اسی سمت میں نہضت کی اور افواج کی تربیت ہراول وجرنغار و برنغار و التمش وطرح لائق اور مناسب آئین سے ہوئیں - پھر خبر آئی کہ شاہجہاں مع خانخاناں راہ راست سے عنان تافتہ ہوکر بڑگنہ کولکہ میں گیا کہ ۰۴ کروہ جانب چپ میں واقع ہے اور سندر برہمن (راجہ بکر ماجیت) اور داراب خاں پسر خانخاناں اور بہت سے امرائے شاہی لشکر شاہی کی برابر آئے - بظاہر تو داراب خاں لشکر کا سردار تھا لیکن سندر پر مدار کار تھا - شاہجہاں کا لشکر بلوچ پور میں آیا - اور لشکر شاہی قبول پور میں - ہنداول کا سردار باقر خاں تھا اوس پر شاہجہاں کے لشکر نے حملہ کیا - اور کچھ اسباب لوٹ لیا - باقر جمار ہا - ابو الحسن اوس کی کمک کو گیا مگر اوس کے پہنچنے سے پہلے شاہجہاں کا لشکر بھاگ گیا - آصف خاں و خواجہ ابو الحسن و عبد اللہ کی سرداری میں پچیس ہزار سوار جدا کئے گئے - اور شاہجہاں کے لشکر سے لڑنے کے لئے بھیجے گئے - آصف خاں کی سپاہ میں آٹھ ہزار سوار و باقر خاں کی سپاہ میں آٹھ ہزار اور عبد اللہ خاں کی سپاہ میں دس ہزار سوار قلم بند ہوئے - شاہجہاں کی طرف سے راجہ بکر ماجیت اس لشکر کے مقابلہ کے لئے متعین ہوا - جہانگیر نے ترکش خاصہ عبد اللہ خاں پاس بھیجا کہ جس سے اوس کی دل گرمی ہو - جب طرفین کی فوجیں سرحد مالوہ میں مقابل ہوئیں اور صف کارزار آراستہ ہوئی ابھی صدائے دار و گیر بلند نہ ہوئی تھی کہ عبد اللہ خاں مع اپنے دس ہزار سواروں کے شاہجہاں کے لشکر سے جا ملا - بکر ماجیت ہراول تھا وہ داراب خاں کو یہ مژدہ سنانے کو خود چلا اور عبد اللہ خاں کو بجائے خود قائم رکھا کہ شصت غیب سے تفنگ راجہ کے لگا اور وہ گھوڑے سے گرا اور اوس کا سر کٹا - اور بادشاہ پاس بھیجا گیا اوس کے مرنے سے شاہجہاں کے لشکر کا رشتہ انتظام ٹوٹا - عبد اللہ خاں جیسے سردار کے ملجانے سے بادشاہ کا ہراول ویران ہوا پھر بھی شاہجہاں کے سرداروں نے اول حملہ میں کارنمایاں کیا کہ بادشاہی لشکر میں سے زبردست خاں و شیر حملہ اور اسکے بیٹے شیر بچہ اور سادات بارہ کی ایک جماعت کو مار رکھا - مگر بعد ازاں آصف خاں نے شاہجہاں کے لشکر کو شکست دی کر پرے ہٹا دیا - پھر دونو لشکر اپنے اپنے مقاموں میں جدا ہوگئے - مہابت خاں نے پہلے اس سے کہ شاہجہاں کی مراجعت کی خبر آئی بہ تدبیر

وتزویر کا جال بچھایا تھا کہ قاضی عبدالعزیز سے شاہجہاں کو لکھوا بھجوایا تھا کہ مہابت خاں نے یہ مقرر کیا ہے کہ جس وقت یہ خبر آئیگی کہ دکن میں شاہجہاں آگیا تو بدستور اوس کی جاگیر بحال ہوگی ۔ اس مضمون کا شقہ بمہر خاص فرمان دستور صادر ہوا ہے ۔ شاہجہاں اصلا فساد پر دل نہادہ نہ تھا ۔ اور ان نوشتجات کے وارد ہونے سے پہلے دکن کو جاتا تھا اگرچہ وہ مدعیان دولت کے گفتہ نوشتہ پر اعتماد نہیں رکھتا تھا اور باپ سے مقابلہ و مقاتلہ کو کفر جانتا تھا مگر اثبات حجت کے لئے اوس نے مراجعت میں مسافت طے کرنے میں عجلت کی اور جواب میں حکم کی اطاعت کا اظہار معروض کیا نورجہاں اور ہنگامہ طلبوں کی تکلیف سے بادشاہ آگرہ سے اجمیر کو روانہ ہوا ۔ اثناء راہ میں سلطان پرویز اوس کے پاس آیا اور یہ خبریں آئیں کہ شاہجہاں نے انبیر کے حوالی کو جو راجہ مانسنگہ کا وطن مالوف تھا اوباشوں کو بھیجکر لٹوایا ۔ اور جگت سنگہ پسر راجہ باسو کو تعین کیا کہ اپنے وطن میں جاکر پنجاب کے کوہستان میں فتنہ وفساد برپا کرے ۔ بادشاہ نے صادق خاں کو صوبہ پنجاب کی حکومت دے کر اوس کی تاکید وتنبیہ کے واسطے مقرر کیا ۔ جہانگیر نے سلطان پرویز کو بڑی تیاریوں کے ساتھ شاہجہاں سے لڑنے کے لئے بھیجا اور موتمن الدولہ القاہرہ مہابت خاں کو اوسکے لشکر کا انتظام سپرد کیا ۔ بڑے بڑے امرا اوسکے ساتھ گئے چالیس ہزار سوار اور بڑا توپخانہ اور بیس لاکھ روپیہ کا خزانہ اوسکے ہمراہ کیا ۔

۱۲ ۔ پتر کو صوبہ گجرات کی عرضداشت بادشاہ پاس آئی اور فتح وفیروزی کی نوید لائی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ فتح رانا کی جلد دمیں شاہجہاں کو صوبہ گجرات جہانگیر نے عنایت کیا تھا ۔ شاہجہاں نے اپنی نیابت میں یہاں سندر برہمن یعنے راجہ بکرماجیت کو مقرر کیا تھا ۔ وہ اس ملک کی حکومت وحراست کرتا تھا ۔ جب شاہجہاں نے بکرماجیت کو اپنے پاس بلالیا تو اوس کے بھائی کنہر داس کو اوسکی جگہ مقرر کیا ۔ جب راجہ بکرماجیت قتل ہوا اور شاہجہاں مانڈو کی طرف روانہ ہوا ۔ تو اوس نے ملک گجرات کو عبداللہ خاں کے تیول میں مقرر کیا اور کنہر داس اور صفی خاں اس صوبہ کے دیوان کو اپنے پاس طلب کیا کہ وہ خزانہ دس لاکھ اشرفیوں کا اور تخت مرصع . پانچ لاکھ روپیہ میں . اور پرتلہ الماس کہ دو لاکھ روپیہ میں بنا تھا

مہابت خاں کی تزویر

بادشاہ کا اجمیر جانا

پرویز کا شاہجہاں سے لڑنے کے لئے روانہ ہونا

عبداللہ خاں و صفی خاں کی لڑائی

ساتھ لائیں۔ یہ تخت دیر تلہ شاہجہاں نے باپ کے لئے تیار کرائے تھے۔ صفی خاں جعفر بیگ کا بھائی ہے جسکو اکبر نے آصف خاں کا خطاب دیا تھا۔ اور برادر نور جہاں کو جہانگیر نے آصف خاں کا خطاب دیا تھا۔ اوس کی ایک لڑکی صفی خاں سے اور دوسری لڑکی شاہجہاں سے بیاہی تھی یوں ان دونوں میں ہم زلفی کی نسبت تھی۔ شاہجہاں کو اُس سے ہمراہی اور موافقت کی توقع تھی۔ عبداللہ خاں نے وفادار نام خواجہ سرائے کو اس ملک کی حکومت کے لئے مقرر کیا وہ احمدآباد میں آنکر شہر گجرات پر متصرف ہوا۔ صفی خاں کا ارادہ جہانگیر کی دولت خواہی کا تھا۔ اوس نے جمعیت کے فراہم کرنے میں اور دلوں کے صید کرنے میں ہمت صرف کی کنہرداس سے پہلے چند روز پیشتر نکلا اور تال کانکریہ میں منزل کی۔ اور وہاں سے محمود آباد گیا اور ظاہر یہ کیا کہ میں شاہجہاں پاس جاتا ہوں اور درپردہ ناہر خاں وسید دلیر خاں و مالو خاں افغان اور بادشاہ کے جان نثار فدویوں کے ساتھ جو اپنے محال جاگیر میں تھے مراسلات ومراسلات کرکے مقدمات دولتخواہی کو ترتیب دیا اور فرصت کے انتظار میں بیٹھا شاہجہاں کا ملازم محمد صالح پہلادکا فوجدار تھا اور بہت جمعیت رکھتا تھا وہ فحوائے کار سے سمجھ گیا کہ صفی خاں کا ارادہ کچھ اور ہے۔ اور کنہرداس کو بھی یہ بات معلوم ہوئی۔ مگر صفی خاں ایک جماعت کو دلاسا دیکر شرائط حزم واحتیاط کو مرعی رکھتا تھا۔ کوئی دست درازی نہیں کرسکتا تھا محمد صالح نے اس توہم سے کہ مبادا صفی خاں ترک مدارا کرکے خزانہ پر دست درازی کرے پیش بینی کرکے خزانہ کو لیکر پہلے چلدیا اور مانڈو میں شاہجہاں پاس دس لاکھ روپیہ اشرفی پہنچا دیا۔ کنہرداس بھی پرتلہ لیکر اوس کے پیچھے روانہ ہوا۔ مگر تخت کو گرانی کے سبب سے ساتھ نہ لے جاسکا۔ صفی خاں اپنی تدبیر اور امرا کی مدد سے شہر احمدآباد میں آیا اور وفادار نائب عبداللہ خاں کو گرفتار کرلیا اور تخت مرصع کو توڑ کر اوس کا سونا اور زر خزانہ جو ساتھ تھا سپاہ میں تقسیم کردیا۔ اور جہانگیر کی طرف سے شہر کے نظم ونسق میں مشغول ہوا۔ جب عبداللہ خاں کو خبر ہوئی تو اوس نے شاہجہاں سے رخصت لی اور اپنی شجاعت کے گھمنڈ میں صفی خاں کو اپنے آگے کچھ نہ گنا اور کمک اور لشکر کے جمع کرنے کا محتاج نہ ہوا اور بطریق ایلغار دوڑ کر

بڑودہ میں آیا کہ احمد آباد سے چالیس کوس ہے - یہ نہ جانا کہ غرور کا خمار ندامت ہوا اور مشہور ہے کہ ۶ دشمن نتواں حقیر و بیچارہ شمرد ÷ صفی خاں - ناصر خاں کو اور اپنے ہمسایہ کے امرا کو ہمراہ لیکر احمد آباد سے بڑودہ میں آیا - اور عبداللہ خاں کو شکست دی - دو دفعہ ان دونوں میں باہم کارزار ہوئی اور ہر بار عبداللہ خاں نے ہزیمت پائی - صفی خاں نے اوسکا تعاقب سلطان پور تک کیا اور دشمن نے لشکر کو نہایت ذلیل کرکے لوٹا - عبداللہ خاں بحالت تباہ شاہجہاں پاس برہان پور میں چلا گیا - صفی خاں نے ان فتوح کا حال بادشاہ کو اپنی عرضداشت میں لکھا - بادشاہ نے صفی خاں کو ہفت صدی سے سہ ہزاری اور سیف خاں کا خطاب دیا اور ناہر خاں کو نہ صدی سے سہ ہزاری کردیا - جب پرویز کا لشکر گریوا چاندا سے گذرا اور مالوہ میں آیا تو شاہجہاں بیس ہزار سوار اور تین سو جنگی ہاتھیوں اور توپخانہ عظیم کو لیکر مانڈو سے رزم کے عزم سے آیا - اور دکن کے برگیوں (مرہٹوں) کو جادو راے واودے رام و آتش خاں کی سرداری میں اس سے پہلے روانہ کیا کہ بادشاہی لشکر پر قزاقی کریں - مہابت خاں نے لشکر کو شائستہ توزک سے مرتب کیا - شاہزادہ پرویز کو قول میں لیا - اور خود ساری فوج کو لیکر چلا سوار ہونے میں اور اوترنے میں شرائط حزم و احتیاط کو کام میں لایا - برگی بڑی دور سے اپنے تئیں نمودار کرتے اور آگے نہ آتے - ایک دن چنداولی میں منصور خاں فرنگی کی باری تھی - اُترنے کے وقت مہابت خاں نے احتیاطاً اپنے لشکر کے لئے فوج کو بستہ کھڑا کیا تھا تاکہ آدمی فراغ خاطر سے اپنے ڈیرے لگائیں - منصور خاں نے اثناء راہ میں شراب خوب پی لی اور بدمست ہوگیا اور منزل پر پہنچا - بحسب اتفاق ایک فوج اوس کو دور سے نمودار ہوئی اور اوس کو شراب کے نشہ میں یہ سوجھی کہ تاخت کرلی چاہئے بغیر اسکے کہ اپنے بھائیوں اور آدمیوں کو خبر کرے سوار ہوکر لڑنے دوڑا اور مارا گیا - شاہجہاں مانڈو سے گذرا رستم خاں کو کہ اس کا قدیم نمک پروردہ تھا اور سہ صدی کے پایہ سے پنجہزاری کے منصب پر پہنچایا تھا - اور امرا کی ایک جماعت کے ساتھ اوس کو پادشاہ کی ہراول کی فوج کے سدراہ ہونے کے لئے متعین کیا ÷ رستم خاں نے سلطان پرویز کی فوج پہنچنے سے پہلے مہابت خاں سے

سلطان پرویز کے لشکر کا ۱۰۳۳ھ - ۱۶۲۴ء

فرنگی منصور کا ۱۰۳۳ھ - ۱۶۲۴ء مارا جانا

سازش کرکے اوس سے مل گیا۔ باقی فوج اور سردار شاہجہاں پاس آگئے۔ شاہجہاں نے نربدا کو اکبر پور کے گھاٹ سے عبور کیا اور کشتیوں کو جمع کرکے اُن میں کاہ وہیمہ بھر کر جلا دیا اور ملاحوں کے سرداروں کو پکڑ کر مقید کیا اور اون کو اپنے ساتھ لیا۔ بیرم بیگ بخشی کو پلٹے کے ساتھ نربدا پر معین کیا کہ وہ فوج شاہی کو اُترنے نہ دے برسات کا موسم آگیا تھا۔ اور خود برہان پور کی طرف چلا۔ جب برہان پور کے نزدیک وہ آیا تو قلعہ آسیر کو تدبیر اور منصوبہ سلطانی سے تصرف میں لایا۔ راجہ گوپال سنگھ کو قلعہ داری کے لئے مقرر کیا۔ ان دنوں میں خان خاناں نے جو ایک نوشتہ مہابت خاں کو مخفی بھیجا تھا اُس میں یہ بیت درج تھی کہ

صدکس بہ نظرِ نگاہ میدارندم ورنہ بپریدی ز بے آرامی

یہ نوشتہ شاہجہاں کے سامنے محمد تقی بخشی نے پیش کیا۔ اوس کے مطالعے کے بعد اوسنے خانخاں کو طلب کیا اور نوشتہ اوس کے ہاتھ میں دیا تو عرق خجالت میں اوس کا چہرہ ڈوب گیا۔ خجالت کے سوا کوئی جواب اُس پاس نہ تھا۔ شاہجہاں نے حکم دیا کہ وہ مع بیٹوں کے دولتخانہ میں نظربند ہو اور موافق اُس کی فال کے کہ من فال بدکاور وحال بد۔ سو نفر اوسکے نگہبان مقرر ہوں۔ شاہجہاں نے بعض خدمہ محل کو اسباب کی زیادتی کے ساتھ قلعہ آسیر میں چھوڑا اور برہان پور کی حوالی دیوار میں دائرہ کیا۔ جب سلطان پرویز اور مہابت خاں دریا نربدا کے کنارہ پر آئے تو کسی کشتی کو موجود نہ پایا۔ دریا طغیانی پر تھا اور سب گھاٹ بند تھے۔ مہابت خاں نے بحر فکر و تدبیر میں غوطہ لگایا اور از راہ منصوبہ بازی خانخاناں کو باوجود اس کے بدنام اور نظربند ہونے کی اطلاع کے ایسا خط لکھا کہ جس میں ساختگی کی بو نہ آئے۔ اور خانخاناں کی نسبت کوئی بدظنی بھی نہ پیدا ہو۔ اس میں یہ درج تھا کہ عالم پر ظاہر و ہویدا ہے۔ شاہزادہ شاہجہاں کا کوئی اور مطلب سوا اطاعت پدر اور رفع فساد کے منظور نظر نتھا مدعیان دولت برہم کار ہوئے۔ وہ اپنے ہنگامہ بازار کی گرمی درہم اندازی میں جانتے ہیں وہ اپنے سزائے اعمال کو پہنچیں گے۔ میں اگرچہ آنے میں مجبور تھا لیکن اصلاح حال ملک میں جو خلق اللہ کی امنیت کا سبب ہو اپنے اوپر اور سب مسلمانوں پر واجب جانتا ہوں اگر شاہزادہ بلند اقبال کے خاطر نشان کرکے کسی معتقد

خانخاناں کا مقید ہونا

مہابت خاں کا خط خانخاناں کے نام

ہوا خواہ وہ معاملہ فہم کو سمجھو کہ بعضے مذکورات باہم درمیان میں لاکر فساد و عناد کی آگ بجھادی جائے اور قتال و جدال کا پانوں باہر کردیا جائے اور پدر و پسر کے درمیان سابق سے زیادہ آمیزش ہو جائے اور نورجہاں نادم ہوکر رہتی ہو اور شاہ جواں بخت کے جاگیرات مع اضافہ کے بحال ہوں یہ بہتر ہوگا اور اسی معنی کے کلمات صلح آمیز قسم اور پیمان کلام ایزد منان کی کفالت کے ساتھ بہت اس میں مذکور تھے وہ ایسی تدبیر و تزویر کام میں لایا کہ یہ خط شاہجہاں کے ہاتھ میں پڑا اور مطالعہ خاص میں آیا۔ شاہجہاں اصلاح کار اور رفع فتنہ کا خواہاں تھا مہابت خاں کے ادعاے کو اپنی خواہش کے موافق جانا اس کام کی وکالت کے لئے خان خاناں سے بہتر کسی اور آدمی کو نہ جانا اوسکی استمالت کرکے قسم کلام الہی کو کفیل بناکے اوس کے دونو بیٹوں کو اپنے پاس بلاکے اوس کو مہابت خاں پاس بھیجا اور یہ مقرر کیا کہ دریا عبور کر کے اس طرف خانخاناں پھرنہ آئے عہد و قرار کو استوار کرے۔ جب خانخاناں گذر کر اکبر پور کے نزدیک آیا اور اور آدمیوں کے درمیان صلح کی خبر پھیل گئی تو بیرم بیگ کے آدمیوں کی جو معبروں کی حفاظت پر مقرر تھے مصالحت کی خبر سننے سے خاطر جمع ہوئی اور اونھوں نے گذروں کے بند و بست میں سہل انکاری کی۔ جب خانخاناں آیا اور صلح کے رسل و رسائل آئے تو مہابت خاں نے آخر شب میں حکم دیا کہ دریا کے ایک طرف ایک جماعت بازار کے آدمیوں کی اور سواروں کی ناگاہ مشعل لیکر صداے تفنگ اور آواز دار و گیر کے ساتھ دریا سے عبور کریں اور بیرم بیگ کی فوج کو اُس طرف جاکر قتل کریں۔ اور دوسری جانب سے چار پانچہزار سوار دو تین جگہ سے جہاں کم پانی تحقیق ہوگیا تھا پانی میں اُتر کر پار آگئے۔ اس عرصے میں کہ بیرم بیگ کے آدمی اپنی جگہ سے ہل کر مقابل اور سد راہ ہونے کے لئے جمع ہوں مہابت خاں کی دو تین فوجیں دریا سے اُتر آئیں اور خانخاناں پاس گئیں۔ بیرم بیگ کے ہاتھ میں جب کچھ اختیار نہ رہا تو اوس نے برہان پور کی راہ اختیار کی۔ خانخاناں نے قرآن کی قسم کھانے کو بھی ہرا ونا کا کھانا جانکر نا خوردہ خیال کیا اور شربت کی طرح پی گیا۔ اور مہابت خاں اور سلطان پرویز کی سپاہ سے مل گیا۔ شاہجہاں نے اب برہان پور میں توقف کرنا مصلحت نہ جانا پریشان ہوکر

بلدہ

گلکنڈہ کی راہ اڑیسہ وبنگالہ میں جانے کا قصد کیا۔ مینہ کی شدت اور دریاؤں کی طغیانی کے سبب سے کوچ بکوچ روانہ ہوا۔ اس پاس جو اوس کے اپنے نوکر اور بادشاہی نوکر تھے وہ مہابت خاں اور سلطان پرویز کے لشکر سے جا ملے۔ سلطان پرویز دریا سے عبور کرکے اور کارخانجات کو چھوڑ کر بطریق استعجال برہان پور میں آیا اور چند منزل اور برار کی سرحد تک شاہجہاں کا تعاقب کیا۔ اور پھر برہان پور میں مراجعت کی۔ جہانگیر کو شاہجہاں کی ہزیمت کے سننے سے کچھ اطمینان خاطر ہوا دارالخلافہ کی گرمی سے اور اطراف دہلی کی ناموافقت ہوا سے اوس کی خاطر کو نفرت تھی۔ اور آب وہوائے کشمیر اوسکی طبیعت سے موافقت رکھتی تھی باوجود تفرقہ خاطر وہ اوائل آذر ماہ الٰہی میں کشمیر کی طرف روانہ ہوا۔ اور اس زمانہ میں بنگالہ میں آصف خاں کا ہونا اس سبب سے خلاف مصلحت جانا کہ وہ شاہجہاں کا ہواخواہ تھا اس کو اپنے پاس بلالیا۔ متصدیان دکن کی بادشاہ پاس عرضداشت آئی کہ شاہجہاں و عبداللہ خاں و داراب خاں پروبال شکستہ بحال تباہ سرحد قطب الملک سے نکلکر اڈلیسہ وبنگالہ کی جانب گئے اس سفر میں شاہجہاں اور اوس کے ہمراہیوں کو ایسی خرابیاں پیش آئیں کہ اس کے بہت سے آدمیوں نے فرصت پاکر سروپا برہنہ جان سے ہاتھ دھوکر راہ فرار اختیار کی۔ ان سب میں سے ایک دن مرزا محمد پسر افضل خاں دیوان شاہجہاں مع اپنی والدہ وعیال کے کوچ کے وقت بھاگ گیا۔ شاہجہاں نے سید جعفر اور معتمدوں کی جماعت کو بھیجا کہ اگر وہ زندہ ہاتھ آئے توفبہا ورنہ اوس کے سر کو کاٹ کر حضور میں لائیں نامبردوں نے بہت جلد راہ میں اوس کو جالیا۔ اس حادثہ سے اُسنے مطلع ہوکر والدہ اور عیال اپنے جنگل میں لیجاکر پنہاں کئے اور خود چند معدود آدمیوں کے ساتھ آیا اور مردانہ کمانداری کے لئے کھڑا ہوا۔ ایک ندی اور جھیلہ درمیان میں تھا۔ سید جعفر نے چاہا کہ اس کے پاس جاکر فریب کی باتیں بناکر اپنے ہمراہ لیجائے۔ ہرچند مقدمات بیم وامید کی ترتیب میں سخن پردازی کی مگر اوس نے اوس پر اثر نہ کیا۔ اس کا جواب تیر جان ستان سے دیا اور نہایت جنگ مردانہ کی اور جان دی اور سید جعفر بھی زخمی ہوا اور ان کاری زخموں میں بھی

جب تک اس میں رمق باقی رہی بہتوں کو بے رمق کیا۔ سید جعفر نے مرزا محمد کا سر کاٹ کے شاہجہاں پاس بھیجدیا۔ جب شاہجہاں حوالی دکن سے شکست پاکر مانڈو میں آیا تھا تو اوس نے افضل خاں کو عادل خاں و عنبر پاس کمک و مدد کے واسطے بھیجا تھا۔ اوس کے ہاتھ عادل خاں کے لئے بازو بند اور عنبر کے لئے اسپ و فیل و شمشیر مرصع بھیجی تھی۔ اول وہ عنبر پاس گیا اور جو چیزیں شاہجہاں نے اوس کے لئے بھیجی تھی پیش کیں عنبر نے اون کو نہیں قبول کیا اور کہا کہ ہم عادل خاں کے تابع ہیں وہی دکن کے عمدہ دنیا داروں میں سے ہے تم اول اس پاس جاؤ اور اپنے مطلب کا اظہار کرو اگر وہ تمہاری بات کو مان لیگا تو میں اوسکی متابعت کرونگا اور جو کچھ میرے لئے بھیجا گیا ہے وہ لے لوں گا۔ اور اگر وہ نہ قبول کرے گا تو نہیں لونگا۔ عادل خاں پاس افضل خاں گیا وہ اس سے بہت بری طرح پیش آیا مدتوں تک شہر سے باہر اوسکو رکھا۔ اور اوس کے حال پر متوجہ نہ ہوا۔ اور طرح طرح کی خواری کی اور جو کچھ شاہجہاں نے اوس کے اور عنبر کے لئے بھجوایا تھا سب کو غائبانہ اس سے طلب کر لیا۔ افضل خاں یہیں تھا کہ بیٹے کے مارے جانے کی اور خرابی خانہ کی خبر سنی تو وہ سوگ میں بیٹھا۔

شاہجہاں دور دراز کا سفر طے کر کے بندر مچھلی پٹن میں آیا۔ جو قطب الملک سے متعلق تھا اور اوسکی حوالی میں پہنچنے سے پہلے اپنا آدمی قطب الملک کے پاس بھیجا۔ اور انواع و اقسام کی امداد و رہراہی طلب کی قطب الملک نے کچھ نقد و جنس برسم اقامت بھیجا۔ اپنی سرحد کے میر کو لکھا کہ اپنی سرحد سے شاہجہاں کا بدرقہ بن کر سلامت گذار دے اور تمام غلہ فروشوں اور زمینداروں کو دلاسا دیکر مقرر کیا کہ شاہجہاں نے لشکر میں غلہ اور تمام ضروریات پہنچائی جائیں۔

۲۹۔ جمادی الاول ۱۰۳۳ھ کو نوروز ہوا جشن بدستور ہوا بادشاہ نے ان دنوں یساولوں و یساقوں کو حکم دیا کہ دولت خانہ سے نکلنے کے اور سواری کے وقت معیوب آدمیوں کو جیسے کور و گوش و بینی بریدہ و کوڑی و مجذوم ہیں روک دیں کہ وہ نظر کے روبرو نہ آنے پائے جب بادشاہ کو اڑیسہ میں شاہجہاں کے آنے کی خبر متواتر آئی تو شاہزادہ پرویز اور مہابت خاں

شاہجہاں مچھلی پٹن میں

نوروز ۱۰۳۳ھ

اورامراکو تاکید کے ساتھ فرمان صادر ہوا کہ صوبہ دکن کا نظم ونسق کرکے بہت جلد صوبہ
الہ آباد و بہار کو روانہ ہوں۔ اگر بحسب اتفاق صوبہ دار بنگالہ اوس کی راہ نہ روک سکے
اور اوس سے مقاومت نہ کر سکے تو تم اس سے مقابلہ کرو اور حزم و احتیاط کے سبب سے
عمدۃ السلطنت خانجہاں کو دارالخلافہ کو رخصت کیا اور حکم دیا کہ ان حدود میں حکم کے لئے
کان لگائے رہو اگر کسی خدمت کی حاجت پڑے اور اُس پر اشارہ کیا جائے۔ نو فرمان کے
حکم کے مطابق کاربند ہو۔ جس زمانہ میں شاہجہاں کے پاس سے عبدالعزیز جہانگیر پاس آیا تھا
تو شاہ کے حکم سے وہ مہابت خاں کی حوالات میں تھا بعد چند روز کے کام و ناکام مہابت خاں
نے اوس کو اپنا ملازم کیا اور برہان پور سے برسم رسالت عادل خاں پاس بھیجا۔ دنیاداران
دکن نے دلی بندگی اور دولت خواہی اختیار کی عنبر حبشی نے اپنے معتمد علی شیر کو مہابت خاں
پاس بھیجا۔ اور نوکروں سے بھی زیادہ عرضداشت میں عجز و فروتنی ظاہر کی اور قرار دیا کہ
دیوگانوں میں آنکر مہابت خاں سے ملاقات کرے اور اپنے بڑے بیٹے کو بندگان درگاہ کی
سلک میں منتظم کرے۔ قاضی عبدالعزیز کا نوشتہ آیا کہ عادل خاں خدمت و دولت خواہی پر
کمربستہ ہوا اور اُس نے یہ مقرر کیا کہ ملا محمد لاری کو کہ وکیل مطلق العنان اور نفس ناطقہ
اس کا ہے اور محاورات و مراسلات میں اوس کو ملا بابا کہتے اور لکھتے ہیں پانچہزار سواروں
کے ساتھ بھیجے گا کہ وہ ہمیشہ خدمت میں بسر کرے اون کو آیا ہوا ہی سمجھو۔ مکرر فرمان صادر
ہوئے کہ شاہزادہ پرویز مع اپنے ہمراہی لشکر کے بنگالہ کو جائے۔ باوجود برسات کے
موسم کے اور شدت باران کے اور گل مالوہ کے برہان پور سے کوچ ہوا اور مہابت خاں
نے شاہزادہ کو روانہ کیا اور خود اور ملا لاری نے شہر میں توقف کیا۔ لشکر خان و جادو رائے
اور اودے رائے اور (جو شاہجہاں سے جدا ہو کر مہابت خاں سے آن ملے تھے) آدمیوں کو
مقرر کیا کہ بالاگھاٹ میں جاکر ظفر نگر میں معسکر بنائیں اور جان نثار خاں کو بدستور سابق
سرکار بیر میں بھیجا اور اسد خاں معموری کو ایلچ پور میں روانہ کیا۔ منوچہر پسر شاہ نواز خاں کو
جالنا پور میں تعین کیا۔ رضوی خاں کو تھال نیر روانہ کیا کہ صوبہ خاندیس کی حفاظت کرے

عنبر و عادل خاں پاس عبدالعزیز کا جانا و عرائض کا آنا

ہر جگہ ایک ملازم کارواں روانہ کیا گیا کہ ملک کا ضبط ونسق کرے۔

ان دنوں میں بنگالہ سے بادشاہ پاس ابراہیم خاں فتح جنگ کی عرض داشت آئی کہ اڈیسہ میں شاہجہاں داخل ہوا۔ احمد خاں برادرزادہ ابراہیم خاں گڈھ کے زمینداروں پر چڑھائی کرنے گیا تھا۔ اس کو اس حادثہ کی پہلے سے کچھ خبر نہ تھی وہ متحیر و متردد ہو کر ناگزیر اس مہم سے ہاتھ اوٹھا کے موضع بلبلی میں کہ اس صوبہ کا حاکم نشین ہے آیا اور اپنی اشیاء لے کر کٹک میں گیا جو بلبلی سے بارہ کوس پر بنگالہ کی طرف ہے اپنے میں مقاومت کی استعداد نہ دیکھی تو وہ کٹک میں بھی نہ ٹھیرا اور یہاں سے بردوان میں گیا۔ اور جعفر بیگ برادرزادہ صالح پر صورت حال ظاہر کی۔ صالح نے حصار بردوان کو استحکام دیا اور صلاح و صواب کا دروازہ اپنے اوپر بند کیا۔ ابراہیم خاں اس خبر وحشت اثر کے سننے سے حیرت زدہ ہوا۔ باوجودیکہ اوس کے ملکی بلادیں متفرق تھے۔ مگر اوسنے اکبرنگر میں پائے ثبات قائم کیا اور حصار کو استحکام دیا۔ اور سپاہ کے فراہم کرنے میں اور لشکر و حشم کے دلاسا دینے میں اور اسباب رزم کے ترتیب دینے میں مشغول ہوا۔ اس وقت شاہجہاں کا فرمان ابراہیم پاس آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ بحسب تقدیر ربانی و سرنوشت آسمانی وہ حال جو اس دولت خداداد کے لایق نہ تھا کتم عدم سے عالم ظہور میں جلوہ گر ہوا۔ روزگار کج رفتار کی گردش سے اور لیل و نہار کے اختلاف سے اس سمت پر اتفاق ہوا۔ اگرچہ نظر ہمت مردانہ میں اس ملک کی فسحت و وسعت ایک جولانگاہ بلکہ پرکاہ سے زیادہ نہیں ہے۔ مدعا اس سے رفیع تر اور مطلب اس سے عالی تر ہے لیکن اس زمین پر گذر ہوا ہے اسے چھوڑنا نہیں چاہئے اگر تیرا عزم بادشاہ کی درگاہ میں جانے کا ہو تو تیرے دامن ناموس خانماں سے تعرض نہیں ہے بفراغ خاطر روانہ درگاہ ہو اور اگر توقف کو صلاح وقت جانے تو اس ملک میں سے جس جگہ کو پسند کرے اوسکو اختیار کرے اور آسودہ و مرفہ الحال زندگی بسر کرے۔ ابراہیم خاں نے معروض کیا کہ بندگان حضرت جہانگیر نے یہ ملک اس غلام کو سپرد کیا ہے۔ یہ امانت سر اور جاں کے ساتھ ہمراہ رہے گی شاہجہاں کا لشکر بردوان پر آیا۔ صالح نے حصار کو استحکام دیا اور جنگ و جدال پر مستعد ہوا

عبداللہ خاں نے اوسکو فرصت نہ دی اور سخت محاصرہ کیا جب کام دشوار ہوا اور کسی جانب سے کمک اور
نجات کی راہ نہ دیکھی تو وہ قلعہ سے نکلکر عبداللہ خاں پاس آیا۔ خان نے اس کو شاہجہان پاس
بھیجدیا اور حصار کو لے لیا۔ جب یہ سر راہ کا سنگ اُٹھ گیا تو لشکر اکبر نگر پر آیا۔ ابراہیم خاں نے چاہا
کہ قلعہ اکبر نگر کو استحکام دے اور شرائط حصن و قلعہ داری کو بجا لائے لیکن اکبر نگر کا حصار بڑا تھا اوسکی
پاس لشکر کی جمعیت اسقدر نہ تھی کہ سب طرف سے جیسی چاہیے ویسی محافظت کرتا رہے۔ اوسکے
بیٹے کے مقبرہ میں ایک حصار محکم مختصر سا تھا اس میں وہ متحصن ہوا اس اثنا میں جو امرا کہ تھانوں میں
متعین تھے اس پاس آ گئے۔ شاہجہان کا لشکر اکبر نگر کے باہر آیا اور اوسنے حصار مقبرہ کا محاصرہ کیا
اندر اور باہر سے آتش قتال نے اشتعال پایا۔ اسوقت احمد بیگ حصار میں آگیا۔ اسکے آنے سے
دلوں کو تقویت ہوئی۔ اکثر آدمیوں کے اہل و عیال دریا سے اس طرف تھے عبداللہ خاں نے
دریا خاں کو دریا سے پار اس طرف روانہ کیا۔ وہاں اوس نے لشکر آراستہ کیا۔ اس خبر وحشت اثر
کو ابراہیم خاں سے سُنکر احمد خاں کو ساتھ لیا اور اس طرف سراسیمہ گیا۔ اور آدمیوں کو قلعہ کی حراست
وحصانت کے لئے چھوڑا جنگی کشتیوں کو جن کو بنگال کی اصطلاح میں نوارہ کہتے ہیں اپنے سے پہلے
اس سمت میں روانہ کیں کہ دشمن کی فوج کو سر راہ روکیں اور دریا سے عبور نہ ہونے دیں۔ مگر اس
نوارہ کے پہنچنے سے پہلے دریا خاں دریا سے پار اوتر گیا تھا۔ ابراہیم خاں نے اس خبر کو سن کر
احمد بیگ خاں کو دریا کے پار دریا کے سرے پر بھیجا۔ جب وہ دریا پر پہنچا تو دریا کے کنارہ پر فریقین
میں لڑائی ہوئی اور احمد بیگ کے ہمراہی بہت قتل ہوئے۔ وہ وہاں سے بھاگ کر ابراہیم خاں
سے آن ملا اوس نے غنیم کے غلبہ و تسلط سے آگاہ کیا۔ ابراہیم خاں نے اسی گھڑی چار دیوار
مقبرہ سے کار طلب آدمی طلب کئے اور وہ اُس سے فوراً آنکر ملے۔ دریا خاں کو جب اس امر کی اطلاع
ہوئی تو وہ چند کوس پیچھے ہٹا۔ نوارہ ابراہیم خاں کے اختیار میں تھا اس لئے دریائے گنگ
سے شاہجہاں کا لشکر عبور نہیں کر سکتا تھا۔ اس اثنا میں راجہ بلیہ نے آنکر ظاہر کیا کہ اگر فوج مجھے
عنایت ہو تو ادہر جا کر اپنے تعلقہ میں کشتیاں بہم پہنچا کر لشکر کو پار اُتروادوں شاہجہان نے
عبداللہ خاں کو پندرہ سو سوار دیگر راجہ کے ہمراہ کیا وہ راجہ کی رہنمونی سے ہوا کی طرح گذرا

اور ایک زمین میں جس کے ایک طرف دریا تھا۔ اور دوسری جانب کے متصل جنگل کا انبوہ تھا عرصہ کارزار آراستہ ہوا۔ ابراہیم خاں دریا سے پار جا کر عرصہ نبرد پر متوجہ ہوا خود ایک ہزار سوار کے ساتھ قول بنا اور نور اللہ سیدزادہ جو اس صوبہ کے منصب داران تجویزی میں تھا آٹھ سو یا ہزار سواروں کے ساتھ ہراول قرار پایا اور احمد بیگ خاں کو سات سو یا ہزار سواروں کے ساتھ طرح بنایا اور خود ایک ہزار سواروں کے ساتھ قول بنا۔ فریقین میں جنگ عظیم ہوئی۔ نور اللہ میں تاب مقاومت نہ رہی تو اپنی جگہ کو چھوڑ کر احمد خاں سے ملا۔ وہ مردانہ زخمی ہوا۔ ابراہیم خاں یہ حال دیکھ کر بیتاب دوڑا۔ اس دوڑنے میں فوج کا انتظام بگڑ گیا۔ اکثر اوس کے رفیق کام سے ہاتھ اٹھا کر بھاگ گئے۔ ابراہیم خاں نے چند آدمیوں کے ساتھ پائے غیرت وہمت کو برپا رکھا ہر چند اوس کے جلودار آدمیوں نے چاہا کہ اوس کو لیکر اس مہلکہ سے نکالیں مگر وہ راضی نہ ہوا۔ اُسنے کہا کہ میرا وقت اس کار کے لیے مقتضی نہیں ہے۔ اس سے زیادہ کیا دولت ہوگی کہ میں اپنے بادشاہ کی خدمت میں جان نثاری کروں۔ ابھی یہ بات تمام نہ ہوئی تھی کہ دشمنوں نے گھیر کر جان ستاں زخموں سے اس کا کام تمام کیا۔ سر اس کا کاٹ کر شاہجہاں پاس بھیجا۔ حصار مقبرہ میں جو جماعت متحصن تھی جب اوس کو ابراہیم خاں کی شہادت کی خبر ہوئی تو اُن کے دل ہار گئے۔ اوسی وقت رومی خاں نے ایک نقب سے چالیس گز دیوار اوڑا ائی۔ شاہجہاں کے کارطلب آدمی حصار میں دوڑے گئے اور اس دوڑ میں عابد خاں دیوان اور شریف خاں بخشی اور بندہ ہائے روشناس تیر وتفنگ سے جان نثار ہوئے اور حصار مفتوح ہوا جو آدمی قلعہ میں تھے وہ ننگے سر و پاؤں باہر آئے کچھ دریا میں گر کر مر گئے کچھ کشتی میں ہجوم کر کے بیٹھ کر ڈوبے اور ایک گروہ اپنے اہل وعیال کے سلسلہ میں گرفتار تھا اوس نے آن کر ملازمت کی میرک جلائر جو اس صوبہ میں سب سے بڑا تھا وہ گرفتار ہوا۔ ابراہیم خاں کے فرزند اور اموال و اسباب ڈہاکہ میں تھے دریا کی راہ سے شاہجہاں کا لشکر وہاں گیا۔ احمد بیگ خاں برادرزادہ ابراہیم خاں لشکر سے پہلے ڈہاکہ میں پہنچ گیا تھا۔ اوس کو سوا بندگی اور فرماں پذیری کے کوئی چارہ نہ تھا اوس نے مقربان درگاہ کے وسیلہ ملازمت کی۔ حکم سے وکلا سرکار نے

ابراہیم خاں کا مال ضبط کیا۔ چالیس لاکھ روپیہ کے قریب نقد سوا اور اجناس اور اقمشہ و فیل وغیرہ کے ضبط ہوا۔ میر جلالرسے پانچ لاکھ روپیہ وصول کیا۔ اور اس ملک میں پانسو ہاتھی اور چار سو اسپ گوٹ ہاتھ آئے۔ نواڑہ اور توپخانہ اس قدر کہ بادشاہان ذی شوکت کے درخور ہو ہاتھ لگے۔ عبداللہ خاں کو تین لاکھ روپیہ راجہ بھیم کو دو لاکھ روپیہ اور داراب خاں کو ایک لاکھ روپیہ اور دریا خاں و وزیر خاں و شجاعت خاں و محمد تقی و بیرم بیگ میں سے ہر ایک کو پچاس پچاس ہزار روپیہ عنایت ہوا۔

اب تک داراب خاں پسر خانخاناں مقید تھا اب اوس کو قید سے نکال کر اور قسم دیکر بنگالہ کی حکومت اوس کو سپرد کی۔ اور اوس کی بیوی اور ایک لڑکی اور ایک پسر شاہنواز خاں کو ہمراہ لیا راجہ بھیم پسر رانا نے اس ہرج مرج میں شاہجہاں کی خدمت سے جدائی نہیں اختیار کی تھی اوسکے ساتھ ایک فوج برسم منقلا اپنے سے پہلے پٹنہ کی طرف روانہ کی اور خود مع عبداللہ خاں کے پیچھے روانہ ہوا۔ شاہزادہ پرویز کی جاگیر میں پٹنہ تھا۔ اوس نے مخلص خاں اپنے دیوان کو یہاں کی حکومت و حراست حوالہ کی تھی اور الہ یار خاں پسر افتخار خاں اور شیر خاں کو یہاں فوجدار مقرر کیا تھا۔ راجہ بھیم کے آنے سے پہلے ان سب نے ہمت ہاری اور حصار پٹنہ کے استحکام کی توفیق نہ ہوئی۔ الہ آباس کی طرف بھاگے۔ یہ ملک مفت ہاتھ سے گنوایا۔ اور اپنی جان کو بچایا۔ راجہ بھیم بے مجادلت و منازعت شہر پٹنہ میں آیا اور صوبہ بہار پر متصرف ہوا چند روز کے بعد شاہجہاں نے اس مرز بوم کے سارے متوطنوں پر سایہ عاطفت ڈالا اور اس صوبہ کے جاگیردار اوس کی ملازمت میں دوڑے آئے اور پانچ چھ ہزار سوار نوکر ہو گئے۔ سید مبارک جو قلعہ رہتاس کی حکومت رکھتا تھا قلعہ حوالہ کیا۔ اور اجھنیہ کے زمین دار نے قدمبوسی کی شاہجہاں نے اپنے سفر کرنے سے پہلے عبداللہ خاں کو ایک فوج کے ساتھ الہ باس روانہ کیا اور دریا خاں افغان کو ایک جماعت کے ساتھ مانک پور و اودہ کی طرف تعین کیا۔ چند روز بعد بیرم بیگ کو صوبہ بہار کی حکومت و حراست تفویض کی اور خود جونپور کی طرف روانہ ہوا۔ جہانگیر قلی نے جو جونپور کی حکومت رکھتا تھا وہ الہ باس میں رستم خاں پاس چلا گیا۔ عبداللہ خاں

گرم دگیر اقصبہ جھونسی میں آیا جو دریا گنگ کے اوس طرف الہ باس کے مقابل میں ہے لشکرگاہ آراستہ کیا شاہجہاں جونپور میں آیا۔ عبداللہ خاں بنگالہ سے نوار عظیم لایا تھا۔ توپ و تفنگ کی ضرب سے وہ دریا پار ہوا اور الہ باس کو لشکرگاہ بنایا۔ رزار ستم قلعہ میں متحصن ہوا۔ جنگ و جدل کے رایات کو بلند کیا۔ اندر اور باہر سے تیر و تفنگ کے سفیر پیام مرگ اور شور اجل کو دلیروں کے کان میں پہنچاتا تھا فتنہ و آشوب عظیم اس سرزمین میں برپا ہوا۔

سوانح دکن کا مجمل حال لکھا جاتا ہے۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ عنبر حبشی نے علی شیر اپنے وکیل کو مہابت خاں پاس بھیجا تھا اور اس امید میں نہایت عجز و فروتنی ظاہر کی تھی۔ کہ صوبہ دکن کی مہمات کا اہتمام اس کے سپرد کیا جائے۔ اس کی عادل خاں سے دشمنی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ بادشاہی آدمیوں کی اعانت سے اپنا تسلط اور ترفع عادل خاں پر ظاہر کرے۔ ایسے ہی عادل خاں اوس کی رفع شر کے واسطے چاہتا تھا کہ صوبہ دکن اس کے قبضہ اقتدار میں حوالہ کیا جائے آخر کو عادل خاں کا افسوں کارگر ہوا۔ مہابت خاں عنبر کی جانب کو ترک کر کے عادل خاں کی کارروائی میں مشغول ہوا۔ عنبر برسر راہ تھا اس لئے ملا محمد لاری وکیل عادل خاں اوس کی جانب سے خاطر نگراں رکھتا تھا۔ مہابت خاں نے ایک بادشاہی فوج بالاگھاٹ میں تعین کی کہ وہ ملا محمد کے ہمراہ ہو کر برہانپور میں اُسے پہنچا دے۔ عنبر اس خبر کو سنکر متردد ہوا وہ نظام الملک کو قصبہ کھڑکی سے قندہار میں لے گیا۔ جو ولایت گلکنڈہ کی سرحد پر واقع ہے اور فرزندوں کو مع احمال و اثقال کے قلعہ دولت آباد میں چھوڑا۔ اور کھڑکی کو خالی کیا۔ اور مشہور یہ کیا کہ میں قطب الملک کی سرحد پر اسلئے جاتا ہوں کہ اپنا زر مقررہ اس سے بازیافت کروں۔ جب ملا محمد لاری برہانپور میں مہابت خاں سے ملا تو وہ اوس کو شاہزادہ پرویز پاس لے گیا۔ اور سربلند رائے کو شہر برہانپور کی حکومت و حراست سپرد کی جادو رائے و اودے رام کو اسکی کمک کے لئے مقرر کیا۔ اور پسر اور بیٹی اور برادر دو میں کو احتیاطاً ساتھ لیا۔ جب شاہزادہ سے ملا محمد ملا تو یہ قرار پایا کہ وہ پانچہزار سوار کے ساتھ برہانپور میں رہے اور سربلند رائے کے ساتھ احکام چلائے اور انتظام مہام کرے اور عین الدولہ اسکا بیٹا ہزار سوار کے ساتھ شاہزادہ کی خدمت میں رہے۔

خان زاد خاں کا پلنگ توش اوزبک سے جنگ

۱۹- خرداد کو جہانگیر خطہ کشمیر میں آیا۔ یہاں آنکر اوس نے سُنا کہ پلنگ توش اوزبک سپہ سالار
نذر محمد خاں نے ارادہ کیا ہے کہ حوالی کابل اور غزنین پر تاخت کرے۔ خان زاد خاں پسر
مہابت خاں نے مع اپنے کمکی امرا کے شہر سے باہر آکر اوس کی مدافعہ و مقابلہ میں ہمت
کی ہے اس واسطے بادشاہ نے غازی بیگ اپنے خدمتگار کو ڈاک چوکی میں روانہ کیا کہ
حقیقت حال پر اطلاع حاصل کرکے خبر مشخص لائے۔ غازی بیگ کی عرض داشت سے
معلوم ہوا کہ الوس ہزارجات نے جن کا یورت حدود غزنین میں واقع ہے اور قدیم سے
حاکم غزنین کے مال گزار تھے اون کے ضبط و انتظام کے لئے پلنگ توش نے مضافات
غزنین موضع صوار میں ایک قلعہ بنایا ہے اور اپنے ہمشیرہ زادہ کو ایک فوج کے ساتھ وہاں
متعین کیا ہے۔ اس سبب سے الوس ہزارہ نے خانزاد خاں پاس آنکر استغاثہ کیا کہ ہم قدیم سے
حاکم کابل کی رعیت و مالگذار رہے ہیں پلنگ توش چاہتا ہے کہ ہم کو تعدی سے فرمانبردار
بنائے اگر اوس کے شر کو ہم سے دور کرو تو بدستور سابق ہم رعیت اور فرماں پذیر ہیں ورنہ
ناگزیر پلنگ توش سے ملتجی ہو کر اپنے تئیں اوزبکوں کی بیداد اور ظلم کے آسیب سے بچائیں گے
خانزاد خاں نے ایک فوج ہزارہ کی کمک کے لئے بھیجی خواہرزادہ پلنگ توش نے انکا مقابلہ
کیا اور زد و خورد کے درمیان وہ ازبکوں کی ایک جماعت کے ساتھ قتل ہوا۔ اور سپاہ منصور نے
اوس کے قلعہ کو خاک کی برابر کیا اور ظفر و فیروزی کے ساتھ معاودت کی پلنگ توش اس خبر کے
سُننے سے اپنے کردار سے خجل ہوا نذر محمد خاں برادر امام قلی خاں دارائے توران سے
التماس کی کہ کابل کی سرحد پر تاخت کرکے اپنے انفعال کو میں دور کرنا چاہتا ہوں۔ ابتدا
میں نذر محمد خاں و اتالیق و عمدہائے لشکر نے اس جرأت و بے باکی کی تجویز نہیں کی لیکن
جب پلنگ توش نے بہت مبالغہ کیا تو اوس کو اجازت ملی وہ دس ہزار سوار اوزبک اور المانچی
لیکر ان حدود میں آیا۔ خانزاد خاں نے اس خبر کو سُنکر تھانجات سے آدمیوں کو طلب کیا اور
اسباب قتال و جدال کی ترتیب میں مشغول ہوا۔ عمدہ سپاہ کا لشکرگاہ موضع شیر گڈہ میں
آراستہ ہوا جو غزنین سے دس کوس پر ہے۔ سپاہ اوزبک نے غزنین سے تین کوس پر لشکرگاہ

تیار کیا۔ شیر گڈھ سے تین کوس لشکر شاہی چلا تھا کہ اوس کا مقابلہ اوزبکوں کی سپاہ سے ہوا۔ جنگ میں امتداد و اشتداد ہوا۔ آخر کو شاہی لشکر نے پلنگ توش کو قلعہ حماد تک کہ میدان جنگ سے چھ کوس تھا بھگایا۔ تین سو اوزبک مارے گئے۔ اور ہزار گھوڑے اور بہت سے اسلحہ کہ مخالفوں نے گرانی کے سبب سے راہ میں پھینک دئے تھے لشکر بادشاہ کے ہاتھ آئے۔ اور فتح عظیم کہ اور فتوحات کی عنوان تھی حاصل ہوئی۔ پلنگ توش کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ پلنگ کے معنی برہنہ کے ہیں اور توش کے معنی سینہ کے ہیں کہ لڑائی میں سینہ کو کھول کر گیا تھا اس لئے یہ نام اس کا مشہور ہوگیا۔ اکثر اوقات وہ قندہار اور غزنیں کے درمیان رہتا تھا اور مکرر خراسان میں جاکر اوس نے سپاہیانہ دستبردیں کیں تھیں۔ شاہ عباس اسی مواخذہ میں اوس کو گرفتار کرنا چاہتا تھا جب ملک عنبر قطب الملک کی سرحد پر آیا تو اوس نے مبلغ تقرری کو باز یافت کیا کہ ہر سال خرچ سپاہ کے لئے اُس سے لیتا تھا اور دو سال سے اُس نے نہیں دیا تھا۔ اور عہد و سوگند سے اس طرف سے خاطر جمع کرکے ولایت بیدر میں آیا اور اس ملک کی حراست کے لئے جو عادل خاں کے آدمی مقرر تھے اون کو زبون اور بے استعداد دیکھ کر اون پر تاخت کی اور شہر بیدر کو تاراج کیا اور یہاں سے جمعیت و استعداد کے ساتھ عادل خاں کے سر پر چڑہا۔ عادل خاں نے اپنے مردمان کاردیدہ و سرداران پسندیدہ ملا محمد لاری کے ساتھ برہان پور بھیجے تھے۔ اس پاس ایسی جمعیت حاضر نہ تھی کہ وہ ملک عنبر کی دفع شرارت کے لئے کفایت کرتی اسلئے صلاح وقت و پاس عزت و محارست دولت اس میں دیکھی کہ وہ قلعہ بیجاپور میں متحصن ہوا اور برج و بارہ کے استحکام اور قلعہ داری کے لوازم میں مشغول ہوا۔ آدمی بھیجکر محمد لاری کو طلب کیا اور برہان پور میں جو لشکر اوس کے ہمراہ تھا اوسکو حکم دیا کہ وہ اوس کے ساتھ جلد آئے اور صوبہ مذکور کے متصدیوں کو تاکید و مبالغہ کے ساتھ لکھا کہ میرے اخلاص و دولت خواہی شاہی کی حقیقت ظاہر ہے اور میں اپنے تئیں درگاہ شاہی کے منسوبوں میں سے جانتا ہوں اوسوقت میرے ساتھ عنبر ناحق شناس گستاخانہ پیش آیا ہے مجھے امید ہے کہ کل دولت خواہ سپاہ کے ساتھ جو اس صوبہ میں ہیں میری کمک پر متوجہ ہونگے۔ اور اس فضول غلام کو دور کرکے اوس کے کردار ناہنجار کی سزا دینگے۔ جب شاہزادہ پرویز اور

مہابت خان الہ پاس گئے ہیں تو سربلند رائے کو برہان پور میں حکومت و حراست کے لئے مقرر کر گئے تھے کہ مہمات کلی وجزوی محمد لاری کی صوابدید سے کرے اور دکن کے انتظام مہام میں اس کی صلاح سے انحراف نہ کرے۔ جب محمد لاری بہت بجد ہوا تو اس نے تین لاکھ ہون کہ قریب بارہ لاکھ روپیہ کے ہوتے ہیں لشکر کے مدد خرچ کے ضیعہ میں متصدیوں کو دئے۔ عادل خاں کے نوشتے درباب کمک مہابت خاں پاس پہنچے اُس نے بھی متصدیاں دکن کو لکھا کہ بے تامل و توقف ملا محمد لاری کے ہمراہ عادل خاں کی کمک کے لئے وہ جائیں ناگزیر سربلند رائے نے کچھہ آدمیوں کے ساتھہ برہان پور میں توقف کیا اور لشکر خان و میرزا منوچہر و خنجر خان حاکم احمد نگر اور جان سپار خاں حاکم بیرا اور امرا اور منصبدار کہ صوبہ دکن میں متعین تھے ملا محمد لاری کے ساتھہ عادل خان کی کمک کے لئے اور عنبر کے استیصال کے لئے چلے۔ جب عنبر کو یہ بات معلوم ہوئی تو اُس نے بھی بندگان درگاہ کو نوشتے بھیجے کہ میں غلامان درگاہ میں سے ہوں اور سگان درگاہ سے نسبت رکھتا ہوں کوئی بے ادبی بھی مجھہ سے ظہور میں نہیں آئی۔ میں نے کونسی تقصیر و گناہ کیا ہے کہ میری خرابی اور استیصال کے درپے ہوئے اور عادل خان کی تکلیف سے اور ملا محمد کی تحریک سے میرے سر پر چڑھے چلے آتے ہو۔ میرا اور عادل خاں کا اُس ملک پر جھگڑا ہے جو کہ زمانہ سابق میں نظام الملک سے متعلق تھا۔ اب وہ اس پر متصرف ہی اگر وہ بندوں میں سے ہے تو میں بھی غلاموں میں سے ہوں۔ اب مجھے اور اُسے چھوڑ دو وہ مجھہ سے اور میں اُس سے سمجھہ لونگا مشیت حق جو ہو گا وہ ظہور میں آئے گا۔ ان لوگوں نے اس پر التفات نہ کیا۔ کوچ بہ کوچ کرتے ہوئے چلے گئے۔ عنبر جتنی الحاج وزاری کرتا اس کو اوتناہی وہ زبون جانتے اور اُس پر شدت ظاہر کرتے جب فوجیں بیجاپور کے نزدیک آئیں تو عنبر حوالی بیجاپور سے فرار ہوا اور تلافی اور منصوبہ بازی کی فکر میں مشغول ہوا۔ لشکر بادشاہی اور ملا محمد غالب ہو کر عنبر کے پیچھے پڑے امان اور فرصت نہ دیتے جس طرف عنبر جاتا وہ اس طرف اس پر تاخت کرتے وہ عجز سے پیش آکر متواتر عریضے تقصیر کردہ

ونا کردہ کے عفو کے لئے بھیجا جو الی احمد نگر کے میدان مین وہ پہنچا۔ یہاں اُس کو جنگ کے لئے میدان قابو ملا اُس نے صف کارزار آراستہ کی طرفین سے رزم طلب فوجین آراستہ کرکے جنگی فیلان مست اور توپخانوں کو مقابل لائے اور عادل خاں اور عنبر کے آدمیوں میں جنگ ہوئی اور فوج عادلشاہی نے بلائے سیاہ کی طرح لشکر ملا محمد پر یورش کی اور حملے ایک دوسرے پر ہوئے اس ضمن میں ملا محمد پر قضا کا گولہ لگا۔ وہ گھوڑے سے گیا گرا کہ لشکر نے ہزیمت پائی اور فوج بادشاہی کے سرداران بیجاپور کے عنان برعنان راہ فرار اختیار کی اس حال میں فوج تازہ عنبر کی مدد کو اس قصد سے آئی کہ فوج ہزیمت خوردہ کا تعاقب کرے وہ اس انبوہ مغلوب سے دوچار ہوئی ایک طرف سے فوج عنبر نے تاخت کی سوار پیادے بے شمار زیر تیغ کئے اور سوا اس کے بادشاہی اور عادل خاں کے پانچ امیر اور عمدہ نوکر اسیر ہوئے اور خنجر خاں حاکم احمد نگر زخمی ہو کر جان سلامت لے گیا اور قلعہ میں پہونچ گیا۔ امرا مقید میں سے فولاد خان جو بیجاپور کے عمدہ نوکروں میں سے تھا اور عنبر کے ساتھ عداوت وہم چشمی رکھتا تھا وہ قتل ہوا باقی امراء کے طوق وزنجیر پڑے اور قلعہ دولت آباد کے اوپر بھیجے گئے۔ ایک روایت یہ ہے کہ ملک عنبر نے امرائے اسیر کو بستہ اپنے سامنے بلایا۔ امراء بادشاہی کو جدا کرکے مخاطب و معاتب ہوا کہ بغیر اس کے کہ تم میں سے کسی نے تردد کیا ہو یا کوئی تم میں سے زخمی یا کشتہ ہوا ہو محض ملا محمد کے مارے جانے سے تم نے راہ فرار اختیار کی۔ یہ کیا نام و ننگ کا پاس اور حق نمک آقا تھا کہ ظہور میں آیا پھر حکم دیا کہ ہر ایک کو سو کوڑے مارے جائیں ان میں سے جنکو کوڑے مارنے کا حکم ہوا تھا ایک لطیفہ گو شاعر بھی تھا پانصدی منصب رکھتا تھا جب اس پر کوڑے لگانے کی نوبت آئی تو اُس نے فریاد کی اور کہا کہ میں سنتا تھا کہ ملک عنبر عدالت پیشہ اور منصف ہے لیکن یہ غلط تھا یہ کہاں شرط عدالت ہے کہ جو جماعت دولت دو ہزاری و سہ ہزاری منصب رکھتی ہو اس کا جرمانہ بھی سو کوڑہ ہو اور میں پانصدی ہوں مجھ پر بھی وہی جرمانہ ہو عنبر کو یہ بات خوش آئی اور کوڑہ مارنا موقوف ہوا ملک عنبر نے عادل خان کے ملک کو تاخت تاراج کرکے قلعہ غولاپور کو کہ ابتدا سے نزاع ملکی کا سبب رہا تھا تاراج کرکے اُس کے لشکروں کو زیر تیغ کیا اور اس طرف بندوبست

سے خاطر جمعی کر کے ملک بادشاہی کی تاخت پر مصروف ہوا ملکہ پور اور نواح برہان پور تک آبادی کے آثار نہ چھوڑے جب یہ خبر جہانگیر کو پہنچی تو اُس کو نہایت رنج ہوا اور کشمیر کے لالہ زار کی سیر کر کے وہ لاہور کی طرف روانہ ہوا۔

جب شاہزادہ پرویز بنگالہ روانہ ہوا تو خانخانان کی فتنہ سازی اور نیرنگ پردازی سے اندیشہ رہتا تھا اور اس کا بیٹا داراب خاں شاہجہان کی خدمت میں تھا اس لئے اس سے خاطر جمع نہ تھی اور اُس کی بٹی بیوہ جانا بیگم جو شاہزادہ دانیال کی بیوی تھی صاحب رائے وباتدبیر مشہور تھی پرویز نے حکم دیا کہ خانخانان مع اپنے تابعین اور لواحقین وذی اقتدار کے دولت خانہ کے نزدیک ایک خاص خیمہ میں نظر بند رکھا جائے۔ ان کے درمیان میاں فہیم غلام تھا جو خانخانان صاحب مدار اور شجاعت اور رائے صائب واختیار وکار وبار میں خاص وعام میں زبان زد تھا اُس کی غیرت نے قید کی خفت کو گوارا نہ کیا اور جنگ میں کمربستہ ہو کر مع پسر وہمراہیوں کے کشتہ ہوا۔

اب شاہزادوں کی لڑائی کی داستان یہ ہے کہ جب سلطان پرویز اور مہابت خاں الہ آباد کے قریب پہنچے تو عبداللہ خاں نے الہ آباد کے محاصرہ سے ہاتھ اُٹھایا اور جھونسی میں مراجعت کی۔ دریا خان نے دریا کے کنارہ کو فوج سے استحکام دیا اور کشتیوں کو اپنی جانب کھینچ لیا تھا اس لئے بادشاہی لشکر کے عبور میں توقف ہوا اور شاہزادہ پرویز اور مہابت خاں نے گنگا کے کنارہ پر معسکر آراستہ کیا۔ دریا خاں نے گذروں (گھاٹوں) کا ضبط کیا۔ زمینداران میں نے کہ اس حد ود میں اعتبار رکھتے تھے تیس کشتیاں اطراف سے جمع کیں اور اوپر کی طرف چند کوس لیگئے اور وہاں ایک گھاٹ پر لشکر شاہی کی رہبری کی۔ اس عرصہ میں دریا خاں آگاہی پاکر مدافعہ ومقابلہ میں مشغول ہوا۔ لشکر بادشاہی دریا سے گذر گیا۔ ناچار دریا خاں نے توقف میں صلاح نہ دیکھی وہ جون پور کی طرف چلا گیا۔ عبداللہ خاں وراجہ بھیم بی شاہجہان کے پاس جون پور کی طرف گئے اور شاہجہان سے بنارس جانے کی درخواست کی۔ شاہجہان نے پردگیان حرم کو قلعہ رہتاس میں بھیجا اور خود بنارس کی طرف حرکت کی اور دریائے گنگ عبور کر کے ٹیونس ندی پر اقامت

کی۔ پرویز و مہابت خاں گنگ نے پار ہو کر ٹونس کے کنارہ پر مقیم ہونا چاہتے تھے کہ بیرنگ مخاطب
بہ خانہ دوران خاں شاہجہان کے حکم سے گنگا پار آیا اور آقا زماں سے لڑا اور شکست پائی اور قتل ہوا
اس کا سر شاہزادہ پرویز پاس آیا اور ایک نیزہ پر لگایا گیا۔ رستم خاں نے جو پہلے شاہجہان کا نوکر
تھا اور بھاگ کر شاہزادہ پرویز سے ملا تھا اس نے کہا کہ خوب ہوا کہ حرامخور قتل ہوا جہانگیر قلی پسر اعظم خاں
جاہر تھا اس نے کہا کہ اس کو حرامخور اور باغی نہیں کہنا چاہیئے اس سے زیادہ نمک حلال کوئی اور
آدمی نہیں ہو سکتا کہ اپنے صاحب کی راہ میں جان دے اور اس سے زیادہ کیا کوئی کر سکتا ہے۔
اب بھی اس کا سر تمام سروں سے بلند تر ہے۔ اس واقعہ کے بعد شاہجہان نے اپنی سپاہ کے سرداروں
سے مشورہ کیا۔ اکثر دولت خواہوں اور خصوصاً راجہ بھیم نے صلاح جنگ صف میں دیکھی۔ مگر عبداللہ خاں
اصلاً اس بات پر راضی نہ ہوا اور عرض کیا کہ بادشاہی لشکر کمیت میں ہمارے لشکر پر افزونی رکھتا ہے
لشکر شاہی قریب چالیس ہزار کے ہے اور ہمارے لشکر میں قدیمی و جدید سپاہی سات (دس) ہزار سوار
بھی نہیں ہیں مناسب حال یہ ہے اور صلاح اس میں ہے لشکر جہانگیری کو اس سرزمین میں چھوڑ کر
ہم اودہ اور لکھنؤ کی راہ سے نواحی دہلی میں چلیں اور جب یہ گروہ انبوہ اس طرف دوڑ کر ہمارے نزدیک
آئے تو ہم دکن کی طرف متوجہ ہوں ناگزیر لشکر بادشاہی بسیاری اور گرانی حرکت سے اسباب حشمت
سے عاجز ہو کر آشتی کرے اور اگر صلح کی صورت نہ ہوگی تو اس وقت بمقتضائے وقت عمل ہوگا۔ راجہ بھیم
نے جنگ پر اصرار کیا اور کہا کہ بغیر اس کے میرا ہمراہ ہونا متصور نہیں ہے۔ بادشاہ نے کچھ اپنی عزت
اور جلادت کے سبب سے اور کچھ راجہ کی خاطر سے باوجود عدم استعداد اور زبونی لشکر جنگ صف
پر قرار دیا۔ طرفین کے لشکر آراستہ عرصہ کارزار میں مبارزت کرنے لگے اور ارابہ توپخانہ حصار...
گرما گرم آیا۔ افواج شاہی کی یہ کثرت تھی کہ قوس کی طرح شاہجہانی لشکر کو تین طرف سے گھیر لیا اور
تیر و تفنگ کا مینہ اس پر برسایا۔ توپخانہ چھین لیا۔ راجہ بھیم نے مخالفوں کی کثرت پر ذرا خیال نہ کیا۔
راجپوتوں کے گروہ کے ساتھ توسن ہمت کو کدایا اور فوج شاہی تک پہنچا۔ شمشیر ابدار سے کارزار
کی اور جتنا جوت فیل کو جو اس کے سامنے آیا تیر و تفنگ کے زخم سے گرا دیا اور اس شیر بیشہ جرأت

وجلادت نے جاں نثار راجپوتوں کو ساتھ لے کر کارنامہ مردمی اور شجاعت ظاہر کیا۔ یہ اوپر کا بیان توزک جہانگیری اور اقبال نامہ سے نقل ہوا ہے مگر خافی خاں اس جنگ کا حال اس طرح لکھتا ہے کہ جب پرویز سرحد بنگالہ میں پہنچا ہے۔ پرویز کے حکموں سے مہابت خاں نے زمینداروں اور حکام شاہی پاس نوشتہ جات بھیجے جو وعدہ وعید و تہدید آمیز اور ترک اطاعت و رفاقت شاہجہان پر مشتمل تھے اور مہابت خان ایسی تمہیدات اور تدبیرات کو کام میں لایا جس سے کہ شاہجہان کا نسق بندوبست برہم ہوا۔ زمیندار جو صاحب نواڑہ اور جنگی کشتیوں کے مالک تھے اور ان میں سے بعض مجبور ہو کر شاہزادہ کے متصدیوں کے قبضہ اقتدار میں آئے تھے اور اُن کی ایک جماعت برضا و رغبت شاہجہان کی اطاعت کو سرمایہ سعادت سمجھتے تھے ان میں سے زیادہ تر مہابت خاں اور احکام بادشاہی کی تمہیدات اور تہدیدات سے بھاگ گئے اور ملاح کشتیوں پر سے دریا میں کود کر فرار ہوئے اس ملک میں باشندوں اور لشکر کی زیست کا اور رسد و غلہ و تمام ماکولات و ملبوسات و تردد جنگ کے بہم پہنچنے کا مدار نواڑہ اور کشتی پر ہے سو تمام عملہ کشتی سلطان پرویز سے جا ملا تو شاہجہان کا لشکر اس قدر تنگ ہوا کہ بغیر اس کے کہ پائے جنگ کارزار درمیان آئے جوق جوق سپاہ اور کاسبان بازار آٹھ کر چلے گئے۔ شاہجہان نے جو تیس چالیس ہزار سپاہ جمع کی تھی اس میں سے دس ہزار سوار باقی رہے جن میں سے زیادہ تر فرار کے فکر میں تھے اتفاق سے لشکر کا نزول ایسے جنگل میں ہوا کہ خار دار اشجار سے پُر تھا شاہجہان نے ناچار ہو کر فرمایا کہ لشکر کے گرد چار دیواری بنائی جائے غلہ کے پہنچنے کی راہ بالکل مسدود ہوئی۔ سلطان پرویز کی سپاہ سامنے آئی۔ اس نے اطراف کا محاصرہ کیا۔ چند روز کے محاصرہ میں روز بروز لشکر کا حال تباہ ہوتا جاتا تھا اور باقی سپاہ کارزار میں دل نہیں لگاتی تھی بلکہ عمدہ سردار بھی جنگ پر راضی نہ تھے اور صلح و مدارا چاہتے تھے۔ راجہ بھیم و شیر خاں تھوڑی کر کے شاہزادہ پرویز کی فوج کے مقابل آئے اور توپخانہ آتشبار کے گرد پروانہ وار پھرے اور جنگ مردانہ اور تردد رستمانہ کیا جو شرح و بیان میں نہیں آسکتا خصوص راجہ بھیم خود شمشیر زنان مع جاں نثار ہمراہیوں کے صف فوج

کو پہاڑ کر سلطان پرویز کے قول پر جا پہنچا جو سامنے آیا اس کو شمشیر و سنان سے نیچے گرایا سلطان پرویز کے جانے میں کتنے امیروں اور نامی مبارزوں کو خانہ زین سے زمین پر سرنگوں کیا قریب تھا کہ بادشاہ کی چالیس ہزار سپاہ برہم ہو جائے مہابت خاں نے حکم دیا کہ فیل مست کو اُس کے مقابل لائیں راجہ بھیم اور شیر خاں نے اور راجپوتوں کی ایک جماعت نے اس بلا سے سپاہ پر حملہ کر کے شمشیر و برچھی سے اُس کی خرطوم کو زخمی کر کے مار ڈالا ہر دفعہ کہ راجہ قلب گاہ لشکر پر حملہ ہتمانہ کرتا تھا بے اختیار دونوں لشکروں سے صدائے آفرین بلند ہوتی تھی۔ آخر کو مہابت خاں خود مع چند نامدار بہادروں کے راجہ کے مقابلہ میں آیا۔ باوجودیکہ راجہ کے زخم کاری لگے تھے اس پر بھی وہ مہابت خاں کا ہم نبرد ہوا۔ تردد بہادرانہ کر کے وہ گھوڑے سے گرا۔ اُس کے سر کاٹنے کے قصد سے جو مخالف اُس کے نزدیک آیا جو ہر غیرت کی مدد سے وہ اُٹھتا تھا اور اپنے حریف کا کام تمام کرتا تھا۔ دم واپسیں تک شمشیر ہاتھ سے نہیں چھوڑی۔ شیر خاں نے بھی ایک راجپوتوں کی جماعت کے ساتھ شرط فدویت و جانبازی کی تقدیم کی۔ پھر بازار کارزار ایسا گرم ہوا کہ دو تین تیر شاہجہاں کے جامہ میں اور تین چار تیر اسپ سواری خاصہ میں لگے۔ کل بارہ ہزار سواروں میں سے عبد اللہ خاں کے ہمراہی پانچسو سوار اور بعض اور ہواخواہ جان نثار باقی رہے۔ شاہجہاں نے مکرر یہ چاہا کہ کلمہ شہادت و استغفار زبان پر لا کر دشمن کے لشکر کے قلب پر حملہ کریں مگر عبد اللہ خاں مانع ہوا شاہجہاں نے جب یہ قصد مکرر کیا تو نوبت یہ آئی کہ عبد اللہ خاں بعض ہواخواہوں کے اتفاق سے گھوڑے کو پکڑ کر گشتا خانہ از روے درشتی فدویانہ سدراہ ہوا اور کہا کہ حضرت کے جد آبائے مثل فردوس مکانی بابر بادشاہ پاس کئی دفعہ دس بیس سوار رہ گئے وہ معرکہ کارزار سے نکل آیا اور خود کنا۔ ہ کشتی کی اور پھر کامیاب ہوا۔ اگر حیات باقی ہے سلطنت آپ کی خانہ زاد و ہمرکاب ہے۔ شاہجہاں کو چند نفر کے ساتھ جریدہ اس تہلکہ سے نکال لایا۔ تمام خزانہ و فیل و کارخانے توپ خانے تاراج ہوئے اور سلطان پرویز کے آدمیوں کے تصرف میں آئے انہیں دنوں میں شاہزادہ محمد مراد بخش پیدا ہوا اس نونہال کو بعض خادمان محل کے ساتھ قلعہ رہتاس میں پہنچایا اور فضل الہی کے سایہ میں سونپا۔ محل خاص ہمراہ لیکر دکن کا

قصد کیا مہابت خاں کے نوشتوں سے جہانگیر سے حقیقت حال معروض ہوئی تو اُس نے شاہجہان کے حال پر بہت افسوس کیا یہ بھی معروض ہوا کہ شاہجہان صدمات بنگالہ کے بعد دکن کو روانہ ہوا ہے تو تعاقب کا حکم سزاول کے ہاتھ سلطان پرویز پاس بھیجا اور فرمان گیا کہ مہابت خان ملک برہم خوردہ بنگالہ کے بند وبست کے واسطے یہیں رہے اور پرویز بلا توقف دکن کی طرف مرحلہ پیما ہو۔ سربلند رائے صوبہ دار برہان پور کے نام حکم صادر ہوا کہ سلطان پرویز کے پہنچنے تک اس صورت میں کہ شاہجہاں برہان پور کو محصور کرے محافظت شہر میں مشغول ہو اور جنگ پر جرأت نہ کرے اس حکم کی نسبت اقبال نامہ میں لکھا ہے کہ جب اسد خاں بخشی دکن کی برہان پور سے عرضداشت آئی کہ یاقوت حبشی دس ہزار سواروں کے ساتھ بلکاپور میں موجود ہے جو برہان پور سے دس کوس پر ہے تو سربلند رائے کا ارادہ شہر باہر جاکر اُس سے لڑنے کا ہے تو بادشاہ نے بتاکید تمام حکم صادر کیا کہ جب تک کمک نہ پہنچے زنہار لڑنے کا ارادہ نہ کرے برج دبارہ کو مستحکم کرے۔ جب شاہجہاں نے داراب خاں کو بنگالہ سپرد کیا تھا تو اُس کے زن و فرزند کو ہمراہ لے لیا تھا۔ بعد اس حادثہ مذکور کے اُس کے قبائل کو نونہال محمد مراد بخش کے ساتھ رہتاس میں چھوڑا اور داراب خان کو لکھا کہ ملک عنبر اور سرداران دکن کے نوشتے ہماری طلب میں آئے ہیں اور وہ ہمارے منتظر ہیں جلد ہمارے پاس چلے آؤ کہ ہم تم ساتھ روانہ ہوں۔ داراب خاں نے ناموافقت ایام اور کوتاہی عقل سے عذر ہار نامسموع کرکے بات کو ٹالا۔ اور لکھ بھیجا کہ زمیندار وں نے اتفاق کرکے مجھے گھیر رکھا ہے میں نہیں آسکتا جب اُس کے آنے سے مایوس ہوا تو دکن کو جس راہ سے آیا تھا اسی راہ پر روانہ ہوا سلطان پرویز صوبہ بنگالہ مہابت خاں کو سپرد کرکے شاہجہاں کے تعاقب میں گیا داراب خاں کی طلب میں نوشتے بھیجے اور اپنے پاس اُس کو بلایا اور مہابت خاں کو اس کے قتل کا اشارہ کیا جس نے اُس کو مار ڈالا۔ عبداللہ خاں نے داراب خاں کی رفاقت سے مایوس ہوکر بڑے بیٹے کو شاہجہان کے حکم بغیر بادیہ عدم کارہ نورد کیا۔ اقبال نامہ میں لکھا ہے کہ جب داراب خاں مہابت خاں پاس آیا تو جہانگیر نے لکھا کہ اُس کو زندہ رکھنے میں کیا مصلحت سوچی ہے تم تو چاہتے

داراب خاں کا قتل

کہ اس کا سر کاٹ کر ہمارے پاس بھیجدو مہابت خاں نے حکم کے بموجب تعمیل کی اس کے سر کو تن سے جدا کر کے شہنشاہ پاس بھیجدیا۔

بادشاہ اواسط اسفندیارمذکور میں کشمیر کی سیر کو روانہ ہوا نوروزہ کا جشن دہم جمادی الاخری ۱۰۳۰ھ کو ہوا جس سے فارغ ہو کر کشمیر کی سیر کے لئے چلا۔ راہ میں منزل بمنزل خانے ونشیمن بنے ہوئے تھے۔ جہانگیر نے یہ عمارتیں نئی بنوائی تھیں اُن کے سبب سے خیمہ وفرش کی ضرورت نہ تھی کہ باربرداری کی تکلیف ہوتی۔ فرشہائے ملوکانہ موجود تھے ان میں اُترتا ہوا اور سیر وشکار کرتا ہوا تالاب دل میں کہ کشمیر کے فیض نشان مکانوں میں سے ہی بادشاہ پہنچا۔ ایک مرتفع جائے پرڈیرہ لگایا گیا جہاں تک نظر کام کرتی تھی دشت وکوہ صحراوبام وخانہائے شہر میں طرح طرح کے پھول اور سبزہ جلوہ کرتے۔ بعد سیر وشکار کے تفرج کے پنجاب کی طرف بادشاہ نے مراجعت کی۔ جب منزل بھمبر پہنچا تو بہت آمی برف وسرمائے بے ہنگام اور گزند رساں ہوا سے کوہ کے اوپر اور نیچے تلف ہوئے منزل بھمبر کی کوہ کی نیچے اوپر کی اختلاف ہوا کی عجب نقل کرتے ہیں کہ عین تیرماہ الٰہی میں زمین اور آسمان دونوں لوہار کی بھٹی ہوتے ہیں کوہ کے نیچے گرمی وشدت حدت ہوا تابستان کے موسم کے موافق ہوتی ہے کہ مسافر کو برہنہ سونا گرمی کا عذاب دکھاتا ہے اور کوہ کے اوپر جاڑے کے مارے بے لحاف نیند نہیں آتی۔

بادشاہ نے اس سفر میں یہ تجربہ بھی کیا کہ کتب طب میں خاصکر ذخیرہ خوارزم شاہی میں جو لکھا ہے کہ زعفران کے کھانے سے ہنسی آتی ہے اور اگر زیادہ تر کھلایا جائے تو ہنسی کے مارے مرجائے یہ بات بالکل غلط نکلی۔ بہت زعفران آدمیوں کو کھلایا اُنہوں نے تبسم ہی نہیں کیا (زعفران کا اثر بعض ایسے آدمیوں پر ہوتا ہے جو سریع الاحساس ہوتے ہیں)۔

اس سال کے ابتدا کے واقعات یہ ہیں کہ جب شاہجہاں دکن میں برار کی سرحد میں آیا تو ملک عنبر نے اس کی خدمتگاری شروع کی اس کی ہوا خواہی کے لئے ایک فوج بسرکردگی یاقوت خاں کے حوالی برہان پور میں تاخت وتاراج کے لئے بھیجی اور شاہجہان کو لکھا کہ جلد آؤ۔ شاہجہاں اس طرف چلا اور دیوگانوں میں خیمہ لگایا۔ عبداللہ خاں محمد تقی مخاطب شاہ قلی خاں کو

نوروز ۱۰۳۰ھ جہانگیر

واقعات دکن وشاہجہان

ایک فوج کے ساتھ تعین کیا کہ وہ یاقوت خاں کے ساتھ متفق ہو کر برہان پور کا محاصرہ کریں اور قلعہ گیری کے لوازم میں مصروف ہوں۔ اور اوس کے بعد وہ خود بھی اس طرف متوجہ ہوا اور سواد شہر میں لال باغ میں اترا۔ راؤ رتن اور اور بادشاہی ملازم قلعہ میں تھے۔ اور شہر و حصار کے استحکام کی شرائط اہتمام و لوازم کار آگہی کی تقدیم کر کے متحصن ہوئے۔ شاہجہاں نے حکم دیا کہ ایک طرف عبداللہ خاں اور دوسری طرف سے شاہ قلی خاں قلعہ پر چسپاں ہوں۔ جس طرف عبداللہ خاں تھا غنیم نے ہجوم کیا اور سخت جنگ ہوئی اور شاہ قلی خاں قلعہ کی دیوار توڑ کر حصار میں آیا۔ سر بلند رائے کار کردہ آدمیوں کو عبداللہ خاں کے مقابل میں چھوڑ کر خود شاہ قلی خاں سے لڑنے آیا اکثر زر بندی نوکر کوچہ و بازار میں متفرق ہو گئے تھے شاہ قلی خاں نے ارک کے میدان میں دشمن کے مدافعہ و مقابلہ میں کوشش کی۔ اس کے ساتھ جو آدمی تھے اون میں چند مارے گئے اور وہ ناگزیر ارک میں آیا اور قلعہ کا دروازہ بند کیا۔ سربلند رائے نے اس کا محاصرہ کر کے اوس پر کار تنگ کیا۔ شاہ قلی خاں نے مضطر ہو کر قول لیا اور اوس سے ملاقات کی۔ جب شاہجہاں کو اس کی خبر ہوئی تو دوسری دفعہ فوج کو ترتیب دیکر یورش کا حکم دیا۔ ہر چند مبارز خاں و جان سپار خاں اور اور دلیر شرائط سعی و کوشش بجا لائے مگر کچھ اثر مرتب نہ ہوا۔ بار سوم شاہجہاں نے خود سوار ہو کر یورش کا حکم دیا۔ اطراف سے بہادران رزم آرا اور دلیران قلعہ کشا نے قدم جرأت و جلادت آگے رکھا اور شجاعت کے کارنامے ظاہر کئے اور اہل قلعہ میں بعض نامی آدمی مارے گئے جس وقت متحصنوں پر کام دشوار ہو رہا ہے کہ اتفاق سے سید جعفر کی گردن پر تیر تفنگ پوست مال ہوا اور وہ مضطرب ہو کر پھرا۔ اس کی باگ موڑنے سے تمام دکنی سراسیمہ ہو کر بھاگ گئے۔ اور بہت سے پیدلوں کو اپنے ساتھ لے گئے اور اسی حال میں یہ خبر آئی کہ مہابت خاں و خانخاناں سپہ سالار اور شاہزادہ پرویز نے لشکر بادشاہی کے ساتھ بنگالہ سے معاودت کی اور دریائے نربدا پر آ گئے ہیں تو شاہجہاں نے بالا گھاٹ میں مراجعت کی اسوقت شاہجہاں سے عبداللہ خاں

جدا ہوگیا اور موضع اندور میں جا بیٹھا۔ نصرت خاں جدا ہو کر نظام الملک پاس چلا گیا اور اوس کا نوکر ہو گیا۔

شاہجہان کا صلح چاہنا

شاہجہاں نے برہان پور کا محاصرہ چھوڑ کر بالا گھاٹ کی طرف گیا اثنا راہ میں اسکے مزاج پر قوی ضعیف نے استیلا پایا اور تصدیعات روحانی پر عارضہ بدنی کا اضافہ ہوا توان ایام نکبت میں اس کی خاطر میں آیا کہ پدر والا قدر سے عذر تقصیرات کر کے معافی مانگی۔ اس ارادہ حق پسند کے ساتھ عرضداشت میں جرائم ماضی و حال کا انفعال لکھ کر ارسال کیا حضرت شہنشاہ نے ایک فرمان اپنے خط مبارک سے قلمی فرمایا کہ جس کا مضمون یہ تھا کہ اگر داراشکوہ اور اورنگ زیب کو ملازمت میں بھیجو اور رہتاس اور آسیر کے قلعوں کو ہمارے آدمیوں کے تصرف میں دیدو تو تمہاری تقصیرات معاف ہو جائینگی۔ اور ملک بالا گھاٹ اس کو مرحمت ہوگا۔ اس فرمان کے پہنچنے کے بعد شاہجہاں باوجودیکہ شاہزادوں کے ساتھ کمال دل بستگی رکھتا تھا مگر والد ماجد کی رضا جوئی کو مقدم جانا اور ان جگر گوشوں کو مع پیش کش کے جس کی قیمت دس لاکھ روپیہ ہوگی بادشاہ پاس روانہ کیا۔ سید مظفر خاں اور رضا بہادر کو جو قلعہ رہتاس کی حراست پر مقرر تھے لکھا کہ فرمان بادشاہی جس جس کے نام آئے اوس کو قلعہ حوالہ کردو اور مراد بخش کے ہمراہ میرے پاس چلے آؤ اور حیات خاں کو لکھا کہ قلعہ آسیر بندہ ہائے شاہی کو حوالہ کر کے میرے پاس آؤ۔ پھر خود ناسک کی طرف کوچ کیا۔

عبدالرحیم خانخاناں و عبداللہ خاں کا قصور معاف ہونا

بادشاہ نے عبدالرحیم خانخاناں کو اپنے پاس بلایا اور وہ آیا۔ دیر تک ناصیہ خجالت کو زمین پر سے نہ اوٹھایا۔ بادشاہ نے اوس کی دلنوازی اور تسلی کے لئے فرمایا کہ اس مدت میں جو کچھ ظہور میں آیا وہ آثار قضا و قدر سے تھا کہ ہمارے تمہارے اختیار سے باہر تھا۔ اس قدر خجالت و ملامت کو راہ نہ دو غرض اوس کو مناسب جا پر بٹھا دیا۔ اور از سر نو اسکو خانخاناں کا خطاب دیا اور قنوج جاگیر میں عنایت ہوا۔

بادشاہ نے نور جہان بیگم کے اغواسے آصف خاں اور فدائی خاں کو شاہزادہ پرویز پاس

بھجوایا تھا کہ مہابت خاں کو اس سے جدا کر کے بنگالہ روانہ کرے اور خانجہاں کو گجرات سے طلب کیا تھا کہ وہ شاہزادہ کی وکالت کرے۔ اگرچہ شاہزادہ نے اول اس میں عذر کئے مگر آخر کار مہابت خاں بنگالہ گیا اور اوس کی جگہ خانجہاں مقرر ہوا۔ خانجہاں پاس عبداللہ خاں نے پیغام بھیجا کہ عصیان و نمک حرامی اور شاہجہاں کی رفاقت سے نادم و پشیمان ہوں عفو جرائم اور سلطان پرویز سے ملنے کے لئے التماس کرتا ہوں ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

اس مصرع کے جواب میں یہ پڑھا گیا ؎

باز آئے ہر انچہ ہستی باز آئے ۔ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آئے
ایں درگہ ما درگہ نا امیدی نیست ۔ صد بار اگر توبہ شکستی باز آئے

اس کا قصور معاف ہو گیا۔

بادشاہ۔ ۱۹۔ محرم ۱۰۳۵ھ کو کشمیر سے لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ سلخ ماہ مذکور کو لاہور میں داخل ہوا۔ مدت مدید سے بادشاہ کو کابل کی سیر کا خیال تھا۔ سووہ۔ ۲۳۔ اسفندارمذ ۱۰۳۵ھ کو کابل کی طرف روانہ ہوا۔ افتخار خاں پسر احمد بیگ خاں نے احداد کا سر صوبہ بنگش سے لاکر پیشکش میں پیش کیا۔ بادشاہ نے خوشی کے شادیانے بجوائے اور سر کو لاہور بھیجا کہ قلعہ کے دروازہ پر لٹکائیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب ظفر خاں پسر خواجہ ابوالحسن کابل میں پہنچا تو اس نے سُنا کہ پلنگ توش اوزبک شورش افزائی اور فتنہ انگیزی کے قصد سے نواحی غزنین میں آیا ہے۔ ظفر خاں نے لشکر کو جمع کیا۔ اس اثناء میں احداد قابو پاکر پلنگ توش کے اشارہ سے تیراہ میں آیا۔ راہ زنی اور دست اندازی کہ شیوہ بد اس مفسد کا تھا اختیار کیا۔ پلنگ توش اپنے ارادہ باطل سے نادم ہوا اور اپنے خویشوں میں سے ایک شخص کو ظفر خاں پاس بھیجا کہ ملائمت اور چاپلوسی کرے۔ اولیائے دولت کی خاطر اس طرف سے فارغ ہوئی۔ احداد کے فساد کے دفع پر مائل ہوئی اور سپاہ شاہی اسکی سر پر جا چڑھی۔ جب اوس پلنگ توش کے پھر جانے کا اور لشکر شاہی کے آنے کا حال معلوم ہوا۔ تو اپنے میں تاب مقاومت نہ دیکھی کوہ اواغر میں جہاں اس کا محکمہ تھا چلا گیا اور اس کوہ کو

احداد کا مرجانا

اپنی پناہ سمجھا اور ایک دیوار آگے کھینچی اور خوب استحکام کیا۔ اور سامان اور ذخیرہ اور قلعہ داری کا اسباب جمع کیا۔ لشکر شاہی نشیب و فراز طے کرکے اوسکی تسخیر کے لئے آیا، جمادی الاول میں صبح سے سہ پہر تک لڑکر اس محکمہ کو فتح کرلیا اور احداد مارا گیا۔ اس کا سر کاٹ کر بادشاہ پاس بھیجا گیا

۲۴- جمادی الثانی ۱۰۳۵ھ کو نوروز ہوا۔ اور جلوس کا اکیسواں سال شروع ہوا اور دریا چناب پر جشن نوروزی ہوا۔ اور شاہجہاں سے محبت نامہ کا جواب لکھا گیا اور ایک گرز مرصع تمام الماس قیمتی ایک لاکھ روپیہ کا اس پاس بھیجا گیا۔

نوروز بیست و یکم سنہ ۲۱ جلوس ۱۰۳۵

بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ مہابت خاں سلطان پرویز سے جدا ہوکر بنگالہ کا صاحب صوبہ ہوا اور اس بیر حاصل زرخیز ملک میں وہ رہا۔ جاگیرداروں کے تمام محالات اور بے تقصیروں اور صاحب تقصیروں کے ہاتھی اور بہت دولت تصرف میں لایا اور وہاں کے رہنے والوں پر زیادہ ظلم و تعدی کیا۔ محالات خالصہ پر بھی متصرف ہوا اور بادشاہی دیوانوں اور متصدیوں کو نکال باہر کیا۔ اور بادشاہ کو ایک دام درہم نہ بھیجا۔ جاگیرداروں اور امراء کے وکلانے اوسکی ظلم و ستم کی فریاد بادشاہ سے کی۔ مہابت خاں نے نورجہاں بیگم کی تمہید سے شاہجہاں کو صدمہ پہنچایا تھا اور بے شمار خزانہ اور جواہر مع کل کارخانجات کے تصرف میں لایا اور پھر اس ضلع کے رہنے والوں کو ستایا تھا۔ جہانگیر مظلوموں کی شکایت سننے میں گوش شنوا رکھتا تھا۔ عدالت اور ستم رسیدوں کی غور میں جد و جہد بہت کرتا تھا۔ آصف خاں نے مہابت خاں کی سب تقصیرات و تعدی اور مردم آزاری بادشاہ کے خاطر نشان کیں وہ مہابت خاں سے مدت سے لاگ ڈانٹ رکھتا تھا اور اس سے جلا ہوا بیٹھا تھا۔ بعد اس عرض کے بادشاہ نے عرب دست غیب کو جو بڑا ضابط و شجاع تھا بنگالہ بھیجا کہ وہ یہ تحقیق کرے کہ مہابت خاں محال بادشاہی سے کیا تصرف میں لایا ہے اور زیردستوں پر کیا ظلم کیا ہے اور اوس کو مع خزانہ اور ہاتھیوں کے ساتھ لے آئے۔ آصف خاں کی کارپردازی اور تحریک کے سبب سے یہ طلب تھی جس کے دل میں یہ تھا کہ اپنے حریف کو خوار اور بے عزت کرے اور اوس کے ناموس اور جان و مال پر دست تعرض دراز کرے۔ جب عرب دست غیب

مہابت خاں پاس پہنچا تو اوس نے اوس کی خدمت مامورہ کی مقدمات سے اور مکالمہ سے جو ہوا غور کی اور بادشاہی ہاتھیوں کو عرب دست غیب کے ساتھ بھیجدیا اور خود چندروز کی مہلت چاہی آصف خاں تو اس مطلب گراں کو سبک دست جانتا تھا مگر مہابت خاں بڑا سور تیلا تھا اوس نے سوائے مقرری فوج کے پانچ ہزار راجپوت خونخوار یک رنگ و یک جہت نوکر رکھے اور اون کے اعیان کے فرزندوں کو لے لیا کہ جس وقت جان پر آن بنے اور کارد باستخواں پہنچے اور سب طرف سے مایوس ہوں تو اپنی عزت اور ناموس کے لئے بقدر امکان دست و پازنی کریں اور اہل وعیال کے ساتھ جان نثار ہوں۔

وقت ضرورت چو نماند گریز　　　دست بگیرد سر شمشیر تیز

عرب دست غیب ہاتھیوں کو لیکر مہابت خاں سے پہلے بادشاہ پاس پہنچ گیا اور جو حقیقت دریافت کرنی تھی وہ عرض کی۔ایک دو مہینے بعد مہابت خاں بھی آراستہ لشکر کے ساتھ آگیا۔اس عرصہ میں آصف خاں کے اغواسے بنگالہ کے ستم رسیدوں میں سے ہزاروں دادخواہ اور جاگیرداروں اور نامداراُمرا کے وکلاء گروہ گروہ بادشاہ کے حضور میں سواری اور معتاد آرام بادشاہی کے وقت میں اپنی داد و فریاد سے بادشاہ کو بے آرام کرنے لگے۔باوجودیکہ مہابت خاں جس روش سے آیا تھا اوس کی نسبت حرفہائے ناملائم مذکور ہوتے تھے۔مگر آصف خاں نہایت غافل وبے پروا تھا۔جب بادشاہ کو مہابت خاں کے آنے کی خبر ہوئی تو اوسکو حکم ہوا کہ جب تک بادشاہی مطالبوں سے اپنے تئیں فارغ نہ کرے گا اور بمقتضاء عدالت اپنے مدعیوں کو تسلّی نہ دیگا کورنش وملازمت سے محروم رہے گا۔اگرچہ یہ ساری آگ نورجہاں کی لگائی ہوئی تھی مگر وہ اس مقدمہ کی ہمواری اور اصلاح چاہتی تھی لیکن بادشاہ عدالت گستری اور ستم رسیدوں کی فریادرسی کا بڑا مقید تھا۔باوجودیکہ نورجہاں سے عشق کا تعلق تھا اور امور ملکی ومالی کا کوئی مقدمہ بے اس کی صلاح کے فیصل نہ ہوتا تھا۔مگر جب ستم رسیدوں کا استغاثہ ہوتا تھا تو نورجہاں کو کسی کی طرف داری کا یارا نہ ہوتا تھا۔اور مکرر

بادشاہ نے فرمایا تھا کہ سلطنت کا سارا مدار تجھ پر ہے لیکن مظلوموں کے مقدمہ میں غور کرنے کے اندر میں تیری کچھ نہ سنونگا۔

اسی زمانہ میں مہابت خاں نے اپنی لڑکی کا نکاح خواجہ برخوردار بزرگ زادہ نقشبندی سے کردیا تھا یہ نکاح اس عہد کے ضابطہ کے خلاف بے عرض و اذن بادشاہ ہوا تھا آصف خاں نے اس باب میں اس کے غرور کو بادشاہ سے عرض کیا اس تقصیر میں برخوردار کو پکڑکر بادشاہ کے روبرو لائے اور اوس کے دونو ہاتھ پیٹھ پر باندہ ذلت و خواری کے ساتھ پابرہنہ زنداں میں بہیجا۔ اور فدائی خاں کو حکم دیا کہ جواہرا ور فیل اور تمام اسباب جہیز کا جو اوس کو دیا گیا ہے تحقیق کرکے ضبط کرے اور محصلان شاہی متعین ہوئے کہ مظلومان مغلوب اور جاگیرداران معذ درسے ادائے حق کے بعد دفتر دیوانی میں رجوع کریں اور محاسبہ تصرف و مطالبات چندیں سالہ سرکار سے فارغ کریں۔ آصف خاں اگرچہ ایسے قوی مدعی کی خفت و خواری چاہتا تھا جو شجاعت و تدبیر و تزویر میں مشہور تھا مگر وہ اس کام کو ایسا خفیف جانتا تھا اور دشمن عظیم کو حقیر سمجھ کر تلافی کرنی چاہتا تھا کہ اس ارادہ کے موافق احتیاط و بندوبست جیسا کہ چاہیے نہیں کرتا تھا۔ اور مطلوب کے جو مصلحِ ضرور تھی اون کے جمع کرنے میں اور تدبیر کرنے میں کوشش نہیں کرتا تھا۔ اس غرور کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ کام نہ بنا اور سوا اس کے کہ ملک میں فساد عظیم مچا اور اوس کو خود ایسی غفلت و ذلت ہوئی کہ تواریخ میں داخل ہوکر غرائب لیل و نہار سے سمجھی جاتی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ مہابت خاں ان مکارہ کے بعد جو مکافات عمل کے اثر سے انسان کے سامنے پیش آتے ہیں مغلوب و مغموم ہوکر دن رات بسر کرتا تھا۔ دریا بہت پر آسانی سے لشکر کے عبور کرنے کے لئے پل بنا تھا۔ بادشاہ کے کوچ سے ایک روز پہلے موافق دستور کے امرا اور لشکر نے عبور کرنا شروع کیا۔ کل ارکان دولت اور امرائے ذوالاقتدار اور نامی منصب دار یہاں تک کہ آصف خاں و فدائی خاں و خواجہ ابوالحسن کہ مدار علیہ سلطنت تھے دریا سے پار چلے گئے۔ اور بادشاہ کی خدمت میں سوائے نور محل اور صادق خاں

بادشاہ کا مہابت خاں کی قید میں آنا

بخشی اور میر منصور بدخشی و شجاع خاں و مقرب خاں اور چند اور معدود عہدہ داران اور خواجہ سرایوں اور خواصوں مثل خدمت پرست خاں و جواہر خاں و عرب دست غیب و فصیح خاں کے کوئی نہ رہا۔ آصف خاں کی دانائی پر یہ پتھر پڑے کہ اوس نے زہریلا سانپ تو ہاتھ میں پکڑا اور زہر کا کچھ فکر نہ کیا مار بازی کو سرسری بازیچہ جانا۔ ولی نعمت کو تنہا چھوڑا۔ آپ سے گذر کر عالم آب میں محبوبوں کے ساتھ عشرت میں مشغول ہوا۔ مہابت خاں تو ایسے قابو کے لئے چشم بر راہ اور گوش بر آواز بیٹھا تھا۔ جب میر اور وزیر کی بے خبری اور تدبیر کی خطا پر مطلع ہوا تو اوس نے لشکر کو خفیہ آخر شب میں اشارہ کیا کہ بے صدا اور ندائے شہرت مسلح اور آمادہ جمع ہوں وہ سات آٹھ ہزار سوار جو اوس کے اپنے تھے سوار ہوا۔ قریب دو ہزار سواروں کے پل پر تعین کئے اور اون کو حکم دیا کہ اوس طرف سے جو سوار و پیادہ آئے اُسے آنے نہ دیں اور اس طرف سے جو جائے اوسے روکے نہیں۔ اور خود چار پانچ ہزار سوار لیکر بادشاہ کے خیمہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور نشان اور اسباب تجمل کو اس فوج کے ہمراہ کیا کہ پل پر متعین تھے اور بادشاہ کے عبور کی شہرت دی۔ اور جماعہ داروں کو تاکید کی کہ اگر اوس طرف سے یورش ہو تو پل کو آگ لگا دیں اور کمک نہ آنے دیں۔ اب خود دولتخانہ کے قریب آیا اور حکم دیا کہ اطراف خیمہ کو سپاہ گھیرلے اور خود اپنے خاصوں کی جماعت لیکر بارگاہ میں داخل ہوا۔ خواص و خواجہ سرایان باری دار خبردار ہوئے اور سراسیمہ وار بادشاہ کی خوابگاہ کی طرف گئے اور بادشاہ شب کے خمار سے اول روز میں آرام میں تھا پانوں دبا کر اُٹھایا اور نیرنگی روزگار اور اس نابکار کے آنے سے آگاہ کیا۔ خواب گاہ کے نزدیک تک جانے میں کئی ایک عہدہ دار پردہ داروں نے مہابت کی ممانعت میں آواز بلند کی تھی اوس نے اون کو گرا دیا۔ اس لئے اوروں کا پائے استقامت بھی لغزش میں آگیا تھا۔ اور اطراف میں متفرق ہوگئے تھے۔ بادشاہ خواب آلودہ خمار زدہ شمشیر ہاتھ میں لیکر اُٹھا اوسے دیکھا کہ مہابت خاں ایک جماعت کے ساتھ آگیا ہے۔ مہابت خاں اپنے ولی نعمت سے چہار چشم ہوا۔ بادشاہ نے چلا کر اوس سے کہا کہ اے مہابت نمک حرام یہ آنا کسطرح کا ہے

اس غدّار کے دل میں مہابت بادشاہی نے اثر کیا مگر مکاری سے آداب ملازمت کو شروع کیا اور دستور مقرری کے موافق ثناخوانی اور کورنش کی۔ مدعیوں کے شکوہ کے عذر میں اور قدمبوسی کی آرزوئے شوق میں زبان کھولی۔ اور ہمراہ کے آدمیوں کو دور تخت کے روبرو کھڑا کیا اور عجز کے ساتھ نزدیک پہونچکر قدمبوس ہوا تین دفعہ بادشاہ کے گرد پھرا اور زبان نیاز سے پردۂ راز کو اوٹھایا اور دست بستہ کھڑا ہوا اور یہ التماس کیا کہ مجھے یقین تھا کہ آصف خاں کی آسیب عداوت و دشمنی سے مجھے خلاصی و رہائی ممکن نہیں اور نہایت خواری اور رسوائی سے کشتہ ہونگا۔ از روئے اضطرار دلیری و جرأت کر کے حضور کی پناہ میں آیا ہوں۔ اگر میں مستوجب قتل و سیاست ہوں تو مجھے اپنے سامنے سیاست فرمایئے مگر بے دین دشمنوں کو حوالہ نہ کیجئے۔ جہانگیر نے مکرر قبضہ شمشیر پر ہاتھ لیجاکر چاہا کہ جلادت و تہوّر کو کام میں لائے اور اس نمک حرام بے ادب کو اپنی سزا کو پہنچائے میر منصور بدخشی نے ترکی زبان میں منع کیا اور عرض کیا کہ بادشاہان باوقار کی حوصلہ و بردباری و تحمل کے امتحان کا وقت ہے اوس کی تسلّی کرنی چاہیئے۔ بادشاہ نے قبضہ سے ہاتھ اُٹھالیا اور تقاضائے وقت مہابت خاں کی دلیری کی۔ اندر اور باہر راجپوت بھر گئے اور ہر ساعت زیادہ ہوتے گئے۔ خواص اور عہدہ دار جس خدمات پر مامور تھے اس سے ہاتھ کھینچتے جاتے تھے۔ اور مہابت خاں زبانی چاپلوسی کا اظہار کر کے اپنی رسوخیت بڑہاتا تھا۔ اوس نے عرض کیا کہ سواری اور شکار کا وقت ہے طشت اور آفتابہ مُنہ دہونے کے لئے لائیں اور پوشاک خاص حاضر کریں۔ بادشاہ نے مُنہ دہونے کے بعد قصد کیا کہ خواب کے لباس بدلنے کے لئے نور محل کے پاس جائے۔ اور تدبیر کار میں مشورہ کرے۔ تو مہابت خاں مانع ہوا۔ التماس کیا کہ حضور باہر لباس بدلیں اور جلدی سوار ہوں اور غلام کو ہمراہ رکاب لیچلیں تاکہ واقعہ طلب آدمیوں کو کچھ اور گمان نہ ہو۔ ناچار اسکی جماعت سے بادشاہ نے لباس اور جواہر پہنا اور سوار ہوا۔ نور محل نیرنگی روزگار سے خبردار ہوئی اُسکے چہرہ کا رنگ اُڑ گیا حواس باختہ ہوئے اور افسوس کر کے دست حیرت سر اور زانو پر مارتی تھی

اب اس کو سوا ابراس کے کچھ اور نہ سوجھی کہ تغیر وضع اور تبدیل رخت وسواری کرکے جواہر خاں خواجہ سرا کے ساتھ پل سے پار چلی گئی۔ پل پر مہابت خاں کا یہ حکم تھا کہ جو اس طرف سے جائے اُسے روکو نہیں پس کسی نے اوس کو نہ روکا اور وہ اپنے بھائی کے گھر جا پہنچی اور اوس نے آصف خاں اور امرا کو جن کے ہوش وعقل برباد ہوگئے تھے تشنیع ولعنت ملامت کرنی شروع کی اور اپنے برادر بے خبر کو زیادہ سرزنش کی اور کہا افسوس ہے تمہاری عقل اور نمک کھانے پر کہ اپنے ولی نعمت کو تنہا دشمن کو حوالہ کرکے چلے آئے وہ تدارک اور تدبیر کار کے فکر میں ہوئی۔ مہابت خاں بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر تسلی دیتا ہوا خیمہ سے باہر سوار ہونے کے لئے لایا۔ اسپ وفیل سواری خاصہ کو ہرچند عہدہ داروں نے چاہا کہ پہنچائیں لیکن مہابت خاں کے آدمیوں کے ممانعت کے سبب سے نہ پہنچا سکے۔ مہابت خاں نے اپنا گھوڑا حاضر کیا۔ بادشاہ غیرت کے مارے اس پر سوار نہ ہوا۔ اسپ سرکار طلب کیا اور اوس پر سوار ہوا۔ چاروں طرف سے راجپوتوں نے مجرا کرکے گھیر لیا۔ چند قدم نہ گیا تھا کہ مہابت خاں اپنا فیل لایا اور منت وسماجت کرکے بادشاہ کو اُس پر سوار کیا تاکہ بادشاہ بالکل بے اختیار ہو جائے اور بادشاہ کے دونو طرف دو مسلح راجپوت بٹھائے۔ اس وقت داروغہ فیل خانہ گجپت خاں مادہ فیل سرکار کو لایا اور مرپٹ کر بادشاہ کے نزدیک اس تلاش میں آیا کہ بادشاہ کو اوس پر سوار کرائے۔ مگر مہابت خاں کے اشارہ سے وہ مع بیٹے کے راجپوتوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ مقرب خاں داروغہ خواصان بہت سعی کرکے حوضہ پر سوار ہو کر گمس رانی کے لئے بیٹھا۔ اس کشمکش میں اوس کی پیشانی پر ایک زخم لگا جس سے خون جاری تھا۔ خدمت پرست خاں خدمت گار کہ شیشہ وپیالہ معتاد ہمراہ رکھتا تھا اپنے پہلوؤں پر راجپوتوں کے برچھے کے صدمہ کو اُٹھا کر حوضہ کے کنارہ سے لٹک گیا پھر حوضہ کے اندر کسی طرح جا بیٹھا۔ مہابت خاں سواری کے ہاتھی کو اپنے خیمہ کی طرف لے گیا اور ادب کے ساتھ بادشاہ کو اس میں اُتارا اور اپنے بیٹوں کو نذر ونثار کے ساتھ حاضر کیا اور بادشاہ کے گرد صدقہ پھرایا۔ اب اوس کو نور جہاں کا خیال آیا تو اوس کو اطلاع ہوئی کہ وہ اپنے بھائی پاس چلی گئی

تو دست افسوس ملے اور اپنے اور ہمراہیوں کی غفلت پر لعنت ملامت کی اور بیگم کی محارست میں جو سہو ہوا اوسے ندامت ہوئی اور اوس کی خاطر متردد ہوئی۔ اب اوسکو شہریار کا فکر ہوا وہ جانتا تھا کہ بادشاہ کی خدمت سے اسے جدا رکھنا ایک خطائے عظیم ہے اسلئے وہ بمقتضائے مصلحت وسراسیمگی کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ میں کیا کرتا ہوں اور مآل کار کیا ہوگا۔ بادشاہ کو شہریار کے خیمہ میں لے گیا۔ خیمہ بادشاہی لٹ گیا تھا۔ اس خیمہ میں بادشاہ کو اوتار کر بادشاہ کی تسلی ودلبری میں کوشش کرتا تھا اور دست بستہ کھڑا رہتا تھا۔ آدمی خیمے کو گھیرے رہتے تھے۔ اس وقت شجاع خاں امیر اکبری کا نبیرہ جھجوکسی طرح بادشاہ کے پاس پہنچ گیا مہابت خاں کے اشارہ سے وہ قتل کیا گیا۔ باوجود کاردانی اور کامیابی کے مہابت خاں کے ہوش اُڑے ہوئے تھے اور حوصلہ باختوں کی طرح ہر دم وہر لحظہ تازہ فکر و خیال کا ہمدم رہتا تھا۔ لیکن بادشاہ کا دل اور حوصلہ تدبیر ایسا بجا تھا کہ جو کچھ وہ کہتا تھا اور حکم دیتا تھا رائے صواب سے خالی نہ ہوتا تھا۔ اپنے فکر صائب سے مہابت خاں کے کردار اور اطوار کے اور تقاضاء روزگار کے موافق اپنے تئیں دکھلاتا تھا۔ اس قتل پر اوس نے فرمایا خوب کیا کہ مجھ کو اس رافضی بدکیش کے ہاتھ سے چھٹا کر اپنے اختیار میں رکھا اور اس بدخواہ دولت کا ہاتھ کوتاہ کیا۔ مہابت خاں ہر دم اظہار عقیدت و فدویت کا دم بھرتا تھا اور معذرت کرتا تھا اور تخت پر بادشاہ کو بدستور مقرری بٹھاتا۔ شراب معتاد حاضر کرتا۔ اور خود بندہ ہائے عقیدت کیش کی طرح خدمت کرتا۔ جب نور محل اپنے بھائی اور امیروں کے پاس پہنچی اور اون کی سرزنش کے بعد مصلحت یہ قرار پائی کہ کل صبح کو نورجہاں کو ہاتھی پر سوار کرکے اور سب اتفاق کرکے شمشیر انتقام کو نیام سے نکالیں اور مہابت خاں کے ہاتھ سے ولی نعمت کو خلاص کریں۔ اگر نور محل اس مصلحت کو اس سبب سے جیسا کہ چاہیئے پسند نہیں کرتی تھی کہ دشمن کے اختیار میں بادشاہ ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ کوئی فکر صائب اس سے بہتر سوجھتا نہ تھا اور اوس کو اپنے عدم جرأت پر مطعون ہونے کا خوف تھا۔ چار ناچار یہی امر قرار پایا اور راضی ہوگئی۔ اس مصلحت کی خبر

مہابت خاں سے لڑنے کے لئے نورجہاں کا سوار ہونا

جب جہانگیر کو ہوئی تو مہابت خاں کی رہنمائی سے بتاکید تمام نورجہاں و آصف خاں اور امیروں کی تسلی کی اور اس تدبیر کے منع کرنے کے لئے پیغام بھیجا اور مقرب خاں صادق خاں بخشی اور امیر منصور بدخشی کو بھیجا کہ وہ اون کے ارادہ کے منع کرنے میں مبالغہ کریں اور کہا کہ جب میں اس جگہ ہوں تم کو مبالغہ میں جنگ کرنی اور میرے منہ پر تیر و بندوق چلانا رائے صواب نہیں ہے دریا سے پار ہو کر لڑنا محض خطا ہے۔ میں یہاں سب طرح سے آرام سے ہوں میری طرف سے کچھ وسوسہ نہ کرو اور میر منصور کے ہاتھ اپنی انگوٹھی بھیجی مہابت خاں نے صادق خاں کی زبانی آصف خاں کو پیغام بھیجا کہ اپنے تئیں افلاطون وقت جانتا تھا۔ اب تیرے اختیار سلطنت کی شومی سے تیرے ولی نعمت کا حال یہ ہوا اب صلاح دولت اور بہبود کار تیری یہ ہے کہ کچھ مدت تک مجھ ناکارہ کو کار وزارت اور بادشاہ کی خدمت گاری کرنے دے اور خود پنجاب میں اپنی جاگیر میں چلا جا۔ نورجہاں اور آصف خاں کو یہ گمان ہوا کہ یہ باتیں مہابت خاں کی گھڑی ہوئی ہیں اوس کی تکلیف سے بادشاہ نے کہلا بھجوائی ہیں اور مُہر بھیجدی ہے۔ اونہوں نے اس پیغام کو نہ مانا فدائی خاں جو بڑا بہادر تھا یکہ تاز بہادروں کی جمعیت کے ساتھ دریا کے کنارہ پر آیا راجپوتوں نے پل کو آگ لگا دی اور کارزار پر مستعد ہوئے۔ دلاوروں نے نہ دریا کے پانی کا خیال کیا اور نہ روبرو کے تیر باران کا خوف کیا۔ گھوڑوں کو پانی میں ڈال دیا۔ اور فدویانہ بہادری کر کے دولت خانہ کے مقابل آئے۔ ایک جماعت ڈوب گئی اور بعض دریا کی تھپیڑ سے کنارہ پر ادھر ہوئے پہنچے۔ وہ فوج سے نہ مل سکے۔ غرض کل فوج میں سے ستر آدمی پیش قدمی کر کے مہابت خاں کی سپاہ کے روبرو ہوئے۔ کچھ ان میں سے مارے گئے اور کچھ زخمی ہوئے۔ فدائی خاں نے جانا کہ کچھ کام نہیں چلے گا وہ ادہر گیا اور ادہر آیا۔ اس کا جانا آنا ایسا تھا کہ جیسے کہ دیوار پر سے گیند چنخ کر آتی جاتی ہے۔ پھر اس سال کے اواخر جمادی الآخر میں آصف خاں نے سب امیروں کو ساتھ لیا اور نورجہاں کو ہاتھی پر سوار کیا جس نے دو ترکش اور دو کمان و بندوق فتیلہ روشن کر کے ساتھ اپنے پاس

رکھے اور سب ہمراہیوں کو دلاسا دیا اور جنگ پر رغبت دلائی۔ ایک راہ پایاب غازی بیگ مشرف نوارہ نے دریافت کی تھی اُسی راہ سے دریا میں داخل ہوئے۔ سب جاں نثار کارزار کے لئے مستعد ہوئے اور نقد جان کو کف اخلاص پر لیکر اور سر دجان کا دھیان چھوڑکر بیگم کے ہمرکاب آب میں آئے۔ عبور ہونے کے وقت اس سبب سے کہ راہ قلیب تھی اور دو تین غار دو آب عمیق اس میں تھے لشکر میں عجب ہرج مرج ہوا۔ اور فوج کا سلسلہ انتظام شکستہ ہوا۔ سر پر سے پانی گذرنے کے صدمات کی تکلیفات اٹھانے کے بعد کوئی فوج کہیں نکل گئی اور کوئی سردار کہیں نکل گیا۔ بیگم کی عماری سے آصف خاں وخواجہ ابوالحسن وارادت خاں جدا ہوئے۔ دریا کے کنارہ ہی پر پہنچے تھے کہ مہابت خاں کی فوج اور راجپوت وجنگی ہاتھی اونکے مقابل آن کر سدراہ ہوئے اور دریا میں آن کر تیر باران اور توپ وتفنگ کے گولے گولیاں مارنی شروع کیں۔ ابھی آصف خاں وخواجہ ابوالحسن اور بیگم دریا ہی میں تھے۔ تیر باران وگولہ بندوق کے صدموں سے کہ متصل پہنچے تھے جلوے سپاہ اُلٹا پھرا۔ بعض نے دلاوری کرکے پیش آہنگی کی اور دریا سے پار اُتر گئے تو یراق اور رخت کے تر ہونے کے سبب سے اپنے تئیں جمع نہ کرسکے۔ شمشیریں علم کرکے مہابت خاں کی فوج سے مردانہ لڑے کوئی کمک اون کو نہ پہنچی۔ تیر وسنان کی ضرب سے زیادہ تر زخمی وکشتہ ہوئے باقی متفرق ہوکر جان سلامت لیگئے راجپوتوں کی فوج نورجہاں کی سواری کے مقابل آئی اور شمشیر وبرچھی کے زخموں سے جوانوں کے پرخون سر وبدن سے روئے آب کو گلگوں کیا اور جواہر خاں ناظر محل وندیم خوجہ بیگم کا اور اور مردم روشناس نورجہاں کے ہاتھی کے پاس کشتہ وغرق بحر فنا میں ہوئے۔ ہاتھی اور اونٹ وگھوڑے اور بہت آدمی آپس کے صدمات سے دریا میں گرتے تھے اور سفر آخرت اختیار کرکے ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے تھے۔ اس رستخیز میں بیگم کی عماری میں شہریار کی دختر شیر خوار مع دایہ کے بیٹھی ہوئی تھی اوس کے بازو میں تیر لگا وہ پھڑک گئی اور خون سے عماری رنگین ہوئی نورجہاں نے اوس کے بازو سے تیر نکالا اور اوس کو تسلی دی (کوئی لکھتا ہے کہ لڑکی کے نہیں اوس کی دایہ کے تیر لگا تھا) اور زخم باندہا۔ نورجہاں کے ہاتھی کی سونڈ میں اور

نورجہاں کا لڑنا

مہاوت کے تلوار کے دو زخم اور برچھی کے کئی زخم لگے۔ پیاپے زخموں سے ہاتھی اس
طرف دریا کے پار گیا اور فیلبان اپنے زخموں کے سبب سے اور فیل کے اضطرار کی وجہ سے
اوس کو اپنے بس میں نہیں کر سکا۔ اور وہ گہرے پانی میں جا پڑا اور کئی غوطہ کھائے مگر
اپنی شناوری کے زور سے دریا سے وہ اس طرف نکل آیا اور اس تہلکہ سے نجات ہوئی
بیگم دولت خانہ میں بادشاہ کے پاس چلی آئی۔ خواجہ ابوالحسن کا گھوڑا تیر باران سے دریا
میں بیتابی کرتا تھا۔ دو تین زخم اوس کے لگ چکے تھے وہ گہرے پانی میں جا پڑا۔ باگ پر
اختیار ہاتھ سے جاتا رہا۔ زین سے سرنگوں ہوا۔ مگر اوس نے قاش زین کو پکڑ لیا تھا۔ نورجہاں
کے ایک کشمیری ملاح کی مدد سے گرداب بلا سے ساحل نجات پر وہ آیا۔ آصف خاں و خواجہ
ابوالحسن سے دو تیر پرتاب پر فدائی خاں تھا وہ بامردی کر کے دریا سے پار آیا۔ اور ابوطالب
پسر آصف خاں والہ یار و شیر خواجہ اور بہت سے جانباز فدائی خاں سے بائیں جانب میں
اُترے۔ فدائی خاں نے ایک جماعت بادشاہی ولا ور ملازموں اور اپنے نوکروں
کے لی اور دشمنوں کے مقابل ہوا۔ اور کچھ آدمیوں کو تلوار و تیر و سنان سے زخمی کیا اور
راجپوتوں کو اپنے سامنے سے ہٹا دیا۔ اور خیمہ شاہی تک پہنچا۔ مہابت خاں کی فوج
مقابلہ و مقاتلہ کے لئے پیش آئی۔ اور صدائے دار و گیر بلند ہوئی۔ فدائی خاں کے تیر خیمہ
میں بادشاہ کے نشیمن کے سامنے جانے لگے۔ مخلص خاں بادشاہ کی سپر بنا۔ اس وقت
مہابت خاں نے بادشاہ سے کہا کہ اس پاجی کی جرأت و بے ادبی کو حضور ملاحظہ فرمائیں کہ
اپنے ولی نعمت کے روبرو تیر مارتا ہے اور مآل اندیشی کا ملاحظہ اصلا نہیں کرتا۔ بادشاہ نے
فدائی خاں پاس مکرر پیغام بھیجے کہ جنگ میں سعی نہ کرے مگر اوس نے ان کو نہ سنا اور مستانہ وار
کوشش کی فدائی خاں کا داماد محمد عطاء اللہ اور سید مظفر اور وزیر بیگ جان نثار ہوئے
اور چند اور آدمی زخمی ہوئے اور خود فدائی خاں کو اور اوس کے گھوڑے کو تین چار زخم
تیر کے لگے۔ اس نے بہت ہاتھ پانوں بیٹے کہ اپنی جماعت کے ساتھ اندر جائے اور
کچھ کام بنائے مگر مہابت خاں کی فوج کے ہجوم سے جس کو مدد پیہم پہنچی تھی اور اُس کی

امرائے شاہی کا قتل ہونا

لنگ کے لئے کوئی ایک شخص بھی نہیں آیا۔ اور منع جنگ کا حکم پے درپے آتا تھا۔ ناچار کارزار سے پانوں نکال کر لشکر سے باہر آیا اور پھر زور بازو اور شناوری سے دریا سے عبور کیا اور رہتاس پنجاب میں اپنے تئیں پہنچایا وہاں اس کے فرزند تھے اور عیال و ناموس کو ان زینداروں کو حوالہ کیا جن سے کہ پرانی دوستی تھی اور خود جریدہ دہلی کو چلا۔ آصف خاں جانتا تھا کہ ع اے بادصبا این ہمہ آوردۂ تست + مہابت خاں اس سے انتقام لے گا اٹک کو چلا گیا جہاں اوس کی جاگیر تھی۔ شیر خواجہ والہ یار اور بہت سے بادشاہی ملازم اپنی آبرو کا پاس کر کے متفرق ہو گئے اور اپنی اپنی راہ پر چلے گئے۔ خواجہ ابوالحسن و ارادت خاں اور معتمد خاں مؤلف اقبال نامہ اور ایک اور جماعت نے امان اور آبرو کا عہد و پیمان مہابت خاں سے لیا اور اوس سے ملاقات کی۔ مہابت خاں نے اون کو کچھ اور نقصان تو نہیں پہنچایا۔ مگر ملاقات کے وقت ان سب کو دیوس و نامرد اور زن سے کمتر کہا۔ ایسی باتوں کے سننے سے مرجانا بہتر تھا۔ آصف خاں ڈھائی سو اقربا اور نوکروں کے ساتھ قلعہ اٹک میں آیا۔ مہابت خاں نے اول راج پوتوں کی فوج محاصرہ کے لئے بطریق ایلغار روانہ کی اور پھر خود حضور کا بندوبست یہ کیا کہ بادشاہ کی خواہش کے موافق نورجہاں کو اوس کی شبہا رالم کا رفیق و ہمدم کیا نصف جمعیت کو بادشاہ کی خدمت میں چھوڑا۔ اور باقی فوج لیکر آصف خاں پاس پہنچا۔ تھوڑے تردد سے وہ جماعت جس کے اعتماد پر آصف خاں وہاں گیا تھا۔ مہابت خاں کی رفیق ہو گئی اوس نے آصف خاں کو اور اوس کے بیٹے ابوطالب اور میر میراں کے بیٹے خلیل اللہ کو مقید کیا اور اون کی بڑی بے حرمتی کی اور اپنے ساتھ لیکر بادشاہ پاس آیا۔ محمد تقی بخشی شاہجہاں کو جسے برہان پور سے پکڑ کر اپنے ساتھ لایا تھا اور خواجہ عبدالصمد و ملا محمد کو رجپوتوں کے حوالہ کر کے قتل کرایا۔ یہ دونو فاضل صالح آصف خاں کے مصاحب و صلاح کار تھے مہابت خاں نہایت سختی و شقاوت قلبی کرتا تھا۔ بادشاہ اس مدعی کے ساتھ بھی عالی حوصلگی اور بردباری سے پیش آتا تھا۔ اور ان ایام ملالت افزا میں عاقبت بینی کرتا تھا

بادشاہ اور مہابت خاں کی باتیں

آخر کو اس رفق ومدارا کے سبب سے کار بخیر ہوا ع مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

چو در طاس رخشندہ افتاد مور　　رہانندہ را چارہ باید نہ زور

بادشاہ جو کلمہ کلام زبان سے نکالتا وہ مہابت خاں کے مزاج کے موافق ہوتا۔ اور نورجہاں بھی بہ تقاضاء وقت وصلاح دولت اوس کی رہنمائی کرتی تھی اور کہتی تھی کہ جہانتک ہوسکے میرے بھائی کے شکوہ میں زبان کو آشنا کرے اور کہے کہ جو کچھ ہوا اُس کو میں ان دو بہن بھائیوں کی ناتوان بینی کے سبب سے جانتا ہوں۔ اون کے سبب سے میرے تیرے درمیان جو باتیں عمل میں نہ آنی چاہئے تھیں وہ آئیں ان میں میرا تیرا قصور نہیں ہے۔ مہابت خاں بھی بادشاہ کے ساتھ نیک سلوک کرتا تھا۔ فدویت وعبودیت کا اظہار کرتا تھا۔ خدمت گاری کے طریقہ کو نہیں چھوڑتا تھا اور سریر آرا کو تخت پر بدستور مقرری بٹھاتا اور خود گستاخ کار وان دستوروں کے دستور کے موافق سر دیوان کھڑا ہوتا اور مطالب ووقائع اطراف بلاد کو عرض کرتا اور بادشاہ جو اپنی زبان سے جواب دیتا اوس کے موافق حکم لکھتا اور بادشاہ کے احکام امنیت دور ونزدیک کے اطراف حکام نشین میں روانہ کرتا۔ بادشاہ مہربانی سے اوس کو بیٹھنے کا حکم دیتا وہ عمداً کبھی حکم کی اطاعت کرتا اور کبھی پاس ادب کو کار فرما ہوتا۔ بادشاہ کے حوضہ کے آگے پیچھے جو دو رجپوت بیٹھے تو گندہ دہانی اور عرق انگورہ کی بُو سے بادشاہ کا مزاج مکدر ہوتا۔ ان کی تبدیل اور تخفیف کے لئے بادشاہ نے فرمایا۔ مہابت خاں نے دو رجپوتوں کی جگہ ایک رجپوت کا پیچھے بٹھلانا منظور کیا۔ بادشاہ کوچ بکوچ اس طرح کابل گیا۔ کبھی کبھی شکار اور بزرگوں کے مزار کے لئے تشریف لے جاتا۔ مہابت خاں سایہ کی مانند ظل اللہ سے جدا نہ ہوتا ان ہی دنوں میں ایلچی توران نامہ اور ہدیئے نذر محمد خاں والی توران کے لیکر آیا۔ ان تحفوں کی قیمت پچاس ہزار روپیہ کی تھی۔ ان دنوں میں نورجہاں کی تمہید سے مہابت خاں کے استقلال میں عجب اختلال آیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اوسی زمانہ میں نورجہاں کی تجویز سے ایک رسالہ احدیوں کا بنایا گیا اور اس میں منتخب بہادر بھرتی

کئے گئے تھے ان میں سے ایک جماعت شکارگاہ کی حفاظت کے لئے تعینات ہوئی تھی کہ اسکو افغانوں کی دست اندازی سے باز رکھے۔ ایک دن بعض رجپوتوں نے جو مہابت خاں کے بھروسہ کے سبب سے کسی کو اپنے آگے کچھ نہ گنتے تھے شکار کی چراگاہ میں اپنے گھوڑوں اور باربرداری کے چوپایوں کو چھوڑ دیا احدی قراول مانع ہوئے۔ رجپوتوں نے مانا نہیں۔ گفتگو کی نوبت زد و کشت پر پہونچی۔ ایک دو احدی کشتہ و زخمی ہوئے۔ سب احدیوں اور قراولوں نے اتفاق کرکے دیوان سے استغاثہ کیا۔ مہابت خاں نے کہا کہ جس کو پہچان کر نشان دو اُس کو سزا دی جائیگی۔ مستغیثوں کو اس جواب سے متصدیوں کی طرفداری معلوم ہوئی وہ مطمئن خاطر نہ ہوئے۔ سب نے ملکر شورش مچائی۔ نور جہاں کی طرف سے اس جماعت کو اشارہ ہوا۔ ان سب نے اتفاق کرکے رجپوتوں پر حملہ کیا۔ ایک شور و غوغائے عظیم برپا ہوا اور جنگ ہوئی۔ اگرچہ سپاہی نژاد راجپوت اپنے مقابلہ میں دوسرے کو نہیں سمجھتے تھے۔ اور اپنے غرور میں ایسے مست تھے کہ وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے سوا شمشیر اور برچھ کے کوئی اور حربہ نہ رکھتے تھے۔ احدیوں میں کماندار قدر انداز اور قراول حکم انداز بندوقچی تھے۔ اور یہ سب راجپوتوں سے جلے ہوئے بیٹھے تھے اور بہانہ ڈہونڈہتے تھے۔ اس جنگ میں راجپوت مغلوب ہوئے اژدحام عام بھی فرقہ اسلام کا معاون ہوا۔ مہابت خاں کی خبر پہنچنے تک ایک ہزار کے قریب راجپوت جن میں اکثر مشہور اور مہابت خاں کے روشناس نوکر تھے کشتہ و زخمی ہوئے۔ اور ایک جماعت کثیر اون کے معاونوں کی اپنے اعمال کی جزا و سزا کو پہنچی۔ چار پانچ سو راجپوت احدیوں و قراولوں کے ہاتھ سے بچکر اطراف غار و کنار مغاک میں بھاگ کر روپوش ہوئے تھے وہ افاغنہ ہزارہ کے ہاتھ پڑے اونھوں نے دست بدست گوسفند کی طرح بغل میں پکڑکر اپنے دستور کے موافق کوتل ہندوکش سے گذر کر بیچ ڈالا۔ اور رگ پا سے معیوب کرکے چوپانی کیا۔ اس واقعہ سے جب مہابت خاں خبردار ہوا تو حواس باختہ سراسیمہ وار سوار ہوا۔ چاہتا تھا کہ میدان میں جائے اور راجپوتوں کی مدد کرکے تلافی کرے کہ اسی عرصہ میں بادشاہی آدمی جوق جوق و فوج فوج احدیوں و قراولوں کی کمک کو

آگے گا اور ہنگامہ جو افغان شمار سے زیادہ فراہم ہوکر ملازمان شاہی کے رفیق ہوئے۔ مہابت خاں کے آدمیوں نے یہ دیکھ کر کہ وقت ہاتھ سے گیا اور بازی مات ہوئی۔ مہابت خاں کے گھوڑے کو آگے جاکر پکڑ لیا اور خیر خواہی کا اظہار کرکے مانع ہوئے اس کو خود اپنے مارے جانے کا خوف تھا۔ اوس نے روزگار کی نیرنگ بازی کو اور کارزار کے بازار کی گرمی کو اور طرح کا دیکھا۔ موحش خبروں کے سننے سے اس کا رنگ فق ہوگیا۔ اژدحام کے مقابلہ میں آنا مناسب نہ جانا تقاضائے وقت کو ہاتھ سے نہ دیا الٹا بادشاہی دولت خانہ کی پناہ میں آیا۔ اور کوتوال خاں و خلیل اللہ خاں و جمال محمد خواص کو نورجہاں کے آدمیوں کی ایک جماعت کے ساتھ متعین کیا کہ وہ اس لگی آگ کو بجھائیں۔ دوسرے روز سزاولوں نے یہ ظاہر کیا کہ مادۂ فساد قاسم خاں برادر خواجہ ابوالحسن اور اوس کا خویش بدیع الزماں ہیں لڑائی کے وقت اونھوں نے اپنے آدمیوں کو کمک کے لئے بھیجا ہے۔ دونو کو نہایت ذلت کے ساتھ پابرہنہ گھر سے بلاکر مقید کیا اور اون کے گھر کا سارا اسباب ضبط کیا۔ مگر اب مہابت خاں کے تسلط میں خلل پڑا۔ ہرچند اوس نے چاہا کہ احدیوں کا تدارک کرے مگر اب وہ کچھ نہ کرسکا ایک دو مہینے میں اون کا رسالہ موقوف کرا دیا۔

ان دنوں میں واقعات دکھن میں یہ معروض ہوا کہ ۳۱۔ اردی بہشت کو ملک عنبر حبشی اسّی برس کی عمر میں اجل طبعی سے مرگیا۔ ملک عنبر فنون سپاہ گری و سرداری وضوابط تدبیر میں عدیل و نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اس ملک کے اوباشوں کا انتظام جیسا کہ چاہئے تھا اوس نے کیا تھا۔ وہ طریق قزاقی میں جس کو دکن کی اصطلاح میں برگی گری کہتے ہیں خوب مہارت رکھتا تھا۔ آخر عمر تک عزت و نیک نامی کے ساتھ جیا۔ تاریخ میں کہیں دیکھنے میں نہیں آیا کہ کوئی حبشی غلام اس عالی مرتبہ پر پہنچا ہو۔ اوائل شہریور میں کابل سے بادشاہ نے ہندوستان کی طرف کوچ کیا۔ اوس کو معلوم ہوا کہ شاہجہاں نے اجمیر میں آنکر ٹھٹہ کی راہ لی نورجہاں کی چند تدبیریں بادشاہ کے اخلاص کرانے کے باب میں لکھی جاتی ہیں اول راجپوتوں اور احدیوں کے درمیان جنگ کا کرانا ایسی خانہ جنگی کمتر سُنی گئی ہے جس سے

نورجہاں کی تدبیر بادشاہ کو مہابت خاں کے ہاتھ سے چھڑانے میں

مہابت خاں کا غرور ڈھے گیا۔ دوم مزاح گوئی بدمستی جو وہ بادشاہ سے مہابت خاں کو سنواتی کہ جس سے مہابت خاں کے دل سے کینہ دھویا جاتا تھا۔ بادشاہ اکثر کہا کرتا تھا کہ نورجہاں کے ساتھ میری محبت ظاہری نے میرے ملک اور جمعیت کو درہم برہم کیا۔ میرے فرزند دلبند اور لشکر سے اَن بَن کرا دی لیکن مجھے اپنے دل پر اختیار ہے کہ اب میں ان دو نوبہن بھائیوں کا مُنہ دیکھنا نہیں چاہتا۔ اور بعض اوقات مہابت خاں سے بادشاہ فرماتا کہ نورجہاں تیرے استیصال کے درپے ہے تو اوس سے باخبر رہ۔ ان کلمات اور تقریب سے جو ہر روز مہابت خاں سنتا تھا اوس کے دل کو تسلّی خاطر ہوتی تھی۔ اور دولت خانہ کے گرد راجپوتوں کے احاطہ کرنے میں احتیاط کم ہوتی تھی۔ سوم نورجہاں نے شہریار اور اپنے تعلقہ جاگیر کے سرلشکے عمال اور خواجہ سرایوں کو جن کو وہ کارداں اور رازداں جانتی تھی پیغام بھیجا اور نامہ لکھا۔ اور بعض کو خلوت میں طلب کر کے زبانی خاطر نشان کر کے کہا کہ بقدر مقدور سپاہ جلادت پیشہ کارزار دیدہ انتخابی تجربہ کار بیش قرار سہ بندی نوکر رکھ کر لشکر میں متفرق بھیجتے رہو کہ وہ آپس میں دور دور اطراف میں پراگندہ آئیں دو تین ہزار سوار جرار کار آزما بہادر خاطر جمعی کے ساتھ محال جاگیر کے عمال نے سرراہ نوکر رکھ لئے اور اس لئے کہ اُس کی شہرت نہ ہو متفرق بھیجے اور ایسے دور و نزدیک کے فاصلوں پر وہ ٹھیرے کہ اون کا نام و نشان کوئی نہیں جانتا تھا۔ وہ کثیف لباس پہنے بیکار جماعت کی طرح نوکری کی تلاش میں آئے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ چہارم اس جماعت کے فراہم ہونے تک بادشاہ نے بیگم کے اشارہ سے بغیر اس کے کہ وہ مقدمہ کی اصل تمہید سے اطلاع پائے مہابت خاں کی رسوخیت و قدویت کی تعریف اور اوروں کی نمک حرامی اور بدخواہی اور ادر تمہیدات بیان کرتا۔ خلوت میں مہابت خاں سے کہتا کہ اس ہنگامہ میں بعض واقعہ طلبوں نے اپنے نابینوں (ملازموں) کو برطرف کر دیا ہے۔ اگر امرا کی سپاہ کی موجودات لی جائے تو اس میں کچھ برائی نہیں ہے۔ مہابت خاں نے اوس کو قبول کیا۔ جابجا نقیب اور سزاولوں کو تقید تاریخ و روز تعین کیا کہ امرا اپنی سپاہ کی موجودات دیں۔ ایک نقیب اس خبر پہنچانے کے لئے

نور جہاں کے متصدیوں پاس بھی گیا اور نور جہاں سے یہ کہا۔ بیگم نے بظاہر خفگی ظاہر کی اور
پیغام دیا کہ مجھکو سپاہ اور موجودات سے کیا کام اور کیا نسبت۔ بادشاہ جو ہمکو دیتا ہے وہ ارباب
نشاط کے انعام کے لئے اور ہماری زیب و زینت و آرائش اور محل نشینوں کے واسطے ہے
باوجود اس کے میری چادر سہ گزی اور مردوں کی دستار سی گزی سے کمتر نہ ہوگی۔ اور اسی طرح
کے کلمات غیرت افزا کہ جن سے بوئے ساختگی نہیں آتی تھی کہلا بھجوائے۔ مہابت خاں نے اس
جواب کو سنکر لغو باتیں بکیں اور موجودات کے لینے میں اور زیادہ تقید کی اور نور جہاں کے کل توابعین اور
منصب داران پر سزاول تعین کئے اور بیگم کی سپاہ کی موجودات کا دن مقرر کیا گیا۔ اور قرارداد
کے موافق دست راست پر سب مردم قدیم لباس فاخرہ پہنے زریں پوش خوش براق مع نذر کے
جو موجودات کے وقت ہوتی ہے تحف وجنس اعلی لے کر کھڑے ہوئے اور جانب چپ
میں سئے نوکر یکہ چین بہادر سپاہیانہ لباس پہنے اور یراق شکستہ غیر معلوم گمنام امرا کے
نام سے کھڑے ہوئے۔ رات کے وقت جہانگیر نے مہابت خاں سے اخلاص کی باتیں کہکر
فرمایا کہ کل نور جہاں کی سپاہ کی موجودات ہے تم اپنے تئیں اس کے تلنگیوں سے دور رہنا
لازم و ضرور جان کر پوری احتیاط کرنا۔ اس رموز فہم نے بھی اپنی خیریت اس میں جانی بہ نسبت
اور روزوں کے وہ عنان کشاں سواری کے ہمراہ ہوا۔ جوہیں بادشاہ کا ہاتھی نور جہاں
کی دونوں فوجوں کے آدمیوں کے درمیان آیا اور نقیبوں نے طرف یمین کی سپاہ کے مجرائے
کے لئے موجودات سپاہ بیگم کے نام سے آواز بلند کی اور بادشاہ اور مہابت خاں اور اوسکی ہمراہی
متوجہ ہوئے۔ اور سپاہ کے زرق برق کے لباس نے حاسدوں کی آنکھ کو خیرہ کیا کہ یک بارگی
بائیں طرف کی سپاہ شمشیر وسناں وتیر لئے اپنی جگہ سے لپک کر نہایت چستی وچالاکی سے آئی
اور طرفۃ العین میں راجپوت اور فیلبان کو جو مہابت خاں کے منصوب کئے ہوئے تھے کام
تمام کیا اور بادشاہ کو اون کے شر سے مامون کیا۔ اور اسی گرمی اور جلدی میں ایک فیلبان
جو اس سپاہ مسلح کے ہمراہ قابو کے لئے چشم براہ تھا۔ بادشاہ کے ہاتھی پر جا بیٹھا۔ مہابت خاں
اور اوس کے آدمی اس فتنہ سے خبردار ہوکر بائیں طرف متوجہ ہوئے کہ تلافی میں کوشش کریں

کہ دائیں طرف کی سپاہ قدیم فین کے اطراف میں آئی اور جدید جان بازاروں کے ساتھ متفق ہوئی
اور بادشاہی ہاتھی کو حلقہ وار گھیر لیا اور دفع اعدامیں بازو کھولا۔ مہابت خاں نے ماجرائے کار
اور تبدیل وضع روزگار سے واقف ہوکر جانا کہ کار اور اختیار ہاتھ سے گیا اور تلافی کے درپے
ہوکر جان دینا شرط عقل نہیں ہے اس ضمن میں اور امرا بھی بادشاہ کی رکاب میں حاضر ہوئے
اور جان فشانی پر کمر بستہ ہوئے ایسی حالت میں مہابت خان اپنے لشکر کی طرف کنارہ
کشی کرکے ایسا باہر گیا کہ اوس کے سایہ کو بھی خبر نہ ہوئی اور راجپوت اور آدمی مہابت خاں
کے ہمراہی متفرق ہوکر بھاگ گئے اور بغیر قتال و جدال کے بادشاہ نے ایسی قوی دشمن کے
پنجہ سے نجات پائی۔ جہانگیر نے مریم زمانی سے لشکر کے تعین اور تعاقب کرنے کے لئے مصلحت
پوچھی تو نور جہاں نے کہا کہ بادشاہ سلامت زنہار یہ فکر نہ فرمائے۔ مہابت خاں کو چھوڑ دیجیے
کہ جہاں اس کا جی چاہے چلا جائے۔ بلکہ اوس نے مہابت خاں پاس بادشاہ کی زبانی بلند خاں خواص
کے ہاتھ لطف و اخلاص کا پیغام بھیجا کہ تم نے بہت عاقلانہ اور بجا کام کیا کہ بیگم کے آدمیوں کے
شر سے کنارہ کشی کی بہتر ہے کہ اب تم آب بہت سے عبور کرو۔ مہابت خاں آب رہتاس سے
گذر کر اُترا۔ اور بادشاہ نے اس گل زمین میں جہاں وہ پہلے گرفتار ہوا تھا۔ اب اپنی رہائی
کے شادیانے بجوائے۔ اور آخر روز میں مہابت خاں پاس افضل خاں کو بھیجکر پیغام
دیا کہ آصف خاں اور اوس کے بیٹے ابو طالب اور دانیال کے بیٹوں کو جو اوسکے پاس تھے
بھیجدو ہم تمہاری تقصیر معاف کر دینگے۔ اور خود شاہجہاں کے تعاقب میں جاؤ جو اس وقت
ٹھٹہ میں ہے۔ مہابت خاں نے دانیال کے دونو بیٹوں کو افضل خاں کے حوالہ کیا اور
آصف خاں کے باب میں یہ عذر کیا کہ میں بیگم کی طرف مطمئن خاطر نہیں ہوں لاہور سے گذر جانے
تک آصف خاں اور اوس کے بیٹے کے حوالہ کرنے سے معذور رکھیں۔ بادشاہ اس کے اس جواب
سے بید ماغ ہوا مگر تقاضائے وقت کو ہاتھ سے نہ دیا۔ مکرر افضل خاں کو بھیجا اور اپنی اور بیگم کی
طرف سے کلام الٰہی کی قسم کھائی۔ مہابت خاں تین چار منزل تک تو آمد و رفت اور پیام
میں دفع الوقت کرتا رہا اور آخر کو آصف خاں کو اپنے پاس طلب کرکے ایسی شدید قسمیں لائیں

اور اسپ و خلعت و فیل تواضع کرکے بادشاہ پاس بہجدیا اور ابوطالب کو چند روز نگاہ رکھا کہ اس وسوسہ سے خاطر جمعی ہو جائے کہ فوج اوس کے تعاقب میں تو نہیں مقرر ہوئی بعدازاں اوس کو بھی باعزاز مرخص کیا۔

اوائل ماہ آبان میں بادشاہ لاہور کے نزدیک آیا۔اب شاہجہاں کا حال سنو کہ جب اوسنے مہابت خاں کی گستاخی کی خبر سُنی تو اوس کا مزاج شورش میں آیا۔ باوجود قلت جمعیت اور عدم سامان کے اوسنے داعیہ مصمم کیا کہ پدر والاقدر کی خدمت میں پہنچکر مہابت خاں کو کردار ناہنجار کی سزا دے وہ۔ ۲۳۔ رمضان کو ۱۰۳۵ھ کو ہزار سوار لیکر مقام ناسک پر ترینگ سے چلا اس گمان سے کہ اس مسافت میں شاید اس پاس جمعیت بہم ہو جائے۔جب وہ اجمیر میں آیا توراجہ کشن سنگہ پسر راجہ بہیم کہ پانسو سوار اس پاس تھے اجل طبعی سے مرگیا اور اوس کی جمعیت متفرق ہوگئی۔ کُل پانسو سوار نہایت پریشان وتنگ دست ہمراہ رہے اور اوس کو یہ بھی معلوم ہوا کہ ابھی بیگم کا دل بھی اس سے صاف نہیں ہے اور بادشاہ کی کم توجہی باقی ہے اور مادہ فساد دور نہیں ہوا اس واسطے باپ کی خدمت میں جانا مصلحت نہ جانا۔اور یہ رائے ٹھیری کہ ولایت ٹھٹہ میں چندروز گوشہ گزینی میں بسر کیجئے۔اجمیر سے ناگور میں اور ناگور سے حدود جودہ پور میں اور وہاں سے جیسلمیر میں اوس نے کوچ کیا۔شہنشاہ ہمایوں بھی اپنے ایام مصیبت میں اسی راہ سے گیا تھا۔ایام شاہزادگی میں شاہ عباس بادشاہ ایران سے شاہجہاں کی محبت اور خط وکتابت تھی۔اور اس ہرج مرج میں بھی اوس نے شاہجہاں کا حال پوچھا تھا۔اس لئے اس کے دل میں آئی کہ ایران جاکر بادشاہ سے ملنا چاہیے ممکن ہے کہ اوس کی مہربانی اور اشفاق ومعاونت سے جو شورش وفساد کا غبار مرتفع ہوا ہے وہ فرد ہو جائے۔ جب شاہجہاں ٹھٹہ میں آیا تو شریف الملک اس ملک کے لشکر میں سے سوار و پیادہ جمع کرکے گستاخانہ پیش آیا۔باوجودیکہ شاہجہاں پاس تین چار سو سوار وفادار تھے اس کے صدمہ کی تاب شریف الملک نہ لاسکا حصار شہر میں وہ آیا۔اوس نے پہلے سے یہاں کے قلعہ کی مرمت کرکے بہت توپ وتفنگ برج وبارہ پر لگا رکھی تھیں آدمیوں کے متعلقین کو

شاہجہاں کا ٹھٹہ جانا اور دہاں سے لڑنا

شاہجہاں کا دکن جانا

دروازہ حصار پر لایا اور متحصن ہوا اور مدافعہ و مقابلہ کے لئے تیار ہوا۔ شاہجہاں نے تاکید سے منع کیا کہ بندہ ہائے جان نثار قلعہ پر تاخت نہ کریں اور اپنے تئیں توپ و تفنگ سے ضائع نہ کریں باوجود اس کے جوانان کارطلب کی جماعت اپنے تئیں ضبط نہ کر سکی اور شہر کے حصار بند پر یورش کی۔ برج دبارہ کے استحکام اور توپ خانہ کی کثرت نے کچھ کام نہ ہونے دیا۔ وہ واپس آئے۔ کچھ دنوں کے بعد پھر شیر دل بہادروں نے قلعہ پر حملہ کیا۔ قلعہ کے گرد بالکل سطح میدان تھا اصلا پستی و بلندی اور دیوار و درخت کہ حائل ہوں نہ تھے سر پر سپریں لگا کے دوڑ گئے مگر وہاں ایک خندق عمیق و عریض پانی سے بھری ہوئی حصار کے گرد تھی آگے جانا محال تھا اور پیچھے آنا محال تر توکل کا حصار باندھ کے بیٹھے۔ ہر چند شاہجہاں آدمی بھیجکر اون کو بلاتا مگر اثر نہ ہوتا جو گیا وہ عدم کی راہ پر دوسرے کے پہلو میں بیٹھ گیا اور پھر نہ پھرا۔ شاہجہاں اس وقت بیمار تھا غرض ایسے سبب ہوئے کہ اس نے عراق جانے کا ارادہ فسخ کیا۔ شاہزادہ پرویز کی بیماری کی بھی متواتر خبر آتی تھی اس کا ضعف نہایت قوی ہو گیا تھا۔ ٹھٹہ کی فتح میں شاہجہاں نے اپنا وقت ضائع کرنا مناسب نہ جانا۔ گجرات اور برار کی راہ سے دکن جانیکا ارادہ کیا۔ وہ ایسا بیمار و ضعیف تھا کہ پالکی میں سوار ہوتا تھا۔ اب اوسکو معلوم ہوا کہ پرویز کا انتقال ہوا تو اور بھی جلدی جلدی اُسنے سفر کیا۔ یہ وہی راہ ہے جس پر محمود غزنوی سومنات کے بتخانہ کی فتح کے لئے گیا تھا۔ شاہجہاں ملک گجرات سے راج پی پلہ کی حوالی سے گذر کر ناسک تربنگ میں آیا جہاں اسکا بنگاہ تھا اس ملک میں کوئی عمارت نہ تھی اس لئے وہ جنیر میں چلا گیا۔ ٹھٹہ جانے میں اجمیر کی راہ سے ۱۵۱۴ کروہ کی مسافت چار مہینے میں ۷۰ کوچوں اور پچاس مقاموں میں طے کی۔ مراجعت میں احمدآباد کی راہ سے ۲۰۰ کروہ کی مسافت ۴۰ کوچ اور ۱۰ مقام میں طے کی۔

شاہزادہ پرویز کی وفات

غرہ شہر یور کو جب بادشاہ کابل سے ہندوستان کی طرف چلا ہے دکن کی تحریر سے معلوم ہوا کہ شاہزادہ پرویز درد قولنج میں مبتلا ہوا۔ شراب بہت پیتا تھا۔ اپنے چچا شاہزادہ مراد اور دانیال کی طرح وہ بھی ۶ صفر ۱۰۳۵ھ کو ۳۵ سال کی عمر میں مر گیا۔ وفات شاہزادہ پرویز اوس کی تاریخ ہے۔ آگرہ میں وہ اپنے باغ میں دفن ہوا۔

مہابت خاں

مہابت خاں ٹھٹہ کی راہ سے پھر آیا۔ اور ہندوستان کی طرف چلا اور یہ بھی سُنا کہ بائیس لاکھ روپیہ نقد اوس کے وکلانے بنگالہ سے بھیجا ہے اور خزانہ حوالی دہلی میں داخل ہوا ہے۔ اوسنے بادشاہ کی طرف سے صفدر خاں کو ایک ہزار احدی کے ساتھ تعین کیا کہ بہت جلد جاکر اوس روپیہ کو چھین لے۔ جب شاہ آباد کی حوالی میں خزانہ کے پاس وہ آیا تو خزانہ کے محافظ خانہ کو سرائے میں لیکر متحصن ہوئے۔ جہانتک ممکن تھا مدافعہ ومقابلہ کیا لیکن بادشاہی آدمیوں نے سرائے میں آگ لگادی اور اوس کے اندر جاکر خزانہ پر متصرف ہوئے۔ خزانہ کے محافظ بھاگ گئے صفدر اپنی فوج کے ساتھ مہابت خاں کی تنبیہ کے لئے مامور ہوا۔ خانخاناں کو ہفت ہزاری ذات وسوار کا منصب ملا۔ اور وہ مہابت خاں کے تعاقب کے لئے متعین ہوا اور صوبہ اجمیر اس کی تیول میں مقرر ہوا۔

دکن کے واقعات

بادشاہ سے صوبہ دکن کے متصدیوں کی عرضداشت معروض ہوئی کہ یاقوت خاں حبشی کہ دکن میں ملک عنبر کے بعد سرداری میں اس کا نمبر تھا اور عنبر کے عہد میں بھی سپہ سالار لشکر اور انتظام افواج کا عہدہ اوس کو تھا وہ بندگی اور دولت خواہی اختیار کرتا ہے اور پانچ سو سواروں کے ساتھ جالناپور میں آیا ہے اور سر بلند رائے کو لکھا ہے کہ میں نے فتح خاں پسر ملک عنبر اور نظام الملک کے سرداروں سے دولتخواہی کا اقرار لے لیا ہے اور اون میں سے میں نے پیش قدمی کی ہے نامبردہ بعد ایک دوسرے پر سبقت کرکے پے درپے آئینگے۔ جب خانجہاں سر بلند رائے کی تحریر سے حقیقت کار پر مطلع ہوا تو اوس نے یاقوت خاں کو خط لکھا جسمیں نہایت استمالت اور دولتخواہی تحریر تھی اور اوس کو سرگرم عزیمت کیا اور سر بلند رائے کو بھی ایک مکتوب قلمی کیا کہ لوازم ضیافت ومراسم مہمان داری بجالائے۔

پھر دکن کے متصدیوں کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ نظام الملک نے فتح خاں پسر عنبر کو اور بہت سے نو دولت تربیت یافتوں کو ملک بادشاہی میں بھیجکر فساد برپا کیا ہے۔ عمدۃ الملک خانجہاں نے لشکر خاں کو بندہائے کہن سال میں تھا اور کارواں تھا برہان پور کی حراست اور محافظت سپرد کی اور خود لشکر کے ساتھ بالاگھاٹ پر متوجہ ہوا اور کھڑکی تک جو نظام الملک کا محل اقامت تھا

منازعت کی اور نظام الملک نے قلعہ دولت آباد سے سر نہ نکالا اور وہیں رہا اور حمید خاں نام غلام حبشی کو اپنا پیشوا بنایا مدار اور اعتبار ملک و مال کا اوس کے قبضہ اقتدار میں سپرد کیا۔ حمید خاں نے ایک عورت پر عاشق ہو کر نکاح کیا تھا۔ اس کا استرضاے اس مرتبہ پر کرتا تھا کہ لوگ اس کو دیوس کہتے تھے۔ اس عورت نے نظام الملک سے وہ رشتۂ الفت مستحکم کیا تھا کہ باہر شوہر اور اندر خود صاحب اختیار ہو گئے تھے۔ اس کا حال آگے بیان ہوگا۔ اس عورت نے اپنے شوہر کو خانجہاں کا رفیق بنایا ہدیئے اور تحفے اور نامہ و پیام محبت التیام بھیجکر بنائے دوستی و پدر خواندگی کو قائم کیا۔ اور اپنے افسانہ اور افسوں سے بازار رزم و فوج کشی کو بزم یکجہتی مین تبدیل کیا۔ چار پانچ لاکھہن اور دو تین لاکھ روپے کے جواہر خاں جہاں کو دیکر وہ ملک خرید لیا جو نظام الملک کے ہاتھ سے گیا تھا اور اکبر و جہانگیر نے ہزاروں جانیں کھو کر اور کروڑوں روپے خرچ کر کے لیا تھا اس نمک حرام افغان نے فساد ایام پر نظر کر کے طمع سے بیچڈالا۔ ایک دو محال کے محصول کے عوض میں دو بادشاہوں اور دو تین نامدار شہزادوں اور امرائے ذوی الاقتدار کی چندسال کی محنت اور کروڑوں روپے کے خرچ کو جو اس دیار کی تسخیر میں صرف ہوئے مفت رائگاں ہاتھ سے دیدیا۔ اور امرائے شاہی کے نام جو تھانوں میں مقرر تھے نوشتے بھیجدئے کہ اپنے محال کو نظام الملک کے وکلا کو سپرد کردیں۔ ان سب نے اس کے حکم کی اطاعت کی مگر خنجر خاں حاکم احمد نگر نے خانجہاں کے نوشتہ اور حکم کو نہ مانا اور جواب دیا کہ بادشاہ کے حکم بغیر قلعہ کی کنجیاں میرے سر کے ساتھ وابستہ ہیں پرگنات تعلقہ مال محال نواح احمد نگر متصدیاں نظام الملک کے ہاتھ آگیا۔

خانجہاں کا بالاگھاٹ کا ملک نظام الملک کو سپرد کرنا

حمید خاں حبشی کی منکوحہ کا حقیقت حال یہ ہے کہ وہ اس ملک کی غریب زادیوں میں سے تھی ابتدا میں کہ نظام الملک شراب پر مفتون اور عورتوں پر شیفتہ تھا تو اوس کے حرم سرا میں داخل ہوئی اور وہ نظام الملک کے لئے شراب ایسی مخفی لی جاتی تھی کہ باہر کے آدمیوں کو خبر نہ ہوتی تھی اور یہ مکارہ عمدہ آدمیوں کی عورتوں کو جو حسن صورت اور زشتی سیرت میں شہرت رکھتی تھیں نظام الملک کی تسخیر دل کے لئے گمراہ کر کے اس کے بزم عشرت کا ہمدم بناتی عنبر کے مرنے کے بعد وہی امور ملکی کے سرانجام میں مشغول ہوئی۔ ملک و سپاہ کا اختیار اوس کے ہاتھ میں ایسا آگیا کہ جب وہ سوار ہوتی تو اور عمدہ

حمید خاں اور اسکی بیوی

نوکر اس کی سواری کے ساتھ پیادہ چلتے اور اپنے اور بادشاہی مطالب عرض کرتے۔ عادل شاہیوں اور نظام الملکیوں میں ہمیشہ عداوت و فوج کشی رہتی تھی۔ اور ان میاں بیوی کے اقتدار کے زمانہ میں خبر آئی کہ عادل شاہ آراستہ لشکر و جنگی فیلوں اور توپخانوں کو لے کر مقابلہ کو آتا ہے۔ نظام الملک نے جنگ کے ارادہ سے باہر آنا چاہا تو اس عورت نے اس سے کہا کہ اس جنگ کا اختیار مجھے دیدیجے اور فوج کا سردار بنا دیجئے اگر میں خصم پر غالب ہوئی تو مدتوں تک خلق کی زبانوں پر یہ بات رہے گی کہ نظام الملک کی ایک عورت نے بادشاہ بیجاپور کو مقابلہ کر کے ہزیمت دیدی ہے اور خدانخواستہ قضیہ برعکس ہوا تو لوگ کہیں گے کہ بادشاہ نے ایک عورت کو مغلوب کیا۔ پھر اس کا تدارک ہو سکتا ہے نظام الملک کو یہ بات پسند آئی اور اپنی محبوبہ نازنین کو لشکر کی سرداری پر مامور کیا وہ لشکر کو ترتیب دے کر اور جنگی ہاتھیوں اور توپخانہ کو لیکر چلی خود نقاب مرصع چہرہ پر ڈالا اور ایک ہاتھی پر سوار ہوئی۔ امیروں سے خوش زبانی کر کے امیدیں دلائیں اور وعدہ وعید و تہدید کر کے اون کو سرگرم کارزار کیا۔ اور بہت سے کڑے مرصع و طلا و نقرہ کے موافق دستور دکن کے ساتھ لئے وہ سپاہ کے دل خوش کرنے کے لئے دئے جاتے ہیں۔ میدان کارزار میں صفوں کو آراستہ کیا۔ لڑنا شروع کیا سپاہی جو شجاعت کا کام کرتے اون کو وہ کڑے مرصع طلا و نقرہ کے دیتی اور اوسکا مرتبہ بڑھاتی اور مٹھائی کے بھرے ہوئے ٹوکرے ساتھ رکھتی اور فوج کو پہنچاتی۔ غرض عادل شاہ کی فوج کو اسی مرد افگن زن نے ہٹا دیا۔ پہلے سے زیادہ نظام الملک کی معزز محبوبہ ہو گئی۔

الحاصل خانجہاں نے ایک عورت کی چال بازی سے مات کھائی اور ایسا بڑا ملک اپنے تھوڑے روپیوں کو بیچ ڈالا جو ہندوستان کے بادشاہوں کے ایک روز کے خرچ کے لئے دفا نہ کرتا۔ اور اپنے ولی نعمت اور عالم کے نزدیک اپنے تئیں مطعون کیا۔

خانزاد خاں کی جگہ مکرم خاں، ولد معظم خاں حاکم بنگالہ مقرر ہوا تھا۔ وہ یہاں آنکر کامیاب مراد ہوا۔ بحسب اتفاق ایک فرمان شاہی اوس کے نام گیا وہ اوس کے استقبال کے لئے کشتی میں سوار ہوا۔ اوس کی کشتی ایک نالہ میں ڈوب گئی وہ اور اوس کے سب ہمراہی بحر فنا میں غریق ہوئے

مکرم خاں کی موت اور بعض اور امرا کا ہونا

ان ہی دنوں میں خانخاناں ولد بیرم خاں بہتّر برس کی عمر میں اجل طبعی سے مرگیا۔ جب وہ دہلی میں آیا تو اس کا ضعف قوی ہوا یہاں توقف کیا۔ اواسط ۱۰۳۶ھ میں ودیعت حیات کو سپرد کیا اور اس مقبرہ میں کہ اس نے اپنی منکوحہ کے لئے بنایا تھا مدفون ہوا وہ امرائے عظام میں سے تھا۔ جو جو کام اوس نے کئے وہ تاریخ میں بیان ہوئے۔ سوا اس کے خانخاں قابلیت و استعداد میں یکتائے روزگار تھا۔ زبان عربی و ترکی و فارسی و ہندی جانتا تھا۔ عقلی و نقلی علوم اور سنسکرت کے علوم میں بہرہ وافی رکھتا تھا۔ ہندی فارسی میں شعر خوب کہتا تھا ایک رباعی اس کی لکھی جاتی ہے۔ **رباعی**

زنہار رحیم از پئے دل نردی ۔۔۔ بیہودہ بہ آرزوے دل درگردی

گفتم سخنے و باز ہم میگویم ۔۔۔ خواہش کاری ہمیشہ کاہش دردی

جب مہابت خاں ٹھٹہ کی راہ سے پھرا اور وہ فوج اوس کے تعاقب مقرر ہوئی جو اس کا خزانہ چھیننے گئی تھی اوس کو حکم تھا کہ اوس کو گرفتار کرے یا قلمرو سے باہر نکال دے۔ کچھ دنوں وہ رانا کے کوہستانوں میں تباہ حال بسر کرتا رہا۔ اب اوس کے لئے کوئی راہ باقی نہ تھی کہ وہ جہانگیر کا ناصیہ فرسا ہوتا ناچار اپنی نجات شاہجہاں کے توسل میں جانی۔ عرائض اپنے وکلا دزباں دان کے ہاتھ بھیجیں۔ جن میں ندامت و خجالت اپنے گناہوں کے عذر میں ظاہر کی۔ شاہجہاں نے بمقتضائے وقت اس کی تقصیرات سے درگذر کی اور فرمان مرحمت عنوان اپنے پنجہ کے ساتھ اس کی استمالت اور تسلی کے لئے بھیجا۔ وہ دو ہزار سوار لیکر شاہجہاں سے جنیر میں ملا۔ ابھی اس کے اقبال میں فروغ دولت تھی کہ شاہجہاں کی ایک درست ادا سے اوسکی چندیں سالہ شکست ہوگئی۔

مہابت خاں کا حال

۲۱۔ اسفندارمذ کو بادشاہ کشمیر کی سیر کو روانہ ہوا یہ سفر اضطراری تھا اختیاری نہ تھا۔ بادشاہ کے مزاج کو ہوائے گرم نہایت ناسازگار تھی۔ ہر سال وہ موسم بہار کے شروع میں کشمیر کی صعوبت راہ کو آسان سمجھ کر جاتا اور وہاں کی آب و ہوا سے تر و تازہ و توانا ہو کر ہندوستان میں آتا۔

روز یکشنبہ سوم رجب ۱۰۳۶ھ کو نوروز ہوا۔ دریائے چناب کے کنارہ پر جشن ہوا۔ بادشاہ سیر کرتا ہوا اور گھاٹیوں کو طے کرتا ہوا کشمیر میں آیا۔ مکرم خاں کی جگہ فدائی خاں نے صوبہ بنگالہ کی

نوروز ۔۔۔ [illegible]

حکومت پر سرفرازی پائی اور یہ مقرر ہوا کہ ہر سال وہ پانچ لاکھ روپئے نور جہاں بیگم کے خزانہ عامرہ میں داخل کیا کرے۔

اس عرصہ میں کہ بادشاہ کشمیر کی سیر کر رہا تھا آنا فاناً میں دمہ کے مرض نے جو مدت سے اُس کے دم کے ساتھ تھا زور کیا اور بُرے آثار ظاہر ہوئے۔ گھوڑے ہاتھی پر سوار ہونے کی طاقت نہ رہی پالکی میں سوار نہ ہوتا کچھ دنوں بعد اس مرض میں تخفیف ہوئی تو بھوک جاتی رہی اور افیون سے بھی نفرت ہوگئی جو چالیس برس کے رفیق مُنہ سے لگی ہوئی تھی۔ فقط شراب انگوری کے دو چار پیالوں پر زیست کا مدار تھا۔ ایسے وقت میں شہزادہ شہریار داء الثعلب کے مرض میں مبتلا ہوا۔ ڈاڑھی مونچھ کے بال اُڑ گئے لنڈ منڈ ہوگیا۔ ہواخواہوں کی مصلحت کے تقاضے سے باوجود نور جہاں) کی ممانعت کے اوس نے لاہور میں علاج کے واسطے جانے کے لئے بادشاہ کی منت سماجت کی۔ بادشاہ کے حکم سے وہ لاہور روانہ ہوا۔ نور جہاں نے مصلحت کار کے لئے احتیاطاً داور بخش پسر خسرو کو اوس کے حوالہ کر رکھا تھا کہ مقید رکھے۔ اب جو وہ جانے لگا تو اوس کے لیجانے کو اپنے لئے ایک بار سنگین سمجھا اوس نے کہا کہ اب وہ کسی اور شخص کو حوالہ کیا جائے سو وہ ارادت خاں کے سپرد ہوا۔ اب بادشاہ نے کشمیر کے سرد ملک کو چھوڑ کر لاہور کے گرم ملک کی طرف راہ لی بارہ مولہ میں آیا۔ شکار کے لئے بادشاہ سوار نہیں ہوسکتا تھا۔ اس طرح شکار کھیلنے بیٹھا کہ زمیندار ہرنوں کو گھیر گھار کر تیغہ کوہ پر دولتخانہ کے سامنے لاتے بادشاہ ادن پر بندوق مارتا وہ لوٹتے پوٹتے پہاڑ سے نیچے گرتے اور اپنا تماشا دکھلاتے۔ اس ملک کا ایک اجل رسیدہ پیادہ ہرن کو بھگا کر لایا۔ ہرن ایک پرچہ سنگ پر اڑ کر ہو بیٹھا کہ اچھی طرح دکھائی نہیں دیتا تھا اس پیادہ نے چاہا کہ آگے جا کر اوس کو بھگائے کہ قدم کا آگے رکھنا تھا کہ وہ پھسلا آگے درخت تھا اوس کو پکڑا تو وہ بھی اُکھڑا اور خود شکار کی طرح پہاڑ سے قلابازیاں کھاتا ہوا نیچے آیا۔ سارا بدن چور چور ہوگیا بادشاہ یہ دیکھ کر گھبرایا اور کھڑا ہوا کہ پیادہ کی ماں روتی پیٹتی آئی روپیہ سے اوس کی تسلی کی۔ مگر اس کا اپنا دل ایسا بیقرار ہوا کہ پھر اوسکو قرار نہ ہوا اس پیادہ ہی نے اپنی صورت میں حضرت عزرائیل کی تجلی دکھادی۔ اب بادشاہ لاہور کی طرف

جلد ۲

آگے بڑہا۔ پہاڑ کے اُتار چڑہاؤ نے بھی مرض کو اور زیادہ کیا۔ شراب سے بھی نفرت ہوگئی
راجوری کی راہ میں ایک پیالہ پیا تھا وہ حلق سے نہ اُترا قے ہوگیا۔ دولت خانہ تک پہنچتے
پہنچتے نزع کی حالت طاری ہوئی۔ پہر دن چڑہے ۲۸۔ شہر صفر ۱۰۳۷؁ مطابق ۲۸۔ اکتوبر
۱۶۲۷؁ کو سفر آخرت پیش آیا۔ ساٹھ برس کی عمر تھی۔ ۲۲ برس سلطنت کی۔ یا ۲۱ سال
۸ ماہ ۱۴ روز تاریخ وفات ✤ خرد گفتا جہانگیر از جہاں رفت ✤ جہانگیر کے مرنے سے
نورجہاں کے سہاگ کی چوڑی ٹھنڈی ہوئی۔ سارے بہاگ اوس کے خاوند کے ساتھ خاک میں
مل گئے۔ سارا بناؤ سنگار رنگین کپڑے پہننے چھوڑ دئے رات دن رونا پیٹنا اختیار کیا
تادم واپسیں اس سوگ کو اپنے ساتھ رکھا مگر اس حال میں بھی اپنے داماد شہریار کے شہریار
بنانے کا خیال نہ چھوڑا۔ ہر چند اوس نے اپنے بھائی آصف خاں کو تجہیز و تکفین اور امور ملکی
کی مصلحت کے لئے بلایا۔ مگر اس کو اپنے گھر میں سلطنت لینی تھی وہ اپنے داماد کو چھوڑ کر
بہن کے داماد کے لئے کیوں تدبیر کرتا۔ اوس نے مختلف عذر کرکے دفع الوقت کیا اور
اعظم خاں اور ایک جماعت اُمرا کو جو اوس کے ہمراز اور دمساز تھے ہمداستاں بناکے داور بخش
پسر خسرو کو قید سے نکال کر اوس کو مژدہ سلطنت سنایا جو محض خواب و خیال تھا۔ داور بخش
جانتا تھا کہ یہ سلطنت بے اعتبار دو تین ہفتہ سے زیادہ نہیں ہے وہ میرا خون بہائیگی یہ تخت میرا
تختہ بنے گا وہ اس امر پر بے اختیار راضی نہ ہوا۔ اضطرار اور انکار بہت کیا مگر فائدہ نہ ہوا
عہد و سوگند سے اوس کی تسلی کی گئی اور بہ تقاضائے مصلحت جیسے کہ مریض کی جان کے عوض کے
لئے گوسفند کو صدقہ کے لئے لاتے ہیں تخت پر بٹھایا۔ چتر سر پر رکھا۔ شرط نثار اور مبارکباد بجالائے
منزل بھنبر میں اوس کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ نورجہاں بیگم چار ناچار روتی پیٹتی اپنے رفیق آخرت
کی نعش کو لیکر لاہور میں لائی اور اپنے باغ میں مدفون کیا۔

داور بخش کی تخت نشینی

آصف خاں نے بنارسی داس ایک ہندو کو جو تیز روی میں مشہور تھا بلاکر کہا کہ یہ ہمارے
ہاتھ کی انگوٹھی لو اور ابھی شاہجہاں پاس پر لگاکر اُڑ جاؤ اور زبانی پیغام دو کہ جہانگیر کا انتقال
ہوا۔ عرضداشت کا لکھنا مقتضاء وقت نہ تھا یا اوس کو ایسی جلدی تھی کہ عرضداشت لکھنے میں

وقت ضائع نہ کیا۔ زبانی باتیں اوس کو سمجھا دیں کہ اول بہت جلد مہابت خاں پاس جانا اور اوسکے ساتھ شاہجہاں کی ملازمت میں آنا اور جلد روانہ ہونے میں مبالغہ کرنا۔

نور جہاں بیگم شہریار کی سلطنت کے لئے بہت بیقرار تھی اسکی دوسری بہن کا شوہر صادق خاں تھا اور نور جہاں کے ساتھ ہمراہ تھا۔ آصف خاں نے دونو بہنوں کے گھر پر چوکی بٹھا کر امرا اور نامہ و قاصد کی آمد و رفت بند کر دی۔ سب امرا جانتے تھے کہ آصف خاں نے دولت شاہجہانی کی استقامت و استدامت کی یہ تمہید کی ہے کہ داور بخش کو بادشاہ بنایا۔ سب اوسکی اطاعت کرتے تھے

نور جہاں بیگم اس اندیشہ و تدبیر میں تھی کہ شہریار کو سریر آرائے سلطنت کرے۔ شہریار نے لاہور میں باپ کے مرنے کی خبر سنی تو اپنی بیوی کی تحریک اور فتنہ پردازی سے اپنے تئیں بادشاہ بنایا۔ اور خزانوں اور تمام بادشاہی کارخانجات پر دست دراز کیا۔ جس شخص نے جو مانگا وہ اوس کو دیدیا۔ اور لشکر اور جمعیت جمع کرنے میں مصروف ہوا۔ اور ایک ہفتہ میں خزانہ کے نوے لاکھ روپیوں میں سے ستر لاکھ روپئے قدیم و جدید منصبداروں کو دیدئے کہ اونکے ہاتھ کوڑیں لائے اور مستقل بادشاہ ہو جائے۔ بایسنغر خاں پسر دانیال جہانگیر کی وفات کے بعد لاہور میں شہریار پاس بھاگ آیا تھا وہ اُس کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ اور لشکر کو دریائے راوی کے پار لے گیا۔ اس طرف سے آصف خاں نے ایک ہاتھی پر داور بخش کو کہ دبدبہ و تجمل بادشاہی کے ساتھ بٹھایا۔ دوسرے ہاتھی پر آپ سوار ہوا۔ لاہور سے تین کوس پر دونو لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ اول ہی حملہ میں شہریار کی سپاہ کا انتظام شکستہ ہوا۔ اور ساری فوج فرار ہوئی۔ بعض قلعہ لاہور میں داخل ہوئے۔ اور ایک جماعت داور بخش کی سپاہ سے آن ملی۔ شہریار دو تین ہزار سواروں کے ساتھ لاہور سے باہر نیرنگی تقدیر کا منتظر تھا کہ + تا خود فلک از پردہ چہ آرد بیروں + کہ ناگاہ ایک ترکی غلام نے جنگ گاہ سے دوڑ کر اس شکست کی دلکوب خبر سنائی تو شہریار قلعہ کے اندر آیا اور خود اپنے پانوں کو جال میں پھنسایا۔ دوسرے دن امرا نے حصار شہر کے متصل لشکر گاہ بنایا۔ اکثر شہریار کے نوکر قول لیکر آصف خاں سے آن ملے اور رات کو قلعہ کے اندر اعظم خاں گیا اور بادشاہ دولت خانہ میں ٹھیرا۔ اور صبح کو اور امرائے عظام قلعہ میں گئے اور داور بخش کو سریر آرا کیا

داور بخش اور شہریار کی لڑائی اور شہریار کا اندھا ہونا

شہریار بادشاہ کی حرم سرا میں جریدہ گیا - فیروز خاں خواجہ سرا نے اوس کو پکڑ کر اللہ وردی خاں کو سپرد کیا - اور وہ اوس کو داور بخش کے روبرو لایا - اور مراسم کورنش و تسلیم اُس سے ادا کرائیں اُس کو محبوس کیا - اور دو تین روز بعد اندھا کیا - تو اوسنے یہ رباعی بدیہہ فرمائی - رباعی

زنرگس گلاب ارچہ نتواں کشید کشیدند از نرگس من گلاب

اگر از تو پرسند تاریخ من بگو کور شد دیدۂ آفتاب

آصف خاں نے عرضداشت میں نوید فتح شاہجہاں پاس ارسال کی اور التماس کیا کہ حضور بہت جلد یہاں تشریف فرما ہو کر آشوب و اختلال سے خلاص کریں - اب بنارسی اور شاہجہاں کے سفر کا بیان مجمل ہوتا ہے - بنارسی منزل چکرہٹی سے جو وسط کشمیر میں ہے - بتیس روز کے عرصہ میں ۱۹ - ربیع الاول ۱۰۳۷ھ کو جنیر میں پہنچا جو سرحد نظام الملک کی انتہا پر ہے وہ اول مہابت خاں کے پاس جو شاہجہاں کو قدمبوسی کے لئے آیا ہوا تھا گیا - اور صورت حال کو عرض کیا وہ برق و باد کی طرح حرم سرا میں پہنچا اور خبر بھیجی - شاہجہاں محل سے باہر آیا اور بنارسی زمین بوس ہوا - حقیقت حال عرض کی اور آصف خاں کی مُہر بادشاہ کو دی اس حادثہ دلخراش کے واقع ہونے سے شاہجہاں کو رنج و غم ہوا - مراسم تعزیت کا وقت یہ نہ تھا - مہابت خاں کے کہنے سے پنجشنبہ ۲۳ - ربیع الاول کو ۱۰۳۷ھ کو نجومیوں کی مہورت کے موافق گجرات کی راہ سے دار الخلافہ کی طرف کوچ کیا - اور آصف خاں کو بنارسی کے بھیجنے کا اور اپنے چلنے کا فرمان امان اللہ کے ہاتھ ڈاک چوکی میں بھیجا - خان جہاں خاں صوبہ دار برہان پور میں تھا جسکی تقصیرات کا بیان اوپر ہوا - اون پر شاہجہاں کو اطلاع تھی مگر اوس پر بھی اوس نے جان نثار خاں کو اس پاس فرمان لطف آمیز دیکر بھیجا - وہ نمک حرامی کے توہم میں گرفتار تھا اور دریا خاں رُہیلہ اور آقا افضل دیوان دکن (کہ دیوان شہریار کا بھائی تھا اور نورجہاں اور شہریار کے حال پر مطلع نہ تھا) کے بھکانے سے خان نے فرمان کے جواب میں عرضداشت نہ بھیجی اور جان نثار خاں کو آزردہ کیا اور فقط فرمان کی نافرمانی پر اکتفا نہیں کی بلکہ برہانپور میں اپنے بیٹوں کو سکندر خاں لوحانی کے ہمراہ چھوڑ کر خود اپنی جمعیت اور بادشاہی ملازموں مثل

شاہجہاں کا آنا

راجہ گج سنگھ وغیرہ کو جو اوس کی رفاقت میں مجبوری سے تھے ہمراہ لیکر مانڈو میں آیا اور مالوہ کے اکثر قصبات ومحالات کو تاخت وتاراج کیا اور اس مخالفت وبغاوت کا نقارہ بجاکر برہان پور میں مراجعت کی۔

شاہجہاں جب باباپیارے کے معبر گذرا شیر خاں عرف ناہر خاں کی عرضی آئی جسمیں اطاعت اور فدویت کا اظہار اور سیف خاں کے ارادہ فاسد کا اظہار تھا۔ سیف خاں اسوقت احمدآباد میں صوبہ دار تھا اور جہانگیر کے عہد میں شاہجہاں کے ساتھ بہت گستاخیاں کیں تھیں اپنے کاموں سے اوس کو ہراس خوف بہت تھا۔ شیر خاں کی عرضداشت آنے سے اُس کی تصدیق ہوگئی اس لئے شیر خاں کو گجرات کے صاحب صوبہ ہونے کا حکم ہوا اور فرمان گیا کہ شہر احمدآباد پر متصرف ہوکر معتمد خاں کے حوالہ کرے اور سیف خاں کو نظر بند کرکے ہمارے پاس بھیجدے اوسوقت سیف خاں سخت بیمار تھا۔ ملکہ ممتاز محل کی بڑی بہن سیف خاں کی بیوی تھی اور ملکہ کو اپنی بہن سے نہایت محبت تھی اور سیف خاں کی ناہمواری اور بیماری سے دونو بہنوں کی خاطر جمع نہ تھی وہ سیف خاں کی شفیع ہوئیں۔ بیگم کی التماس کے موافق خدمت پرست خاں کو حکم ہوا کہ وہ شیر خاں کو پیغام پہنچادے کہ سیف خاں کے نظر بند کرنے میں کوئی ضرر جانی اُس کو نہ پہنچائے۔ بادشاہ نے دریاء نربدا سے عبور کرکے قصبہ سنور میں وزن قمری کا جشن کیا۔ دلیر خاں بارھہ نے آنکر شہریار کے مکحول ومقید ہونے کی اور دانیال کے بیٹوں کے محبوس ہونے کی خبر سُنائی۔ سیف خاں قریب المرگ ہوگیا تھا۔ شاہجہاں نے اوس کی تقصیر معاف کیں تو پھر اوس کی جان میں جان آئی۔ بیماری صحت سے بدل گئی۔ جب بادشاہ احمدآباد سے محمودآباد میں آیا تو شیر خاں مع عیسیٰ خاں شرف اندوز ملازمت ہوا۔ شیر خاں کو منصب پنج ہزاری وصوبہ داری احمدآباد سے سربلندی ہوئی۔ اور عیسیٰ خاں چارہزاری منصب اور دوہزار سوار کی پایہ پر پہنچا اور ٹھٹہ کی حکومت سے معزز ہوا۔ یمین الدولہ آصف خاں پاس خدمت پرست خاں فرمان لایا کہ جو کچھ کیا وہ مستحسن ہوا اگر امن کے لئے اور دفع آشوب کے واسطے داور بخش اور شہریار اور دانیال کے بیٹوں کو جو مادہ فساد ہیں شہر عدم کو روانہ کرے تو ہواخواہان ملک اور سلطنت کے لئے قرین مصلحت ہوگا۔

سرو ارث ملک تا برتن است — تن ملک را فتنہ بر آہن است

اس فرمان کے پہنچنے کے بعد آصف خاں نے حکم کے مطابق ۲۲۔جمادی الاولے کو داور بخش اور اوس کے بھائی گشتاسپ شہریار اور دانیال کے بیٹوں طہمورث و ہوشنگ کو صحرائے عدم میں آوارہ کیا۔ بایسنغر خاں پسر دانیال بچ کر چلا گیا۔ اور شاہجہاں کے نام کا خطبہ منبروں پر پڑہوایا۔ جب شاہجہاں سرحد رانا میں آیا۔ تو رانا کرن جو ایام شاہزادگی میں جانفشانی کی شرطوں کو بجالایا تھا۔ زمین بوس اور مورد الطاف ہوا۔ اجمیر میں شاہجہاں پیادہ پا حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار پر آیا۔ اور بہت روپیہ مستحقوں کو خیرات میں دیا اور حکم دیا کہ ایک مسجد سنگین یہاں بنائی جائے اور اس کے جلد بننے کی تاکید کی۔ مہابت خاں کی درخواست کے موافق اجمیر کی صوبہ داری اوس کو مرحمت ہوئی۔ جابجا زراعت کی حفاظت کے لئے اور رعایا اور زیردستوں کے حفظ مال اور ناموس کے واسطے اور زبردستوں کی تنبیہ کیلئے خدا ترس اور حق شناس آدمی مقرر کئے اواخر جمادی الاخری سنہ مذکور میں دار الخلافہ آگرہ میں شاہجہاں آیا۔ اور ایک عالم اوسکے دیکھنے سے خرم و شاد ہوا۔ دوشنبہ ہشتم جمادی الاخری کو سریر سلطنت پر جلوس فرمایا اور خطبہ اور سکہ کو اپنے نام سے زیب و زینت بخشی

جہانگیر کی سلطنت میں سفارت انگلستان

سر طامس رو ممبر پارلیمنٹ جو انگلستان سے ہندوستان میں سفیر شاہ انگلستان آیا وہ ۱۵۶۸ء میں پیدا ہوا تھا۔ اوکسفورڈ یونی ورسٹی میں اوس نے تعلیم پائی تھی۔ وکالت کی لیاقت پیدا کی تھی۔ وہ انگلستان کے اون مدبران ملکی میں سے تھا جو انگلستان کی آب و ہوا اور اس زمانہ کی معاشرت نے پیدا کئے تھے۔ وہ فاضل وزیرک اور ناموس دوست مہذب و دلیر تھا۔

جب جیمس اول بادشاہ انگلستان نے اوس کو نائٹ کا خطاب دیا۔ وہ ویسٹ انڈیس کے سفر میں ہنری پرنس ویلز کی ہمراہی کے لئے انتخاب کیا گیا۔ وہ ۱۶۰۹ء میں امیزون کے کنارہ پر آیا ۱۶۱۴ء میں وہ کامن ہوس میں مباحثہ کے لئے کھڑا ہوا۔ وہ سال آیندہ میں جہانگیر کے دربار

کے لئے سفیر مقرر ہوا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے مقاصد کی توسیع کرائے اس وقت یہ کمپنی
حالت طفلی میں تھی۔ بعد اس کے وہ انگریزی سفیر ٹرکی کا مقرر ہوا اور کئی برس تک قسطنطنیہ میں
رہا۔ پھر ویانا کا سفیر ہوا۔ ۱۶۴۴ء میں چہتر برس کی عمر میں مرگیا۔ اوس نے جو اپنا اور جہانگیر کا حال
لکھا ہے اوس کو ہم نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ جب سورت میں ۱۶۱۵ء میں آیا تو سمندر میں
انگریزی جہاز جھنڈیوں و بیرقوں سے آراستہ ہوئے۔ اسّی توپیں میری سلامی میں چھوڑی گئیں
کپتان اور سوداگروں اور اسّی مسلح آدمیوں سے مرا بوڈی گارڈ اوف اونر مرتب ہوا۔ بادشاہی
افسروں نے میرا استقبال کیا۔ ایک کھلے ہوئے خیمہ میں مجھے اوتارا۔ مگر پھر یہ بد اخلاقی کی کہ
میرے نوکروں کی تلاشی لینے لگے۔ میرے بکسوں کو توڑا۔ ہرچند میں نے کہا کہ ان بکسوں
میں جہانگیر کے واسطے تحائف لایا ہوں مگر اونھوں نے اوس کے کہنے کو ذرا نہ سنا
شہر سورت میں ایک مکان رہنے کے لئے مجھے دیا۔ ایک مہینہ تک یہاں اس انتظار میں
مجھے رہنا پڑا کہ گاڑیاں اور چوکی پہرہ کے آدمی ہمراہی کے لئے ملیں کہ میں برہان پور تک ان
تحائف کو لے جاؤں طامس رو کا سفرنامہ ۲۶ ستمبر سے ۲۰ اکتوبر ۱۶۱۵ء آگے اسی سفرنامہ
کے سنہ و تاریخ کا حوالہ دیا گیا ہے۔

جہانگیر آگرہ میں نہ تھا۔ وہ اجمیر کے جنوب میں گیا ہوا تھا۔ اوس نے اجمیر کو اپنا صدر مقام
بنایا تھا۔ سورت سے مشرق کو برہانپور تک اور برہان پور سے شمال کو اجمیر تک سڑک جاتی تھی
میں پندرہ روز میں سورت سے برہان پور گیا۔ ملک ویران پڑا تھا۔ قصبات و دہات میں مٹی کے
کچے جھونپڑے تھے۔ ان میں کوئی مکان اترنے کے قابل نہ تھا۔ پہاڑی چوروں کے ہاتھ
سے ایک منزل میں تیس سواروں اور بیس بندوقچیوں نے مجھے بچایا۔ برہانپور میں کوتوال سولہ
سوار جھنڈیاں لئے میرے استقبال کو آیا۔ اور مجھکو ایک مکان میں لے گیا جو باہر سے سنگین شاندار
بنا ہوا تھا۔ مگر اوس کے اندر کمرے تنور کی مانند تھے۔ اس لئے میں اپنے خیمے میں سویا اول
نومبر سے ۱۴ ۱۶۱۵ء تک مغلوں کی فوج جو دکن میں رہتی تھی اوس کا صدر مقام برہانپور تھا یہاں میں نے
پرویز سے ملاقات کی۔ پرویز باپ کی طرح یہاں بادشاہی کرتا تھا۔ اوسکی حویلی کے آگے

سورت میں سرطامس رو کا پہنچنا

سرطامس رو کا سفر سورت سے برہان پور تک

سرطامس رو کی ملاقات شہزادہ پرویز سے

سواروں کا دستہ کھڑا رہتا تھا جب وہ باہر نکلتا تو وہ سلامی اوتارتا۔ میں اسکے دربار میں داخل ہوا وہ تخت گاہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اوس کے سر پر شامیانہ تنا ہوا تھا۔ تخت گاہ سے نیچے چبوترہ تھا جس پر سرخ کٹہرہ لگا ہوا تھا جس میں امرا کھڑے رہتے تھے۔ میں نے پرویز کے آگے زمین بوس ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ میں ایک بادشاہ کا سفیر ہوں نوکر نہیں ہوں۔ میں چبوترہ کی تین سیڑھیوں پر چڑہا۔ امرا پرویز کے گرد غلاموں کی طرح دست بستہ کھڑے تھے۔ میں نے پرویز کے آگے سر جھکایا۔ پرویز نے بھی جواب میں سر جھکایا۔

میں نے بیان کیا کہ میں شاہ انگلینڈ کا سفیر ہوں۔ پرویز نے کچھ سوال مجھ سے پوچھے۔ میں آگے سیڑھیوں پر چڑہ کر جواب دینا چاہتا تھا کہ شہزادہ کے ایک آدمی نے مجھے روک دیا اور مجھ سے کہا کہ آگے شاہ نہ سلطان ترک قدم رکھ سکتا ہے۔ یہ مغلوں کو گھمنڈ وغرور تھا۔ مگر پرویز نیک مزاج تھا۔ اوس نے میری درخواست منظور کی کہ برہان پور میں انگریز اپنی تجارت کی کوٹھی قائم کر سکتے ہیں۔ گاڑیوں اور پہرہ چوکی کے سامان تیار کرنے کا حکم دیدیا کہ وہ مجھکو آگرہ تک پہنچاویں۔ اوس نے میری نذر کو مہربانی سے قبول کیا۔ اس میں ایک کیس شراب کی بوتلوں کا تھا اوسے دیکھ کر وہ پسیجا اور مجھ سے کہا کہ میں تم سے خلوت میں ملکر باتیں کرونگا وہ اس کام کے لئے تخت گاہ سے اوٹھ گیا۔ مگر پھر مجھ کو اوس نے بلایا نہیں میں بے فائدہ انتظار کرتا رہا۔ اور آخر کو اوس نے بن ملے مجھے رخصت کر دیا۔ پرویز نے شراب اسقدر پی لی تھی کہ وہ کسی سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔ ۱۴۔ نومبر سے ۲۷ تک ۱۶۱۵ء۔

ایک مہینہ کے عرصہ میں برہانپور سے اجمیر گیا۔ راہ میں مانڈو میں گذر ہوا جو مالوہ کا قلعہ عظیم تھا یہاں سے چتوڑ گیا جو راجپوتانہ کا قدیم دار السلطنت تھا۔ اور اب ایک ویران قلعہ تھا۔ سارے رستے مجھے بخار آتا رہا۔ میں ۲۳۔ دسمبر ۱۶۱۵ء کو اجمیر میں داخل ہوا۔ ۱۰۔ جنوری ۱۶۱۶ء کو میری اول ملاقات جہانگیر سے ہوئی۔ ۲۷۔ نوامبر ۱۶۱۵ء سے ۱۰۔ جنوری ۱۶۱۶ء تک سر رو کا دربار میں جانا ہندوستان کی تاریخ میں ایک واقعہ عظیم ہے وہ اس قوم کا سفیر اول تھا جس نے ہندوستان میں بعد ازاں شان و شکوہ سے سلطنت کی۔ اور سلطنت کر رہی ہے اوسنے دیکھا کہ

سفر اجمیر

سر طامس رو کا دربار میں جانا

دربار کے محل کی پشت پر ایک تخت گاہ ہے اور تخت پر جہانگیر بیٹھا ہے۔ اوسنے سجدہ زمین بوس سے انکار کیا۔ بادشاہی آدمیوں نے بھی اوس پر کچھ اصرار نہیں کیا۔ وہ اول کٹہرہ تک گیا جو تمام آدمیوں کو امرا سے جدا کرتا تھا۔ وہاں اول کورنش ادا کی پھر وہ سُرخ کٹہرہ تک جاکر امرا میں داخل ہوا اور دوسری دفعہ کورنش کی۔ وہ چبوترہ پر تین سیڑہیاں چڑہا اور تیسری دفعہ کورنش بجالایا۔ اب وہ امرا اور شہزادوں کے درمیان کھڑا ہوا۔ اس نے اس دربار کو بھی تھی ایٹر سے تشبیہ دی ہے کہ بادشاہ گیلیری کے اوپر بیٹھا ہے اور بڑے آدمی سٹیج کے اوپر ایکڑ ہیں اور گنوار اسکا تماشا دیکھ رہے ہیں۔

جہانگیر نے اس انگریزی سفیر پر بہت التفات کیا۔ اور اوس نے شاہ انگلستان کو کہا کہ وہ میرا شاہی برادر ہے اوس نے شاہ جیمس کے خط کو حیرت کی نگاہ سے دیکھا۔ فارسی ترجمہ اوسکے ساتھ تھا وہ لکھتا ہے کہ میں نے جو تحائف پیش کئے وہ بادشاہ نے بڑی خوش اخلاقی سے قبول کئے یہ تحفے بلجے۔ چاقو۔ کارچوبی سگراف و تلوار اور انگریزی کوچ یعنی گاڑی تھی۔ میرے ہمراہیوں میں سے ایک باجا بجانے والے سے بادشاہ نے باجا بجوایا۔ انگریزی کوچ دربار سے باہر رہی بادشاہ نے اوس کے دیکھنے کے واسطے اپنے آدمیوں کو بھیجا۔ اوس کو میری صحت کا فکر تھا اوس نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کے علاج کے واسطے اپنے کسی طبیب کو بھیجدوں۔ اوسنے مجھ کو صلاح دی کہ جب تک قوت نہ آئے گھر میں رہو۔ جن باتوں کو بادشاہ جاننا چاہتا تھا وہ اوس نے بے تکلف مجھ سے پوچھیں۔ پھر مجھ کو رخصت کیا۔ میں اپنی اس ملاقات سے بہت منبسط ہوا۔ مجھ لوگوں نے کہا کہ کبھی کسی سفیر کی ایسی تواضع نہیں ہوئی جیسی تمہاری ہوئی ہے۔ ۱۰ جنوری ۱۶۱۶ء

جب دربار ہو چکا تو جہانگیر پھر شاہ عظیم الشان نہ رہا بلکہ ایک محقق مغل بن گیا۔ وہ باہر آیا اوس نے انگریزی کوچ کا ملاحظہ کیا۔ اوس کے اندر خود بیٹھا اور اوس کے نوکروں نے کوچ کو چلایا۔ اوس سر طامس رو کے انگریزی نوکر کو حکم دیا کہ وہ انگریزی وضع سے اپنے تئیں لباس اور تلوار سے آراستہ کرے۔ اوس نے تن کر اپنی تلوار سونتی اور پھرائی۔ بادشاہ نے پرتگیزی پادریوں سے شکایت کی کہ یہ تحائف نہایت خفیف ہیں وہ چاہتا تھا کہ شاہ انگلستان نے

جہانگیر کی ملاقات مسٹر

اوسکو جواہر نہیں بھیج ہوتے ۔ ۲۵ ۔ جنوری ۱۶۱۶ کا خط بنام ایسٹ انڈیا کمپنی ۔

بہت مہینوں تک میں اس خیال میں پڑا رہا کہ عہد نامہ کی تیاریاں ہو رہی ہیں خرم نے میری خوب مدارات اور آؤ بھگت کی اور اُس نے وعدہ کیا کہ میں تمہارے خرخشوں کا علاج کرونگا ۔ جہانگیر نے بھی میری خاطرداری کی اور فرمانوں کو جاری کردیا کہ خشکی میں تمام راہداری کے محصول معاف کردئے جائیں ۔ مگر یہ فرمان خالی احکام ہی تھے ۔ اگر کوئی اون سے عدول کرتا تو سزا نہ پاتا ۔ میں چاہتا تھا کہ ایک عہد نامہ ایسا حاصل کروں جسپر بادشاہ کے دستخط ہوں ۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اگر ایسا عہد نامہ ہوگا تو امرا اور اہلکاران شاہی کو خاص شرائط کا پابند کریگا اور اوس کے عوض میں انگریز سوا چند تحائف کے کچھ اور نہ دینگے اور اپنی موعود تجارت کو بڑہا ئینگے نہ کوئی وزیر نہ کوئی حاکم اس عہد نامہ کو اس سبب سے چاہتا تھا کہ وہ اون کی حکومت کا مانع ہوتا تھا ۔ سفرنامہ رو ۔

عہد نامہ کے باب میں دشواریاں ۔

ان عہد و پیمان میں سفیر انگلستان کو ایک اور دقت پیش آئی جس سے وہ دق ہوا کہ دربار میں جو کام ہوتا اوس کو اور بادشاہ کے ہر کام کو واقعہ نویس لکھتے اور اُس کو دفتر شاہی بناتے ۔ جس شخص کا دل چاہتا ایک روپیہ خرچ کرکے نہایت مخفی اور نازک و خانگی معاملات پر آگاہ ہوسکتا تھا ۔ جب بادشاہ مرجاتا تو انھیں دفتروں سے اوس کے سلطنت کی تاریخ مقید بہ زمانہ بن جاتی ۔

واقعات سلطنت سے عوام الناس کا واقف ہونا

نوروز کا جشن مارچ کے مہینے میں ہوا ۔ یہ جشن اسلامی نہیں ہے بلکہ اسلام سے بہت مدتوں پہلے وہ ایران میں ہوتا تھا ۔ دربار میں جہانگیر بہت شان و شوکت سے آیا ۔ اس کا تخت سیپ کا بنا ہوا تھا ۔ وہ مسند تکیہ پر آن کر بیٹھا جن میں موتی اور بیش قیمت جواہر ٹکے ہوئے تھے اوسکے سر پر ایک شامیانہ زربفت کا لگا ہوا تھا اوس میں موتیوں کی جھالر لٹکتی تھی اور اس میں سونے کے سیب و ناشپاتی اور انار آویزاں تھے ۔ دربار کے دیوان خاں کے آگے ایک صحن تھا جس کا طول ۵۶ قدم اور عرض ۴۳ قدم تھا ۔ اس میں ایرانی قالین بچھے ہوئے تھے ۔ اور اسکے اوپر شامیانہ ریشمی ۔ مخمل اور کمخواب کا لگا ہوا تھا اور وہ بانس کی چوبوں پر ایستادہ تھا اور چوبوں پر

جشن نوروز

سونے چاندی کے خول چڑھے ہوئے تھے اور اس مربع کے درمیان چھوٹے چھوٹے مکان تھے ان میں سے ایک چاندی کا مکان تھا اور بہت سی عجیب عجیب چیزیں تھیں۔ اس شامیانہ کے گرد امرا کے شامیانے کھڑے تھے اور اُن میں بادشاہ کی پیش کش کے لئے نادر چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ ۱۱۔ مارچ ۱۶۱۶ء

میں نے دوسرے روز شامیانہ میں دولت کی نمائش دیکھی۔ اسباب کا بڑا انبار تھا مگر اس میں عظمت و جلال نہ تھا۔ ساری چیزیں بے قرینے لگی ہوئی تھیں۔ وہ یہ معلوم ہوتا تھا ایک کپ بورڈ پر پلیٹ اور کارچوبی سلیپروں کی نمائش ہے۔ ایک کونے میں وہ تصویریں لگی ہوئی تھیں کہ میں انگلستان سے لایا تھا۔ یہ تصویریں جیمس اول۔ کوئین این۔ لیڈی ایلزبتھ۔ طامس سمتھ اول گورنر ایسٹ انڈیا کمپنی کی تھیں۔ ۱۲۔ مارچ ۱۶۱۶ء

سفیر روکا جانا

مغل کے دربار سے میرا دل بھر گیا۔ نئی نئی چیزوں کے دیکھنے سے تھک گیا۔ اہلکاروں نے چلتی گاڑی میں روڑا اٹکایا۔ حرم کے کٹہرے میں جانے سے میں روکا گیا جسکی شکایت میں نے جہانگیر سے کی جس کے بعد مجھ کو کسی نے منع نہیں کیا۔ شاید میں روکے جانے سے مستثنیٰ کیا گیا۔ رانا اودے پور کا بیٹا اوس کے دربار میں آیا تھا۔ بادشاہ کے روبرو تین دفعہ سجدہ زمین بوس کیا جہانگیر نے اوس کو اپنی تخت گاہ میں بلایا۔ اور اوس کے سر کو بغل میں لیا۔ ان رسومات سے میں ناخوش ہوتا تھا۔ ہاتھیوں کی موجودات ہوئی۔ ناچنا گانا ہوا۔ ۱۲۔ مارچ سے ۲۴۔ مارچ ۱۶۱۶ء

عہد نامہ کی مخالفت

اب میں نے جہانگیر سے عہد نامہ کی درخواست کی۔ اس درخواست سے الجھیڑا پڑا۔ ارکین سلطنت نے یہ ارادہ کر لیا کہ انگریزی سفیر سے عہد نامہ نہ ہونے دیں۔ اُن کو اندیشہ تھا کہ شاید جہانگیر عہد نامہ لکھنے پر راضی ہو جائے۔ ایک دن یہ تماشا ہوا کہ میں تحفیں بادشاہ کے سامنے پیش کر رہا تھا آصف خاں و شاہزادہ خرم ترجمان کو خاموش کرنا چاہتے تھے۔ میں نے ترجمان کو قابو میں رکھا اور آصف خاں کو آنکھیں جھپکانے اور فضول اشاروں کے کرنے میں بے سود تکلیف اُٹھانی پڑی۔ اتنے میں بادشاہ غصہ میں بھر آیا اور اصرار سے پوچھا کہ کس نے انگریزوں کو تکلیف پہنچائی ہے۔ جب میں نے آصف خاں مرم کا نام لیا تو بادشاہ نے بیٹے کا نام

سنکر خیال کیا کہ میں گویا بادشاہ کے بیٹے پر الزام لگاتا ہوں - اس نے یہ کہا کہ پسر من پسر من آصف خاں لرزنے لگا اور سب حیران رہ گئے - بادشاہ نے شاہزادہ کو خوب ملامت کی جس نے بہت معذرت کی معاملہ ختم ہوا تو بادشاہ خود کھڑا ہو گیا اور مجھے اپنی برابر کھڑا کیا -

دوسری طرح اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ جہانگیر نے کہا جو فرمان میں نے جاری کر دئے ہیں وہ کافی ہیں - میں نے عہد نامہ کے لئے جہانگیر سے اصرار کیا تو اس نے کہا کہ انگریز کیا مجھے جواہر نذر کرینگے - میں نے کہا کہ جواہر ہندوستان سے جہان جہان گیر بادشاہ ہے آتے ہیں انگریز اسی کے جواہر الٹے اوس کے پاس کیسے لاسکتے ہیں - جہانگیر چپ ہو رہا مگر اوس کو میری بات کا یقین نہیں ہوا - ایک امیر نے پرتگیزوں کا ذکر چھیڑ کر کہا کہ انگریز سوا تلوار اور چاقوں اور کپڑے کے نذر کے لئے کچھ نہیں لاتے ہیں اور پرتگیز لعل زمرد الماس لاتے ہیں - ۲۶ - مارچ -

انگریزی سفیر نے جہانگیر کو اور آصف خاں و خرم کو زچ کیا - خرم کو یہ خوف لگا ہوا تھا کہ باپ اس کا کہیں مخالف نہ ہو جائے - آخر کو مجھ سے یہ کہا گیا کہ وہ عہد نامہ مسودہ تیار کرے یہ میری دلی تمنا تھی - میں نے عہد نامہ کا مسودہ جسقدر جلد ممکن تھا تیار کیا - اس عہد نامہ کی تحریر میں میں نے سفیرانہ ذہانت کو خرچ کیا - یہ لکھا کہ گریٹ برٹن کے اور ہندوستان کے بادشاہ میں ہمیشہ مصالحت رہی ہے انگریزوں کو اختیار ہے کہ جہاں چاہیں تجارت کریں - جو بادشاہ کے لئے وہ تحائف لائیں وہ راہ میں بغیر کھولے اور دیکھے بادشاہ پاس لے جائیں - بادشاہ کے استعمال کے بہانہ سے انگریزوں کا اسباب روکا نہ جائے - راہ داری کا محصول سب جگہ معاف ہو - فقط بندرگاہ میں جب ان کا اسباب جہاز سے اترے اسپر ساڑھے تین روپیہ سیکڑہ محصول لیا جائے - اور جو انگریز مر جائے اوسکا اسباب بادشاہ نہ لے اسکے عوض میں بادشاہ جس چیز کو چاہے گا اوس کو قیمت پر انگریز انجام کر دینگے - وہ اوس کے سارے دشمنوں کے دفع کرنے میں مدد و معاون ہونگے - میں اس عہد نامہ میں کوئی بات مستثنےٰ نہیں کی جائیگی اور اس پر مہر شاہی فوراً لگ جائیگی - میں اس عہد نامہ میں یہ نہ سمجھا کہ اسکی شرائط ایسی ہیں جو سارے ہندوستان میں ہر حاکم اور افسر کے حق میں مضر ہیں - تھنوں کی خاطر جہانگیر اسپر

مہر کردیتا۔ مگر خرم اور آصف خاں نے ریڑہ باری اور اوس کو دستخط نہ کرنے دی ۲۲ مارچ سے ۳۱ مارچ تک

اس وقت میں ارکین سلطنت میں باہم نا اتفاقی ہو رہی تھی نہ ان میں اصول قائم تھے نہ ان میں مخفی خیالات تھے۔ خرم اس بات میں کوشش کر رہا تھا کہ میں اپنے بھائی پرویز سے بہتر ہو جاؤں۔ جہانگیر کو سمجھایا گیا کہ وہ پرویز کو دکن میں سپہ سالاری سے بلالے اور اسکی جگہ خرم کو بھیجدے۔ جون ۱۶۱۶ء میں برہمنوں سے نیک ساعت روانہ ہونے کے لئے پوچھی گئی نوامبر تک اسباب سفر پہلے جمع ہوتا رہا۔ جون سے نوامبر تک رو۔

اس درمیان میں میں نے کچھ کام نہیں کیا۔ اکثر میں دربار اور غسل خانہ میں گیا۔ جہانگیر ہر وقت خوش گپی کرنے کو تیار تھا۔ اس کو ان تصویروں کے دیکھنے کا شوق تھا جو میں لایا تھا اوس نے اپنے مصوروں سے اونکی نقل اُتروائی تھی اور اپنے کاریگروں کی بڑی شیخی بگھارتا تھا وہ یہ چاہتا تھا کہ انگلستان کا گھوڑا یہاں آئے وہ کہتا تھا کہ اگر جہاز میں چھ گھوڑے سوار کئے جائیں تو اون میں سے ایک گھوڑا زندہ یہاں پہنچے گا اگر سمندر میں وہ دبلا ہو جائیگا تو خشکی میں اوترکر پھر موٹا ہو سکتا ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔ دن بھر میں کتنی دفعہ اور کتنی شراب میں پیتے ہو اور ہندوستان میں کیسی شراب نوشی کرتے ہو کس طرح پیتے ہو اور انگلستان میں کیسے۔ وہاں شراب کیونکر بنائی جاتی ہے تو اوس کو بنا سکتا ہے۔ سفرنامہ رو۔ مغل کے دربار کے اختیار ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے کہ اور مشرقی ملکوں میں ہوتے ہیں۔ نور محل کی ایک عورت کی بابت دو خواجہ سراؤں میں جھگڑا ہوا۔ ایک خواجہ سرا نے دوسرے خواجہ سرا کو مار ڈالا اور مقتول کے قصاص میں قاتل خواجہ سرا ہاتھی کے پانوں تلے روندا گیا۔ عورت زندہ بغلوں تک زمین میں گاڑی گئی اور تین روز تک دہوپ میں سکھائی گئی۔ وہ چوبیس گھنٹے میں مرگئی۔ اُس کے پاس ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپیہ کا نقد جواہر نکلا۔ سفرنامہ رو۔ جہانگیر کے سامنے سو چور پکڑے آئے۔ تیرہ چوروں کے گلے کاٹے گئے۔ وہ ایک ہی جگہ پڑے رہے اور اُن کا خون بہا گیا باقی کے گروہ بنائے گئے وہ ذبح کئے گئے اور اجمیر کی مختلف گلی بازاروں میں پھینکے گئے سفرنامہ رو۔ ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس سے مجھ کو انتظام اضلاع میں غور کرنے کا موقع ملا

ارکین سلطنت کا فساد

جہانگیر کا خوش گپی کرنا

عورت اور چوروں کا مارا جانا

بہار کا صوبہ دار جمال الدین حسین اجمیر میں درگاہ شاہی میں ملازمت کے لئے آیا۔ اوسنے مجھ سے اخلاص پیدا کیا غالباً اوس کو یہ شوق تھا کہ جس شخص کی رسائی بادشاہ تک ہو اوس کو اپنے اوپر مہربان کرے۔ میرے سامنے اُس نے نیک نیتی سے حضرت عیسیٰ کی اور اُنکی شریعت کی تعریف کی۔ اوس کی گفتگو بڑی مسرت ناک اور پُر نتائج ہوتی تھی۔ اُس نے رعایا کی غلامی اور ملک کے بے قانون ہونے اور مغلوں کی سلطنت کی افزونی کے باب میں باتیں کیں۔ اُسنے سلطنت کے محصول کی آمدنی کا ذکر کیا کہ وہ کس طرح حاصل کی جاتی ہے۔ نذروں و بھینٹوں کے لینے سے اور ضبط کرنے سے اور قرق کرنے سے آمدنی بڑھ جاتی ہے وہ خود گیارہ لاکھ روپیہ سالانہ بادشاہ کو دیتا تھا۔ باقی آمدنی کو اپنے پاس رکھتا تھا۔ وہ جو چاہتا تھا سو لیتا تھا۔ اوس کا منصب پنج ہزاری سوار تھا۔ دو سو روپیہ سالانہ ہر گھوڑے کا خرچ اوس کو ملتا تھا۔ وہ صرف پندرہ سو گھوڑے رکھتا تھا۔ باقی مردوں کی تنخواہ تھی۔ ہزار روپیہ روز اسکو بادشاہ وظیفہ بھی دیتا تھا۔ اوس نے کہا کہ بیس ایسے ہی اور امیر وظیفہ پاتے ہیں اور اور بعض کو مجھ سے دگنا وظیفہ ملتا ہے۔ سفرنامہ رو۔

۲۔ ستمبر جہانگیر کی سالگرہ کا دن تھا۔ بادشاہ چھ دفعہ سونے کی ترازو میں تلا۔ ایک پلڑے میں وہ آلتی پالتی مار کے درزی کی طرح بیٹھا تھا۔ اور سونے سے چاندی سے ریشم سے کپڑے سے اناج سے گھی سے تولا گیا۔ یہ سب چیزیں غریبوں میں تقسیم کی گئیں۔ دوپہر کو بادشاہ کے روبرو ہاتھیوں کی بڑی نمایش ہوئی۔ بڑے ہاتھیوں کو لاٹ ہاتھی کہتے تھے ہر لاٹ ہاتھی کے ساتھ چار ہتنیاں اور زنجیریں۔ گھنٹے اور ساز سونے چاندی کے ہوتے تھے اوس کے ساتھ عصا بردار ہوتے تھے اور اوس کے ساتھ آٹھ دس ہاتھی اور ہوتے تھے جن کے اوپر زریں و ریشمیں جھولیں پڑیں ہوئی تھیں۔ ان ہاتھیوں کی بارہ قطاریں بادشاہ کے روبرو سے گذریں اور اونھوں نے سلام کیا۔ میں نے ایسا تماشا کبھی نہیں دیکھا۔ ۲۔ ستمبر رو۔

سال گرہ کے دن شام کو بادشاہ نے اپنے امرا کے ساتھ شراب پی۔ قانون کے موافق

اضلاع کا انتظام

غسل خانہ میں شراب نوشی

کوئی شخص جس کے منہ سے شراب کی بو آتی ہو غسل خانہ میں داخل ہونے کا مجاز نہ تھا۔ اگر کوئی اس قانون کا پابند نہ ہوتا اور بادشاہ کو اوس کی خبر پہنچتی تو وہ اوس کو اپنے سامنے کوڑے پٹواتا۔ جشنوں میں وہ اپنے امرا کو شراب پینے کا حکم دیتا اور ہر ایک آدمی حکم کی تعمیل کرتا رات کے دس بجے جہانگیر نے سر رو کو آدمی بھیجکر بلایا۔ وہ اس وقت اپنے بچھونے میں پڑا سوتا تھا۔ فوراً وہ بادشاہ پاس پہنچا۔ جہانگیر ایک چھوٹے سے تخت پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ تخت جواہر سے مرصع تھا۔ امرا بھی تکلف کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ سونے کے ظروف پاس رکھے ہوئے تھے۔ شراب کی صراحی و خم لگے ہوئے تھے۔ سب نے شراب پی مگر آصف خاں و خرم اور میں نے۔ جہانگیر نے جو آدمی نیچے کھڑے ہوئے تھے اُن میں روپیوں کی کشتیاں بکھریں۔ اوس نے اپنے گرد چاندی سونے کے بادام امیروں کے چننے کے لئے بکھیر دئے۔ آخر کو جہانگیر ایسا نشہ میں مست ہوا کہ سو گیا۔ روشنی گل کی گئی۔ امرا غسل خانہ سے اپنے اپنے گھر گئے۔ سفرنامہ رو۔

اس پر یہ ایک اور اضافہ کیا جاتا ہے۔ جہانگیر پاس سفیر آیا اپنی معشوقہ کی تصویر بھی وہ ساتھ لے گیا جو مرگئی تھی۔ جہانگیر اور اوس کے امرا شراب پی رہے تھے کہ وہ پہنچا۔ جب سفیر نے تصویر دکھائی تو جہانگیر نے کہا کہ یہ مجھے دیدو۔ اول سفیر نے دینے میں عذر کیا پھر وہ تصویر اوس کو دیدی۔ اور ایک عجیب تماشا ہوا کہ بادشاہ اور سفیر اپنی فیاضی دکھاتے تھے۔ بادشاہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ ایسی حسین عورت کبھی زندہ بھی تھی۔ سفیر نے کہا کہ یہ تصویر اوس کے حسن کی پوری داد نہیں دیتی وہ تصویر سے کہیں زیادہ حسین تھی۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ تصویر تم نے مفت مجھے دیدی میں اوس کو اپنی حرم سرا میں عورتوں پاس لیجاؤں گا اور اوس کی نقلیں اُتروا اونگا۔ ان نقلوں کو تمہارے روبرو لاؤنگا تم اپنی اصل تصویر پہچان کر لیلینا سرطامس رو نے کہا کہ میں نے تصویر مفت دی ہے میں اوس کو اولٹا نہ لونگا۔ جہانگیر نے کہا کہ وہ تصویر آپ کی معشوقہ کی تھی جیسے آپ اُس سے محبت کرتے تھے اوسکی یادگار رہے (تصویر) سے بھی محبت رکھئے۔ یہ مشرقی مغربی فیاضی کا افسانہ بڑا دلاویز ہے۔

عمل بادشاہ کا شراب نوشی

بادشاہ کا معشوقہ کی تصویر

ایک صوبہ دار کا بے عزت ہونا

یہ ایک واقعہ بھی مغلوں کے زمانہ کی تصویر کھینچتا ہے کہ گجرات کا صوبہ دار معزول ہو کر معرض عتاب میں آیا تھا اوس نے احکام کی اطاعت نہیں کی تھی۔ وہ جھروکہ کے نیچے اپنی معافی قصور کے لئے آیا۔ وہ ننگے پاؤں تھا۔ اُس کے ٹخنوں میں بیڑی پڑی ہوئی تھی۔ اوس کے سر کی دستار آنکھوں پر پڑی ہوئی تھی کہ وہ جہانگیر سے پہلے کسی اور کو نہ دیکھے۔ وہ آداب بجا لایا چند سوالات اُس سے کئے گئے اور اوس کی تقصیر معاف ہوئی۔ اوسکی بیڑی اوتاری گئی اوس کو خلعت رسم کے موافق دیا گیا۔ نئی دستار و کمر بند عنایت ہوا۔ ۹ سے ۱۰۔ اکتوبر تک

زہر دینا محلات شاہی کی کوشش

درگاہ شاہی میں ہمیشہ محلات شاہی کی فضیحت سُنا کرتا تھا۔ پرویز دکن سے بلاکر بنگالہ بھیجا گیا۔ جہانگیر کو دکن سے خانخاناں کے بلانے میں تامل تھا۔ وہ بڑا ذی اقتدار تھا۔ اوس کے بلانے میں یہ اندیشہ تھا کہ کہیں وہ بغاوت نہ کرے۔ جہانگیر نے اوسکو معافی کا خلعت بھیجنے کا ارادہ کیا۔ اور خانخاناں کے کسی رشتہ دار سے جو اوس کے حرم سرائے میں رہتی تھی اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ اوس نے جواب دیا کہ خانخاناں اس خلعت کو کبھی نہ پہنے گا۔ وہ اوس کو جانے گا کہ یہ زہر آلود ہے۔ اوس نے کہا کہ حضور نے دو دفعہ اُس کو زہر دیا۔ اُس نے کھانے کے بجائے اپنی چھاتی میں رکھ لیا۔ ہر دفعہ اوس کو تحقیق ہوا کہ وہ زہر تھا۔ جہانگیر نے اوس سے انکار نہیں کیا۔ اس خلعت کو خود گھنٹہ بھر پہنا تاکہ ثابت ہو کہ وہ زہر آلود نہیں ہے۔ عورت نے کہا کہ اب ہم دونو کا خانخاناں اعتبار نہیں کریگا جو جہانگیر نے خود دکن جانے کا ارادہ کیا اور مانڈو تک گیا۔ ۱۰۔ اکتوبر سفرنامہ رو۔

خسرو کے برخلاف سازش

ایک اور سازش کا بھانڈا پھوٹا۔ خسرو ایک راجپوت راجہ انی رائے کی حراست میں مقید تھا۔ نورمحل اور آصف خاں نے اوس کے مارنے کا ارادہ کیا کیونکہ اس کے سبب سے اُن کو شاہجہاں کی تخت نشینی کے لئے تردد اور اندیشہ رہتا تھا۔ ایک رات کو جب جہانگیر شراب سے مست تھا تو اونھوں نے جہانگیر سے التماس کیا کہ خسرو کی حراست کیواسطے رانی رائے بدرجہا بہتر ہے۔ اسی رات کو آصف خاں نے انی رائے کو بادشاہ کے نام سے بلاکر کہا کہ خسرو کو میرے حوالہ کرو۔ انی رائے نے انکار کیا۔ وہ خسرو سے بڑی محبت رکھتا تھا

وہ جہانگیر کے سوا کسی اور کو خسرو کو حوالہ کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔

دوسرے روز انی رائے نے جہانگیر سے جو کچھ ہوا تھا بیان کیا اور یہ اور اضافہ کیا کہ میں مر جاؤں گا مگر خسرو کو دشمنوں کے حوالہ نہیں کرونگا۔ جہانگیر نے اوسکی وفاداری کی تعریف کو آسمان پر چڑہایا۔ اوس نے انی رائے سے کہا کہ تم نے خوب کیا آیندہ تم کو یہی کرنا چاہئے جواب کیا ہے۔ سات روز بعد نور محل نے اس باب میں جہانگیر سے کہا اوسنے انی رائے کو حکم دیدیا کہ وہ خسرو کو آصف خاں کے سپرد کردئے۔ غالباً انی رائے کو خسرو کی طرفداری سے یہ خوف ہوا کہ بادشاہ کہیں اس سے مشتبہ نہ ہوجائے جو اسنے حوالہ کیا۔

درگاہ شاہی میں ہر شخص کو یہ یقین تھا کہ اب خسرو اس لئے مارا جائیگا کہ خرم بے کھٹکے جانشین ہو۔ خسرو کی بہن نے اور حرم سرا کی بیگموں کے ساتھ رونا پیٹنا اور دہائی دینا شروع کیا۔ سب نے کھانا پینا چھوڑا اور دہمکایا کہ اگر خسرو مارا جائیگا تو ہم سب مرجائیں گے۔ جہانگیر نے ہر چند کہا کہ میں خسرو کو کوئی آزار پہنچانا نہیں چاہتا مگر کسی کو یقین نہیں تھا۔ اوسنے نور محل کو بیجا کہ اونکو جاکر سمجہائے تو بیگموں نے اوس کو دہمکایا اور کہا کہ ہم تیری صورت دیکھنی نہیں چاہتے۔ سفرنامہ رو۔

ایسٹ انڈیا کمپنی اپنی تجارت کو اس ملک میں دور تک پہیلانا چاہتی تھی اس لئے یہاں کے واقعات کو میں لکھتا تھا کہ وہ یہاں کے حالات سے آگاہ ہوجائے۔ ایک وقت آنیوالا ہے کہ جس میں سارے ہندوستان میں کھلبلی پڑیگی اگر خسرو کامیاب ہوا تو انگریزوں کو فائدہ ہوگا اور سلطنت عیسائیوں کے واسطے ایک مامن ہوگا وہ عیسائیوں سے محبت رکھتا ہے اون کی عزت کرتا ہے۔ اگر خرم فتحیاب ہوا تو انگریزوں کا نقصان ہوگا۔ وہ عیسائیوں سے نفرت رکھتا ہے۔ وہ بڑا متکبر۔ جھوٹا۔ ظالم۔ ریاکار ہے۔ رو اپنے اس فیصلہ میں کہانتک صحیح تھا وہ آیندہ دیکھا جائے گا۔ سفرنامہ رو۔

اجمیر میں ایک ایرانی سفیر محمد رضا بیگ آیا۔ بعض نے یہ گمان کیا کہ اسکے آنیکی غرض یہ ہے کہ وہ جہانگیر اور سلطان دکن کے درمیان صلح کرادے۔ اوروں نے یہ خیال کیا کہ وہ

جہانگیر کی ملامت

حرم سرا میں رونا پیٹنا خسرو کیلئے

سر طامس رو کا ایسٹ انڈیا کمپنی کو خبر کرنا

سفیر ایران کی سفارت کا آنا

اس لئے آیا تھا کہ ترکوں سے فرنگیوں کے لئے کمک طلب کرے۔ انگلی جلو میں پیاس سوار بندوق لیا
کمان وترکش منقش لئے مسلح تھے۔ اس کے ساتھ چالیس بندوقچی اور دو سو پیادے سپاہی بھی تھے
دوپہر کو محمد رضا بیگ دربار میں بلایا گیا۔ اوس نے جہانگیر کی بے حد خوشامد کی۔ تین دفعہ سجدہ
زمین بوس کیا۔ اس سجدہ میں وہ زمین کے اندر سر کو گھسانا چاہتا تھا۔ جب اوس نے تحالف پیش کئے
تو طامس رو اون کو دیکھ کر شرمندہ ہوا اور اپنے دل میں لیا گیا۔ اس نذر میں ۲۷ عربی و عراقی
گھوڑے نو بڑے خچر۔ سات اونٹ مخمل سے لدے ہوئے۔ دو جوڑے فرنگستانی لنگنوں
کے اور ایک پُر تکلف الماری چالیس تفنگ۔ پانچ گھنٹے۔ ایک اونٹ زریں اقمشہ
ایرانی سے لدا ہوا۔ آٹھ ریشمی قالین۔ دو لعل۔ ۱۲ اونٹ انگوروں سے لدے ہوئے
اور چودہ اونٹ گلاب سے لدے ہوئے۔ سات خنجر مرصع بجواہر۔ پانچ مرصع تلواریں۔ اور
سات حلبی آئینے تھے۔ سفرنامہ رو۔

چند روز بعد بادشاہ کے ظلم کا ایک تماشا دیکھنے میں آیا۔ جہانگیر نے ایرانی سفیر کی دعوت
کی۔ حاضرین کو شراب پینے کا حکم دیا۔ ایسے موقعوں پر بخشی کام کیا کرتا ہے۔ ہر ایک آدمی نے
اوس کے ہاتھ سے پیالہ لیکر پیا۔ واقعہ نویس شاہی نے ہر ایک آدمی کا نام دستور کے موافق
کتاب میں داخل کیا۔ جہانگیر ایسا شراب میں مست ہوا کہ اوس کو یہ یاد نہیں رہا کہ میں نے
شراب پینے کا حکم دیا ہے۔ دوسرے دن کسی نے اس شراب کے جلسہ کا ذکر اس سے کیا۔ اوس نے
پوچھا حکم کس نے دیا تھا تو اوس سے کہا گیا کہ بخشی نے۔ ہمیشہ جب بادشاہ اپنے حکم کو بھولجاتا
تو ایسے موقع پر بخشی کا نام لیا جانا مناسب گنا جاتا تھا۔ جہانگیر بہت غصہ ہوا۔ اوس نے
کتاب منگائی اوس نے مجرموں کو سزا دینی شروع کی۔ بعض پر سخت جرمانہ کیا۔ بعض کو درگاہ
شاہی میں کوڑے پڑوائے۔ کوڑے ایسے سخت لگائے گئے کہ بعض آدمی مرگئے۔ بعض پر
لات گھونسے مارنے کا حکم دیا ایک یہیں مرگیا۔ بعض مجروح گھر گئے۔ سفیر اس سزا سے
بری رہا۔ کسی شخص کا مقدور نہ تھا کہ ان مظلوموں کے حق میں کوئی کلمہ خیر لکھتا۔ ۲۶۔ اکتوبر

سفرنامہ رو۔

سب چیزیں سفر میں جانے کے لئے تیار ہوگئیں - دربار میں خرم باپ سے رخصت ہوا۔ موتی اور الماس لگے ہوئے لباس پہنے ہوئے تھا۔ لشکر گاہ چار میل پر تھا - وہ اس کوچ میں بیٹھ کر گیا جو انگریزی کوچ کی نقل یہاں بنائی گئی تھی۔ اسکے امرا پیدل اوسکے ہمراہ گئے۔ سارے رستے لوگوں پر وہ چونیاں پھیکتا ہوا گیا - دوسرے روز صبح کو جہانگیر نے لشکر گاہ میں جانے کا ارادہ کیا۔ محل میں بہت سویرے طاس رو گیا اوسنے دیکھا کہ بادشاہ جھروکہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ وہ خواجہ سرا اسپر مورچھل جھل رہے ہیں وہ لوگوں کو چیزیں لے دے رہا ہے جو چیز دیتا ہے وہ ڈوری میں لٹکا دیتا ہے جو چیز لینا ہے اُس کو ایک بڑھیا جو بت کی طرح آراستہ تھی رسّی میں اوپر کھینچ لیتی ہے۔ بادشاہ کی دو ملکہ بھی جھروکہ میں چلمن کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں - اونھوں نے چلمن میں سے مجھ کو جھانک کر دیکھا۔ میں نے اون کی اونگلیاں دیکھیں - پھر اون کے چہرے پھر ساری صورت۔ وہ متوسط درجہ کی سفید رنگ تھیں اون کے سیاہ بالوں میں تیل پڑا ہوا تھا۔ الماسوں سے وہ چمک رہی تھیں وہ مجھ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں بادشاہ جھروکوں سے چلا گیا وہ اس کے پیچھے پیچھے چلی گئیں۔ ۲۔ نومبر سفر نامہ رو۔

دربار میں جہانگیر کی ملازمت کے لئے امرا جمع ہو رہے تھے - میں ان میں جاکر فرش پر ہو بیٹھا۔ جہانگیر آیا - اور ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب تخت پر بیٹھا - اس عرصہ میں اہل حرم پچاس ہاتھیوں پر سوار ہوئیں یہ ہاتھی خوب آراستہ تھے۔ تین ہاتھیوں پر مرصع عماریاں لگی ہوئی تہیں۔ اون پر سونے کے پردے پڑے ہوئے تھے - اور اُن پر چھتیں چاندی کی لگی ہوئی تھیں - رو۔

آخر کو بادشاہ تخت پر سے اوٹھا اور تخت گاہ کے زینے سے اُترا۔ ایسا شور غل مچا کہ کان بہرے ہو گئے تھے اور توپوں کی آوازیں بھی اس میں سنائی دیتی تھیں۔ زینے کے نیچے ایک آدمی بڑی مچھلی لایا دوسرا آدمی ایک طباق میں کوئی سفید چیز لایا جس میں بادشاہ نے انگلی رکھی اور پھر اوس کو مچھلی سے لگایا اور پھر اوس کو اپنی پیشانی سے رگڑا۔ یہ ایک نیک شگون سفر کے لئے تھا۔ سفر نامہ رو۔

خرم کا رخصت ہونا

جہانگیر کا جھروکہ میں بیٹھنا

دربار میں اہل حرم کا جمع ہونا

جہانگیر کا روانہ ہونا

بادشاہ کا لباس اور اوس کے ٹھاٹھ

جہانگیر اپنی بہادرانہ پوشاک پہنے ہوا تھا۔ کمخواب کا کوٹ بے آستینوں کے زیب تن تھا۔ اوس پر ایک کرتہ ململ کا تھا۔ اُس کی جوتیوں میں موتی ٹکے ہوئے تھے۔ اوس کی دستاریں پر لگے ہوئے تھے اور اوس کے ایک طرف لعل اخروٹ کی برابر لگا تھا۔ دوسری طرف ایک بڑا ہیرا چمک رہا تھا۔ بیچ میں مخروطی زمرد لگا ہوا تھا۔ اس کا پٹکا موتیوں کی لڑیوں اور یاقوتوں اور ہیروں سے گتھا ہوا تھا۔ گلے کے ہار میں تین دوہری لڑیاں موتیوں کی تھیں۔ اوس کے بازوبندوں میں ہیرے پترے لگے ہوئے تھے۔ ہر انگلی میں دو انگوٹھیاں پہنے ہوئے تھا اوس کی تلوار اور سپر کو ایک شخص لئے ہوئے تھا۔ دونوں میں ہیرے اور یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ دوسرا آدمی اوسکی کمان اور ترکش لئے ہوئے تھا۔ جسمیں تیس تیر تھے۔ رو

لشکر کا ٹھاٹھ بادشاہ کی سواری

اس طرح بادشاہ آراستہ پیراستہ ہوکر کوچ میں بیٹھا۔ جسمیں چار گھوڑے جتے ہوئے تھے جن کے ساز سونے و مخمل کے تھے۔ کوچ ایسی بنائی گئی تھی جیسی کہ انگریزی کوچ آئی تھی مگر کمخواب سے منڈھی ہوئی تھی اس کا کوچبان انگریز تھا وہ خوب زرق برق پوشاک پہنے ہوئے تھا۔ بادشاہ کے دونو طرف دو خواجہ سرا تھے جو سونے کے عصا لئے ہوئے تھے۔ اور اون میں لعل جڑے ہوئے تھے۔ گھوڑے کے سفید بالوں کے مورچھل سے مگس رانی ہوتی تھی۔ بادشاہ کے آگے نقارے اور تریاں اور دہوم کے باجے بجتے تھے۔ اور جھتر اور بہت سے الارات شاہی عجیب و غریب۔ نو گھوڑے جلو میں تھے جو لعل و موتیوں و زمردوں سے آراستہ تھے تین پالکیاں تھیں۔ ایک سونے کے پتروں سے منڈھی ہوئی تھی جسمیں موتی لگے ہوئے تھے موتیوں کی جھالر ایک فٹ نیچے لٹک رہی تھی۔ اور دو پالکیوں کے پردے کمخواب کے تھے۔ اس کے بعد وہ کوچ تھی جو انگلستان سے آئی تھی اوسکی پوشش اوتاری گئی تھی اور اسکی جگہ اور زریں پوشش چڑہائی گئی تھی۔ جہانگیر نے نورمحل کو وہ دیدی تھی اور نورمحل اس میں سوار تھی۔ جہانگیر کے دو چھوٹے بیٹے ہندوستان کی بنی ہوئی کوچوں میں سوار تھے۔ بعد اسکے بادشاہی بیس ہاتھی تھے جو سونے چاندی میں پلٹے ہوئے تھے۔ ہر ہاتھی پہ سب پھریرے اطلس اور دریائی کے پہراتے تھے۔ امرا پیدل چلتے تھے۔ اور عورتیں ہاتھیوں پر سوار نصف میں

پیچھے اس طرح جاتی تھیں جیسے زریں پنجروں میں طوطے - یہ اول دن کا سفر محل سے لشکر گاہ تک تھا۔ سارے رستہ میں چھ سو ہاتھیوں کا جلوس جن پر مخمل و کمخواب کی جھولیں تھیں - ہر ہاتھی میں ایک توپ ایک توپچی مربع انباری میں بیٹھا ہوا - اور اس کے ہر کونے میں ایک جھنڈا تھا - سڑک پر چھڑکاؤ خاک بیٹھنے کے لئے ہوتا - جہانگیر کے کوچ سے ایک فرسنگ پر سوا و پیادوں کے کوئی سوار نہیں آسکتا تھا - سفرنامہ رو -

جب سواری چلی ہے تو یہ واقعہ قابل لکھنے کے واقع ہوا - جہانگیر اس دروازہ پر ٹھیرا جہاں خسرو مقید تھا - خسرو نے بادشاہ کے آگے آنکر کورنش کی - اس کے ہاتھ میں ایک تلوار اور سپر تھی اوس کی ڈاڑہی چھاتی تک بڑہی ہوئی تھی - یہ ایک نشانی بادشاہ کی نامہربانی کی تھی - جہانگیر نے حکم دیا کہ کسی خالی ہاتھی پر سوار ہوکر وہ ساتھ چلے - اور ایکہزار روپیہ دئے کہ وہ دیکر آئیں ان کو بکہیر دے - آصف خاں اور خسرو کے اور دشمن مجبوراً پیدل چلتے تھے - محل کے دروازہ تک یں پیدل چلا پھر گھوڑے پر چڑہ کر خیمہ گاہ پر آیا - بادشاہی خیمہ و خرگاہ عجیب شان و شوکت رکھتے تھے - نصف میل کے گرد قناتیں گھیرا کئے ہوئے تھیں - یہ قناتیں قلعہ کی فصیل کی طرح بنائی گئی تھیں کہ اس میں برج دبارہ بنے ہوئے تھے - وہ چوبوں کے درمیان کھڑی تھیں جن کے سروں پر پیتل کی برجیاں لگی ہوئی تھیں - قناتیں باہر کی طرف نہایت چمکدار سرخ تھیں اور اندر کی طرف تصویریں پر کالوں پر بنی ہوئی تھیں - داخل ہونے کا دروازہ بڑا خوبصورت بنا ہوا تھا - میں اول درجہ میں گیا - مرکز پر بادشاہ کا تخت صدف کا سب سے اونچے خیمے میں رکھا ہوا تھا - نیچے پا انداز بچھونا بچھا ہوا تھا اوپر کمخواب کا شامیانہ لگا ہوا - سفرنامہ رو -

جہانگیر کوچ پر بیٹھا ہوا دروازہ میں داخل ہوا - دروازہ پر امرا صف باندہے ہوئے تھے جہانگیر اون کے درمیان چلا - اوس نے طامس رو پر ایک نظر ڈالی - سفیر انگلستان نے کورنش کی - جہانگیر نے چھاتی پر ہاتھ رکھ کر سر جھکایا - وہ اپنے خیمہ کے زینہ پر چڑہا - اور پانی مانگا اور ہاتھ دہوئے اور چلا گیا - سفرنامہ رو -

پادشاہی خیمہ و خرگاہ بادشاہی محل کی نقل ہوتی ہے اس میں مربع صحن تھے

تھین ایک سے دوسرے مین رستہ جاتا تھا۔ اول دربار کا صحن تھا۔ دوسرے مین غسل خانہ اور اوس کے خیمے تھے۔ تیسرے مین حرم سرا تھا جس کو محل کہتے تھے۔ اس حرم سرا کے ایک کونہ مین دو منزلے خیمے مین۔ اکبر اور جہانگیر سویا کرتے تھے اور دوسری منزل مین جھروکہ ہوتا تھا جسمین بیٹھکر کہلا میدان دیکھ سکتے تھے۔ بادشاہ کی خدمتگاری تاتاری عورتین کرتی تھین۔ عورتوں اور خواجہ سراؤں اور بعض اوقات شاہزادوں کے سوا غسلخانہ سے پرے کسی کو جانیکی اجازت نہ تھی۔ رو امرا اپنے اپنے خیموں مین گئے۔ مین نے اون کے گرد دیکھنا شروع کیا۔ عجیب ایک شان و شکوہ و حشمت و عظمت کا تماشا تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جنگل مین ایک شہر پیدا ہوگیا۔ بیس میل زمین مین اوسکا اوسط تھا جسمین بہت سے رنگ چمکتے تھے۔ شاہی خرگاہ سُرخ تھا۔ اور امرا کے خیمے سفید۔ سبز اور مرکب رنگوں کے تھے۔ سب قناتون سے گھرے ہوئے تھے۔ اور گھر کی طرح مرتب تھے انمین دار السلطنت کی طرح بڑے بڑے کوچہ و بازار و دکانین تھین۔ وہاں کسی طرح کی بے ترتیبی نہ تھی۔ ہر روز خیمہ گاہ چند میل دکن کی جانب آگے جاتا تھا۔ خیموں کا سامان دوہرا تھا ایک لگتا تھا دوسرا اکھڑتا تھا۔ سارے خیمہ و خرگاہ چار گھنٹے مین لگ جاتے تھے۔ اجمیر کے آدمیوں نے لشکر گاہ سے ملنے مین تاخیر کی۔ بادشاہ نے اونکے گھر جلوا دئے اور اونکو مجبور کیا کہ وہ میدان مین جائیں ۲۔ نومبر سنہ ۹۔ دسمبر تک۔ سفرنامہ رو۔

اس زمانہ مین رو نے خرم سے دو دفعہ ملاقات کی اول دفعہ ملاقات مین خرم پریشان خاطر تھا۔ رو نے خیال کیا کہ اس وقت اوس کا دل نور محل پاس یا اوس کی کسی اور بیگم پاس ہے۔ دوسری ملاقات مین اوس نے کمخواب کا جبہ مجھ کو دیا۔ مجھ کو مجبور پہننا پڑا جس سے مجھے اپنی ذلت معلوم ہوئی۔ وہ کہتا ہے کہ اگر مین کسی تھی ایٹر مین تاتاری تیمور کی نقل اوتارتا ہوتا تو بہتر ہوتا۔

لشکر گاہ مین تجربہ سے معلوم ہوا کہ زندگی خوشی سے نہین گذر سکتی۔ ایک دفعہ سو چور کھیتوں مین قتل کئے گئے۔ ایک اور مقام پر مجھ کو اونٹ ملے جن مین قندہار کے تین سو مقتول باغیوں کے سر لدے ہوئے تھے۔ مغل بادشاہ جیسا کہ عوام رس شہر مین تھا۔ ایسا لشکر گاہ مین نہین تھا کوئی شخص بادشاہ کے مقام سے ایک گولی کے فاصلہ پر نہین آسکتا تھا۔ جہانگیر ہر روز جھروکہ مین

امرا اپنے اپنے ڈیرے

رو کی ملاقاتین خرم سے

لشکر گاہ کی بسر اوقات

بیٹھا تھا۔ کسی شخص کو اجازت نہ تھی کہ کوئی اس سے بات کرے۔ دربار نہیں ہوتا تھا۔ سارا وقت شکار میں جاتا تھا غسل خانہ میں شام کو وہ خاص امرا جاتے تھے جن کو اجازت ہوتی تھی۔ یہاں بادشاہ اتنی شراب پیتا تھا کہ کچھ کام نہیں کرسکتا تھا۔ ایک دن جہانگیر کی ملاقات کو میں گیا تو میں نے دیکھا کہ بادشاہ ایک جوگی سے باتیں کررہا ہے یہ جوگی چیتھڑے پہنے ہوئے تھا۔ جہانگیر جوگی سے بغل گیر ہوا۔ اور اپنے سامنے بیٹھنے کی اجازت دی اور سو روپے دئے اور اس کو باپ کہا۔ ۱۸ سے ۲۳ دسمبر تک۔

بہت جلد لشکر کے انتظام اور ترتیب بگڑ گئی۔ لشکر کا سفر راجپوتانہ میں ہوتا تھا جو آدھا فتح ہوا تھا۔ سارا ملک چوروں اور راہزنوں سے بھرا پڑا تھا۔ بعض اوقات جنگلوں اور پہاڑوں میں راستہ چلنا پڑتا تھا۔ سیکڑوں اونٹ جنگل میں بے آب و دانہ رہ جاتے تھے۔ ہزاروں گاڑیاں چھکڑے جنگلوں میں کھوئے جاتے تھے۔ بہت سی حرم کی عورتیں بے سامان پیچھے چھوڑ دی جاتی تھیں جہانگیر ایک چھوٹے ہاتھی پر سوار ہوکر پہاڑوں میں چلا جہاں اور دوسرا جانور چڑھ نہیں سکتا ایک قصبہ کے آدمی مفرور ہوکر پہاڑوں میں چلے گئے تھے تو جہانگیر نے اس قصبہ کو جلادیا اس کے انتظام میں راجپوتوں نے ایک جماعت کم گشتہ راہ کا سارا اسباب لوٹ لیا اور اُنکو مارڈالا۔ ایک اور جگہہ قلعہ کوہ پر معسکر بنایا گیا۔ وہاں پانی نہیں ملا۔ علی العموم جہانگیر اور امرا کو سب طرح کا سامان میسّر ہوتا مگر غربا اور سپاہیوں کو اکثر مایحتاج ساماں بھی میسّر نہیں ہوتا۔ ۲۳ سے ۲۶ دسمبر

پہلے اس سے کہ جہانگیر نے یہ سفر شروع کیا ہو۔ نور محل اور آصف خان نے اُس کو یہ یقین دلادیا کہ جب بادشاہ دکن کے پاس پہنچے گا تو سلطان دکن اُس کی اطاعت قبول کرے گا۔ مگر یہاں سلطان نے اس قسم کا کام نہیں کیا۔ دکن میں مغل سے مقابلہ کرنے کے لئے شیعوں اور سُنیوں میں آپس میں اتفاق ہوگیا۔ اُنہوں نے سرحد پر ایک سپاہ بھیجی وہ جنگ کرنے کو تیار ہوئی۔ اس سے نور محل ڈر گئی اور جہانگیر کی منت کرنے لگی کہ حضور اس سفر کو سیر و شکار کی عزیمت بنائے اور آگرہ کو اُولٹے تشریف لے جائے

اُجین کا سفر اور ٹامس رایٹ کا پڑنا

جہانگیر نے اُسے منظور نہیں کیا۔ اس طرح اولٹے جانے میں اُس کی عزت کو بٹا لگتا تھا اُس نے خرم پاس لشکر کمک کے لئے بھیجا۔ آخر کو فروری ۱۶۱۷ء کو بادشاہ اجمیر سے چلکر چار مہینہ کے بعد شہر اجین کے قریب خیمہ زن ہوا۔ جنوری و فروری ۱۶۱۷ء۔

اس زمانہ میں میری سرگذشتیں کچھ دلچسپ ہیں۔ میں نے محمد رضا بیگ سفیر ایران سے ملاقات کی۔ ایرانی سفیر نے ارکان واہلکاران سلطنت مغلیہ کو بڑا بھلا کہہ کر مجھکو اپنا ہمدرد داور دلسوز بنایا۔ تھوڑے دنوں بعد ایرانی سفیر نہایت رنجیدہ ایران کو گیا۔ جن کاموں کے لیے وہ آیا تھا اُن میں ناکام رہا۔ اُس نے جہانگیر کی پیش کش میں ستیس ۳۵ گھوڑے دئے جس کے عوض میں اُس کو تین ہزار روپے ملے۔ جہانگیر نے انصاف کرنے کا ارادہ کیا اُس نے حکم دیکر دو فہرستیں بنوائیں ایک فہرست میں ایران کے تحفے لکھے گئے اور اُن کی قیمت کم لگائی گئی اور دوسری فہرست میں مغل کے تحایف لکھے گئے جن کی قیمت زیادہ لکھی گئی مغل کی فہرست میں بڑی ذلیل چیزیں لکھی گئیں جیسے زنگترے انناس کیلے اُس پر بھی ایران کی میزان زیادہ تھی اس کے عوض میں سفیر کو نقد روپیہ دیا گیا۔ محمد رضا بیگ بیماری کا بہانہ بنا کے گیا۔ آصف خاں سے رخصت ہو کر نہیں گیا۔ یکم جنوری سے ۳۰۔ اپریل تک۔

میں ایک درخت کے تلے بیٹھا تھا کہ شاہزادہ ہاتھی پر بیٹھا ہوا میرے پاس سے گذرا مجھ سے بعض سوال خوش اخلاقی سے پوچھے اور چلا گیا۔ مجھ کو اس سے بڑا تعجب ہوا کہ اُس نے کبھی انگلش کا نام نہ سنا تھا نہ اُس کے سفیر۔

اس عرصہ میں ارکان سلطنت سے میں بڑا رنجیدہ ہو گیا جہانگیر نے اقرار واثق کیا تھا کہ انگلستان سے جو نئے تحائف آئیں اُن کو نہ کوئی دیکھے اُسکو کھولے مگر خرم نے اُن کو روک لیا۔ جہانگیر نے تحفوں کے صندوق منگائے خرم نے اُنکو بھیجدیا۔ جہانگیر نے خود اُن کو کھولا جو چیز اُس کو پسند آئی وہ لے لی۔ بہت سی چیزیں اُس نے ایسی لے لیں کہ وہ اس کے لئے نہیں آئی تھیں روغسلخانہ میں جہانگیر سے فریاد کرنے گیا۔ جہانگیر نے کہا کہ سب کچھ تمہارے لئے بھلا کیا جائیگا میں شاہ انگلینڈ کے ساتھ سب درست کام کرونگا مگر میں نے کوئی بات

ایران کے سفیر کا رنجیدہ جانا

شہزادے سے روکی ملاقات

تحائف انگلستان کے باب میں بادشاہ کا عتاب

اُس کی درست نہ چاہی۔ جہانگیر نے بہت شراب پی لی وہ کہنے لگا کہ میں عیسائیوں مسلمانوں اور یہودیوں کا محافظ ہوں پھر وہ رونے لگا اور بہت سے جذبوں میں آگیا غسلخانہ میں آدھی رات تک یہ جلسہ رہا۔ اُس پر یہ حاشیہ چڑھایا گیا ہے کہ وہ ولیعہد کی مداخلت سے ناراض ہوا اور اُس کو میرے پاس معذرت کے لئے بھیجا۔ یہ نیک بادشاہ یہود و عیسائیوں اور مسلمانوں کی شریعت کے باب میں مباحثہ کرنے لگا اور شراب کے نشہ میں ایسا مہربان ہوا کہ اُس نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں بادشاہوں یہود و نصاریٰ و مسلمان اپنے تئیں مبارکباد دیں میں کسی کے مذہب میں مداخلت نہیں کرتا وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں میں اُن کی حفاظت کرتا ہوں اُس نے مسٹر بڑی سے کہا کہ پادری صاحب خوش آمدید یہ گھر تمہارا ہے تم اُس کی قدر کرو

۱۱ مارچ ۱۶۱۷ء۔

مارچ میں لشکر شاہی نامور قلعہ میں آیا یہاں ایک اور سازش کا گل کھلا نورمحل کی ایک بیٹی پہلے خاوند سے تھی وہ اس لڑکی کے لئے بڑے اونچے خیال رکھتی تھیں اب اُس نے اپنے بھتیجی ممتاز محل کا خیال چھوڑ دیا تھا۔ وہ خرم سے بیاہی تھی خرم خانخانان سے صلح کرلی اور اُس کے پوتے سے نکاح کرلیا جس سے نورمحل نہایت رنجیدہ ہوئی اُس نے خرم کے زوال کے لئے جہانگیر اور خسرو میں ملاپ کرادیا اور خسرو سے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا چاہا۔ رو۔

خرم صاحب اقبال تھا وہ دکن میں فتحیاب ہوا۔ یہ فتحیابی اُس کو سازشوں سے زیادہ بہ نسبت لڑائی کے حاصل ہوئی تھی سلاطین بیجاپور اور گولکنڈہ کو جو شیعہ تھے ملک عنبر جو بنی تھا جسے حسد و عداوت پیدا ہوئی۔ اُنہوں نے بالطبع اس کے معاملات سے ہاتھ اُٹھایا۔ خرم نے ملک عنبر کو شکست دی اور احمدنگر کو فتح کرلیا۔ خرم فتح سے خوش و خرم مانڈو گیا۔ جہانگیر نے نہایت گرمجوشی سے اُس کو مبارکباد دی اُس کو شاہ کا خطاب ہوا۔ شاہ خرم یا شاہجہان وہ مشہور ہوا نورمحل کی تدبیر تزویر کچھ نہ چلی خسرو نے اُس کی بیٹی سے نکاح کرنے سے انکار کیا۔ سفرنامہ رو۔

اب میری بیقدری ہونے لگی میں عہدنامہ حاصل نہ کرسکا۔ لوگ مجھ سے نفرت کرنے لگے میں نے جو صوبوں کے حکام کی شکایتیں کیں اس سے میرے دشمن وہ ہوگئے میں اس سے واقف تھا

ٹامس رو کا نفرت زدہ اور مجبور ہونا۔

اُس کے اسباب کی توجیہ یہ ہے۔ صوبہ داروں اور حاکموں کو یہ خوف پیدا ہوا کہ شاید جہانگیر اُن کے ظلموں کی تحقیق کر کے مواخذہ کرے وہ سلطنت کے محصول مقرر کرتے تھے وہ ہندوؤں پر ظلم کرتے تھے وہ آدمی کو جب تک اولٹا لٹکائے رکھتے تھے کہ وہ جرمانہ یا ڈنڈ ادا کرے اس لئے اُنہوں نے مجھ کو جاسوس جانا ۔ رو کا سفرنامہ۔

یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اس زمانہ میں مغل انگریزوں سے چوک پڑتے تھے اہل ایشیا سے انگریزوں کی خلقت و جبلت میں نفرت داخل ہے یہ حقارت ذلت اُن کی طبیعت کا ایک جزو غیر منفک ہے بعض ملاح بندو قچی سورت کے قریب خشکی میں اترے بعض ہنسی باز ملاحوں نے کہدیا کہ ہم قلعہ لینے آئے ہیں یہ اُن کی دہمکی بیہودہ تھی مگر مغل اُن سے ڈر گئے۔ درگاہ شاہی میں اُس کی اطلاع ہوئی اور قلعہ مستحکم کیا گیا۔ افواہ اوڑ گئی کہ انگریزوں نے گوا لے لیا اور ایک بڑا بیڑا انگلستان سے آتا ہے جہانگیر کو یہ خوف پیدا ہوا کہ طامس رو مخفی جانا چاہتا ہے مگر رفتہ رفتہ یہ وحشت اثر خبر کم ہو گئی پھر وہی پہلی سی باتیں ہونے لگیں۔

دفعتہً انگریزوں پر مہربانی اس لئے ہونے لگی کہ مکہ سے ملکہ حج سے واپس آتی تھی کہ اس کے جہاز کو انگریزی قزاقوں نے گرفتار کر لیا۔ اُس کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے بیڑے نے چھٹا دیا۔ امرائے شاہی نے طامس رو کا شکریہ ادا کیا اور اس کو تعجب ہوا کہ شاہ انگلینڈ نے اپنی رعایا کو بحری قزاقی کی اجازت دیدی ہے ۱۵۔ اکتوبر ۱۶۱۷ء رو۔

اسی زمانہ میں آصف خاں کو طامس رو نے ایک بڑا موتی رشوت میں دیا جس نے سحر کا سا اثر پیدا کیا کہ آصف خاں انگریزوں کا دوست ہو گیا اور انگریزوں کا روپیہ جو لوگوں پر قرض آتا تھا وہ سب وصول ہو گیا۔ کچھ دنوں بعد آصف خاں کی یہ سرگرمی سرد ہو گئی۔ مگر پھر بھی مغل اور انگریزوں میں خاصی دوستی رہی۔ ایسی باتیں یہاں ہوتی رہیں کہ رو کا دورہ ختم ہوا۔ ۱۶۱۸ء میں وہ ایران کو گیا۔ اب آگے تاریخ جہانگیری میں اس کا نام اوڑ گیا۔ وہ یہ بھی لکھہ گیا کہ بادشاہ ہی کے ہاتھہ میں سارے اختیارات ملکی ہیں اس لئے کوئی دوسرا شخص کام کی پروا نہیں کرتا ہر جگہہ لڑائی کی سی لوٹ مار رہتی ہے۔

انگریزوں پر مہربانی

آصف خاں کا رشوت لینا اور رو کا یہاں سے جانا

ایک اور انگریز کپتان ہاکنس جہانگیر کا دربار میں تھا۔ وہ ترکی زبان جانتا تھا جہانگیر سے جو اپنی آبائی زبان ترکی بولنی جانتا تھا بے تکلف باتیں اس زبان میں ہوتی تھیں وہ سنہ ۱۶۰۸ء میں سورت میں ہیکٹر جہاز میں آیا جیمس اول شاہ انگلستان کا خط جہانگیر کے نام لایا تھا مغل ہیکٹر کی توپوں سے ڈرتے تھے اسلیئے اسکی خاطر بہت کرتے تھے۔ گجرات کا صوبہ دار مقرب خاں سورت میں آیا اور اسنے ہاکنس کی بہت سی چیزیں خرید لیں۔ پرتگیزوں نے ہاکنس سے ہر طرح کی مخالفت کی انہوں نے مقرب خاں کو رشوت دی اور جیمس اول کی تفضیح کی کہ وہ مچھیروں کا بادشاہ ہے۔ اور گریٹ برٹن کی حقارت کی کہ وہ ایک ذلیل جزیرہ ہے انہوں نے انگریزی کشتیاں پکڑ لیں مگر انکو ہیکٹر پر حملہ کرنے کی جرات نہوئی آخر کار ہاکنس نے اپنا جہاز لاد کر الٹا انگلینڈ کو بھیجدیا۔ جب جہاز ہیکٹر چلا گیا تو مقرب خاں نے اس اسباب کی قیمت دینے سے انکار کیا جو خریدا تھا۔ مگر آخر کو ہاکنس کو آگرہ پہنچانے کے لیے پہرہ چوکی مل گیا۔ جہانگیر ہاکنس کی بڑی خاطر کرتا تھا اسکی ہر ایک درخواست کو منظور کر لیا۔ سورت میں انگریزوں کو تجارت کی کوٹھی بنانے کی اجازت دیدی۔ اور اُن سے وعدہ کیا کہ کوئی اُنپر زور ظلم نہیں کریگا اور محصول نہیں لیگا بادشاہ نے ہاکنس کو چار سو سواروں کا سردار کر دیا اپنے محل میں سے ایک گوری عورت کو اصطباغ دلا کر ہاکنس سے کہا کہ اُس سے نکاح کر لو۔ مگر اُس نے انکار کیا اور ایک آرمینی عورت سے شادی کر لی اور آگرہ میں رہنے لگا اور انگریزی کمپنی کی مقصد برآری کے درپے ہوا۔ دو برس تک وہ یہاں رہا اور ہر روز بادشاہ کا حاضر باش رہا وہ غسل خانہ میں جہانگیر کے ساتھ شراب پیتا تھا وہ فرنگستان اور اُس کے بادشاہوں کے باب میں ہزاروں سوالوں کے جواب دیتا تھا۔

ہاکنس نے مقرب خاں کی شکایتیں کیں کہ وہ روپیہ زبردستی لوگوں سے چھینتا ہے اور ستم کرتا ہے اُسنے ایک ہندو لڑکی کو یہ بہانہ بنا کے کہ بادشاہ پاس اُس کو بھیجوں گا اپنے پاس رکھا ہے مقرب خاں آگرہ میں طلب ہوا اور مقرب خاں سے روپیہ اُگلوایا گیا اُسکا سارا اسباب قرق ہوا مگر مقرب خاں نے بے تکلف رشوتیں دیں اور اپنے سابق کے عہدہ پر بحال ہوا اور اُس نے اقرار کیا کہ میں گوا سے لعل لاؤں گا۔ اگر انگریزوں کو تجارت کرنا منع ہو جائے اور امیروں نے بھی انگریزوں کے برخلاف دہائی مچائی۔

ایک امیر نے کہا کہ اگر ہندوستان میں انگریزوں کے قدم جم جائیں گے تو وہ ہندوستان کے مالک ہوجائیں گے۔ جہانگیر متنبہ ہوا اور اُس نے ہندوستان میں انگریزوں کی تجارت کی ممانعت کا فرمان جاری کیا ۱۶۱۱ء میں ہاکنس مع اپنی میم کے آگرہ سے چلا گیا اسکی دو برس کی محنت خاک میں ملگئی

ہاکنس نے جہانگیر کی عجیب حکایات لکھہ لکھکر انگلستان کو بھیجیں کہ جہانگیر کی سالانہ آمدنی پچاس کروڑ روپیہ سالانہ کی ہے۔ اسّی ہزار روپیہ روز وہ اپنا اور اپنی عورتوں کا خرچ رکھتا ہے۔ بیس کروڑ روپیہ اُسکے خزانوں۔ آگرہ۔ دہلی۔ لاہور۔ اجمیر کے جمیع خزانوں میں جمع رہتا ہے۔ ہزاروں ہاتھی گھوڑے اونٹ خچر۔ چیتے۔ باز۔ شکرے۔ کبوتر اور خوش الحان پرند اُس پاس ہیں۔ ہزاروں شیر بھینسے شکاری کتے۔ تیندوے ہیں۔ ایک گھنٹہ میں پچیس ہزار سپاہ جمع کرسکتا ہے۔ ایک ہفتہ میں اُسکے امرا تین لاکھہ سوار جمع کرسکتے ہیں اُسکے دربار اور شہر میں پچیس ہزار افسر ہیں۔ وہ اپنے تمام امیروں کی دولت کا وارث ہے جو شخص اُسکے روبرو آتا ہے اُس سے نذر لیتا ہے نوروز اور سالگرہ کے جشنوں میں امرا میں سے ہر ایک کو یہہ شوق ہوتا ہے کہ اُس کی پیشکش اوروں کی پیش کشوں پر فوقیت رکھے۔ صوبوں کے صوبہ دار بادشاہ کی مہربانی خریدنے کے لیے غریبوں کو روپیہ لینے کے لیے دباتے ہیں۔ امرا اکثر دربار شاہی میں بلائے جاتے ہیں۔ اور وہاں وہ خود روپیہ کے لیے دبائے جاتے ہیں۔ بادشاہ سب کا خداوند ہے اُسکی مرضی قانون ہے اپنی قلمرو میں ملک کی ساری زمین کا مالک مطلق وہ ہے وہ اپنی خوشی سے جو چاہے دیدے اور جو چاہے لے لے۔

ہاکنس کو سر طامس رو کی برابر لائق فائق نہیں تھا مگر اُسکی تحریر کو اُسکے ہم قوم ایشیائی مورخوں سے زیادہ معتبر جانتے ہیں۔ جہانگیر کے مذہب و خصلت کے باب میں جو اُسنے تحریر کیا ہے اس کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔ بادشاہ صبح کو سورج نکلتے ہی قبلہ رُخ اپنے خلوت خانہ میں ایک پتھر کے تخت پر بیٹھتا ہے جسپر ایرانی مرگ چھالا اُسکے نیچے بچھی ہوئی ہوتی ہے اُس کے پاس آٹھ لڑکی تسبیح ہے ہر ایک لڑ میں چارسو دانے ہیں۔ یہہ دانے ہیروں موتیوں لعلوں زمردوں اور اور جواہروں کے ہیں اُن کے امام پتھر کے ہیں جنپر حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی تصویر کھودی ہوئی ہے وہ اس تسبیح پر تین ہزار تیس لفظ

بڑھتا ہی۔ پھر وہ اپنا درشن آدمیوں کو دکھلاتا ہی۔ ہر صبح کو ہزاروں آدمی اُسکو سلام کرنے آتے ہیں۔ اسکے بعد وہ دو گھنٹہ سوتا ہی پھر کھانا کھاتا ہی اور عورتوں میں رہتا ہی پھر دوپہر کو وہ باہر آتا ہی اور تین چار بجے تک بیٹھتا ہی اور ہر روز آدمیوں اور جانوروں کے تماشے دیکھتا ہی جو مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ پھر تین بجے آگرہ میں تمام امرا سوار اُنکے جو بیمار ہوتے ہیں حاضر ہوتے ہیں۔ اور بادشاہ دربار عام کرتا ہی اور تخت پر بیٹھتا ہی اور امرا اپنے مراتب کے موافق اُسکے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور باقی آدمی اس سے باہر کھڑے رہتے ہیں یہ سنج کٹہرا تین سیڑھیوں کے اوپر لگا ہوا ہی۔ ان سیڑھیوں سے نیچے امرا کھڑے رہتے ہیں۔ ان آدمیوں کے کھڑے رہنے کا انتظام اور اُن کی ترتیب بعض افسر کرتے ہیں۔ ہر روز کچھ گھنٹوں بادشاہ مقدمات کو سنتا ہی پھر وہ اپنے عبادت خانہ میں جاتا ہی۔ جب عبادت سے فارغ ہوتا ہی اُسکے بعد خاصہ تناول کرتا ہی اور شراب پیتا ہی پھر وہ خلوت خانہ میں جاتا ہی وہاں امراء عظام جاتے ہیں اور وہ شخص جاتا ہی جس کو وہ بلاتا ہی۔ یہاں وہ شراب کے پانچ پیالے پیتا ہی یہ وہ معتاد ہی جس کی اجازت طبیبوں نے اُسکو دے رکھی ہی پھر وہ سو جاتا ہی اور سب آدمی اپنے گھر چلے جاتے ہیں جب دو گھنٹے سو چکتا ہی تو اُسکو جگاتے ہیں اور کھانا نوکر اپنے ہاتھ سے کھلاتے ہیں وہ خود اپنے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ اس میں رات کا ایک بج جاتا ہی پھر باقی رات کو وہ سو جاتا ہی۔ اس میکدہ میں بہت سے نکمے کام کرتا ہی مگر وہ ہوشیار ہو یا بدمست یہ سب کام لکھے جاتے ہیں بہت سے وقائع نویس ہوتے ہیں جو سب باتیں لکھتے ہیں یہاں تک جو عورتوں کے ساتھ باتیں ہوتی ہیں وہ بھی لکھتے ہیں۔ جب بادشاہ مرجاتا ہی تو انہیں نوشتوں سے اُسکی تاریخ بقید زمانہ تحریر ہوتی ہی۔

جب کوئی غریب آدمی داد چاہتا ہی تو وہ پہلے اس زنجیر کے پاس آتا ہی اور ہلاتا ہی جو دو میناروں کے درمیان لٹکی ہوئی ہی اور جسمیں بہت سے سونے کے گھنٹے لٹکتے ہیں۔ اُسکے قریب ہی بادشاہ رہتا ہی زنجیر کے ہلنے سے گھنٹوں کی آواز بادشاہ سنتا ہی اور آدمی بھیجتا ہی کہ جاکر دریافت کرو کہ معاملہ کیا ہی اور پھر اُسکا انصاف کرتا ہی ہاکنس نے یہ بھی لکھا ہی کہ ابتداء سلطنت میں سارا ملک چوروں اور رہزنوں سے بھرا ہوا تھا کہ کوئی شخص بدوں حفاظت کے سپاہیوں کے لیے بغیر گھر سے باہر نہیں نکل سکتا تھا تقریبًا سارے آدمی

باہمی ہوتے تھے۔ بعد ہاکنس کے سر طامس رو کا زمانہ آتا ہے۔

وہ اپنے ۱۰ جنوری سنہ ۱۶۱۶ء کے روزنامچے میں لکھتا ہے کہ میں آج کے چار بجے دربار میں گیا اسوقت ہمیشہ بادشاہ دربار میں بیٹھا کرتا ہے کہ اجنبی آدمیوں کو دیکھے لوگوں کی فریاد سن کر حکم دے تحائف کے اوروں کو دیکھے اپنے تئیں دکھائے یہاں اُسکے دربار کا حال لکھنا مناسب ہے۔ بادشاہ کی خلوت سرا میں کوئی سوا خواجہ سراؤں کے نہیں جا سکتا تھا اور یہاں تاتاری عورتیں ہتھیار لگا کے بادشاہ کی حفاظت کرتی تھیں اور یہی عورتیں مجرموں کو سزا دیتی تھیں۔ بادشاہ ہر روز جھروکہ میں بیٹھکر اپنی رعایا کو درشن دیتا تھا اور اپنے دروازہ کے آگے میدان کو دیکھتا تھا۔ دوپہر کو وہ ہاتھیوں کی اور وحشی جانوروں کی کشتیوں کو دیکھتا تھا اور کٹہرہ کے اندر امرا اُس سے نیچے کھڑے رہتے تھے پھر بادشاہ اپنی حرم سرائے میں سونے جاتا تھا بعد دوپہر کے وہ دربار میں آتا تھا پھر رات کا کھانا کھا کے آٹھ بجے رات کے وہ غسل خانہ میں آتا تھا جس کے بیچ میں ایک تخت سنگ مرمر کا بچھا ہوا تھا جس پر وہ بیٹھتا تھا۔ بعض اوقات تخت سے نیچے کسی کرسی پر بیٹھتا۔ جس میں سوا اول درجے کے امیروں کے یا ان آدمیوں کے جنکو اجازت ہوتی کوئی نہیں آسکتا تھا۔ یہاں خوش اخلاقی سے وہ بڑی باتیں کرتا تھا۔ ان آخر دو مقاموں کے سوا مہمات معاملات و مقدمات کا فیصلہ کہیں اور نہ ہوتا تھا۔ وہ سب لکھا جاتا تھا دو شلنگ ایک روپیہ خرچ کر کے جسکا جی چاہے یہ نوشتے دیکھ لے عوام الناس کو ان معاملات کی ایسی خبر ہوتی تھی جیسے خواص کو جو کونسل میں شریک ہوتے تھے ہر روز بادشاہ کے رزولیوشن (تجویزیں و فیصلے) اخباروں کی طرح مشتہر ہو جاتے تھے اور اوباش بدمعاشوں کو اُن پر بدگوئی کا موقع ملتا تھا ہمیشہ یہ کام بادشاہ روز کرتا اس میں ذرا تغیر نہیں ہوتا سوا اس کے کہ بیماری یا بدمستی اُسکی مانع ہو یہ بات معلوم رہے کہ اگر بادشاہ ایک دن اپنی صورت نہ دکھاتا اور اسکی کوئی معقول وجہ نہ بیان کی جاتی تو رعایا سرکش ہو جاتی دو دن بعد تو یہ عذر بھی مسموع نہیں ہوتا جب تک کہ آدمی اور دروازہ کے اندر داخل ہو کر بادشاہ کی صورت نہ دیکھ لیتے اور اوروں کا اطمینان خاطر نہ کرتے منگل کو جھروکہ میں وہ عدالت کے لیے بیٹھتا ہے اور غریب سے غریب اور رذیل سے رذیل آدمی فریاد کر سکتا ہے اور مدعی و مدعا علیہ کے اظہاروں کی تحقیق کرتا ہے

اور اس کے ہاتھی جو آدمیوں کو پانوں تلے مسلتے ہیں نہیں دیکھتا ہے۔ غرض جیسی ساری رعیت بادشاہ کی غلام ہے ایسے ہی بادشاہ ان دستوروں کا غلام ہے۔ سکر بڑی عدالت کا حال لکھتے ہیں کہ مقدمات کی تحقیق اور فیصلے جلد ہو جاتے بڑے مجرموں کو پھانسی ملتی تھی سر اُڑائے جاتے تھے زندہ کھالیں کھچوائی جاتی تھیں۔ ہاتھیوں کے پیروں تلے کچلوائے جاتے تھے۔ کتوں سے پھڑوائے جاتے تھے۔ سانپوں سے کٹوائے جاتے تھے اور حکمتوں سے مروائے جاتے تھے اس طرح جاں ستانی برسر بازار ہوتی تھی۔

ہربرٹ اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ جہانگیر نے اکبر کی کسی بیوی کو جو نہایت اُسکو عزیز تھی اور انار کے نام سے مشہور تھی بے عزت کیا۔ باپ نے اس قصور کے معاف کرنے کے لیے وعدہ کیا بیٹے نے باپ کے وعدہ پر اعتبار کرکے اطاعت اختیار کی غسل خانہ میں باپ کے روبرو آیا وہ اُس کو حرمسرائے میں لے گیا اور اپنے وعدہ کو بھول گیا اور طیش میں آنکر بیٹے کے ایسے گھونسے مارے کہ وہ گر پڑا اور اُس نے جہانگیر کو گدھا احمق کہا کہ اُس نے میرے وعدہ پر یقین کر لیا۔ مری صاحب بھی اس بیان کی شہادت دیتا ہے اس کا بیان آگے آئیگا ہربرٹ نے ۱۶۲۶ء میں ہندوستان میں سفر کیا۔ وہ اشراف خاندانی انگریز تھا اُسنے بھی جہانگیر کے عہد کی تاریخ لکھی ہے۔

ہاکنس جہانگیر کے زمانہ کی بہت کہانیاں کہتا ہے کہ بڑے بڑے بہادر آدمی نہتے شیروں سے لڑنے پر مجبور کیے جاتے تھے۔ بہت سے اُن میں مارے جاتے تھے۔ زخمی آدمی اسلیے مارڈالے جاتے تھے کہ وہ بادشاہ پر تبرا بھیجنے کے لیے زندہ نہ رہیں۔

برنیر جہانگیر کے دربار کی تذلیل کرتا ہے کہ ایک فرانسیسی ڈاکٹر برنارڈ نامی پر جہانگیر بہت التفات کرتا تھا۔ وہ محل کی کسی رقاصہ لڑکی پر عاشق ہو گیا۔ اُس کی ماں نے ڈاکٹر کے پیغاموں کو مانا نہیں تو وہ جہانگیر کے دربار میں آیا اور اس لڑکی کو بادشاہ سے مانگا۔ بادشاہ نے ہنسکر اس درخواست کو مان لیا۔ اور ڈاکٹر سے کہا کہ اس لڑکی کو کندھے پر اُٹھا کر لے جا۔ اس فرانسیس کو اس لے جانے میں شرم نہ آئی

اُس کے حکم کی تعمیل کی۔

سر طامس رو کہتا ہے کہ خسرو عیسائیوں کا بڑا حامی تھا اور اُس نے ایک بیوی کے سوا، کوئی دوسری بیوی نہیں کی۔ خسرو تو غیر مسلمانوں کا اور جہانگیر مسلمانوں کا سرگروہ تھا۔

جہانگیر بظاہر اکبر سے زیادہ عیسائی مذہب پر مائل تھا اُسنے باپ کی طرح پرتگیزوں کو حکم دیدیا کہ وہ چرچوں اسکولوں کو اپنے قائم کرلیں اور جہاں چاہیں وہاں وعظ کریں اور جو چاہیں اُن کو عیسائی کرلیں۔ پادریوں کی باتیں جہانگیر نے یہانتک سنیں کہ اُن کو یقین ہوگیا کہ وہ عیسائی ہوگیا جس حد پر باپ نہ گزرا تھا اُس سے وہ بہت آگے گزر گیا۔ اُسکے دو بھتیجے دانیال کے بیٹے عیسائی ہوگئے تھے اور آگرہ میں اصطباغ ہوا اور اُن کی سواری اس طرح گرجا میں گئی کہ وہ ہاتھی پر بیٹھے اور تمام عیسائی جو ساٹھ سواروں کے قریب تھے اُس کے ساتھ ہوئے ہاکنس اُن کا کپتان بنا اور سینٹ جارج کا علم اُس کے ہاتھ میں تھا وہ انگلستان کے اعزاز کے لیے سب سے آگے چلا۔

اس فعل میں ہر شخص جانتا تھا کہ کوئی بھید ہے مگر یہ سمجھنا آسان ہے کہ جہانگیر اس سبب سے عیسائی مذہب پر التفات کرتا تھا کہ عیسائی مذہب اُس کو روزوں کے رکھنے پر مجبور کرتا تھا سور کے گوشت کھانے کی اور شراب پینے کی اجازت دیتا تھا۔ علی الاعلان اصطباغ پانا ایک معما ہے۔ برخلاف توقع یوں حل ہوگیا کہ شاہزادوں نے پادریوں سے کہا کہ ہمارے لیے پرتگیزی عورتیں نکاح کے لیے تلاش کیجئے وہ عیسائیوں کی طرح اُنکو بیاہنے اور اُن کے ساتھ عیسائیوں کی طرح رہنا چاہتے تھے۔ پادری اس درخواست سے نہایت رنجیدہ ہوئے اُنہوں نے شاہزادوں کو متنبہ کیا شاہزادوں نے صلیب پادریوں کو حوالہ کی اور پھر مسلمان ہوگئے۔ پھر معلوم ہوا کہ جہانگیر نے اُن سے یہ درخواست کرائی تھی۔ وہ پرتگیز عورتوں کو اپنی حرم بنانا چاہتا تھا۔ سر طامس رو کا خط بنام آرچ بشپ کنٹربیوری مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۶۱۶ء۔ پادری ٹیری بیان کرتا ہے کہ جہانگیر کے عہد میں آگرہ میں تمام فرنگی اُس کے محل تک رسائی رکھتے تھے فرنگی کا اطلاق ان سب قوموں کے آدمیوں پر ہوتا تھا جو یورپ (فرنگستان) میں رہتے تھے۔ جہانگیر ساری رات فرنگیوں کے ساتھ شراب پیتا تھا مسلمان روزہ رکھنے سے

مجبور تھے۔ فرنگیوں کے ساتھ مے نوشی کرتا۔ اگر مسلمان اس صحبت میں ہوتے تھے تو انکو شراب بزدستی پلائی جاتی تھی
چتوڑ کے قریب طامس رو سے طامس کوریٹ ملا جو سفر کرنے پر عاشق تھا وہ ۱۶۱۵ء میں آگرہ میں
آیا تھا اُسنے جو اپنے گھر (انگلینڈ) کو مختلف آدمیوں کو خطوط لکھے ہیں۔ وہ جہانگیر کا حال عجب
طرح سے لکھتا ہے کہ جہانگیر کی عمر ۵۰ سال کی تھی اُس کا رنگ نہ سفید تھا نہ کالا گندمی تھا اُس کے
ملک کی آمدنی چالیس ملین کرون ہے اور ہر کرون ۵ شلنگ کا یعنی (۱۲ کروڑ روپیہ) کی کہتے ہیں۔ اسکا ختنہ
نہیں ہوا۔ بادشاہ حضرت عیسیٰ کا ذکر بڑی عظمت کے ساتھ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ بڑے نبی تھے
وہ دن میں تین دفعہ اپنے امراء سے ملتا ہے۔ سورج نکلنے کے وقت جس میں وہ ہاتھ اُٹھا کر دعا
مانگتا ہے۔ دوپہر کو اور شام کو۔ ہفتہ میں دو دفعہ ہاتھیوں کی لڑائی دیکھتا ہے۔ طامس کوریٹ
اس بات کو اپنا فخر سمجھا کہ اجمیر میں وہ ہاتھی پر بیٹھا جس کی اُس نے تصویر بھی بنائی۔

ہندوستان کی سفارت میں جو انگلستان سے آدمی آئے انہیں مسٹر ٹیری چیپن (پادری) تھا وہ
لکھتا ہے کہ مسلمانوں میں سوا کمینوں کے کوئی ایسا نہیں ہے کہ ہمارے شفیع عیسےٰ مسیح کا نام ادب اور تعظیم
سے نہ لیتا ہو۔ انکو وہ نیک معصوم جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُس کی برابر معجزے نہ پہلے کسی پیغمبر
نے کیے نہ بعد اُس کے۔ انکو روح اللہ کہتے ہیں مگر اُن کو ابن اللہ ہونے کی وجہ نہیں معلوم۔
اسلیے اس پر ایمان نہیں لاتے۔ باوجود اس کے اکثر مسلمان عیسائیوں کو نجس جانتے ہیں نہ وہ
ہمارے ساتھ کہاتے ہیں نہ اُن برتنوں میں کہاتے جنمیں ہم کہائیں سر طامس رو نے ۱۲ اگست سے ۱۹
تک کے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ جمال الدین حسین نے جو میری دعوت کی تو صبح کو خشک ہوئی تھی
اسمیں وہ میرے ساتھ کہانے میں شریک تھا لیکن جب رات کو کہانے کی دعوت ہوئی تو میں جدا
بٹھایا گیا۔ چندروز کے بعد جمیل الدین حسین کی میں نے دعوت کی اس کو کھانا کھلایا جو مسلمان کے
ہاتھ کا پکا ہوا تھا۔ اُس نے اُس کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا جو انگریزی طرح کا پکا ہوا تھا اُسنے
یہ کہا کہ تین چار رکابیاں کھانے کی میرے گھر بھیج دو میں اُنکو اپنے گھر میں پوشیدہ کہاؤں گا۔
چونکہ جہانگیر کے عہد سلطنت میں انگریز اور اہل فرنگ بہت سے اس کے دربار میں جمع ہو گئے تھے

اور اُن میں سے بعض نے یہاں کے حالات ملکی اور معاشرت کے لکھہ لکھکر اپنے اہل وطن کو بھیجے اور
اہل وطن نے ایک مدت کے بعد اُنکو جمع کرکے چھاپ کر مشتہر کیا۔ گو اُن کے بیانات میں
اختلافات ہیں اور ایک ہی فرنگی کی تصنیف کے مختلف نسخے مطبوع ہوئے ہیں مگر انگریزی
مورخ نہیں نوشتوں پر سلطنت جہانگیری کی تاریخ کی بنیاد رکھتے ہیں اور اُنکے برخلاف جو باتیں کہ
مسلمان مورخوں نے بیان میں لکھی ہیں اُن کو غیر معتبر جانتے ہیں اور نہیں مانتے ہیں سلسلہ تاریخ
میں سفرنامہ بھی وقعت رکھتا ہے مگر اس میں اغلاط کے احتمالات زیادہ ہوتے ہیں۔ جو سیاح کسی
ملک میں جاتا ہے تو وہ فقط ظاہری حالات کو دیکھہ سکتا ہے اُس کو بہت کم موقع ایسے ملتے ہیں
کہ اندرونی حالات خواہ پولیٹکل ہوں یا سوشیل اُن تک اُس کی رسائی ہو اُسکو اتنی مہلت و
فرصت نہیں ملتی کہ وہ اتنے جزئیات و مقدمات پر علم حاصل کرے جس سے استقراء درست کر سکے اور
نتیجہ صحیح نکال سکے خصوصاً جب کہ اُس کا مذہب اور زبان غیر ہو مذہب اُسکو ایک آنکھہ کا
آدمی بناتا ہے اور زبان اُس کو کسی بات کو پورا سمجھنے نہیں دیتی۔ جب ایسی حالت میں ایک
اجنبی مسافر کا سفرنامہ بہ نسبت ان تاریخوں کے جو کسی ملک کی وہیں کے باشندوں اور
اور بادشاہوں کے معاصرین نے لکھے ہوں وقعت نہیں رکھتا ان سفرناموں کے اعتبار کی
وجہ بڑی یہہ بیان کی جاتی ہے کہ جو مورخ بادشاہ کے زمانہ میں یا اُس کی اولاد کے عہد میں تاریخ
لکھتا ہے اُسکو بمجبوری اُس میں خوشامد کے مارے جھوٹی باتیں لکھنی پڑتی ہیں۔ مسافر کو بعد مکانی
خوشامد اور جھوٹ سے بچاتا ہے۔ لیکن جیسا کہ یہہ بعد مکانی کام کرتا ہے ویسا ہی بعد زمانی بھی کام کرتا ہے
اگر کسی بادشاہ کا حال ایک زمانہ کے بعد لکھے تو اسکو خوشامد کے مارے جھوٹی باتیں لکھنے کی
حاجت نہیں پڑتی غرض کسی ملک کی اصلی تاریخوں کے مقابلہ میں جو بادشاہ کے عہد میں یا اُسکے
بعد لکھے جائیں ان مسافروں کے سیاحت نامے چنداں وقعت نہیں رکھتے۔ جب تک کسی
مسافر کے بیان کی تصدیق یہہ تاریخیں نہ کریں وہ قابل اعتبار نہیں ہوتا۔

انگریزوں اور خاصکر سر طامس رو نے جو اپنے اعزاز و احترام کی باتیں لکھی ہیں کہ لوگوں نے

مجھسے کہا کہ کسی اور سفیر کا آپ کی برابر احترام بادشاہ نے نہیں کیا۔ ان میں سے کسی ایک بات کا پتا بھی مسلمانوں کی تاریخ میں نہیں لگتا۔ سر طامس رو کی سفارت کا ذکر کسی تاریخ میں نہیں۔ جہانگیر کو تو بعض انگریزی مورخ یہ کہہ دیتے ہیں کہ اُس نے اپنی مستانہ نوشی اور کاہلی کے سبب سے اس انگریزی سفارت عظیم کا حال نہیں لکھا مگر اور مورخوں کو کیا ہوا تھا جو انہوں نے اسکا نام تک نہیں لیا اس سے مسلمانوں کا مغرور ہونا ثابت کرتے ہیں اصل حقیقت یہہ ہی کہ اس زمانہ میں انگلستان کی سفارت سفارت ہی نہیں سمجھی گئی کہ کوئی مورخ یا بادشاہ جو اپنی سلطنت کے جزو کل حالات اور ایران و توران وغیرہ کی سفارت کو مفصل بیان کرتا ہی اُسکو لکھتا سفیر بادشاہ کے لیے بیش قیمت تحائف نہیں لایا تھا سوا اس کے وہ تجارت کے باب میں عہدنامہ چاہتا تھا۔ ان دونو باتوں نے سفارت انگلینڈ کی وقعت نہ پیدا ہونے دی ہاں اگر جہانگیر کو یہہ معلوم ہوتا کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ یہہ قوم کل ہندوستان پر مسلط ہوگی تو وہ اس سفارت کے نتائج کو سوچ کر اُسکے بیان کو اپنے سنہ جلوس کا ایک واقعہ عظیم سمجھتا اور اُسکو بیان کرکے اس سنہ کو اپنی یادگار روزگار رہنا تا۔ سر طامس رو نے اپنے اعزاز و احترام کی حکایات کو مبالغہ سے لکھا ہی۔ وہ ایک اجنبی مسافر نئے رنگ ڈھنگ کا تھا بادشاہ اور امرا اپنی خوش اخلاقی کے سبب سے یا فقط اُس سے نئی باتوں کے معلوم کرنے کے لیے اور اُس کا تماشا دیکھنے کے لیے خاطر کرتے ہوں گے اس پر مجھے ایک حکایت یاد آئی۔ دہلی کے رزیڈنٹ سیٹن صاحب تھے اور مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب ایک عالم متبحر تھے۔ صاحب ممدوح مولوی صاحب سے کبھی کبھی ملاقات کو آیا کرتے تھے ایک دفعہ ملاقات میں شاہ صاحب نے صاحب ممدوح سے کہا کہ انگلستان کے آدمی مہمان نواز بڑے ہوتے ہیں صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ نے یہہ کیونکر جانا۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ کبنل پوش اپنے سفرنامہ میں جابجا لکھتا ہی کہ میری دعوت وہاں کے بڑے بڑے امیروں نے اور اور آدمیوں نے کی یہہ سنکر صاحب ممدوح نے قہقہ لگایا اور فرمایا کہ مولوی صاحب ان دعوتوں کا سبب مہمان نوازی نہ تھی بلکہ کبنل پوش ہاتھ سے کہاتا تھا یہہ انگریزوں کے لیے ایک تماشا تھا کہ آدمی بندر کی طرح کہاتا ہی اس تماشے کی خاطر اُس کی دعوتیں ہوتی تہیں فرنگیوں کی

خانہ داری کے اپنے ہی اسباب ہندوستان میں بھی ہوں گے۔ انگریزوں نے جو جہانگیر کے خصائل اور عہد سلطنت کی بدنظمیوں کا طومار باندھا ہے وہ قومی اور مذہبی تعصب پر مبنی ہے اور زیادہ تر لاعلمی پر مثلاً مسٹر طامس رو ان سڑکوں پر گذرا جو راجپوتانہ اور دکن میں واقع تھیں انمیں سے ایک ملک ابھی فتح ہوا تھا اور دوسرے ملک میں لڑائی ہو رہی تھی ایسی حالت میں اگر ایک دو جگہ چوری یا قزاقی ہوئی تو کیا اس سے سارے ملک کی بدنظمی پر قیاس ہو سکتا ہے۔ کیا اس سے وہ سڑکیں جنپر جہانگیر نے دو رویہ پھل دار درخت لگائے تھے اور مسافر سونا اچھالتے چلے جاتے تھے وہ مٹ جائیں گے۔ غرض ہم نے جو انگریزوں و فرنگیوں کے بیانات اوپر نقل کیے ہیں اُن میں سے زیادہ تر مسلمانوں کے نزدیک پایۂ اعتبار سے ساقط اور پیرایۂ صدق سے معرا ہیں ان میں سے کسی بات کی شہادت اُن کو اپنی تاریخ نہیں دیتی ہے

جہانگیر کی عادات و خصائل و اخلاق اور بعض حالات

تاریخ شہادت دیتی ہے کہ جہانگیر کی ولادت میں کرامت اولیا کا دخل تھا راجہ بہارا راجہ اکبر کی رانی انبیر والی لاولد تھی وہ اُس کے گھر کے چراغ روشن کرنے کے لیے اجمیر میں حضرت معین الدین چشتی کے مزار پر دوڑا گیا اور وہاں اپنے گوہر مقصود کو پایا۔ رانی کے ہاں شیخ سلیم کے گھر میں جہانگیر پیدا ہوا۔ اُس کی دودھ پلانے والی دایہ شیخ کی بہو مقرر ہوئی غرض اس دایہ کی صحبت نے اور حالات نے جو اُس کے گرد لڑکپن میں تھے جہانگیر کو خود پرست اور توہمات میں مبتلا کیا دنیا سے بے خبر رکھا اس کے بعد باپ نے بھی اس کی تعلیم کی تکمیل کے لیے کوئی اہتمام نہیں کیا۔ اس کی تعلیم خام رہی اُس کی ساری تزک میں کہیں کسی مصنف و تصنیف کا ذکر نہیں سوا طبقات بابری کے اُس نے نہیں لکھا کہ میں کسی کتاب سے مستفید ہوا ہوں خط بھی اس کا کچا تھا۔

جہانگیر جب جوان ہوا تو اس نے باپ سے ناہنجاریاں اختیار کیں جنکا مفصل بیان کیا گیا ہے ہر چند بہت صلاح کاروں نے اسکو صلاح دی کہ وہ باپ سے معرکۂ جنگ گرم کرے مگر وہ کئی جگہ

اپنی توزک میں بیان کرتا ہی کہ میں نے اس صلاح کو نہیں مانا اور اپنی عقل پر کام کیا اور کہتا رہا کہ خدائے مجازی سے ہنگامۂ رزم کو برپا کرنا کفر سمجھتا ہوں۔ گو باپ کی زندگی میں اُسکو ایسا آزار پہنچایا کہ اُس کا دل اُس سے بیزار ہوا مگر جب وہ مرگیا تو اُس کے جنازہ کو کندھا دیا۔ آگرہ سے پانچ میل پر بڑا عالیشان مقبرہ لاکھوں روپیہ خرچ کر کے بنوایا۔ ایک دفعہ پیادہ پا باپ کی قبر کی زیارت کو گیا اور حسرت میں رہا کہ بسر و چشم نہ جا سکا جب وہ خسرو کی مہم میں مصروف رہا تو اسکی غیبت میں معماروں نے اس مقبرہ کو اپنی رائے کے موافق بنا دیا جب وہ آیا اور اُس نے اس مقبرہ کو دیکھا تو ساری وہ عمارتیں جو ناموزون تھیں تڑوا ڈالیں اور اپنی مرضی کے موافق اُنکو بنایا بیس برس میں یہ عمارت پوری بنکر تیار ہوئی جو اب تک اپنی شان و عظمت دکھا رہی ہی۔

اکبر ایسا شہنشاہ گزرا ہی کہ اُس کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ کسی بادشاہ کا مقابلہ نہیں ہوسکتا اگر ہوسکتا ہی تو اوّل اس کے پوتے شاہجہاں کا اور اُس کے بعد بیٹے جہانگیر کا۔ اکبر اصل تھا جہانگیر اُس کی نقل تھا اُس میں بہت سی خوبیاں باپ کی پائی جاتی تہیں۔ وہ اپنے قدیمی نوکروں پر مہربانی کرنے میں اور اُن کے بڑے بڑے قصوروں کے معاف کرنے پر دوسرا اکبر تھا۔ راجہ مانسنگہ اور مرزا عزیز کوکہ کی کیسی تقصیرات کو معاف کر کے اُنپر لطف و کرم کیا اس کوکہ نے اُسکو بڑی تکلیف پہنچائی تھی۔ اپنے بیٹے خسرو پر جو باپ کی جاں ستانی پر مستعد رہتا تھا کیا شفقت پدری کی ہی کہ کمتر کوئی باپ ایسی بیٹے پر کرتا ہی۔ دشمنوں کے ساتھ جنگ و پیکار میں اپنے باپ کی تدابیر کی تقلید کی اُسنے اپنی توزک میں باپ کی خصائل و عادات و تدابیر و انتظامات ملکی پر رائیں لکھی ہیں وہ اُس کی فراست و کیاست کو ظاہر کرتی ہیں۔ اور بتلاتی ہیں کہ وہ باپ کے قواعد و قوانین و آئین کی کیسی قدر کرتا تھا اور دل و جان سے اُن کی پیروی میں کوشش کرتا تھا۔

انسان کی سرشت ایسی ہی کہ وہ بُرے بھلے کام ملے جلے کرتا ہی نہ کوئی نیک آدمی ایسا ہوتا ہی کہ سارے کردار اُسکے نیک ہوں نہ کوئی بدآدمی ایسا ہوتا ہی کہ سارے افعال اُسکے بد ہوں

خیر محض اور شر محض دونو معدوم اب اگر کسی آدمی کی خصلت کا مشخص کرنا منظور ہو کہ وہ نیک ہی یا بد تو اس کا طریقہ یہ ہی اُس کے سارے نیک و بد کاموں کو جمع کرکے دونوں کو میزان عدل میں عقل سے تولیں جس طرف پلڑا بھاری ہوا اس جانب میں نیک و بد ہونے کا حکم لگائیں۔ نہ یہ کہ اُس کے بُرے کاموں کا انتخاب کرکے اُس کے بد ہونے کا فیصلہ کردیا اور پھر اُس کے نیک کاموں کو بھی اتفاقی اور مکاری کا بتادیا اسلیے میں جہانگیر کے ظلم و عدل کے کاموں کو لکھتا ہوں جس سے وہ آدمی جو تعصب سے خالی ہیں اُس کے عادل ہونے کا فیصلہ خواہ مخواہ کریں گے۔

جہانگیر پر ظلم کا الزام یہ لگایا جاتا ہی کہ وہ مجرموں و باغیوں و بے وفا نوکروں کی ایسی بُری طرح جان لیتا تھا اور سزا دیتا جن سے اُس کا وحشیانہ ظلم ثابت ہوتا ہی۔ دار پر کھینچتا۔ ذبح کراتا۔ زندہ کھال کھچواتا۔ زندہ جلاتا۔ ہاتھیوں کے پانوں تلے مسلواتا۔ حلال خوروں اور سگ بانوں کے ساتھ کھلواتا۔ ایک عورت کو اس جرم میں کہ کسی مرد کو بوسہ دیا تھا بغلوں تک زندہ زمین میں گڑوایا۔ تین دن تک اُس کا سر دہوپ میں سکوایا جس سے وہ ۲۴ گھنٹے میں مرگئی۔ ایک امیر زادہ کو اس قصور میں کہ اُس نے سخت کلامی کی تھی آدھے چہرہ کی کھال ادھڑوائی بعض باغیوں کے سرغنوں کو گدہے اور بیل کی کھال میں بند کرکے تشہیر کرائی۔ ایک دفعہ بادشاہ شکار کی شست لگائے بیٹھا تھا کہ بیچ میں تین آدمی اتفاق سے آگئے جس سے کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا اُسنے غصہ میں آنکر ایک آدمی کو مروادیا دو کی ناک کٹوادی جہانگیر شہنشاہ تھا اگر اُس نے خسرو کے تین چار سو ہمراہیوں کو بوضع غیر مکرر مروایا اور سرغنوں کی جان بُری طرح نکالی تو کیا گناہ کیا ایسے موقعوں پر ایسا قتل کرانا بادشاہ اور گورنمنٹ پر واجبات سے ہوتا ہی اس سیاست بغیر تو بادشاہ کی سلطنت کا جمنا اور اُس کی جان کا بچنا دشوار ہوتا ہی ہر زمانہ میں جان ستانی کے مختلف طریقے مروج تھے۔ سب کا مآل یہ تھا کہ سزا اس طرح دی جائے کہ جس سے آئندہ آدمیوں کو عبرت ہو کہ پھر وہ جرم نہ کریں جیسے اس زمانہ میں پھانسی دینے اور گولی مارنے سے اور لاشوں کو کھنبے میں ڈالنے سے عبرت ہوتی ہی اس طرح مختلف ملکوں اور مختلف زمانوں میں

جاں ستانی سے عبرت ہوتی تھی جو آدمیوں کی کھوپڑیوں کے مینار بنائے جائیں اور اس طرح مارے جائیں جس طرح اوپر بیان کیا ہمیں نہ ظلم ہی نہ ستم ہی نہ وحشیانہ پن ہی۔ اس زمانہ اور اُس زمانہ کے جاں ستانی کے طریقوں میں ایسا ہی اختلاف ہی جیسے کہ آدمی کے اولبانے اور بھوننے میں یہ فقط تعصب کی بات ہی کہ ایک کو اچھا اور دوسرے کو بُرا کہیں جیسے مسلمان مردے کو جلانے کو بے رحمی اور سنگدلی سمجھتے ہیں اور ہندو زمین میں مردہ کے گاڑنے کو۔ جہانگیر شہنشاہ آعظم تھا جتنی باغیوں و مجرموں کی جانیں اُس کے زمانہ میں کم تلف ہوئی ہیں کمتر کوئی عیسائی اور مسلمان بادشاہ ہوا ہوگا کہ جس عہد میں یہ ہوا ہوگا۔ سب سے بڑا الزام تحکم کا اُس پر یہ لگایا جاتا ہی کہ اُس نے شیر افگن خاں کو کبھی ہاتھی سے کبھی شیر سے لڑا کر اُس کی جان لینی چاہی جب یوں وہ نہ مرا تو آخر کو اُسکو قتل اسلیے کرا دیا کہ اُس کی بیوی مہرالنسا سے خود نکاح کرے اس سے زیادہ جھوٹا الزام اُسپر کوئی نہیں لگ سکتا۔ یاجی سے یاجی مسلمان بادشاہ کوئی ایسا نہیں ہوا کہ اُس نے کسی کی جان اسلیے لی ہو کہ اُس کی بیوی سے اپنا عقد نکاح باندھے۔ اس واقعہ کے لیے کوئی تاریخی شہادت مستند و معتبر نہیں ہی۔ نہ توزک میں اس کا ذکر ہی اور نہ کسی اور اس کی معاصر تاریخ میں وہ مذکور ہی اکثر مسلمان مورخ شیعہ مذہب کے ہیں اور بعض سنت جماعت ان دونوں میں بعض حضرات ایسے ہوتے ہیں کہ وہ عداوت مذہبی کے سبب دوسرے مذہب کے بادشاہ کے نیک کاموں میں کوئی لگتی لگاتی برائی ایسی لگا دیتے ہیں کہ یہ نیک کام مینگنیوں بھرا دودھ ہو جاتا ہی مدتوں کے بعد ایسے مورخوں نے بہ رمز و کنایہ یہ مضمون جہانگیر کی نسبت گھڑ کر لکھا ہی سوا اس کے یہ امر یوں بھی عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہی کہ شیر افگن کا سارا کنبا اُس کے قتل ہوتے ہی بادشاہ پاس بھیجا گیا۔ مگر نور جہاں چار برس تک سلطان رقیہ بیگم مادر حسبی جہانگیر پاس رہی اگر جہانگیر نے شیر افگن خاں کو نور جہاں سے نکاح کرنے کے لیے قتل کرایا تو اس کے قتل ہوتے ہی اپنا مدعا کیوں نہ حاصل کیا۔ جب جہانگیر نے نور جہاں سے نکاح کیا ہی تو اُس کی چوبیس برس کی عمر تھی اس سے ظاہر ہی کہ حسن صورت سے زیادہ حسن سیرت عشق کا سبب ہوا ہوگا۔ اس بادشاہ میں سب سے زیادہ خوبی یہ تھی کہ جیسے وہ اپنے

ذاتی حقوق ومنافع اور عیش وعشرت کی حفاظت چاہتا تھا اسی طرح وہ رعایا کے سکھ چین آرام آسودگی کا خواہاں تھا اس کی زنجیر عدل نے اُس کی عدالت کا آوازہ سارے ملک میں پھیلا دیا اُسکے اس مقولے نے کہ بادشاہ پر فرض ہے کہ وہ جنگل کے درندوں اور چرندوں اور ہوا کے پرندوں تک کی حفاظت کرے اور اپنے تخت کے نیچے ان جانوروں کی بھی حق رسی کرے اُسکی عدالت کو کافی طور پر ثابت کر دیا ہے اُسکی دلی تمنا اور آرزو یہی تھی کہ میں رعایا پر عدالت کے ساتھ حکومت کروں۔ نورجہاں جس پر وہ دل و جان سے عاشق زار تھا اس سے اُسنے کہہ دیا تھا کہ میں تمکو کاروبار سلطنت کا اختیار دیتا ہوں۔ مگر تم کبھی میری عدالت میں مداخلت نہ کرنا میں اُسکو نہ سنونگا اُس نے تخت پر بیٹھتے ہی دوازدہ احکام وقوانین جاری کیے جن سے زیادہ سے زیادہ آدمی زیادہ سے زیادہ خوش وخرم رہ سکتے ہیں یہی اصل مطلب قوانین کا ہوتا ہے بعض مخالف کہتے ہیں کہ یہ قوانین فقط کاغذی عمل تھا اُنکی عملدرآمد نہیں ہوئی۔ اگر یہ بات اُن کی تسلیم بھی کر لی جائے تو بھی فقط اس کاغذی عمل سے جہانگیر کی پرلے درجہ کی نیک نیتی ثابت ہوتی ہے قانون بین مقنن کی نیت دیکھی جاتی ہے عمل ہونا یا نہونا دوسری بات ہے قانون کا اچھا بنانا اُس کی نیک نیتی کو بتلاتا ہے۔ ایک حکم خیر وخوبی کا اُس نے جاری کیا جو نہ اُسکے باپنے نہ سلاطین ماضیہ نے جاری کیا تھا معلوم نہیں کہ انگریزی مورخ کیوں اسقدر فروگذاشت کرتے ہیں اور اُس کی داد نہیں دیتے وہ حکم یہ تھا کہ آئندہ خواجہ سرا نہ بنائے جائیں نہ بیچے جائیں اس حکم کے بعد جو مجرم اس جرم کے پکڑے آئے اُنکو حبس دوام کا حکم دیا اُسنے یہ بھی حکم دیا کہ جن ہندو عورتوں کے لڑکے بالے ہوں وہ ستی نہونے پائیں رعایا کے دل خوش کرنے کے کام بہت کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ تھوڑے دنوں میں زمین کے خراج کی معافی چاہنے والے بہت سے آدمی کھڑے ہوئے تو امراء سلطنت نے عرض کیا کہ اگر حضور کی فیاضی وسخاوت زیادہ وسعت پائے گی تو چند سالوں میں سرکاری آمدنی صفر ہو جائے گی تو جہانگیر نے اُنکو جواب دیا کہ یہ سائل ایک لشکر ہے جو میری دعا مانگتا ہے جس کے مانع امرائے سلطنت ہوتے ہیں اُنپر واجب ہے کہ اس لشکر کو زیادہ کریں۔ جب شاہزادہ خسرو بھاگا ہے اور اُس نے راہ میں لوگوں کو لوٹا ہے تو جو شخص لٹا تھا اسکو جہانگیر نے اُسکے مال کا پورا منافعہ دیدیا۔ خسرو کے ہاتھ کا رقعہ بادشاہ

کے نام ایک شخص کی سفارش میں تھا جسکے گھوڑے اُس نے لے لیئے تھے جہانگیر نے گھوڑوں کی پوری قیمت دیدی۔ اجمیر میں تین برس کچھ مہینے جہانگیر رہا تھا اس نے اپنے رعایا کی بہبود و فلاح و آسائش وآرام کے لیے ہفتہ کے ہر روز کے واسطے ایک خاص کام مقرر کیا تھا پنجشنبہ کو سارے جشن و جلسے ہوتے سوا عیش و عشرت و مسرت کے کاموں کے کوئی اور کام نہوتا تھا باغوں میں گل گشت ہوتی نوار و نکی سیر دیکھی جاتی۔ امرا کا اضافہ جاہ و منصب ہوتا اس دن کا نام مبارک شنبہ بادشاہ نے رکھا تھا جمعہ کے روز بادشاہ کے روبرو ہزار بچے و بچّے مسلمان بنائے جاتے اور اُن کو سب قسم کے کھانے اُن کے حسب حال تقسیم کیے جاتے کہ وہ خوب پیٹ بھر کر کہائیں اور اُنکو وہی کہلانے کا حکم دیا جاتا جس سے وہ زیادہ کہائیں (وہی پہاوڑہ طعام مشہور ہو اُس کے سبب سے سوایا کہا جاتا ہی) اور خدا کی عبادت اچھی طرح کریں۔ یکشنبہ کو جہروکے کے نیچے بہت سے اپاہج لنگڑے لولے اندہے بوڑہے اکٹھے کیے جاتے اور اُنکو خیرات میں بہت دیہہ دیا جاتا یہ اتفاق کی بات ہو کہ اندہوں کو زیادہ خیرات مل جاتی دوشنبہ کو نوجوان اُمرا کے ایک گروہ کو تیر اندازی کا اور دوسرے گروہ کو چوگان بازی کا حکم ہوتا اور ناد علی کے حافظوں کو بہت کچھ نذر کیا جاتا سہ شنبہ کو چیتے و ہرنوں کا اور کتّے و لومڑیوں کا و خرگوشوں کا شکار کہیلا جاتا جو خرگوش اور لومڑیاں شکار سے بچ جاتیں وہ جنگل میں چھوڑدی جاتیں ہاتھیوں اور جانوروں کی کشتیاں ہوتیں اور مجرم قتل کیے جاتے چہارشنبہ کو بادشاہ منحوس اس سبب سے سمجھتا تھا کہ اُسی دن اُسکے باپ کا اور اجمیر میں شاہجہاں کی ایک لڑکی کا انتقال ہوا تھا جس کو وہ اپنی جان کی برابر عزیز رکھتا تھا اُس کا نام کم شنبہ رکھا تھا۔ اُس دن بادشاہ جن آدمیوں سے خفا ہوتا وہ قید خانہ میں بھیجے جاتے تھے یا اُن کو کوڑے لگوائے جاتے تھے کسی دن بادشاہ اپنی خوشی کے کاموں سے باز نہیں رہتا تھا اور دوپہر سے آدھی رات تک رعایا کے استغاثے سنا کرتا تھا

جہانگیر نے اپنے شراب پینے کا حال مفصل اپنی توزک میں تحریر کیا ہو جس کو میں نے تاریخ میں نقل کیا ہو کہ کبھی شراب میں فلونیا (افیون و بہنگ) ملائی۔ کبھی شراب میں نری افیون بڑھائی اُسکے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ وہ مے نوشی میں اپنے سارے بزرگوں پر سبقت

ہفتہ کے دنوں کا مقرر کرنا

شراب نوشی

نے گیا۔ حضرت بابر اُس کا پردادا بھی خوب مستانہ نوشی کرتا تھا مگر اُس کے ساتھ اُس کو
اپنا بڑا گناہ وہ جانتا تھا اور اس سے نادم اور غمزدہ ہوتا تھا مگر جہانگیر ہمیشہ شراب پینا
بادشاہی کا ایک حق جانتا تھا وہ شب جمعہ کو شراب نہیں پیتا تھا۔ اس شعر

ہر گناہے کہ کنی در شب آدینہ مکن ۔ تا کہ از صدر نشیناں جہنم باشی

کا مصداق نہوتا تھا۔ حضرت ہمایوں نے افیوں کھائی اس حد پر پہنچائی کہ اپنے کاموں کو ہمایونی
سے افیونی بنایا۔ حضرت شہنشاہ اکبر نے شراب اور افیوں کے مزے لیے مگر حکیمانہ اُنکی کسی مضرت
کو اپنے پاس نہ آنے دیا اور منفعت کو اُٹھایا۔ وہ حکیمانہ اُن کے ضرر و نفع سے واقف تھا اُسکے
بھائی عبدالحکیم اور دو بیٹوں مرزا مراد اور دانیال نے اپنی جانیں شراب کی نذر کیں اور جہانگیر نے
اپنی توزک میں لکھا ہے کہ سلطان پرویز اور اُس کے اور چار عزیزوں کو شراب نے ہلاک کیا۔ ان
بادشاہوں کے عہد میں شریعت اسلام کے احکام جو شراب کے پینے و بنانے و بیچنے کے باب میں
تھے جھڑ جھڑے ہوگئے اور اُن میں وہ زور نہیں رہا جو پہلے تھا الناس علی دین ملوکھم
کی وجہ سے امرا غربا میں یہ وبا پھیل گئی۔

جہانگیر کو جیسا کہ شراب کا ذوق تھا ایسا شکار کا شوق تھا اُسنے اپنی توزک میں لکھا ہے
کہ میرے روبرو ۲۸۵۳۲ شکار ہوئے جن میں سے میں نے اپنے ہاتھ سے ۱۷۱۶۷ شکار کیے
جب شاہجہاں سے اُس کی رنجش ہوئی تو اُسنے اس توبہ کو توڑ ڈالا یہ توبہ شکنی طفلانہ حرکت تھی۔

مصوری وشاعری

مصوری کے باب میں جہانگیر کا مقولہ یہ تھا کہ جیسے اشیاء کے بیان سے کانوں کے ذریعہ سے
دلکو مسرت حاصل ہوتی ہے ایسی ہی اُن کی تصویر سے آنکھوں کے طفیل سے دلکو خوشی ہونی چاہیے
کوئی جاندار اور بے جان نادر چیز اُس کے سامنے نہ آتی تھی کہ وہ اُس کی تصویر نہ
کھچواتا ہو۔ راجہ رنبیر اس پاس ایسا بیمار ہو کر آیا کہ اُس کی صورت عجیب ہوگئی تھی
اس کی تصویر کھچوائی۔ خان عالم کو اپنا سفیر بنا کے جب ایران بھیجا ہے تو اُس کے ساتھ
بشنداس مصور کو کر دیا تھا کہ وہ شاہ عباس شاہ ایران اور اُس کے دربار کی تصویر

کھینچکر لائے تصویر خانہ بنوایا تھا جس کا حال تاریخ میں لکھا گیا - خان عالم ایران سے صاحب قران کے کسی معرکہ جنگ کی تصویر لایا اور اُسکو بادشاہ کو نذر کیا تو اس کو ہزار روپے انعام دیے۔ جہانگیر نامہ کے اوّل جس مصور نے اُس کی مجلس جلوس کی تصویر لگائی تھی اس کو انعام سے مالا مال کر دیا بادشاہ نے اپنی تصویریں کھچوا کر اپنے دوستوں پاس بھجوائیں وہ توزک میں لکھتا ہی کہ میں نے تیز چینگ سنگ تراشوں کو حکم دیا کہ رانا اور کرن اُسکے بیٹے کی مجسم پیکر سنگ مرمر کی تراشیں جن میں اُنکا قد اور ترکیب اعضا بالکل موجود ہو۔ جب وہ تمام ہو کر میرے سامنے آئیں تو میں نے حکم دیا کہ آگرہ میں باغ پائیں میں جھروکہ درشن میں نصب کی جائیں یہ بھی ایک نئی بات ہی کہ کوئی مسلمان اس طرح راجاؤں کے بت بنوا کے باغ میں لگوائے۔

جہانگیر کو شاعری کا مذاق تھا - طالب آملی اُسکے دربار کا ملک الشعرا تھا - طبع موزوں رکھتا تھا اور کبھی کبھی شعر کہتا تھا - یہ اُس کی پہلی غزل ہی -

من چوں کنم کہ تیر غمت بر جگر رسد | تا چشم نارسیدہ دگر ہر جگر رسد
مستانہ می خرامی و دست تو عالمے | اسپند میکنم کہ مبادا نظر رسد
در وصل دوست مستم و در ہجر بیقرار | داد از چنیں غمے کہ مرا سربسر رسد
مدہوش گشتہ ام کہ بہ بوسم رہ وصال | فریاد ازاں زماں کہ مرا ایں خبر رسد
وقت نیاز و عجز جہانگیر ہر سحر | امید آنکہ شعلۂ نورا ثر رسد

ایک دفعہ بادشاہ کے سامنے یہ شعر پڑھا گیا -

بگذر مسیح از سر ما کشتگان عشق | یک زندہ کردن تو بصد خوں برابر است

وہ لکھتا ہی کہ میری طبع موزوں ہی کبھی باختیار کبھی بے اختیار کوئی مصرع، رباعی، بیت کہہ دیتا ہوں - اوپر کی بیت سنکر یہ بیت میری زبان پر آئی کہ -

از من متاب رخ کہ نیم بے تو یک نفس | یکدل شکستن تو بصد خوں برابر است

اس پر احمد جہز کن نے یہ شعر کہا کہ

اے محتسب ز گریۂ پیر مغاں بترس — یک خم شکستن تو بصد خوں برابر است

خانخاناں کے شعر پر جو اشعار کہے گئے وہ تاریخ میں مندرج ہیں ۔

بادشاہ کی خیرات کا حساب کیا جائے تو لاکھوں روپیہ سے گزر جاتی ہے اس کا یہ ضابطہ تھا کہ آدھی رات کے بعد درویش اور ارباب حاجت اُس کے روبرو لائے جاتے تھے ہمیں سال جلوس میں اُس نے اپنے ہاتھ سے اُن کو پچیس[۲۵] ہزار روپیہ اور ایک لاکھ پچا نوے ہزار بیگہ زمین اور چودہ موضع در دوبست و چہہ قلبہ زراعت اور گیارہ خروار شالی خیرات کیے اور ۱۶؁ جلوس میں وہ لکھتا ہے کہ ۵۸ ہزار بیگہ زمین ۵۲۳۳۳ خروار اور چار دیہہ و دو قلبہ و یک قطعہ باغ و ۲۳۲۲۷ عدد روپیہ و یک مہر و ۶۲۰۰ درب ۷۸۸۰ چرن و ۱۲۵۱۵ تولے طلا و نقرہ اور دس ہزار دام خزانہ وزن سے فقرا اور اور ارباب استحقاق میں میں نے اپنے ہاتھ سے تقسیم کیے ۔

اُسنے حکم دیا کہ تمام ممالک محروسہ میں خواہ محال خالصہ ہو یا جاگیر غلور خانے (خیرات خانے) بنائے جائیں اور اُن میں فقرا کے واسطے گنجائش محال کے موافق طعام درویشانہ پکایا جائے تاکہ مجاور و مسافر کو فیض ہو۔ اُس کے حکم کی تعمیل کی تفصیل یہ ہے ۔ ۱۷ ذلیقعد ۲؁ کو حکم دیا کہ ممالک محروسہ کے بڑے شہروں میں مثل جہانگیر نگر و الہ آباد و لاہور و آگرہ و دہلی وغیرہ میں فقرا کے لیے غلور خانے مرتب ہوں ۔ تیس محل کے لیے یہ حکم پہلے لکھا گیا تھا جن میں سے چہہ محل میں وہ پہلے سے جاری تھے اور اب اور چہہ محل کے لیے لکھا گیا ۔ شاہ و گدا میں گو کچھہ مناسبت نہیں لیکن جہانگیر ہمیشہ فقیروں پر مہربانی و عنایت کرتا تھا ۔ ایک سفر میں اُسنے یساولوں اور نواچیوں کو حکم دیا کہ سرراہ اور نزدیک براہ جو مواضع واقع ہیں اُنکے بیوہ اور بیچارہ آدمیوں کو جمع کر کے میرے سامنے لائیں کہ میں اپنے ہاتھ سے خیرات کروں کہ مشغولی کا باعث بھی ہو اور نامراد اپنی مراد بھی پائیں اس سے بہتر کوئی شغل نہیں ہے ہر سال

اپنے تلادانوں میں جن میں سیم وزر نموں ہوتا تھا وہ مستحقوں کو تقسیم کر دیتا تھا۔ جہانگیر ایک بے تعصب
مسلمان تھا اس زمانہ کے سلاطین یورپ کی طرح اپنے مذہب کے تعصب کی بلا میں گرفتار نہ تھا۔ اُسکو
اپنے مذہب کا پاس و لحاظ تھا۔ سال اول ہی کے جلوس میں جو اس کا مباحثہ پنڈتوں سے ہوا
اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بت پرستی کو گناہ جانتا تھا اور توحید پر ایمان رکھتا تھا۔ سکہ میں کلمۂ شہادت
کا نقش جمایا۔ اُسنے علماء و دانایان اسلامیہ کو حکم دیا کہ مفردات اسمائے الٰہی جن کا یاد کرنا آسان ہو
جمع کریں تاکہ اُسکا ورد کیا کرے ان علماء نے پانچ سو بائیس ۵۲۲ نام بہ ترتیب حروف ابجد اسکو لکھہ دیئے
جنکا ورد وہ رکھتا تھا اور شب جمعہ کو علماء و صلحا و درویشوں و گوشہ نشینوں سے صحبت رکھتا تھا
اسکو حرمت شرع کا لحاظ ایسا تھا کہ اُسنے میر عدل و قاضی کو جنپر امور شرعیہ کا مدار ہے سجدۂ زمین بوس سے
جو سجدہ کی صورت ہے معاف کر دیا۔ حفظ شریعت کے لیے جب اُس نے سُنا کہ ایک سنیاسی کی صحبت
میں بعض مسلمان امیرزادوں نے کفر و زندقہ اختیار کیا ہے تو اُس نے اُن میں سے بعض کو محبوس
و مقید کیا اور بعض کے سو سو درّے لگوائے تاکہ جاہلوں کو عبرت ہو۔ اُس نے مذہب ہی کے
لحاظ سے شراب خانوں کو اُٹھوا دیا اور بازاروں میں بنگ و بوزہ کی فروخت کو بند کرا دیا۔ توزک
میں لکھا ہے کہ ۸ جلوس میں جب میں اجمیر میں رانا شنکر کے دیوہرہ میں گیا جو ایک لاکھہ
روپیہ میں تیار ہوا تھا اور وہاں سنگ سیاہ کی ایک مورت میں نے دیکھی جس کا دہڑ آدمی کا سا
اور گردن سے اوپر سور کا تھا اور ہنود کا عقیدہ ناقص یہ تھا کہ کسی مصلحت کے سبب سے کسی وقت
میں حکیم علیم کی رائے نے یہ اقتضا کیا کہ اس صورت میں جلوۂ ظہور ہوا اس سبب سے اس مورت
کو عزیز رکھتے تھے اور پرستش کرتے تھے میں نے اُسکو تڑوا کر تالاب میں ڈلوا دیا بعد اس عمارت
کے ملاحظہ کے پیچھے ایک سفید گنبد دیکھا کہ ہر طرف سے آدمی وہاں آتے تھے۔ جب میں نے
اُس کی حقیقت پوچھی تو لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک جوگی رہتا ہے اُس کی زیارت کو لوگ جاتے
ہیں وہ ایک آٹے کی مٹھی اُنکو دیتا ہے اور وہ اُس کو منہ میں ڈالکر اس جانور کی آواز نکالتے
ہیں جس سے ان احمقوں کو کسی وقت آزار پہنچا ہو تو اس عمل سے گناہ زائل ہو جاتا ہے

میں نے حکم دیکر اُس محل کو خراب کیا اور جوگی کو وہاں سے نکالا اور اس گنبد میں جو بت کی صورت تھی اسکو توڑوا ڈلوایا۔ میں نے تاریخ میں توزک سے نقل کیا ہے کہ جب جہانگیر کانگڑہ میں گیا ہے تو وہاں قاضی و میر عدل مقرر کیے اور جو شعار اسلام اور شرائط دین محمدی کی ہیں اُن کی تعمیل کرائی۔ قلعہ میں ایک مسجد عالی بنوائی اور گائے ذبح کرائی۔ غرض اسلام کی وہ باتیں کرائیں جو پہلے یہاں کبھی نہیں ہوئی تہیں۔ توزک میں بہت سی باتیں اُس کی زاہدانہ اور عابدانہ بیان ہوئی ہیں۔

۲۷ ربیع الاول ۱۰۲۷؁ آفتاب برج حمل آیا اور جشن نوروز جہاں افروز میں اس نیازمند درگاہ الٰہی کے جلوس ہمایوں کے بارہ سال بخیر و خوبی ختم ہوئے اور سال نو بہار اور فرحی سے آغاز ہوا اور اس نیازمند درگاہ ایزدی کا اکیاون سال بہار سے آغاز ہوا اور امید ہے کہ مدت حیات مرضیات الٰہی میں صرف ہو۔ اور ایک نفس اُسکی یاد بغیر نہ گزرے آگے وہ لکھتا ہے کہ ایزد حق سبحانہ تعالیٰ کی حمایت و حراست ہمہ جا و ہمہ وقت اس نیازمند کے حافظ و ناصر ہے۔ غرض ایسے زاہدانہ فقرے بہت سے اپنی توزک میں اُسنے لکھے ہیں وہ خدا پرستوں سے بہت ملتا تھا اور درویشوں سے ایسا اعتقاد رکھتا تھا کہ ایک دفعہ حکیم مسیح الزماں نے یہ رباعی پڑہی۔

داریم اگرچہ شغل شاہی در پیش	ہر لحظہ کینم یاد درویشاں بیش
گر شاد شود در ناول یک درویش	آنرا شمریم حاصل شاہی خویش

اسکے صلہ میں ہزار مہر حکیم مذکور کو عنایت کیں۔

وہ مسلمانوں کو مراسم کفر سے باز رکہتا تھا۔ راجور میں جب جہانگیر گیا ہے تو مسلمانوں کو مردہ خاوندوں کے ساتھ عورتوں کے زندہ دفن ہونے سے اور دختر کشی سے اور کفار کے ساتھ بیٹیوں کے بیاہنے سے باز رکہا اور حکم دیا کہ آیندہ وہ ایسا کریں تو اُنکی سیاست ہو اسکا مفصل بیان ہو چکا ہے۔ جہانگیر کا باپ ترک اور آدہا ہندو تھا اپنے باپ کی برابر ہندؤں پر وہ مہربانی اور شفقت کرتا تھا........

بادشاہ کی ہندوں پر مہربانی اور اُن کے تہواروں کا اہتمام اور تقریبات

اور اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے و منصب و جاہ اُن سے عزیز نہیں رکھتا تھا۔ اس نے تمام ممالک محروسہ میں حکم دیدیا کہ کوئی مسلمان کسی ہندو کو زبردستی اسلام میں نہ لائے۔ دھرم شاستر کے موافق ہندو عورتوں کو جن کے بال بچے ہوں ستی ہونے سے روک دیا۔ کسی طرح کا تعرض ہندوؤں کے مذہب سے نہیں ہونے دیتا تھا۔ اوس کے زمانہ میں بڑے بڑے مندر تعمیر ہوئے متھرا کے قریب بندرابن میں گوبند دیبی کا مندر موجود ہے۔ وہ ہندوؤں کے تہوار مناتا تھا سنکرات کو جس میں آفتاب برج عقرب میں داخل ہوتا ہے اوس نے ہزار تولہ سونا چاندی اور ہزار روپئے خیرات کئے۔ دیوالی کی پوجا کا دربار ہوتا۔ اور باغ میں گائیں آراستہ ہو کر آتے اور اُن کے گلے میں کوڑیوں کے ہار پڑے ہوئے ہوتے اور برہمن اون کو لاتے۔ شورا تری کو اپنے باپ کی طرح وہ بڑے بڑے جوگیوں کو اپنے محل میں بلاتا اور اُن کو کھلاتا اور اُن کے ساتھ کھاتا پیتا دسہرہ کا جشن کرتا۔ سلونو کو راکھی ہاتھ میں بندھواتا پہلے اس راکھی میں بڑے تکلفات ہوتے تھے اور بڑی بیش قیمت ہوتی تھی۔ اب بادشاہ نے اُنہیں برہمنوں کی خاطر سے تخفیف کردی تھی۔ اپنے جلوس ۱۴ سنہ میں اوس نے اپنے باپ کے مقبرہ میں باپ کا سرادہ کیا۔ وہ ہندو جوگیوں کے پاس جاتا تھا۔ چدروپ کی ملاقات کا بیان پڑھو

جہانگیر علم نجوم کا معتقد تھا اور نجومیوں سے پوچھ کر بہت کام کرتا تھا وہ کسوف خسوف سے ڈرتا تھا اور اپنے محل میں چھپ کر ہو بیٹھتا تھا اور جب تک کسوف خسوف موقوف نہ ہوتے اُس وقت تک اپنے ہاتھ سے خیرات دیتا اور پُن کرتا کہ مبادا کوئی بلا سر پر نہ آجائے۔ بعد اس حادثہ کے ارکین سلطنت اور نجومی مبارکباد دینے آتے تھے۔ اوس کو یقین تھا کہ کسوف خسوف کا اثر بادشاہ کی قسمت پر بُرا ہوتا ہے وہ ایک ہندو جوتکی رائے جوتشی کا بڑا معتقد تھا۔ یہ جوتشی اپنی جوتش کے گنت سے بہت سی باتیں مہینوں اور برسوں پہلے سے ایسی بتاتا تھا کہ خواہ نخواہ اوس کی طرف بادشاہ کا اعتقاد جمتا تھا۔ ایک دفعہ ایک پیشین گوئی کے صلہ میں اوس نے اوسکو سونے سے تُلوایا اور سونا اوسی کو دیدیا سوا اسکے اور بڑے بڑے انعام اوس کو ملتے تھے

توزک میں ساری اس کی پیشین گوئیاں مفصل لکھی ہیں انسان جو کام اپنے ہنر اور کرتب اور شعبدہ بازی سے دکھا سکتے ہیں اون کو وہ یہ جانتا تھا کہ سحر و جادو کے زور سے وہ کئے جاتے ہیں۔ وہ اشیا کی سعد و نحس کا قائل تھا۔ چنانچہ وہ توزک میں لکھتا ہے کہ چار چیزوں پر سعادت و نحوست کا حکم لگ سکتا ہے۔

اول زن۔ دوم غلام۔ سوم منزل۔ چہارم گھوڑا۔ گھر کی سعادت و نحوست کے جاننے کا ضابطہ قریب الصحت یہ قرار پایا ہے کہ مکان میں تھوڑی سی زمین کو مٹی سے خالی کریں اور پھر اسی مٹی کو اس زمین میں بھریں اگر وہ برابر آئے تو خانہ میانہ ہے نہ سعد نہ نحس اور اگر کم ہو تو منحوس ہے اور اگر زیادہ ہو تو مسعود۔ وہ آفتاب پرست اور آتش پرست نہ تھا مگر آتش کو ایسا مقدس جانتا تھا کہ جب ناصرالدین بادشاہ مالوہ کی قبر کو اوکھیڑ کر اوس کی ہڈیوں کو آگ میں جلانے کا حکم دیا تو اوس نے کہا کہ آتش ایسی پاک ہے کہ اس میں یہ ناپاک چیز نہیں ڈالنی چاہئے۔ اس لئے اون کو پانی میں ڈلوایا۔ پارسی جشنوں کی مراسم پہلے سے چلی آتی تھیں وہ بدستور اس بادشاہ کے عہد میں قائم رہیں۔ شب برات کو جو زمانہ جاہلیت کی مراسم میں سے مسلمانوں میں مروج تھی۔ اس میں جہانگیر بڑی روشنی کراتا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ شب چہاردہم شہر شعبان کو شب برات تھی۔ نور جہاں بیگم کے محل کے منازل و عمارات میں سے ایک میں جو بڑے بڑے تالابوں کے درمیان واقع تھا میں نے جشن کیا۔ نور جہاں نے ایک مجلس مرتب کی جس میں میں نے امرا اور مقربوں کو بلایا اور اون کو شراب اون کی مرضی کے موافق پلائی اور طرح طرح کے کباب میوے و گزک کھلائی۔ اطراف تال اور عمارات میں فانوسیں اور چراغ روشن ہوئے ان چراغوں اور فانوسوں کا عکس جو پانی میں پڑتا تھا تو تالاب ایک میدان آتش نظر آتا تھا۔ ایسی روشنی کبھی اور شب برات کو نہ ہوئی ہوگی۔

مظاہر فطرت و مناظر قدرت سے شغف کی استعداد خداداد

توزک جہانگیری کو پڑھئے تو جہانگیر میں ایک عجب استعداد خداداد مظاہر فطرت اور مناظر قدرت کے امتحان کی نظر آتی ہے۔ اس کو باغوں اور پھولوں کا بڑا شوق تھا۔ جب کوئی پھول اس کے پاس لاتا تو وہ اپنی چلتی سواری کو ٹھیرا دیتا اور اس پھول کا

خوب امتحان کرتا اور ادس کو لکھتا - ہندوستان کے تمام تالابوں اور جھیلوں و آبشاروں کی حسن وخوبی خوشنمائی کو خوب بیان کرتا ہے اور ہمالیہ پہاڑ کے مناظر ومظاہر کی اپنے بیان میں تصویر کھینچتا ہے - کوئی مظاہر فطرت اس کے مشاہدہ میں نہ آتا جس کے باب میں وہ تحریر نہ کرتا - جن مشہور اضلاع و مقامات میں وہ گذرتا اون کے تاریخی حالات کو تحقیق کرکے لکھتا اور اون کا محصول اور اون کے باشندوں کی حالتیں اور شہروں کی زبانیں اور جانوروں کا بیان رقم کرتا - اوس نے ان باتوں کا ذکر اس خوبی سے کیا ہے کہ پہلے کسی بادشاہ نے سوا بابر کے نہیں کیا - اس کی فارسی زبان ایسی سلیس ہے کہ کمتر ہوتی ہے - اوس کی کتاب سے ہندوستان کی گیزٹیر نہایت صحیح تصنیف ہوسکتی ہے - وہ قدرتی چیزوں کو بہت عزیز رکھتا تھا - جاندار اور بے جان اشیاء کے دیکھنے میں اوس کو بڑی مہارت اور بصارت تھی وہ بڑی تحقیق وتدقیق کی نگاہ سے دیکھتا تھا - حیوانات و نباتات کی تشریح اور خصوصیات اس قدر اوس نے لکھی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے بڑی غور و تحقیق کی نظر سے توجہ و محنت کرکے اوس کو دیکھا ہے - وہ عمارات اور باغات کے باب میں جو رائے دیتا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علم نباتات و علم عمارات میں خوب ماہر تھا اور اون کے مشاہدات میں وہ اپنا وقت صرف کرتا تھا - جواہرات کے پرکھنے میں اپنا ایسا جوہر دکھاتا تھا کہ کامل جوہری معلوم ہوتا تھا -

جہانگیر اور نورجہاں کے عشق کو قصہ طرازوں اور افسانہ گویوں اور شاعروں نے لیلےٰ مجنوں و شیریں خسرو کا قصہ بنا دیا ہے ایسی داستان سرائی کی ہے کہ حقیقت حال اس میں شکل بے ملتی ہے اور وہ افسانوں کے آگے بے مزہ معلوم ہوتی ہے - اصل حال یہ ہے کہ جب سے جہانگیر کے ساتھ نورجہاں ہم پہلو ہوئی تو بادشاہ کے آخر دم تک دل و جان و دین و ایمان و دولت و عزت کی مالک رہی - اس دانشمند فرزانہ بیگم کے سبب سے بادشاہ کا مزاج اصلاح پر آیا اور رعایا کا فلاح بڑھا - اُس کے سبب اسکا باپ اعتمادالدولہ کیسا دیانت مند وفادار عاقل امیر اور اوسکا بڑا بھائی ابوالحسن کیسا جان نثار ہشیار

خیر خواہ وزیر ہاتھ آیا - نور جہاں ہی کی نیک سلیقگی و حُسن انتظام و کفایت شعاری کا نتیجہ تھا کہ دربار جہانگیری کی شان و شکوہ ایک عالم میں مشہور ہوگئی - جب سلطنت کے کسی کام میں مشکل گرہ پڑتی اوس کی ناخن تدبیر سے کھلتی - ایسی شجاع و جوانمرد عورت کا کام تھا کہ اوس نے اپنی تدابیر سے مہابت خاں کی ہاتھ سے اپنی اور اپنے خاوند کی جان کو بچایا اور قید سے نکالا - اوس کے تمام کاموں کی تفصیل میں پہلے لکھ چکا ہوں - اوس نے بادشاہ کی شراب پینی کم کرادی - غرض اوس نے جہانگیر کو دانشمند احمق یعنے اپنے لئے احمق اور دوسروں کے لئے دانشمند بنایا - غرض اس عشق سے یہ خرابی ضرور پیدا ہوئی کہ نور جہاں کے رشک و حسد کے سبب سے جہانگیر اپنے لایق بیٹے شاہجہاں اور ایک اپنے پرانے رفیق جاں نثار دانشمند فرزانہ جوانمرد امیر مہابت خاں سے خفا ہوگیا جس سے بڑے بڑے فساد جھگڑے کھڑے ہوئے -

جہانگیر کی تصنیفات سے ایک پند نامہ ہے جو اوس نے اپنے فرزندوں اور باخلاص مریدوں کے لئے لکھا ہے کہ وہ اوس کو دستور العمل بنائیں - جس میں بہت سی نصائح و پند معمولی ہیں جو اور پند ناموں میں لکھی ہیں بعض اون میں کچھ جدت بھی رکھتے ہیں یہ پند نامہ پورا چھوٹی تورک میں لکھا ہے جس میں سے ہم چند مقولے نقل کرتے ہیں -

(۱) دنیا ناپائدار ہے جس قدر اوس کی طلب میں کمتر کوشش کرو بہتر ہے - دنیا کو کھاؤ پہلے اس سے کہ وہ تم کو کھائے - کم آزاری و بردباری و نکوکاری اختیار کرو (۲) اپنے کہتروں (چھوٹوں) کے ساتھ وہ کام کرو جو اپنے مہتروں (بڑوں) سے امید رکھتے ہو (۳) مزدوری اتنی ملتی ہے جتنا کام کرو -

(۴) باہمہ عیب خویشتن شب و روز — در تگاپوے عیب احبابی

(۵) ہرچہ بر خویش نہ پسندید بکسان مپسندید (۶) زمانہ برانکس تیر آکند + کہ او کار امروز فردا کند (۷) ستم در مذہب دولت روا نیست کہ دولت باستمگر آشنا نیست (۸) ہر کہ بادشاہ نیست کامگار نیست ٭ ہر کرا درم نیست کرم نیست

وہرکرا فرزند نیست دل خوش نیست ہرکرا این سہ نیست ہیچ غم نیست (۹) نان خویش خوریا
وسخن خویش گوئید (۱۰) از پدر اصلان دختر مخواہید وبرمرگ وختران غم مخورید (۱۱) زن
جوان خواہید وبطمع مال بدام زن پیر میفتید وبرزندگی خود رحم کنید واگر توانید اصلا
بزن نکاح نکنید (۱۲) زیان ہنگام بہتر از سود بے ہنگام (۱۳) سوگند چہ راست وچہ
دروغ مخورید (۱۴) ہرکہ اسراف کند تونگر نشود وہرکہ کم خورد بیمار نشود وہرکہ بردباری
کند پشیمانی کم خورد (۱۵) سہ کار مر سہ گروہ را نشاید آموخت - شناوری در آب بطر را
ودرندگان را بصید وشکار وزنان را عاشقی (۱۶) تندرستی بسہ چیز تواں یافت
یکے بکم گفتن دوم بکم خوردن سوم بکم خفتن (۱۷) سہ چیز است کہ باسہ چیز جمع نیاید حلال
خوردن بحکومت ومہربانی کردن درحال غضب وزشت گفتن بالبسیار گوئی (۱۸)
چہار چیز آدم را فربہ کند یکے جامۂ نو پوشیدن دوم بگرمابہ بسیار رفتن سوم
طعام چرب وشیریں خوردن - چہارم بمراد دل زندگانی کردن (۱۹) شش چیز است
کہ دل را سیاہ سازد واندوہ بسیار آرد یکے رخت چرکین پوشیدن ودیر دیر سر
تراشیدن - دوم بخیانت بودن - سوم دروغ بسیار گفتن - چہارم غیبت مردم
کردن پنجم دشنام بسیار بمردم دادن ششم در نماز کاہل بودن (۲۰) اس دنیا میں بھی
سخاوت کرنے سے سخی کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ خلق کے دل اوس سے گرویدہ ہوتے
ہیں اپنے بعد زر وجواہر کے چھوڑ جانے سے کہ وہ گھوڑوں پر لدیں اور مسرف وارث
اون کو اڑائیں اتنا خوش نہیں ہوتا جتنا کہ ایک آدمی کے دل خوش کرنے سے -
(۲۱) جو آدمی کہ فرزانگی انصاف - رفاہ عام وبہبود انام میں اپنی زندگی بسر کرتا ہی
وہ سہ چند خوش رہتا ہے (۲۲) تو ایسے کام کر کہ تجربہ کار تیری تحسین کریں (۲۳)
گوشکاری کیسا ہی ہوشیار ہو مگر گرگ باران دیدہ بھی بڑا سیانا ہوتا ہے -
(۲۴) دشمن کے سامنے جب جاؤ دلیرانہ دل لے کر جاؤ - شیر سے شیر لڑ سکتا ہے
(۲۵) نوجوان میں فیل وشیر سے پنجہ بازی کی توانائی ہوتی ہے مگر پرانی لومڑی کی سی

مکاری کتناں ہوتی ہے۔

ہم نے ان دونو توزکوں کا بیان اول دیباچہ میں کیا ہے ان میں، جو جہانگیر کے حالات لکھے ہیں اونیں ایسا اختلاف نہیں ہے جیسا کہ رقومات میں اوسکی چند مثالیں لکھتے ہیں۔

صیغہ خرچ	چھوٹی توزک	بڑی توزک
جشن نوروزی	پندرہ کرور روپیہ	ساٹھ لاکھ روپیہ
تاج	۲۷۰۰۰۰۰۰ روپیہ	کچھ نہیں لکھا
معافی محصولات	۱۶۰۰۰۰ ہندوستانی من سونا	۴۰ من سونا
آگرہ کے قلعہ کی تعمیر کا خرچ	۲۶۵۵۰۰۰۰۰ روپیہ	۳۶ لاکھ
راجہ مانسنگہ کے مندر کی لاگت	۵۴۰۰۰۰۰ روپیہ	اسّی ہزار روپیہ
پرویز کی مالائے مروارید	۵۰۰۰۰۰ روپیہ	ایک لاکھ روپیہ
دوست نزال نے مرنیکے بعد جو نقد جنس چھوڑا	۱۲۰۰۰۰۰۰۰ روپیہ	۳۰۰۰۰ تمن کے جواہر سوائے سونے اور اشیاء کے
دانیال پاس جواہر	پانچ کروڑ اشرفی	دو کروڑ اشرفی
ہیمو کی کلاہ کے جواہر	ساٹھ لاکھ اشرفی	۸۰۰۰۰ تمن

چھوٹی توزک میں لکھا ہے کہ خسرو کے تعاقب میں چالیس ہزار گھوڑے اوس کے اصطبل میں کھاتے تھے اور ایک لاکھ اونٹ باہر سے لاکر تقسیم ہوئے تھے بڑی توزک میں اس کا بیان نہیں چھوٹی توزک میں لکھا ہے کہ میں نے ایک لاکھ اشرفیاں بدخشانیوں میں اور اجمیر میں پچاس ہزار روپیے درویشوں میں خیرات کرنے کا حکم دیا۔ بڑی توزک میں بدخشیوں میں روپئے تقسیم کرنے کا ذکر نہیں۔ اور اجمیر کے لئے بیس ہزار روپئے لکھے ہیں چھوٹی توزک میں لکھا ہے کہ خسرو کے جواہر کے صندوقچہ میں ۸۰۰۰۰۰۰ روپئے کے جواہر تھے بڑی توزک میں اس کا بیان نہیں بڑی تیزک میں بازی گردوں کے تماشوں کا بیان بہت تھوڑا سا بالاجمال ہے۔ مگر چھوٹی

توزک میں بالتفصیل ہے جس سے خلاصتہ التواریخ اور سیر المتاخرین اور مرآت عالم نما میں نقل ہوا ہے۔ چھوٹی توزک میں بادشاہ کے شراب پینے کا ذکر نہیں۔ بڑی توزک میں خوب تفصیل سے لکھا ہے۔

اب ہم بعض واقعات کو لکھتے ہیں کہ جن کے بیان میں دونو توزکوں میں بڑا خلاف ہے راجہ مان سنگہ کے چچا بھگوان داس کے بیٹوں کے قتل ہونے کا حال بڑی توزک سے ۴۴ صفحہ میں سنہ اول کے واقعات میں لکھ چکے ہیں اب چھوٹی توزک سے لکھتے ہیں ان دونوں بیانوں میں بڑا فرق ہے۔

۷۔ شعبان (سنہ جلوس) کو راجی و بجے رام و سیام رام کے سروں کو بد اعمالی کی سزا میں میں نے ہاتھیوں کے پاؤں تلے نرم کرایا۔ یہ تینوں راجہ رام سنگہ کے چچا بھگوانداس کے بیٹے تھے۔ بڑی توزک میں بھگوانداس کے بیٹے اکھے رام کے بیٹے لکھے ہیں۔ راجی بڑا ہرزہ رائے اور بے حرفہ گو تھا۔ جب الہ آباد میں بہار سنگہ پسر راجہ مان سنگہ کو منصب دو ہزاری ملا تو راجی نے اوچھاپن کیا کہ بہار سنگہ کو بہکایا جس سے اسکا ادبار آیا۔ اور وہ اپنی بد اعمالی کی سزا کو پہنچا۔ المجارام (ابھے رام بڑی توزک میں لکھتا ہے) نواون کے مارے جانے سے غصہ میں آنکر حرکات ناخوش کرنے لگا۔ اوس کو میں نے محمد امین کروڑی بنگالہ کو سپرد کیا کہ اوس کو اپنی حفاظت میں اچھی طرح رکھے۔ محمد امین کا باپ سادات ترمذ سے تھا اوس کو میں نے حکم دیا کہ بنگال میں جاکر اوس کو راجہ مان سنگہ کے سپرد کردے۔ محمد امین نے یہ سادہ لوحی کی کہ اوس کے پاؤں میں بیڑیاں نہ ڈالیں راہ میں برادرانہ سلوک کیا۔ وہ آدھی رات کو جب سب سوتے تھے سرائے طائی اور غازی پور کے درمیان اس ارادہ سے بھاگ گیا کہ رانا سے ملے۔ یہ کام بے شورش کے نہ ہوا۔ فوراً محمد امین خبردار ہوا اور اوس کے پیچھے دوڑا۔ اب اتفاق سے وہ جمنا کے کنارہ پر وہاں پہنچا جہاں سے آگرہ میں آتے ہیں وہاں کشتی نہ ملی۔ اوسکی جرأت نہ ہوئی کہ دریا میں گھوڑے کو ڈال کر پار جاتا۔ اوس نے توقف کیا محمد امین نے اوس کو آنکر پکڑ لیا۔ اور بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ میں نے اوسکو گرفتار کرلیا ہی

اوس کا ارادہ رانا پاس جانے کا تھا۔ اب مجھے اوس کے باب میں کیا حکم ہوتا ہے میں نے
حکم دیا کہ اگر کوئی ہندو اس کا ضامن ہو تو میں اوس کی جاگیر اُسی کو دیدونگا اور اُس کے گناہ
سے درگذر کرونگا مگر اوس کی بدطینتی سے کوئی اُس کا ضامن نہ ہوا۔ میں نے امیرالامرا سے
مشورہ کیا کہ اُس کا کوئی ضامن نہیں ہوتا مبادا اس کے بھاگنے سے فتنہ ظہور میں آئے ہند
میں راجپوتوں کا لشکر کتے بلیوں سے زیادہ ہے اب کیا کرنا چاہئے امیرالامرا نے
کہا کہ اوس کو کسی اپنے ملازم کو سپرد کرنا چاہئے کہ رات دن اوسپر پہرہ چوکی رکھے یا
قلعہ گوالیار میں قید کرنا چاہئے۔ ابراہیم کاکڑ جس کا خطاب دلاور خاں تھا اور ہاشم بیگ
منگلی جس کا خطاب شہنواز تھا ہتھیار لگا کے اور اپنے لشکر آراستہ کرکے لائے اور
اونھوں نے چاہا کہ المیارام (ابھے رام) کو محمد امین سے لیکر باہر جائیں۔ مگر ابھی رام
نے اپنے نوکروں سے اتفاق کرکے چار ہزار سوار اور دو ہزار بندوقچی تیار کرا رکھے
تھے کہ اگر اس پر دست درازی ہو تو وہ لڑکر اوس کو محمد امین کے پنجے سے نکالیں وہ لڑنے
کے لئے آمادہ و مستعد بیٹھے۔ امیرالامرا نے آہستہ سے بادشاہ سے اس بات کو کہا
کہ اس اثناء میں قلعہ آگرہ کے شاہ برج کے نیچے شورش عظیم برپا ہوگئی میں نے امیرالامرا
سے کہا کہ اب وقت تغافل کا نہیں رہا ہے تو اپنے سپاہیوں کو لے کر ان بدبختوں
کا کام تمام کر۔ امیرالامرا متوجہ ہوا۔ لڑائی شروع ہوئی میں نے شیخ فرید
سے کہا کہ مبادا راجپوت اتفاق کرکے امیرالامرا کو ضائع کریں تو بھی اپنے لشکر کو
لیجا کر امیرالامرا کی مدد کر وہ فوراً گیا غوغائے جنگ بلند ہوا۔ میں شاہ برج کے
مخارجہ سے جو بار عام تھا نکلا اور دیکھا کہ خوب لڑائی ہو رہی ہے اور بیس ہزار کے
قریب راجپوت شمشیریں اور جمدہر کھینچے ہوئے امیرالامرا پر حملہ کر رہے ہیں۔ امیرالامرا
بھی اپنی سپاہ کی تلواریں کھینچ کر تیر اور نیزہ دشمنوں پر چلا رہا ہے اس اثناء میں قطب خاں
دلیر اور کارآمد نوکر چند نفر کے ساتھ زخم شمشیر سے کشتہ ہوا۔ امیرالامرا کے نوکر کچھ
زخمی ہوئے۔ دلاور خاں بھی گھوڑے سے گرا اور جمدہر سے مارا گیا۔ پھر امیرالامرا

کی مدد کے لئے میں نے تین ہزار احدی بھجوائے تو وہ دشمنوں پر پلا کچھ رجپوتوں کو قتل کیا۔ اس اثنا میں شیخ فرید دس ہزار سوار اور پانچ ہزار جمازہ سوار مسلح و مکمل لے کر امیر الامرا سے جا کر ملا۔ اور اپنی افواج آراستہ سے راجپوتوں کے لشکر کو آگے سے ہٹا دیا۔ شیخ فرید ایک علم کے نیچے کھڑا تھا کہ ایک راجپوت تلوار سونت کر اوسکی طرف متوجہ ہوا شیخ نے اپنے نیزہ دار سے نیزہ لیکر مارا کہ پیٹھ سے اوس کی نوک پار نکل گئی اور وہ مر گیا میرے لشکر کو غلبہ ہوا اور راجپوت بہت مارے گئے۔ باقی بھاگ گئے ہیں تے سب امیرو کو ہاتھی کے پانوں کے تلے مسلوایا۔ اون کے سردار بخت رام کو گوالیار کے سیاہ چاہ میں بند کیا

جہانگیر نے چھوٹی توزک میں باپ کے مرنے کا حال بہت دلچسپ لکھا ہے ہم اُسکا ترجمہ لکھتے ہیں۔ روز دوشنبہ جمادی الاول ۱۰۱۴ھ مطابق ۱۶۔ دسمبر ۱۶۰۵ء کو میرا باپ عین شدت مرض میں اپنے عزیزوں کی خاطر سے غذا اور میوہ نوش جان کرتا تھا اور بہ سبب پیری کے یہ غذا اور میوہ اوس کو ہضم نہیں ہوتا تھا۔ اسی حالت میں بادشاہ امین الدولہ پر اوس کے جوا کھیلنے پر خفا ہوا اوس پر لعنت ملامت کی کہ تو اس عمر میں جوا کھیلتا ہے اس غصہ وغضب سے بھی اس پر امراض نے غلبہ کیا۔ بدہضمی بھی ہوئی۔ دن بھر ایک کھیل کا دانہ مُنہ میں نہ گیا۔ منگل کو یہ حال رہا بدھ کو بادشاہ کو غذا میں شوربہ کھانے کی صلاح دی گئی۔ بھر ایک دن بادشاہ حکیم علی سے کچھ ناراض ہوا۔ حکیم نے جواب دیا کہ میں نے علاج اچھا سوچا ہے بشرطیکہ وہ موافق مزاج ہو حضور خود اپنی غمخواری و پرہیز نہیں فرماتے۔ محل کے اہل حرم نے ماش کی کھچڑی خوب گھی میں بھون کر حضور کے روبرو رکھی اور حضور نے اوس کو نوش جان فرمایا معدہ ضعیف تھا اوسنے ہضم نہیں کیا اسہال ہوا۔ حکیم مظفر نے کہا کہ حکیم علی نے بڑی غلطی کی کہ اول بیماری میں بادشاہ کو تربوز کھلا دیا۔ میں نے نیک اندیشی سے یہ سوچا کہ خواہ حکیم مظفر نے یہ بات سچ کہی ہو خواہ خود غرضی سے کہی ہو میں حکیم علی کو غرض آمیزی کے گمان سے پائمال غضب نہیں کرونگا۔ اگر قضائے الہی اور طبیبوں کی غلطیاں درمیان نہ ہوتیں تو کاہے کو

کوئی مرتا۔ اگرچہ میں نے اس قدر حکیم علی پر مہربانی کی مگر تہہ دل سے میرا اعتقاد حکیم علی سے برگشتہ ہوگیا۔ ان دنوں میں دو تین گھڑی دن رہے ہر روز باپ کی عیادت کو جاتا۔ بادشاہ کا ضعف روز بروز بڑھتا جاتا تھا روز شنبہ ۱۴۔ جمادی الآخر کو دوا کھلانے کی تقریب سے باپ پاس صبح گیا۔ ایک بار میرے باپ نے اپنے صحت مزاج کے زمانہ میں مجھ یہ نصیحت کی تھی کہ بابا اس جگہ آیا نہ کرو اور اگر آیا کرو تو اپنے سپاہی اور آدمی اپنے ساتھ لایا کر میں نے اوسی وقت سے باپ کے اس حکم کی اطاعت کرنی چاہی احتیاط سے آمد و شد کی۔ ایک دن قلعہ میں اپنی جمعیت کے ساتھ آیا۔ دوسرے دن بادشاہ سے بغیر پوچھے کچھ جماعت نے قلعہ کے دروازوں کو محکم بستہ کیا اور قلعہ کے برجوں پر توپیں چڑھا دیں۔ روز پنجشنبہ ۱۵۔ جمادی الآخر کو میں نے اس جماعت کے نفاق و ترس کے سبب سے قلعہ کا جانا ترک کیا۔ راجہ مان سنگھ نے اپنی تجویز و صلاح سے مقرب خاں کو مطلع کیا کہ وہ اوسکے ساتھ شریک ہوا وسنے اپنی عرضداشت کے ساتھ اس صلاح کے کاغذ کو میرے پاس بھیجدیا۔ قلعہ میں مقرب خاں بہت میری حسن خدمت کرتا تھا اور اس مدت میں اس نے آرام نہیں کیا۔ وہ امرائے برگشتہ کو پھر راہ پر لایا۔ جب وہ بادشاہی سرکار میں سہ ہزاری تھا تو میں ہرچند اُس سے کہتا کہ مجھ سے وہ کوئی چیز لے مگر وہ نہ لیتا۔ جب باپ نے مجھے دہ ہزاری منصب دیا تو اپنے مقربوں سے اول جس شخص کو میں نے باپ کے روبرو منصبدار بنایا وہ مقرب خاں تھا اوسکے منصب پر ہزاری کا اضافہ کیا۔ وہ میرا مخلص خیر اندیش تھا۔ جتنے دنوں قلعہ میں نہیں گیا باپ کے دیکھنے کی محرومی سے دل میرا جلتا تھا۔ مگر میں آدمیوں پر اپنا درد دل ظاہر نہ کرتا تھا۔ دل کو خدا سے لگا کے دم نہ مارتا تھا ؎

کار خود بخدا باز گذاری حافظ ای بسا عیش کہ با بخت خدا دادکنی

عقلائے کارداں مثل میراں صدر جہاں و میر ضیاء الدین قزوینی و خواجہ ویس ہمدانی کو اپنے درد اور آزار پر مطلع کرتا۔ اوںھوں نے شاہ ایران کا ایک واقعہ جو اسی قبیل کا تھا میری تشفی تسلی کے لئے سُنایا۔

جب میں نے دولتخواہوں اور مخلصوں کی صلاح و مشورہ سے قلعہ کا جانا بالکل چھوڑ دیا

تو اپنے بیٹے پرویز کو باپ کی خدمت میں بھیجا اور یہ عذر کیا کہ میرے سر میں درد تھا اسلئے حاضر نہ ہو سکا۔ میرے باپ نے جب یہ سنا تو اپنے ہاتھ اوٹھا کر خدا سے میری صحت کی دعا مانگی۔ خواجہ ویس کو میرے پاس بھیجا اور کہلا بھجوایا کہ اگر ہو سکے تو تم حاضر ہو۔ عمر پر کچھ اعتبار نہیں ہے اس مرض اور شدت میں مجھ سے دوری کا وقت کیا ہے۔ میرے بعد تو میرا ولی عہد ہو گا۔ جب منافقوں نے یہ حال دیکھا تو مسلمانوں نے قرآن شریف پر اور ہندوؤں نے نمک پر قسم کھائی کہ ہم سب کی ایک بات رہے۔ شیخ فرید بخاری نے کہا کہ اپنے کام کی درستی کی فکر کرو میرا گمان یہ ہے کہ ان مخالفوں کے ساتھ شیخ فرید اپنی ایام گذاری کرتا تھا اسلئے کہ وہ اور اوسکے تمام خویش و عزیز بادشاہ کے پاس اُس کی خدمت کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ مقرب خاں سے اخلاص کا پیغام بھیجا کرتا تھا مرزا کوکہ خان اعظم نے جس نے مسلمانوں اور ہندوؤں سے عہد لیا تھا خسرو کو پیغام بھیجا کہ بادشاہی حضور کو مبارک ہو۔ مگر مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں باپ بیٹے یکدل یکزبان ہو کر دونو طرف ہمکو خوار و بے اعتبار و رسوا نہ کریں۔ ان بیہودہ باتوں کے جواب میں خسرو نے لکھا کہ جب تم نے میرے لئے بادشاہی مقرر کی ہے تو پھر ان شبہوں کی باتوں کا ذکر کیا ہے۔ راجہ اور خسرو دونو کی خاطر جمع ہوئی خسرو نے راجہ مان سنگھ سے کہا کہ بادشاہ میں کچھ جان باقی نہیں ہے اس میں سکھپال میں حرکت کی تاب نہیں ہے۔ اگر بادشاہ سکھپال میں مرگیا تو ہم سب کی بڑی بدنامی ہو گی پس بادشاہ کا قلعہ سے باہر لیجانا مصلحت نہیں ہے۔ یہ نصیحت راجہ مان سنگھ کو بھی نیک معلوم ہوئی۔ جب بادشاہ کچھ ہوشیار ہوا تو اوس سے پوچھا کہ شاہزادہ سلیم پاس ایک عالم جمع ہے اوس نے قلعہ آگرہ کو محاصرہ کر لیا ہے۔ اگر بادشاہ کا حکم ہو تو آپ جمنا کے اُس پار تشریف فرما ہوں اور جب صحت ہو تو دریا سے اس طرف پھر چلے آئیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ یہ حال کس لئے ہوا کیا شاہزادہ سلیم کے لئے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا ہے کہ اوس نے لشکر کشی کر کے محاصرہ کیا ہے۔ چین بجبیں ہو کر خدمت گاروں کے ہاتھوں سے دوسری طرف کروٹ لی۔ مرزا عزیز کوکہ نے جس کی سرشت نفاق سے بنی تھی وہ اس طرف گیا جس طرف کہ بادشاہ منہ کئے ہوئے لیٹا تھا۔ دونو ہاتھوں سے اشارہ کیا کہ خسرو کے باب میں کیا حکم ہے

تو بادشاہ نے فرمایا کہ حکم تو خدا کا حکم ہے اور ملک خدا کا ملک ہی مجھے ہر سانس کے ساتھ ہزار آس ہے مگر تم نے مجھے مردہ سمجھ لیا ہے جو ایسی باتیں کرتے ہو۔ شاید میں دنیا میں جیتا رہوں اور اگر میرا وقت رحلت آن پہنچا ہے تو میں نے الہ آباد میں جہانگیر کی لشکر نوازی اور رعیت پروری اور اخلاص کی باتیں دیکھی ہیں جو سلطنت و بادشاہی کے لئے درکار ہے اوس کی مہر و محبت میرے دل سے باہر نہیں ہوئی۔ گو اوس نے وسوسہ شیطانی سے میرے ہاتھ کچھ دنوں سرگردانی کی وہ میرا بڑا بیٹا اور ولیعہد ہے۔ اور ہمارے تورہ (آئین) میں جب تک بڑا بیٹا ہو کسی اور کو بادشاہی نہیں پہنچتی۔ میں نے خسرو کو بنگالہ کی بادشاہی چھ مہینے کے لئے عنایت کی۔ جب بادشاہ سے منافقوں نے یہ بات سنی تو میرے پاس ایسی فوج آنی شروع ہوئے کہ اون کے ہجوم سے آدمیوں کو سانس لینا مشکل ہوگیا۔ میرے پاس میراں صدر جہاں و میر جمال الدین حسین و عیدی خواجہ نے واجب العرض بھیجی جس کا مضمون یہ تھا کہ بادشاہ خسرو سے ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ تو اپنے باپ کو شاہ بھائی کہا کر۔ بھائی کے معنی ہندی زبان میں برادر کے ہیں پس التماس یہ ہے کہ اوس کے ساتھ حضور برادرانہ سلوک فرمائیں۔ میں نے انکو جواب دیا کہ بادشاہ مجھے ہمیشہ بابا کہتا تھا تو چاہئے تھا کہ میں اس وقت تمہارا بادشاہ ہوتا پسر ہرگز برادر و پدر نہیں ہوسکتا۔ امرا اس جواب کو سنکر متفکر اور معقول اور اپنے کئے سے پشیمان ہوئے۔ سب میری بندگی اور اطاعت پر دل نہادا اور اپنے عجز کے معترف ہوگئے۔ سوا مرزا کوکہ سب نے عرضداشت لکھی جس میں سے گوشہ نشینی و خلوت کی التماس کی میں نے کہا کہ میں نے تمہارے حقوق سابق کو مرعی رکھکر تمہاری چھوٹی بڑی تقصیرات معاف کیں اور ایسی معاف کیں کہ جس پر بے تقصیر آدمیوں کو حسرت ہی کہ کاش ہم بھی تقصیر کرتے تو بادشاہ ہمپر ایسی عنایت کرتا جو قصورداروں پر کی ہے۔ میں نے اپنا گوشۂ خاطر جو عنایت و عفو و لطف کا مخزن ہے تم کو مرحمت کیا۔ تم کو اور کونسا گوشہ اس گوشہ سے بہتر ملے گا۔ باوجود اس عنایت و لطف بے اندازہ کے اگر اختلاط ترک کرنے کو گوشہ نشینی پر بجد ہو تو میں تمہاری التماس قبول کرتا ہوں۔ روز شنبہ ۱۸ جمادی الاخری کو شیخ فرید بخاری نے آن کر ملازمت کی

ملازمت میں پیشدستی کرنے کے سبب سے اوس کو صاحب السیف والقلم کا خطاب عنایت کیا اور شمشیر مرصع و جیبہ مرصع واسپ بازین مرصع اور ایک لاکھ روپیہ عنایت کیا۔ دوسرے دن راجہ مانسنگھ ملازمت کے لئے آیا۔ اوس پر بھی میں نے بہت عنایت کی اوسکے بعد میرے پاس راجہ مانسنگھ کے ساتھ خسرو اور مرزا کوکہ آئے۔ مرزا کوکہ نے عرض کیا کہ کل ملک بنگالہ کی حکومت خسرو کو مرحمت ہوئی اور اوس کے ساتھ پاینده خاں مغل بھیجا جائے گا اگرچہ یہ صلاح وقت نہ تھی کہ میرے اوائل سلطنت میں خسرو مجھ سے علٰحدہ کیا جائے۔ اور میرے مقربوں کی بھی صلاح یہی تھی مگر میں نے اون کی التماس کو قبول کیا اور حکم دیا کہ ابھی کشتی میں سوار ہوکر دریا پار چلے جاؤ بعد واقعہ پدر میں تم کو رخصت کرونگا۔

بادشاہ نے اپنا خلعت خاصہ اور دستار مبارک جو سر پر پہنے ہوئے تھے میرے لئے بھیجی اور پیغام دیا کہ اگر تجھکو ہمارے نہ دیکھنے کی تاب ہی۔ لیکن ہم کو بغیر تیرے ایک لحظہ قرار و آرام نہیں۔ جب بادشاہ کا خلعت و پیغام میرے پاس آیا میں نے ادب کے ساتھ خلعت پہنا اور قلعہ کے اندر گیا اور باپ کے حکم کی اطاعت کی روز سہ شنبہ ہشتم جمادی الاول کو میرے باپ و مرشد کا نفس تنگ ہوا اور وقت رحلت نزدیک آگیا اوس نے فرمایا کہ باباکسی آدمی کو بھیجکر میرے کل امرا اور مقربوں کو بلا تا کہ میں تجھکو اون کے سپرد کروں اور اپنا کہا سُنا اون سے معاف کراؤں اُنھوں نے برسوں میری ہمرکابی میں جانفشانی کی ہے میں نے خواجہ ویس ہدائی کو بھیجا اوس نے سب امرا کو حاضر کیا۔ اگر ہر ایک کا نام لکھا جائے تو طوالت ہوگی۔ اول بادشاہ نے سب کی طرف مُنہ کرکے اون سے اپنا کہا سُنا معاف کرایا اور یہ اشعار پڑہے جن کا مصرعہ اول یہ ہے ✤ امن و آسائش دوران مرا یاد آرید ✤ میرے پاس جو اصل توزک ہے اوس میں بعض اشعار صحیح لکھے ہیں اور بعض غلط لکھے ہیں اسلئے ان کا ترجمہ انگریزی ترجمہ سے لکھتا ہوں۔ میرے دربار کی شان و شکوہ و فر احکام یاد کرو میرے توبہ کرنے کو اور میری تسبیح پڑہنے کو یاد کرو پوشش کعبہ پر انے کو یاد کرو میری خاک پر اپنی محبت کے سبب سے سُرخ آنسو گراؤ اپنی صبح کی عبادت میں میری روح کو یاد کرو

برشما باد کہ چوں باد خزانی گزرد	برچمن دست زرافشاں مرایاد آرید
آن سینہ کہ در دو عالمے میگنجید	یا نیم نفس بر آورد تنگی کرد

میں نے کہا کہ بادشاہ کا آخر دم ہے وہ بڑا سعادتمند ہے جو اس وقت میرے باپ کی خدمت کرے میں گریاں و بریاں باپ کی خدمت پر متوجہ ہوا اور گریہ و شیون آغاز کیا اور باپ کے مبارک قدموں پر سر رکھا اور تین دفعہ اوسکے گرد صدقہ ہوا۔ شگون کے واسطے باپ نے اپنی شمشیر خاصہ کی طرف جس کا نام فتح الملک تھا اشارہ کیا کہ اوسکو اٹھا کر میرے سامنے تو کمر میں باندھ میں نے فوراً اوسے باندھ کر سجدہ کیا۔ تسلیم و بندگی و آداب بجا لایا قریب تھا کہ رونے سے میرا دم گھٹ جلے چارشنبہ تک پہر سات گھڑی رات گئے باپ کی روح نے پرواز کی مرنے کے وقت باپ نے فرمایا کہ میراں صدر جہاں کو بلا کر وہ کلمۂ شہادت پڑہے جس کے پڑہوانے میں میں نے اس لئے تامل کیا تھا کہ مجھے امید تھی کہ حیات بخش لم یزلی مجھے حیات تازہ عنایت فرمائیگا۔ میراں صدر جہاں آیا اور دوزانو ادب سے بیٹھا اور کلمہ شہادت پڑہنا شروع کیا۔ باپ نے مجھے بلا کر گردن میں ہاتھ ڈالا اور کہا کہ بابا کہ اب میری وداع کا آخر وقت ہے کہ پھر میں تجھے نہیں دیکھونگا۔ ہرگز ہرگز میرے پردگیان حرم سے نظر لطف نہ اوٹھانا اونکو روزمرہ جو میں دیتا تھا وہ دینا ؎

نوکراں من و اتباع مرا بعد از من	خستہ و زار و دل انگار فراموش مکن
در نگہداشتن یکیک انجیت گفتم	ہمہ را گوش مین دار فراموش مکن

پھر ان بیتوں کو پڑہ کر میراں صدر کو فرمایا کہ کلمۂ شہادت پڑہ۔ پھر کلمۂ شہادت خود اپنی زبان سے باواز بلند پڑہا اور میراں صدر کو فرمایا کہ تو میرے سراہنے بیٹھ کر سورۂ یٰسین و دعاء عدیلہ پڑہ تاکہ میری جان آسانی سے نکلے۔ جب میراں صدر نے سورۂ یٰسین پڑہ کر دعاء عدیلہ کو ختم کیا تو بادشاہ کی آنکھ سے آنسو نکلے اور جان آفریں کو جان سپرد کی۔ جسم مبارک کو آب گلاب سے دہویا اور مشک و کافور سے معطر کیا۔ اُس کی نعش کے ایک پایہ کو میں نے اور تین پایوں کو میرے تین بیٹوں نے کندہے پر کیا اور جب قلعہ کے

دروازہ پر پہنچے تو یہاں سے میرے فرزندوں اور مقربوں و مخلصوں نے دوش بدوش سکندرہ تک پہنچایا یا وہاں زمین میں دفن کیا ؂

تا جہاں بودہ چنیں بود و چنیں خواہد بود ہمہ را عاقبت کار ہمیں خواہد بود

اکبر کی موت کا حال آئینہ کی طرح ظاہر ہے مگر ڈیلر صاحب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں جس بیماری سے اکبر مرا اوس کا بیان کچھ نہیں کھلتا - جہانگیر نے جو اپنی توزک میں باپ کے اکبر کے مرنے کا حال لکھا ہے وہ مشتبہ ہے صاف صاف نہیں - اسکی تحریر کہے دیتی ہے کہ اکبر کے مرنے میں کوئی ایسی بات تھی جس کو وہ چھپانا چاہتا تھا - اس واقعہ کی توضیح پادری کے ٹرڈیو لن کرتا ہے کہ اکبر زہر کی گولیوں کے کھانے سے مرا تھا - پھر اوسکی تصدیق ہرے وزیر صاحب کرتے ہیں کہ زہر کی گولیوں سے اکبر مرا مگر یہ بھی نہیں معلوم ہو سکتا کہ اکبر نے اتفاق سے زہر کی گولی کھالی یا ارادۃً کسی نے اوس کو زہر کی گولی کھلائی - توزک کی طرز تحریر سے بڑا شبہ اس امر میں ہوتا ہے - حکیم علی جو اکبر کا معالج تھا اُس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اُسنے اکبر کے علاج میں بڑی غلطی کی - جہانگیر نے اوس کو سزا دی اُس سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ حکیم علی نے اکبر کو زہر کی گولی جہانگیر کے اغوا سے دی - جہانگیر نے جس طرح سلطنت کی اوس کی تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ اوس نے یہ کام کیا ہو - یہ باتیں ایسی ہی لکھی ہیں جیسے ہمیشہ سے اس ملک کے بھنگیر خانوں اور شراب خانوں میں بھنگیرے اور شرابی بنایا کرتے ہیں ٹو و صاحب نے اور زہر کی گولیاں چلائی ہیں کہ اکبر نے راجہ مانسنگھ کو زہر کی گولی سے مارنا چاہا مگر اوسکی موت نہ آئی تھی - اوس کے خاصدان کے ایک خانہ میں پان رہتا تھا دوسرے میں چورن کی گولیاں تیسرے میں زہر کی گولیاں - پس جس امیر کو وہ مارنا چاہتا تھا پان میں زہر کی گولی ڈالکر دیدیتا تھا بہت امیروں کو مار ڈالا - یہ زہر کی گولیاں ایسی رہونگی جیسی کہ آجکل اونکی دھوم ہو رہی ہے کہ بیو بینک کے مریضوں کو ڈاکٹر دیدیتے ہیں -

بادشاہ کے عہد کے نوادر سوانح

بادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ آگرہ میں ایک عورت کے تین لڑکیاں توام ایکدفعہ اور دو لڑکیاں اور ایک لڑکا

دو بارہ پیدا ہوئے اور سب زندہ ہیں۔ یہ بھی اس سے معروض ہوا کہ ایک زرگر کی عورت کے اول دفعہ حمل میں بارہ مہینے کے بعد اور دوسرے حمل میں ستے اٹھارہ مہینے کے بعد اور تیسرے حمل میں دو سال بعد بچہ پیدا ہوا اور اس مدت میں وہ اپنے گھر کے سارے کام کرتی رہی جیسے کہ مفلس آدمی کیا کرتے ہیں۔ ایک عورت ایسی نظر آئی کہ اوس کے خوب ڈاڑہی مونچھیں تھیں اور پستانیں نہ تھیں اور وہ محض عورت تھی۔ بادشاہ پاس ایک شخص قوی ہیکل شیر لایا اوس کو اوس نے پال کر اپنے ساتھ خوب آشنا کر لیا تھا۔ بادشاہ کے سامنے وہ اس شیر سے لڑا بادشاہ نے اس شیر کو بے قلاوہ و زنجیر جھروکہ میں چھوڑ دیا اور ایسے ہی پندرہ شیر نر و مادہ زیر جھروکہ چھوڑے گئے آدمیوں کو یہ شیر آزار نہیں دیتے تھے اور اون کے بچے ہوتے تھے ہر چند کوشش کی گئی کہ شیرنی کا دودہ دوہیں مگر ایک قطرہ نہ ہاتھ لگا۔ کہتے ہیں کہ اس کا دودہ آنکھوں کے لئے بہت فائدہ مند ہوتا ہے۔ باغ جھروکہ میں چند چیتے بھی چھوڑے ہوئے تھے۔ پلا ہوا چیتہ بچہ نہیں دیتا مگر یہ چیتے بچے دیتے تھے۔ بادشاہ کے ہاں ایک سفید چیتہ بھی تھا۔ بادشاہ پاس ایک شخص پنجرہ لایا جس میں شیر و گوسفند دونو ہاتھ بند تھے۔ یہ شیر سوا اپنی ہمنشین گوسفند کے اور سب گوسفندوں کو پھاڑ ڈالتا تھا۔ حکیم علی کے ایک عجیب حوض کا اور آہن آسمانی کا بیان تاریخ میں کیا گیا۔

بازیگروں کے تماشے

چھوٹی توزک میں جہانگیر لکھتا ہے کہ اس زمانہ میں بازی گر بڑے چڑھے ہوئے ہیں ایکدفعہ میرے پاس سات بازیگر آئے اور اونھوں نے کہا کہ ہم ایسی بازیاں کرتے ہیں جن کو عقل باور نہیں کرتی اونھوں نے بازیاں کرنی شروع کیں تو وہ عجائب روزگار سے تھیں۔ اول اونھوں نے کہا کہ جس درخت کا نام آپ لیں اوس کے بیج ہمارے پاس ہیں۔ ہم اُسکے بیج زمین میں بوئینگے تو ایک عجیب تماشا ہوگا۔ میرے خاص آدمیوں نے بازی گروں سے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو توت کا درخت لگا کر ہم کو دکھا دو۔ وہ گئے اور دس جگہ زمین میں بیج بوئے اور چند بار اون کے گرد پھرے اور کچھ پڑھ کر منتر پھونکا۔ کہ ایک ہی بار دس جگہ سے درخت اوگنے شروع ہوئے۔ اول درخت توت اوگا جس کی فرمایش خانجہاں نے کی تھی۔ دوسرا

درخت انبہ تیسرا درخت سیب چوتھا درخت جوز پانچواں درخت مینگ جس کو کسی نے پھل لگا ہوا نہیں دیکھا تھا مینگ کو موجۂ دریا کنارہ پر ڈال دیتا ہے ۔ چھٹا درخت نارجیل، اٹھارہ درخت اس طرح پر نہیں کہ نظر سے پنہاں ہوں بلکہ آشکارا ۔ حضار مجلس نے دیکھا کہ آہستہ آہستہ یہ درخت زمین سے بلند ہوتے ہیں دس ذرع بلند ہو کر اُن میں شاخ و برگ نکلے اور درخت سیب میں بہار آئی ۔ سیب کو میرے پاس لائے میں نے اُس میں خوشبو سیب کی سونگھی ۔ جب درخت نمودار ہوئے تو اُنہوں نے کہا کہ اگر حکم ہو تو ان درختوں کے میوے بھی آپ کو کھلائیں اس سے اور زیادہ تعجب ہوا ۔ فوراً وہ ان درختوں کے گرد پھرے اور چند اہم پڑھے فوراً جو درخت لگائے تھے اُن میں میوے لگ گئے اَناس نہایت بڑا اور شیریں تھا ۔ آم بے ریشہ تھا وہ میووں کو توڑ کر لائے اور سب آدمیوں نے اُنکو کھایا ۔ بعد ازاں درختوں میں چند مرغ ایسے خوش آواز و خوش رنگ نمودار ہوئے کہ جن کی برابر کوئی مرغ ابتک کسی نے نہ دیکھا نہ سنا تھا ۔ یہ مرغ آپس میں باتیں کرتے اور ایک دوسرے پر چونچیں لگاتے ۔ ایک ساعت کے بعد سبز درختوں پر خزاں آئی ۔ سرخ ۔ سبز ۔ زرد پتے گرنے شروع ہوئے اور رفتہ رفتہ سب درخت زمین میں غائب ہو گئے ۔ اگر یہ کرتب میری آنکھوں کے سامنے نہ ہوئے ہوتے تو میں اُنکا یقین ہرگز نہیں کرتا ۔

دوم آدھی رات کو جب آدھا کرہ زمین بالکل تاریکی میں تھا ان بازیگروں میں سے ایک ننگا ہوا لنگوٹی کے سوا اور کوئی کپڑا اُس کے بدن پر نہ تھا چند چکر اُس نے لگائے اور پھر ایک چادر اُوڑھی اور اس چادر میں سے ایک آئینہ جلبی نکالا جس کی روشنی سے اندھیری رات کا روشن دن ہو گیا ۔ اور اُس کی روشنی ایسی پھیلی کہ جو مسافر دس کوس کی راہ پر تھے اُنہوں نے آنکر شہادت دی کہ فلاں شب آسمان پر ایک عجیب نور ظاہر ہوا کہ اُسکی روشنی کی برابر دن کو بھی روشنی نہیں دیکھی ۔ یہ تماشا بھی میرے نزدیک عجائب روزگار میں شمار ہوتا ہے

سوم ساتوں بازیگر راستہ میں ملکر کھڑے ہوئے مطلق اُن کے ہونٹھ نہ ہلتے تھے نہ زبان حرکت کرتی تھی مگر ایک سریلی آواز نکلتی تھی اور یہ تمیز نہیں ہوتی تھی کہ وہ ایک آدمی کی آواز ہے

یا ساتوں کی۔ اس بات سے بھی مجھے تعجب ہوا۔

چہارم ۔ بازیگروں نے سو کے قریب تیر ہوائی بنائے اور بلندی پر چھوڑے وہ ہوا میں معلق کھڑے رہے اور اُنہوں نے عرض کیا کہ جس وقت حکم ہو ہم ایک تیر کو جلا سکتے ہیں وہ شمع کو ہاتھ میں لیکر وہیں کھڑے رہے اور اُن سے دو تیر برتاب پر تیر ہوائی فاصلہ رکھتے تھے۔ مجھے اس میں کچھہ شک نہیں کہ اگر میں دس تیروں کے جلانے کا حکم دیتا تو وہ جلا دیتے یہ بھی تعجب کی بازی تھی ۔

پنجم ۔ میرے سامنے اُنہوں نے ایک دیگ لی اور اس میں کچھہ پانی اور آٹھ من یا بیس من عراقی چانول ڈالے اس دیگ کے نیچے اصلا آگ نہ جلائی دیگ خود بخود جوش میں آئی تھوڑی دیر میں اُنہوں نے دیگ پر سے ڈہکنا اُتار لیا اور سو طباق بھر کر کھانا نکالا جس کے اوپر ایک مرغ کا کباب رکھا تھا یہ تماشا بھی عجائبات میں سے ہے۔

ششم خشک زمین پر اُنہوں نے ایک فوارہ نصب کیا اور اس کے گرد تین دفعہ چکر کھائے تو فوارہ میں سے پانی جوش کھا کر نکلا۔ اور سب آدمیوں پر گل فشانی کرنے لگا۔ زمین پر پھول گرتا مگر اُس پر نمی ذرا نہ ہوتی گھنٹہ بھر تک یہ عجیب و غریب فوارہ سے پانی جوش کرتا چھوٹتا رہا۔ پھر اُنہوں نے فوارہ کو اُٹھا لیا۔ کسی جا پر پانی کا اثر نہ تھا پھر اس فوارہ کو دوسری جگہ نصب کیا تو ایک دفعہ پانی کا فوارہ چھوٹتا دوسری دفعہ آگ کی گل فشانی کرتا دو گھڑی کے قریب اس طرح یہ فوارہ چھوٹتا رہا

ہفتم ۔ میرے سامنے بازیگروں میں سے ایک آدمی سیدہا کھڑا ہوا اور دوسرا آدمی اُس پر اس طرح چڑہا کہ سر سے سر ملایا اور پاؤں کو اوپر کی طرف اونچا کیا پھر تیسرا آدمی دوسرے آدمی پر اس طرح چڑہا کہ پاؤں پر پاؤں رکھے اور سر اونچا کیا اس طرح سے سات آدمیوں نے ایک دوسرے پر چڑہ کر ایک مینار بنائی۔ اُن میں جو شخص چاہتا کہ اوپر جائے تو وہ اوروں کی کمر و کندہوں میں ہاتھ ڈالکر اوپر چڑہ جاتا اور کھڑا ہو جاتا تعجب یہ ہے کہ آخر میں ایک آدمی آیا اُس نے اس آدمی کے پاؤں اُٹھا کر اپنے کندہوں پر رکھے جس کے اوپر سات آدمی سوار تھے

جس پر اہل مجلس نے واہ واہ کا غل مچایا -

ہشتم ایک آدمی سیدھا کھڑا ہوا دوسرے آدمی نے پیچھے آنکر اُسکے کولھے پکڑے اور اسی طرح چالیس آدمیوں کی ایک لڑ بندھی کہ ایک نے دوسرے کے کولھے کو پیچھے کی طرف پکڑا اوّل آدمی نے ایسا زور کیا کہ چالیس آدمیوں کو جو پشت بہ پشت چسپیدہ تھے میدان میں بہ کھیہ پھرایا اس زور پر تعجب ہوتا تھا -

نہم بازیگروں نے ایک آدمی کے اعضا سر دہڑ ہاتھ جدا کر کے زمین پر ڈالدیے خون سے ساری زمین تر بتر تھی وہ اعضا تھوڑی دیر زمین پر پڑے رہی - پھر ایک پردہ اس جگہ لگایا اور ایک آدمی اُس کے پیچھے گیا اور تھوڑی دیر میں وہ پردہ سے نکلا اور وہ آدمی جس کے اعضا کاٹے تھے صحیح سالم ایسا آیا کہ ہر شخص بقسم کہہ سکتا ہے کہ اُس کے کبھی زخم نہیں لگا

دہم - ایک تھیلا بازی گر لائے اور اُسکو جھاڑکے دکھا دیا کہ اُس کے اندر کچھہ نہیں ہے پھر اُس کے اندر ہاتھ ڈالکر دو جنگی مرغ نکالے وہ دونوں آپس میں لڑنے لگے - جب وہ پر جھاڑتے تو آگ کی گل فشانی کرتے ایک گھنٹہ تک لڑتے رہی - جب مرغوں کے اوپر پردہ ڈالکر اُٹھایا تو رنگین کبک نمودار ہوئے - وہ خوشخوانی کرتے تھے یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ آدمیوں کے درمیان نہیں ہیں بلکہ وہ قہقہہ ایسا مارتے تھے کہ دامن کوہ کے اندر وہ ہیں - پھر اُن پر پردہ ڈالکر جو اُٹھایا تو دو کالے سانپ کنڈلی مارے اور پھن اُٹھائے نکلے اور اُنہوں نے آپس میں لڑنا شروع کیا اور آخر کو سُست ہوکر پڑ گئے -

یازدہم - اُنہوں نے زمین میں ایک حوض کھودا اور سقوں سے پانی بھروایا - جب وہ پُر ہوگیا تو اُس پر چادر ڈالی اور اُٹھائی تو پانی مثل یخ ایسا بستہ ہوگیا کہ اُنہوں نے کہا کہ کوئی فیلبان اس حوض یخ بستہ پر ہاتھی کو پھرائے - ایک ہاتھی نے اس یخ پر پاؤں رکھا وہ یخ نہ تھی بلکہ پتھر تھا - ایک گھنٹہ ایک ہاتھی اُس پر پھرا - یخ کو خبر نہوئی پھر اُس حوض پر چادر ڈالی اور اُٹھالی تو زمین خشک تھی پانی اور نمی کا نام نہ تھا -

دوازدہم - ایک تیر کے فاصلہ پر انہوں نے دو خیمے کہڑے کیے اور اُنکے دروازے محاذی ایک دوسرے کے رکھے اور خیموں کے دامن کی قناتیں اُٹھا کر لوگوں کو دکھلا دیا کہ خیمے بالکل خالی ہیں اور پھر قناتیں چھوڑ کر زمین کی برابر لگائیں اور ہر ایک خیمہ میں ایک ایک بازیگر گیا اور ان خیموں میں سوا ان دو آدمیوں کے کوئی اور نہ تھا - پھر اُنہوں نے پانچ بازیگر جو خیموں سے باہر رہے اُنہوں نے کہا کہ چرندوں اور پرندوں میں سے جن دو جانوروں کو کہو ہم ان خیموں سے نکال کر اُن کی کشتی دکھا دینگے - خان جہاں نے اُنکی بیوقوفی پر ہنسکر کہا کہ ہم کو دو شتر مرغوں کی لڑائی دکھا دو - تھوڑی دیر میں دونوں خیموں سے دو بڑے قد آور شتر مرغ بر آمد ہوئے اور آپس میں ایسی تیزی اور تندی سے لڑے کہ اُن کے سروں میں خون نکل آیا اور اُن کی ایسی برابر کی جوڑ تھی کہ ایک دوسرے کو ذرا بھگا نہ سکا اسلیے اُنکو آدمیوں نے چھٹا لیا اور اُنکو خیموں میں لے گئے - میرے بیٹے خرم نے اُن سے نیل گائے کی فرمائش کی فوراً دو جنگی نیل گائے خیموں سے نکل آئیں وہ برابر کی جوڑ تھی آپس میں خوب دھکا پیل ہوئی گردنیں ایک نے دوسرے کی پکڑلیں دو گھڑی تک دونوں میں آپس میں زور ہوتے رہے پھر اُنکو خیموں کے اندر گھسیٹ کر لے گئے غرض وہ خیموں میں سے حسب فرمائش ہر چرند پرند کو پیدا کر دیتے اور اُن کو آپس میں لڑوا دیتے تھے اگرچہ میں نے بہت کوشش کی کہ اس بھید کو پاؤں مگر میں ابتک اُس کو نہ پا سکا -

سیزدہم - اُن کو پچاس تیر پیکاں دار اور ایک کمان دی اُن میں سے ایک نے تیر پھینکا وہ ہوا میں معلق کہڑا رہا اور پھر دوسرا تیر مارا کہ وہ پہلے تیر سے پیوستہ ہوا اسی طرح انچاس تیر ایک دوسرے کے بعد پھینکے گئے - اور وہ باہم پیوستہ ہوتے رہے پچاسواں آخر تیر جو مارا تو سب تیر جدا ہو کر نیچے گر پڑے -

چہاردہم - انہوں نے ایک بڑے برتن میں پانی بھر کر میرے روبرو رکھا ان میں سے ایک بازیگر نے ایک گلاب کا پھول ہاتھ میں لیا اور کہا کہ جس رنگ کو آپ فرمائیں تو اس پانی میں پھول ڈالکر اُسی رنگ کا پھول نکالوں ایک دفعہ پھول کو پانی میں ڈالکر

گل زرد دوسری دفعہ ڈالکر گل آبی تیسری دفعہ ڈالکر گل نارنجی دکہایا۔ غرض جس رنگ کو کہا اُسی رنگ کا پھول پانی میں ڈوبا دیکر نکالا۔ سو دفعہ اس پھول کو پانی میں ڈوبا دیا ہر بار ایک تازہ گل نمودار کیا اسی طرح سفید سوت کی انٹی کو پانی میں ڈبو ڈبو کر نئے نئے رنگ دکہائے یہ امر بھی اشکال سے خالی نہ تھا۔

پانزدہم۔ میرے پاس ایک قفس چار رخ کا لائے ایک طرف میں بلبل خوش آواز کا جوڑا مجھے دکہایا قفس کے دوسری طرف میں طوطوں کا جوڑا۔ تیسری طرف بولتا ہوا سرخ رنگ جانور کا جوڑا چوتھی طرف کبک کا جوڑا مجھے دکہایا چاروں طرف جس جوڑے کے دکہانے کا میں حکم کرتا وہ دکہاتے۔ اگر سو دفعہ قفس کو پھراتے تو سو جوڑے دکہاتے یہ بھی بہت مشکل تھا۔

شانزدہم ایک بڑا قالین میں گز کا بچھایا خوش طرح و رنگین تھا جب اُس کو پلٹا دیتے اُس کی پشت رو ہو جاتی اور رو پشت تو اُن کے مختلف رنگ اور طرح کے ہو جاتے اگر وہ سو بار قالین اولٹتے تھے تو پشت رو بدل جاتی تھی اور ایک نئی طرح کا رنگ دکہاتے تھے یہ بھی جائے تعجب تھی

ہفدہم۔ آفتابہ کلاں کو پرآب کیا پھر اُس کا تمام پانی اُلٹ کر گرا دیا۔ پھر اُس کو سیدھا کیا تو اس میں اتنا ہی پانی بھرا ہوا تھا جتنا کہ پہلے بھرا ہوا تھا۔ اس کام کو سو دفعہ کر سکتے تھے مجھے اس پر بھی تعجب ہوا۔

ہشتدہم۔ انہوں نے تھیلا لیا۔ دونوں طرف اُن کے منہ کہلے ہوے تھے ایک منہ کی طرف سے تربوز ڈالا اور دوسری طرف سے خربوزہ نکالا اس خربوزہ کو دوسرے منہ کی طرف ڈالا تو پہلے منہ کی طرف سے انگوروں کا خوشہ نکالا۔ پھر انگوروں کو ڈالا تو ایک تھیلا سیبوں سے بھرا ہوا نکلا۔ اگر سو مرتبے وہ کوئی میوہ ڈالتے تو دوسری طرف ایک نیا میوہ نکالتے۔ یہ ایک عجیب بات تھی۔

نوزدہم۔ بازیگروں میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور منہ کھولا ہر ایک کے منہ سے ایک سانپ نکلا سانپوں کو زمین پر چھوڑ دیا وہ آپس میں لڑکر خوب گتھم گتھا ہوے۔

یہ بھی نادر تماشا تھا۔

بستم۔ ایک آئینہ لائے اور ایک رنگ کا پھول ہاتھ میں لیا اس۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
پھول کا رنگ آئینہ میں ہر دفعہ نیا دکھلایا۔ ہر مرتبہ گل کو آئینے کے پیچھے لیجاتے اور جب آئینے
کے آگے لاتے تو سبز و سرخ و نارنجی و سیاہ و سفید دکھاتے یہ بھی عجب تماشا تھا۔

بست ویکم۔ میرے سامنے دس چینی کے خالی مرتبان رکھے اور حاضرین مجلس نے خوب دیکھ
لیا کہ وہ خالی ہیں آدھ گھنٹہ تک مرتبانوں پر چادر تانی اور پھر ہٹالی تو ایک مرتبان میں اقسام
مربے دوسرے میں آملہ و ہلیلہ اور علی ہذالقیاس اور مرتبانوں میں یہ سب چیزیں طباقوں بہ
ترکیب دیگر میرے سامنے لائے اور حاضرین نے ان کے مزے چکھے۔ پھر انہوں نے چادر
اٹھائی تو ہر مرتبان ایسا صاف معلوم ہوتا تھا کہ پانی سے سو دفعہ دھویا گیا ہے۔ یہ بات بھی
عجیب و غریب تھی۔

بست ودوم۔ وہ کلیات سعدی شیرازی میرے روبرو لائے اور تھیلے میں ڈالا اور پھر اسکو
نکالا تو وہ دیوان حافظ تھا۔ پھر اسکو تھیلے میں ڈالکر نکالا تو دیوان آملی تھا اسی طرح اگر وہ سو
مرتبہ کرتے تو ہر مرتبہ ایک دیوان تازہ اور کتاب تازہ نکلتی۔ یہ بھی تعجب کی بات تھی۔

بست وسوم۔ بازیگر پچاس فوراع لمبی زنجیر لائے اور میرے سامنے اسکو آسمان کی طرف
اچھالا تو وہ زنجیر ایسی سیدھی لٹکنے لگی کہ گویا اس کو کسی زنجیر سے باندھ کر لٹکایا ہے۔ پھر وہ ایک
کتے کو زنجیر کے نیچے لائے وہ اس کو پکڑ کر اوپر چڑھ گیا اور زنجیر کے سرے پر پہنچکر غائب ہو گیا
پھر اسی طرح خرس پلنگ شیر اور بعض اور جانور اوپر چڑھ کے سر زنجیر پر غائب ہو جاتے۔ پھر
زنجیر کو لاکر تھیلے میں بند کیا اور کسی کو یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ جانور کہاں گئے یہ دیکھکر میں
اپنی حیرت کو بیان نہیں کر سکتا کہ کسقدر ہوئی۔

بست وچہارم۔ ایک لنگری میرے سامنے لائے جس کو دکھا دیا کہ خالی ہے اس پر سرپوش
ڈھک کر جو اٹھایا تو قبولی پر از کشمش و بادام و قیمہ تھی پھر سرپوش رکھکر جو اٹھایا تو کباب کلہ
و پارچہ سے پر تھی چند مرتبہ سرپوش رکھا اور اٹھایا ہر دفعہ نیا کھانا نظر آیا یہ بھی عجیب تماشا تھا۔

بست و پنجم - میرے سامنے بازیگر نے ایک بڑا برتن رنگنے دار رکہا اور اُسکو پانی سے بھرا اور ڈھکنا اُٹھا کر دکہا دیا کہ پانی کے سوا اُس میں کچھہ نہیں ہے پھر ڈھکنا ڈھک دیا اور اُٹھایا تو پانی میں مچھلیاں حرکت کرتی ہوئی دکہائی دیتی تہیں پھر برتن کو ڈھک کر کھولا تو اس میں بار مینڈک نظر آئے پھر برتن کو ڈھک کر کھولا تو تین چار بڑے سانپ کنڈلی مارے بیٹھے تھے - آخر دفعہ جو اس کو کھولا تو اس میں پانی تھا نہ جانور تھے غرضکہ بالکل خالی تھا

بست و ششم ایک بازیگر چھوٹی اُنگلی میں یاقوت کی انگوٹھی پہنکر میرے سامنے کھڑا ہوا - جب اس انگوٹھی کو اُتار کر دوسری انگلی میں پہنا تو یاقوت بدلکر زمرد ہو گیا پھر انگوٹھی اُتار کر جو تیسری اُنگلی میں پہنا تو زمرد ہیرا ہو گیا - پھر چوتھی اُنگلی میں ہیرا فیروزہ ہو گیا اسی طرح ہر دفعہ انگوٹھی کو انگلی میں پہنکر وہ تازہ رنگین جوہر دکہاتا تھا -

بست و ہفتم - قریب ایک تیر کے فاصلہ پر راہ میں دو رویہ ننگی تلواریں قبضے زمین میں گاڑ کے کھڑی کیں اور بازیگر نے دونوں طرف اپنے پہلو تلواروں پر لگا کے تلواروں پر چلنا شروع کیا بہت حیرت ہوئی کہ کہیں سے اُس کا بدن زخمی نہیں ہوا -

بست و ہشتم ایک بیاض جس کے سب ورق سفید تھے میرے ہاتھ میں دی میں نے اور آدمیوں نے خوب دیکھہ لیا کہ سوا سفید ورقوں کے کچھہ اور نہیں ہے ایک لمحہ کے بعد ایک بازیگر نے لیکر کھولا تو اوّل ورق پر سرخ افشاں تھی اور لوح پر کار اس پر بنی ہوئی تھی دوسرا ورق اُلٹا افشانی کیا ہوا کاغذ تھا اور صفحہ پر بہت پاکیزہ مرد و زن کی صورت بنی ہوئی تھی اور ورق اُلٹا تو کاغذ کا رنگ آسمانی افشاں کیا ہوا تھا اور زن و مرد کی بازیک تصویر تھی اور ورق کھولا تو چینی رنگ کمال ہموار افشاں کیا ہوا تھا اور گائے اور تلوار کی تصویر تھی اور ایک شیر نے گاؤ کو پکڑ رکہا تھا - تصویریں حرکت ہوتی تھی جو میں نے کبھی نہ دیکھی تھی اور ورقوں میں باغ اور سرو کے درختوں کی تصویریں بنی ہوئی تہیں اور ورق پلٹا تو کاغذ کا رنگ نارنجی تھا اور بزم کی مجلس کھچی ہوئی تھی جس میں دو سردار ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے جس ورق کو کھولتے تھے کاغذ کا رنگ غیر مکرر اور نئی تصویر مجلس کی نظر آتی تھی مجھے

سب تماشوں میں یہی تماشا ... معلوم ہوا بیاض سے بہت محظوظ ہوا - میں نے اپنے باپ
کے زمانے میں بہت تماشے دیکھے ہیں مگر ایسے تماشے نہ کبھی دیکھے نہ سنے -

اس جماعت کو پچاس ہزار روپیہ دیکر نہال کر دیا اور میں نے حکم دیا کہ پنجہزاری امیر سے
ہزاری امیر تک ہر ایک اس جماعت کو انعام دے اس طرح ہم سے اور امیروں سے ان
بازیگروں کی جماعت کو دولاکھہ روپیہ ہاتھ لگ گئے - ایسے کاموں کو اگرچہ بعض آدمی کہتے ہیں
کہ چشم بندی ہی لیکن یہہ خوب چشم بندی ہی اگر وہ آسان ہوتی تو سب کی عقل میں آتی اسکو علم سیمیا
کہتے ہیں جو ملک فرنگ میں رائج ہی - آدمی بھی ایک عجیب جوہر ہی کہ وہ کسی کام کو نہیں
چھوڑتا اور عجائب غرائب کاموں کو وہ کرتا ہی اور جو کام عقل سے دور معلوم ہوتے ہیں وہ
کرتا ہی یہانتک اصل چھوٹی توزک سے نقل کیا ہی صاحب سیر المتاخرین نے ایک اور تماشا
جو سب سے زیادہ عجیب و غریب ہے ان بازیوں پر اضافہ کیا کہ ایک بازیگر نے سوت کی انٹی
لی اور اسکو ہوا میں پھینکا تو انٹی غائب ہوگئی تو ایک تار نظر آیا - ایک مسلح بازیگر آیا اور
اور اس نے کہا کہ آسمان پر میرے دشمن کھڑے ہیں وہ تار پر چڑھ گیا اور تماشائیوں کی
نظر سے غائب ہوگیا ایک ساعت بعد تار سے خون کے قطرے گرے اور پھر بد قعات
ہتیار اور اعضا نیچے زمین پر گرے اُسکی بیوی پردہ سے باہر آئی اور ان اعضا کو دیکھکر اپنے
خاوند کے ملیے رونے پیٹنے لگی اور آگ روشن کی اور ستی ہونے کی اجازت لی اور اپنے شوہر کے
اعضا لیے اور جلکر خاکستر ہوگئی - پھر وہ آدمی اپنے ہتیاروں سمیت اس سوت کے تار پر سے
اُترا اور کورنش بجالایا اور عرض کیا کہ میں نے بادشاہ کے اقبال سے دشمنوں پر ظفر پائی
اور اعضا جو زمین پر گرے وہ دشمن کے تھے - جب اُسکو اپنی بیوی کے حال پر اطلاع ہوئی تو فریاد مچائی
کہ میری عورت کو پیدا کرو نہیں تو میں خود آگ میں جلتا ہوں - اور جلنے پر تیار ہوا تو اس اثنا
میں عورت آئی اور اُس نے کہا کہ میاں تم مت جلو میں زندہ ہوں -

یہہ بھی صاحب سیر المتاخرین نے لکھا ہی کہ جس کتاب میں سے یہہ بازیاں نقل کی ہیں وہاں
میں نے لکھہ دیا ہی کہ اگرچہ معقول نیست والعہدۃ علی الراوی جہانگیر نے چھوٹی توزک میں لکھا ہی کہ

بے نظیر شعبدے جو ہمارے سامنے ہوئے اُن میں ضرور کوئی بات ایسی ہی جو انسان کی قدرت سے باہر ہی بعض آدمیوں میں ایک خاص قابلیت و استعداد ہوتی ہی جس کے سبب سے وہ کام ایسے کرتے ہیں کہ اور آدمی نہیں کر سکتے اور اُن کے کاموں سے اور آدمیوں کی عقل چکر میں آتی ہی۔ جہانگیر نے ایک عرب کی نقل لکھی ہی جس کا ہاتھ کٹا ہوا تھا اور شہر مانڈو کی یہ حکایت لکھی ہی کہ ایک آدمی جنگل میں گھاس کاٹنے گیا تھا کہ اُس کی درانتی سونے کے رنگ کی ہوگئی تھی گھسیارا مادن لہار کی پاس درانتی کو درست کرانے گیا۔ اس نے پہلے سنا تھا کہ اس دریا میں سنگ پارس ہوتا ہی جس کے لگانے سے تانبا اور لوہا سونا ہو جاتا ہی۔ اسی وقت وہ گھسیارے کے ساتھ گیا اور سنگ پارس کو ہمراہ لایا اور راجہ وقت کو پیش کش کیا۔ راجہ نے اس سنگ سے زر حاصل کیا اور اس میں سے شہر مانڈو کی عمارت میں کچھہ صرف کیا۔ ان حکایات کو خود جہانگیر نے لکھہ دیا ہی کہ میری عقل قبول نہیں کرتی اس میں تامل ہی۔

خلاصہ سلطنت جہانگیر

...اہ کے عہد میں واقعات عظیم ایسے پیش نہیں آئے کہ اُن پر مورخ توجہ کرے ...کن میں لڑائی رہی جس کا انجام یہ ہوا کہ ۱۶۱۶ء میں نوعمر نظام شاہ اور اُسکے ...نے اطاعت کی اور بیجاپور دکن کی سازش سے علٰحدہ ہوگیا۔ بڑا بیٹا تادم زیست ...ین رہا۔ اس سے چھوٹا بھائی پرویز شراب سے مرگیا۔ اس سے چھوٹا بھائی خرم کے بعد بادشاہ ہوا خرم دانشمند فرزانہ تھا اُس نے میدان جنگ میں شجاعت دکھاکے ...ہاں کا پایا اور جب خسرو دفعتہً ۱۶۲۱ء میں مرگیا تو یہ رائے ہوگئی کہ غالبًا وہی باپ ...ہوگا۔ کچھہ بے لطفی شاہجہاں اور نورجہاں کے درمیان ہوئی وہ یہ چاہتی تھی کہ شہریار سب سے چھوٹا بیٹا بادشاہ کا جانشین ہو شہریار قندہار کی فتح لے لیے جو پھر ایرانیوں ...اتھا بھیجا گیا۔ مگر قندہار ہاتھ نہ آیا اور شاہجہاں کے بے اعتبار کرنے کے لیے

یں جہانگیر کی جو نیک نیت معلوم ہوتی ہے اُس سے زیادہ ممکن نہیں ہے یہ بات کہ اُس کے
تمام ممالک محروسہ میں ان قوانین کی تعمیل ہو۔
تعمیل حکام اور ملازمان شاہی کے اختیار میں ہوتی ہے جو مختلف طبیعتیں رکھتے ہیں اسلئے ہمیشہ
ایک ہی قانون کی مختلف طرح تعمیل ہوتی ہے۔ قانون کی تعمیل میں سویت نہیں ہو سکتی۔ صاحب
مدوح جو ستنے مثالیں اہل فرنگ کے بیانوں کے استنادو استشہاد پر لکھتے ہیں وہ انصاف کی نظر
میں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ بلوک مین صاحب فارسی زبان کے بڑے عالم ہیں ہندوستان
میں مسلمانوں کے عہد سلطنت سے خوب ماہر ہیں آئین اکبری کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا ہے اور
اُس پر اپنی تحقیقات سے حاشیے چڑھائے معلوم نہیں کہ وہ جہانگیر سے ایسے کیوں خفا ہیں کہ اُسکی
ساری بھلی باتوں کو بھی بُرا بتاتے ہیں۔ اگر مسلمان آواگون کے قائل ہوتے تو ضرور کہتے کہ
ان دونوں میں پور وجنم میں بیر ہوگا وہ اپنی تبری کا آغاز اس طرح کرتے ہیں کہ توزک کا ہر ایک
صفحہ شہادت دیتا ہے کہ جہانگیر تلون مزاج تھا جو شخص قوی اور مستقل رائے اُسکو مل گیا اُس
کی عقل پر کام کرنے لگا (ہمیں نے تو کسی جگہ توزک میں پڑھا ہے کہ اُس نے اپنی رائے پر برخلاف
اپنے کل امرا کی رایوں کے کام کیا) اپنی گرہ کی عقل نہیں رکھتا تھا۔ موم کی ناک تھی جس طرف
جس نے چاہی موڑ لی۔ نورجہاں کی غلامی اس عادت کی شہادت دیتی ہے وہ کسی کام میں
مستقل رائیں نہیں رکھتا تھا وہ ان کاموں کے سوا جو اُس کی اپنی ذات سے تعلق رکھتے تھے اور
سارے کاموں سے بے پروا تھا اُسکے سارے کام طفلانہ تھے کوئی کام ایسا نہ تھا جو اکبر کے
جانشین کے شان کے شایاں ہوتا وہ ظالم تھا اور ظالمانہ سزائیں ایسے دیتا تھا کہ ظالم
بادشاہوں میں اُنکی نمود ہو (صدہا مثالیں اُس کی رحم دلی کی توزک میں موجود ہیں) وہ بداخلاق
تھا کوئی اُسکا اصول نہ تھا اپنے عیش و عشرت میں افراط کے درجہ پر پہنچ گیا تھا۔ تنباکو و شراب
کا شوق رکھتا تھا اُس کی ساری توزک میں کوئی بلند خیالی نہیں جب مصنف بلند خیال نہو
تو تصنیف میں کیسی بلند خیالی ہو سکتی ہے اُس کی بداخلاقی کا اثر یہ تھا کہ کوئی حسن انتظام اُسکی

اُن کی سلطنت میں نہیں ہوا [illegible] ملک ہند کی آمدنی میں کمی ہوئی [illegible] تھی [illegible] سے نہیں بلکہ
اُس نے محصول کم کر دیئے تھے) اپنی طمع کے سبب سے بمقتضا وقت وہ ہندوں پر مہربانی کرتا
تھا محتاجوں کو خیرات اس لیے دیتا تھا کہ اُن کی بد دعا سے ڈرتا تھا وہ ظاہر میں کبھی اپنی
مسلمانی اس ہوس سے ظاہر کرتا تھا کہ غازی کا خطاب پائے مگر وہ دل میں کچھہ نہ تھا نہ سُنّی
تھا نہ شیعہ - صحاب کا ذکر کبھی اُس نے نہیں کیا اُسکو یقین تھا کہ میں بہشت میں جاؤنگا مگر
کسی مذہب کے سبب سے نہیں بلکہ صرف بادشاہ ہونے کے سبب سے - اُس نے اپنی توزک میں
حمد ونعت نہیں لکھی - حمد ونعت کا پیوند اس کے اول میرہادی نے لگایا ہے (صاحب ممدوح
کو معلوم نہیں کہ بعض بڑے بڑے دیندار آدمیوں کی کتابوں میں حمد ونعت نہیں لکھی ہوتی
مذہباً بسم اللہ ابتدا میں لکھہ دینا کافی ہے) وہ کبھی سچ نہ بولتا تھا - بعض انگریزی تاریخوں
میں اس کا نام نورجہاں کی کٹ پتلی رکھا ہے کوئی اُس پر مسلمان نہونے کا الزام یہ لگاتا ہے کہ اُس نے
اپنی اولاد کے نام مسلمانوں کے سے نہیں رکھے (مگر اُس نے اپنا نام تو مسلمانوں کا سا نورالدین
رکھا تھا -

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبی است — گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است

اگر اہل یورپ اُس وقت کے اپنے بادشاہوں کے ساتھ مقابلہ کرکے نظر انصاف سے
دیکھیں تو وہ سب میں بڑا بادشاہ نظر آئے گا اور اگر انصاف بھی نہ کریں تو بھی برا نہیں معلوم
ہوگا اور مشرقی یعنی ایشیائی آنکھوں سے دیکھیں تو وہ یہاں کے عمدہ بادشاہوں میں نظر
آئے گا - فقط

تمت بالخیر

جلد ہشتم ... مغلیہ ... حصہ اول سے آخر تک ...

جلد نہم و دہم زوال سلطنت تیموریہ - عالمگیر کے عہد سے آخر بادشاہ بہادر شاہ تک ورحاشیہ مسلمانوں کی سلطنتیں ایشیا میں کہاں کہاں ہیں اور بالفعل اُن کا کیا حال ہے - ہندوستان اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی سلطنت سے فائدہ پہنچایا ... اُس کی عمارات کی مفصل کیفیت قیمت ہر دو جلد یعنی نہم دہم ... اور حصوں پر موقوف نہیں ہے اگر علیحدہ کو ... دس حصوں کے خریدار کو اُن کی قیمت بلا جلد ...

تاریخ عہد سلطنت ملکہ معظمہ قیصر ہند مؤلفہ جناب خان بہادر شمس العلماء ... ذکاء اللہ صاحب مرحوم یہ تاریخ پانچ حصوں میں لکھی گئی ہے (حصہ اول میں) بطور تمہید ۱۸۳۲ء تک ... انگلینڈ کو ہندوستان سے کسطرح تعلق پیدا ہوا اور انگریزوں نے فرانسیسیوں وغیرہ کو کیونکر نکالا اور ... کا سلسلہ کس طرح ... (دوسرے حصے) میں ۱۸۳۷ء سے ۱۸۴۸ء تک کے حالات لکھے ہیں ... والیان ہندسی جنگ پیکار میں برٹش گورنمنٹ کو فتح پانے کے حالات تفصیل درج ہیں - (تیسرے حصے) میں ۱۸۴۸ء سے ۱۹۰۱ء تک کے جس میں ملکہ وکٹوریہ نے وفات ... حالات لکھے ہیں اور واقعات عظیمہ ۱۸۵۷ء کے غدر و بغاوت کو بالتفصیل بیان کیا ہے دہلی کا بیان مؤلفہ ... (حصہ چہارم) میں ان محاربات عظیمہ کا ذکر کیا گیا ہے جو انگلستان کے اور ملکوں سے افریقہ میں سوائے ہندوستان کے ہوئے ہیں جیسے جنگ کریمیا، جنگ ٹرانسوال، جنگ ... (پانچویں حصے) کا نام آئین قیصری ہے اس میں مفصلہ ذیل مضامین ہیں -

ساری دنیا میں قیصر ہند کی سلطنت کہاں کہاں ہے ہندوانگلینڈ میں گورنمنٹ کیونکر منتظم ہوئی وقتاً فوقتاً کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں ہندوستان کے لئے قوانین کیونکر مدون ہوئے عدالتیں کیونکر مقرر ہوئیں بحری بری ... مستحکم ہوئیں سپاہ کیونکر مرتب ہوئی وغیرہ وغیرہ تعداد صفحات (۲۱۲۰) قیمت ہر پنج حصص بلا جلد ...

پتہ :- آنریری مینیجر بک ڈپو مدرسۃ ... علیگڈھ

ہر قسم کی کتابوں کے لئے مفصل فہرست طلب فرمایئے جو بالکل مفت روانہ ...

بفضل خدا

انسٹی ٹیوٹ پریس میں (جو سرسید علیہ الرحمۃ کا قایم کیا ہوا اور محمدن کالج کی ملک ہونے کی وجہ سے حقیقی معنوں میں ایک قومی پریس ہے) لوہے اور پتھر دونوں قسم کے چھاپوں میں اردو انگریزی ہر قسم کا کام بہت صحت اور کفایت کے ساتھ ہوتا اور وقت پر دیا جاتا ہے۔ اہل ذوق وضرورت کم از کم ایک بار ضرور امتحان فرمائیں۔ نرخ زبانی یا خط وکتابت سے طے ہو سکتا ہے۔

مطبع کو اس کے قدیم و اہل نظر سرپرستوں کی جانب سے جو اطمینان بخش اسناد حاصل ہوئی ہیں اُن کی نقل عند الطلب روانہ کی جا سکتی ہے۔

علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ نامی ایک اخبار بھی اس پریس سے نکلتا ہے جو کالج کا سرکاری اخبار ہے اور جو سرسید علیہ الرحمۃ نے کالج کی بنا سے بھی قبل جاری کرنا شروع کیا تھا اور جس میں کالج کی خبروں کے علاوہ عام اور مفید و دلچسپ مضامین شائع ہوتے ہیں قیمت سالانہ چار روپیہ ششماہی دو روپیہ آٹھ آنے۔ نمونہ مفت۔ اشتہارات کا نرخ زبانی یا خط وکتابت سے طے ہو سکتا ہے۔ ہر قسم کی خط وکتابت کے لئے پتہ:-

مینیجر صاحب انسٹی ٹیوٹ پریس علی گڈھ